



الْقُدُّوسُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

# الْحَقِيقَةُ بِوَأَسْبَغَةِ الْحَقِيقِ

مؤلفه  
تیسراجاد حسین ابن سید محمد حسین صاحب مخبر موطن بیرہ  
سادات ضلع مظفرنگر  
جسکو

چھپوانے جگہ پشاور میں میر جیو ابا اسلمیہ صاحب

میں پڑھنے کے لئے خط لکھا گیا





# بسم الرحمن الرحيم

بسمحمد خدا و نعمت پیدالاینها و منقبت آئمہ ہدایعلیہم الصلوٰۃ والسلام - میر  
 رستہد مجاہد حسین ابن مسید محمد حسین مرحوم فیخوذ متوطن بہرہ سادہ  
 فرنگہ۔ حضرات اہل اسلام کی خدمت باسعادت میں عرض ہے کہ جنابے وی  
 لدین صاحب نے جن کا تعلق غالباً دارالعلم علیگڑھ صاحبہ ہوا ہو وی  
 الرحمان صاحب شروانی متوطن حبیب گنج ضلع علیگڑھ سے روپوش کی کہ  
 درمستہ العلوم کے سب قرون ادب کے اکابر کا حال زندگی قید قلم میں لایا  
 تاکہ طالب علم ان پر نظر کر کے بزرگوں کے قدم بقدم چلے اور ان کی روش پر  
 ہونے کی کوشش کریں باب مقبول ارشاد مولوی صاحب موصوف فاضل آخوالذکر  
 بت گہری اور تحقیقی نظر سے گردن اٹھا کر اوپر کے طبقے والوں کو دیکھنا  
 بارواح ارباب صالح مثل امام اسماعیل بخاری و دیگر محدثین و مورخین یعنی  
 شہام۔ طبقات ابن سعد۔ معارف ابن قتیبہ۔ مروج الذهب و سوری  
 ملوک و الامم۔ امام ابن جریر طبری۔ کمال ابن اثیر۔ نزہۃ الأبرار۔ استیانت  
 - مقلاتی فی الاصابہ و غیرہم نے ان کے سب سے اول کے ذی عزت  
 سے اول بنیر حضرت ابو بکر کا خوش نامہ قلم پیش کر کے رحمت دلائی  
 ارگ اسلام کے حالات ہماری تابلیغات سے انتخاب کر کے طلباء کو کھلائے  
 نے متذکرہ بالا سے مصنف نے مضامین منتخب کر کے سیرۃ الصدیق کو ترتیب  
 اسد و روح الشان نے اس دل فریب تقویر کے خط و خال پر نظر ڈالی تو بدست  
 محبوب سے پاک و صاف دیکھ کر ایک رسالہ بطور لائف لکھ کر سیرۃ  
 ت سے نامزد کر کے معین احمدی علی گڑھ میں چھپوا کر غالب علی کو تحفہ پیش کیا

جو کہ مصنف مدوح نے حن عیثیت سے اپنے پیشوا سے ملت کے حالات زریب  
 فرمائے ہیں! لہذا مجھ کو یونگانی کرتے کا کوئی احتقاق نہ تھا، لیکن بھروسے  
 اگر یہی کہ نابینا و چاہ مست، دیگر خاموش بہنشی گناہ بہت، بعض  
 این خیال کو فوہیز اطفال بہ مقتضائے طولیت و خام کاری تہوڑی چکناٹی  
 کے اثر سے۔ کچی لکڑی کی طرح ہر طرف ہر پھر کہ سید سے ٹیڑھے ہو چکا  
 ہیں! عجب نہیں کہ فاضل موصوف کی پیش کردہ نظموں پر دلپذیر و دلدادہ  
 ہو کہ حضرت ابوالحسنؑ کیسی ہی نہ سمجھ لیں! جیسا کہ غیر واقعہ طور پر مصنف نے ظاہر  
 کیا ہے۔ اگر یہ کسی حقیقت واقعی پر انجان طلباء مطلع ہوئے! اور اسی  
 مرقع سے دھج و بھج ہو گئے۔ تو ممکن ہے کہ اُن کے پرکار خیال مرکز صبح سے  
 سٹ کر کسی ایسے نقطہ پر پہنچ جائے! جو تا باب جنت پہنچانے میں کوئی رکاوٹ  
 پیدا کرے۔

اس لیے یہ چند سطور لکھی گئیں! اور نظریہ مناسبت موقعہ نام ان ادراک کا  
 حقیقت الصدیق ارکھا گیا! - امید ہے کہ طلباء مدرستہ العلوم و دیگر حضرات  
 جن کی نگاہوں نے معاین (سیرۃ) مذکورہ صدر کو بہ طرز محبوب و دلچسپ حیرت کی خیمہ  
 سطور پیش کردہ پر ہی نظر فرما کر حضرات انصاف سے فیصلہ طلب ہوں و التوفیق الہی  
 مضمون ریویو قابل مصنف نے حب صراحت بالا ابتداء کے کلام میں ارشاد  
 فرمایا ہے کہ مولوی ضیاء الدین صاحب نے اُن کو اسطور  
 لوقہ دلائی! کہ وہ ازمنہ ماضی کے مشاہیر کسی مرد نامی کے حالات قید قلم میں  
 لائیں! اور ناواقف طالب علموں کی معلومات میں اضافہ پیدا کریں! یہ تعیل ارشاد  
 موصوف صدر انھوں نے حضرت ابو بکر کو انتخابی مہر دیگر قرن اول کے سمانور  
 سے اس طرح منتخب کر لیا کہ جیسے گلچیں پہلوا ری سے پھول چُن لیتا ہے۔

افسوس ہے کہ لایق مصنف نے اس گل شاہ کو صرف دُور سے دیکھا  
 ناک لگا کر نہیں سونگھا! کاش ایسا کرتے تو اُن کی قوت شامہ بوجہ خوش دماغی

اساس کر لیتی کہ یہ گل خوش رنگ کوئی خاص خوشنور کہتا ہے! یا سدا بہار گلستا  
کی طرح ہم بے سخی کا مصداق ہے! انشاء اللہ کچھ حوالہ کتب معتبرہ دکھلایا جائے گا  
تو مصنف نے انتخاب میں غلطی اٹھائی ہے! اُن کو اپنے مذہب کی کتابوں کے  
مسلمانین پر اطلاع نہیں ہے! اکاش وہ باریع النظر ہوتے تو کبھی اس پھول کو سرسبز  
نہ دیکھتے! اگر پہلی پہل باغ اسلام میں یہ گل نہ کھلتا تو کوئی خرابی نہ ہوتی!  
مسلمانوں کے دلوں میں جو ایسے کاری اور گہرے زخم لفاق و شقاق کے  
سے ہوئے ہیں! جن کا اندامِ پنبہ لفاق سے تا قیام قیامت ناممکن ہے  
اُن کا باعث یہی گل خود رو ہے! جو کہ خلافتِ موسومِ زبیب وہ باغِ سلمانی ہوا  
دیکھو نہد وستان کے سرد فترِ عقلا و اکثر کیدمرحوم نے تہذیبِ الاخلاق  
میں صاف لکھ دیا ہے کہ اگر مسلمان عقل سلیم سے کام لیتے اور توفیقِ ایزدی اُن کے  
شامل حال ہوتی تو بعد آنحضرتؐ امامِ حسن علیہ السلام کو جو کہ مالکِ ملکِ اسلام کے  
دارِ ثبوتِ حقیقی تھے مسندِ خلافت پر بٹھاتے اور سب رطلِ گل کو نیک بینی سے اُن کی پیشکش  
میں بطور کونسل تہاتِ اسلام کو انجام دیتے تو کبھی کوئی مضدہ برپا نہوتا! سیدِ مغفور  
کا ارشادِ بزرگانِ حال بتلا رہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت برہم زن شیرازہ اسلام  
ہو گئی!

شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحبِ ہلوی کتابِ فرائضِ الحقوق و اہانتِ الائمہ  
میں لکھتے ہیں کہ ابو بکرؓ صاحب کا تختِ حکومت پر قدم رکھنا اس سرے سے اٹل سرے  
تک اسلام کا خاتمہ ہو گیا۔

ان دونوں بزرگوں سے بالاتر طبقے کے علامہ تہرستانی کتابِ ملل و دخل میں  
لکھتے ہیں کہ جس قدر جویریہ مسلمانوں میں سلسلہ خلافت پر ہونی اتنی کسی مسئلہ پر  
ہمیں ہوئی! یہ بجز بھی صاف صاف کہ رہی ہے! کہ اسلام کا اہم اور نزاعی معاملہ  
خلافت ہے! اور وہ ایسا پیچیدہ واقعہ ہوا ہے کہ تفسیرِ مخالفت کبھی وقتِ پیام  
ہوئی۔ چونکہ گوارہ خلافت میں سب سے اول اشراعت فرما حضرت ابو بکرؓ ہوئے

ہیں۔ ابتداً بلادِ قسطنطنیہ سمجھا گیا کہ جملہ مخالفین کی مضبوط جڑ اس ہی گہر میں قائم ہوئی  
میں استارہٴ آئینہ بہ تفصیل دکھلاؤں گا کہ تمام مفاسد کا منبع حضرت مدوح  
کی خلافت ہی ہے۔ اذی علم مولف نے چند باتیں پیش نظر فرما کر حضرت ابو بکر کو  
اپنی کتاب کا ہیرو قرار دیا ہے۔ ۱۔

اول یہ کہ قرنِ اول میں باتفاقِ اہلسنت و اجماع وہ بزرگ افضل امت  
ان کی ذات گرامی میں کچھ ایسے اوصاف جمع ہو گئے تھے جو دین و دنیا کی سہرا  
کے لئے کافی تھے۔ اس دور کے مسلمان خاص اسلامی تعلیم کا اذن تھے! وہ  
ان بیات سے محفوظ تھے جو کہ مسلمانانِ مابعد کے لاحق حال ہوئیں! اس وقت  
کے مسلمان تبریحِ شہرِ اسلام تھے! ان کی پیروی ہر مسلمان کی ہر ایک انسان  
کو سزا مستقیم کا پتہ بتانے والی تھی!

دوم یہ کہ امتِ محمدی میں ابو بکر ایسے جامع کمالات تھے کہ بہ اعتبارِ خوش دہ  
و صدق شکاری وہ۔ دینِ اکبر ایسے ممتاز خطاب سے عزت حاصل کئے ہوئے تھے  
سوم یہ کہ ان کی سیرت کو واجبِ عمل و قابلِ تقلید سمجھ کر کتاب کا نام سیرۃ  
الصدیق تجویز کیا گیا! مناسب موقع سمجھ کر بشرِ توضیح مطالب، اس باب میں امور ذیل  
نتیجہ طلب کئے جاتے ہیں۔

اول یہ کہ کتب صحاح میں مسلمانوں کی تعریف کی گئی ہے اور جو صفت و علامت  
کہ مسلم کے لئے بیان ہوئی ہے وہ حضرت ابو بکر کی ذات سے کہاں تک علاقہ رکھتی ہے  
اور سوائے حلیفہ اول حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان و دیگر صحابہ ممتاز بن جو کہ  
حضرت ثلاثہ کے معاصر اور ان کے اشال و اقربان تھے ان کو ان صفات میں کہاں  
نک حصہ ملا ہے۔

دوم یہ کہ جب خیالِ مصنف زمانہ ابتدائی کے تمام تر مسلمان اچھے تھے اور یہ تھا  
کہ دارِ حسنہ وہ ان برائیوں سے بالکل پاک و صاف تھے جو کہ مسلمانانِ مابعد سے ظاہر  
ہو کر بدنام کن اسلام ہوئیں۔

سوم یہ کہ حضرت ابو بکر بہ اتفاق جمیع اہل سنت افضل امت مانے گئے ہیں  
چہارم یہ کہ حضرت ابو بکر و دیگر صحابہ رسول شل حضرت عمر و غیر اُن براہوں و  
بالکل پاک و صاف تھے اِجو کہ مسلمانان مابعد سے لہو پذیر ہوئیں۔

پنجم یہ کہ اُن کی سیرت ایسی اچھی اور مقبول زمانہ تھی کہ اس پر عمل کرنے سے عامل  
راہ نجات پا سکتا ہے۔

ششم یہ کہ امت محمدی میں حضرت ابو بکر صدیق اکبر ہیں ؛ ایا کہ سوائے اُن کے کوئی  
اور شخص اس خطاب جلیل کا حامل ہے۔

مختم یہ کہ کتاب کا نام جو سیرۃ الصدیق رکھا گیا ہے یہ باعتبار واقعہ صحیح ہے۔  
انشاء اللہ ہر صفت امور مصرعہ بالا کو یاں تفصیل بیان کیا جائے گا کہ اہل دانش کا ذہن  
رسائش کے ماننے پر تیار و آمادہ ہو جائے گا اور مصنف صاحبِ بیجا غلطیوں کی ہیں  
اسکی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

**تفتیحِ اول** اکتب صحاح میں اسلام کی کیا تریف کی گئی ہے اور جو صفات و  
علامات کہ مسلم کے لئے بیان کی گئی ہیں اُن میں حضرت ابو بکر و دیگر

حلفاء کمان تک حصہ دار ہو سکتے ہیں۔ الیٰ اخرہ

واضح ہو کہ جلد اول بخاری شریف مطبوعہ کان پور کے باب الایمان میں صفحہ (۶)

پر لکھا ہے المسلم من سلم المسلمون عن یدہ ولسانہ یعنی مسلمان اُسکو کہا جائے

گا ؛ جس کے دست و زبان سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ یہ تہنیتِ نہایت وسیع

میدان کہتی ہے۔ تمام کتاب کے خاتمہ پر اس کا نتیجہ برآمد ہو گا اور ناظرین کو

علوم ہو جائے گا ؛ اِکہ حضرت ابو بکر و نیز اُن دیگر حلفاء کے ہاتھ سے جو کہ بعد اُن کے

امال کن مستند اسلام ہوئے ؛ مسلمانوں کو کس قدر نقصان پہنچا اور اُن کے ہاتھ۔ اُن

زبانیں و دونوں مسلمانوں کے لئے کس درجہ مضرّت رسان ثابت ہو گیا جو تریف

کہ امام بخاری نے مسلمان کے لئے قائم فرمائی ہے۔ وہ بہت درست ہے۔

لیکن حضرت عمر و ابو بکر و غیر ذلک وہ کسی طرح منطبق نہیں ہو سکتی ؛ جمیع تحقیقات کے

نتائج پر قابل طلباء مدرسہ نظر فرما کر خود جانچ لیں گے کہ جو دستِ مخ تاج امام بخاری نے  
 نے مسلمانوں کے لئے بنیاد ہے وہ کسی طرح ثلاثہ کے گول سرزوں پر ٹھیک نہیں لگتا  
 تنقیح دوم | سب خیال مصنف رہا نہ زمانہ ابتدائی کے تمام تر مسلمان اچھے تھے  
 اور یہ اعتبار کرنا درست نہ ہے ان برائیوں سے بالکل پاک و صاف تھے

جو کہ مسلمانان مابعد سے ظاہر ہو کر بدنام کنندہ اسلام ہوئے !  
 روشن خیال مصنف نے جو قرون اوکے کے مسلمانوں کو مبتلا بد دیگر قرون اچھا بتلایا  
 ہے اس میں غور طلب یہ بات ہے کہ رقرن اکس کو کہتے ہیں اکبریم اللغات کے  
 دیکھنے سے معلوم ہوا کہ رقرن اکس قدر اکبریم انکم میں سال اور زیادہ سے زیادہ ۵  
 سو برس ہوتی ہے

پس صحابہ رسول کے حالات پر نظر کرتے ہوئے لازم آیا کہ ہم ان سربراہان  
 اہل سنت کے حالات کی جانچ کریں جو کہ قرون اولیٰ میں صحابہ کرام و تابعین عظام  
 میں شمار ہو کر عند السیئہ اسلام کے رکن رکین سمجھے گئے ہیں ! قرن کی چھوٹی تعداد  
 یعنی بیس سال میں حضرات ثلاثہ زیب و زینت اسلام ہوئے ہیں اور بڑی مقدار  
 میں دیگر بزرگوار جن کا شمار تابعین میں ہے ۔

واضح رائے ارباب نظر ہو کہ اچھے اور بُرے آدمیوں کا ہونا کسی زمانہ پر  
 موقوف نہیں ہے ! اختیار و اثر اس سے نہ پہلے کوئی وقت خالی تھا نہ اب ہی نہ آئندہ  
 ہوگا ۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ بعض اوقات میں ایماندار زیادہ اور بے ایمان کم  
 یا اس کے خلاف ہوتے رہے ہیں

حضرات اہل سنت کا مقولہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے رخیبر القرون قرنی یعنی بہترین  
 قرن میرا زمانہ ہے ! اگر فی الواقعہ حضور نے ایسا ارشاد فرمایا تو اس کی کھلی ہوئی  
 وجہ یہ ہے کہ حضور پر نور کے وجودِ دنی وجود سے اس وقت خلافت مستفید ہوتی تھی !  
 فرشتگان ملا اعلیٰ نزول فرمائے خاکدانِ عالم ہوتے تھے ! احکام باری برائے  
 وحیِ حق نزول فرماتے تھے ! آپ کے جلالِ مبارک کی زیارت سے لوگ بہرہ مند ہو کر

سعادت و ارباب حاصل کرتے تھے! اسلام چار رحمت کی طرح سطح زمین پر پھیل رہا تھا اطراف و جوانب کے کفار مخذول و شکوہ ہو کر بانی اسلام کی عداوی کا متغہ گئے میں ڈالے ہوئے سر تسلیم خم کے اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے کے لئے تیار تھے اعراب کے مانند اور سرداران قوم و قبیلہ آیاتِ بات کے احکام سخت و تندید کی بجا آوری پر آمادہ تھے۔ دینِ خدا میں فوج فوج کفار داخل ہو رہے تھے! بلادِ کفر جولاں گا چلائی اسلام بنے ہوئے تھے! ہر طرف دینِ محمدی کے ڈنکے بج رہے تھے! آنحضرت کے نام مبارک کی ہیبت و صولت سے راہِ دروازہ کے بت پرست مثل بیدلزاں تھے! لشکرِ سر و برد بچھانے و بران۔ اور ہشت دہات کے بت (کابج) کی چوڑی پشیشہ جگ خرو کی طرح ریزہ ریزہ ہو رہے تھے! پیاپے معجزات سے کفاروں کے دل فرط حسرت مثل خانہ زبور سورخ دار بنے ہوئے تھے! کلامِ الہی کی فصاحت و بلاغت سے جبرائیل ہر مضمون سے عرب و بلغاے حجاز مثل قرآن ایک جملہ بنانے سے عاجز و سر در گم میاں ہو کر غایتِ انصاف سے بول اُٹھے (ما ہذا قول البشر) کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہے! اعراب عرب بنی اللہ اکبر اللہ اکبر! شہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ کا آواز بلند تھا۔ حضرت اور ان کے مقدس گہرے لئے قدرتی بادِ رحیمی خانے سے مبدہ منت اُترنا تھا مقربانِ بارگاہِ ایزدی آنحضرت کے نواسوں کا گہوارہ ہلاتے تھے! بنی کی راجت جان کو آسپا گردانی میں مدد دیتے تھے۔

لیکن با ایہمہ یہ ضرور نہیں ہے کہ اس قرن میں جتنے بھی مسلمان تھے سب ہی کو ایمان ایمان کا آفتاب سمجھ لینا چاہئے بد و نالایت ہر جنس کے آدمی ان میں شامل تھے۔ بار کے ساتھ اشرار بھی کھتے۔ چونے کی کلبوں کی طرح ایک دوسرے کا پہلو دلبہ ہوئے تھے۔ ان کے لئے قرآن شہادتِ دیر ہے! اعرابِ اشد کھڑا و فقا ا ابتدائے اسلام میں ان طرح کے مسلمان تھے! ایک تہاجر دوم انصار! سوم وہ جو کہ ان دو کے علاوہ مسلمان ہوئے انہیں کو مومنین و منافق و موفقہ القلوب بھی کہتے ہیں۔ ان سب کی تریف اور خدمت میں اکثر آیاتِ قرآنی وارد ہوئی ہیں! تمام قرآن پر نظر کی جائے تو تقریباً



جہوں میں عتاب و عید شدید کی آیات زیادہ برآمد ہوئی۔ مثلاً دو چار آیتیں  
 لکھے دیتا ہوں! اگر مومنین کی فتن میں (رضی اللہ عنہم ورضعنا وغیرہ) آیتیں  
 تو منافقین و شاکین و مرتابین و مذہبین و مولفۃ القلوب و فام کارسلانوں  
 کے باب میں ایضا دعوت اللہ والذین آمنوا و ما یجدھون (الافہم) اور  
 رہنمائی میں پرید الدنیا و منکم میں پرید الاخرة وغیرہ درج اوراق قرآن  
 ہے اس زمانہ کے بہت سے آدمی گو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر بطوں اُن کے چوک  
 کفر و مشرک سے اتودہ تھے جب حضرت کے سامنے آتے تھے تو مکاری سے حضور  
 حضور سرکار۔ سرکار کہتے تھے اور اپنے مجمع میں سمجھ کر آنحضرت اور اُن کے فاضل  
 الایمان رفقا کا مذاق اڑاتے تھے! سورۃ منافقوں اور بالخصوص اس میں کی  
 یہ آیت (اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لورسل اللہ واللہ یعلم انک  
 لورسلہ واللہ نشہد ان المنافقین لکاذبون) تحریر بالمالکی پوری تائید کرتی ہے  
 دیکھو حدیث نے اکی مختصر جملہ میں اس کا فیصلہ کر دیا ہے (یقولون باخو اہم مالیس  
 فی قلوبہم یعنی اے ہمارے حبیب تمہارے ہم نشین جو زبان سے کہتے تھے اُس کا اُتران  
 کے دلوں میں کچھ نہیں ہے۔ اپنی حرکات مکاری سے اسلام کو تو ظاہر کرتے ہیں  
 مگر کفر و نفاق کو دل میں لے ہوئے ہیں۔ ان کا کوئی اعتبار نہیں جو جن لوگوں کی مدت  
 وارد قرآن ہوئی ہے اور خلی شان میں سورۃ منافقوں و دیگر عتاب آیتز آیات  
 کا نزول ہوا وہ ملک عرب کے کفار نہ تھے بلکہ قرن اول کے جن کو ذی علم حضرت  
 نے انتخابی بن کر دیا ہے ایسے مسلمان تھے جو کہ نماز گزار و روزہ دار ہو کر چھادوں  
 میں شرکت کرتے تھے اور صحابہ محمدی کے ذی عفت شرف سے ممتاز تھے جن وجہ  
 سے کہ اسلام کا ابتدائی زمانہ مدوح چھا گیا ہے اس کے سبب وجہ جبر اول  
 عرض کر چکا ہے کہ وہ تمام تر خیر و برکت آنحضرت کی وجہ سے تھی۔ پس اس بات کا  
 بدل اعتقاد رکھنا ہوں (سابقین السابقین الاولون من المهاجرین و الانصار  
 و آئہ و السابقون السابقون اولئک المقربون) و دیگر آیات جن میں سمانا مذکور

مرح بیان کی گئی ہے! قرن اول کے مسلمان دیگر اوقات کے اسلام لانے والوں  
سے ممتاز تھے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اُن سب کو پیشوائے دین وادی ملت مان لیا جائے  
اُن میں ہر صنف کے لوگ موافق و منافق موجود تھے! اگرچہ ہم میں تا قیام قیامت جس قدر  
حسانت و اعمال خیر ہوں گے اُن سب کی مضبوط بڑائی قرن یا قرون متصلہ و مابعد میں  
قائم ہوئی۔ علی ہذا جو برائیاں کہ کشاں کشاں کلمہ گو یوں کو کچنچ کو جہنم میں لے جائیں گے  
اُن سب کا بنیادی جھگڑ بھی انہیں از منہ میں اُن ہی نام کے مسلمانوں کے ہاتھ سے رکھ لیا  
مسلمان موجودہ اوقات سے ایک طبقہ (سنی) اُن لوگوں کو جھجھوں نے ایک ساعت کہ  
لئے حضرت کو دیکھ لیا تھا کہ کھڑک پاری نگاہوں سے دیکھتا ہے اور اُن کی نغز سنوں  
اور ناشائستہ حرکات کو محمول بہ خطائے اجتہاد اور کہے (الصحابۃ کتمہ عدول) کا  
ذبیحہ پڑتا ہے کسی کے فضل پر فرض ہونے سے۔ یہ کامیجہ گئے اور لے ہے۔ اور وہ  
گر وہ سنی درجہ کا ذی شرف و با وقفت اسی بنامست کو بلا سگے! جس نے اپنے اوقات  
حکومت میں مقبر ضات کفار کو حکومت اسلام کے نشے میں شل کر لیا تھا! خواہ وہ  
خاسق ہو یا نیک بخت!

و دسترا طبقہ (مقبول) کہتا ہے کہ محض حضرت کے دست حق پرست پر بیت کو ناناؤ  
شریک جہا و نماز ہو کر شریعت ظاہری پر نظر اریا بنامہ میں عامل ہونا خوش  
عظیم ہو کر خلافت کو نناہ ویرا دکر یا زبردستی لوگوں کے منہ میں گوشت کلا چا دیدینا  
کا فی نہیں سمجھا گیا۔ جو لوگ ایسا کرتے تھے ان میں حکم رد قلیل من عادی شکور  
اچھے کم اور ناناہنجا رزیدہ تھے۔ بلا ایمان صحیح و علی نیک محض حضرت کا دیکھنا  
کوئی شرف نہیں پیدا کر سکتا اسی واسطے ملاجائی نے فرمایا ہے بیت  
ہر کہ را روے یہ ہو و نداشت دیدن روئے نبی سود نداشت

۱۲۴۶۲۲ مطرہ نیر غدا شب تہی صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ جو سلطان رسول کے کمال مبارک کی زیارت سے شرف ہوا وہ محال ہے لے صحابہ سب عادل ہیں ۲

دیکھا ایک سنگڑ کے لئے حکم ہوئی سے مخالفت نہ کی! رسولؐ نے جس بات کا حکم دیا  
 اُس پر عمل ہی۔ جس سے روکا اُس تاہ پر کبھی قدم نہ رکھا۔ جہادوں میں شریک رہ کر  
 وادہ روانگی دی۔ کفار کو مار لیا ہر سے۔ یا خود زخمی ہوئے۔ اپنے دلی نعمت کو  
 نزعہ اعداء میں تنہا چھوڑ کر میدان سے نہ ہٹے۔ حضرت کو بنی رخن سمجھ کر کبھی ننگو  
 بہ نبوت ہوئے۔ ان کے اقوال و افعال پر گاہے اعتراض نہ کیا۔ نہ کسی گستاخانہ  
 اٹھا کر پیش آئے۔ حضرت کی حالت صحت و مرض کو یکساں سمجھا۔ فرقانِ حمید کے  
 سامنے دیگر کتب مشورہ و نصیحت و عینہ کو کبھی فوق نہ دیا۔ اطاعت و درماں برداری  
 سے حضورؐ کو خوش رکھا۔ خدا و رسولؐ کی رضا مندی کا نوشتہ لئے ہوئے ہفت  
 فرمائے عالم بقا ہوئے۔ بعد آنحضرتؐ تک حدیثِ ثقلین و دیگر وہاں کے سرور  
 عالمِ مہیبت رسولؐ کو آفا اور اپنے آپ کو غلام سمجھا۔ خدا ان رالت کو اپنی  
 خوش کرداری و سعادت شکاری سے رضا مند رکھا ایسے بزرگوار حقیقہ کاملہ میں  
 جو کہ تہذیبِ انسا جدید کی دعاؤوں کا مجموعہ ہے (احسنوا الصلوات لہما کا مرتع تاج  
 اپنے سروں پر رکھے ہوئے ہیں! اسی واسطے ایک معزز شاہ نے لکھا ہی "سلام  
 اُن پہ اُس کے جو صحابہ تھے: وہ اصحاب کیا ملک! حباب تھے: خدا اُن سے راضی  
 رسولؐ اُن سے خوش: علیؑ اُن سے راضی: بول اُن سے خوش

طلبے علیؑ گدہ کارج اور دیگر کارجوں۔ اسکو لوں کے روشن خیال و جواں  
 سال اطر کے چنگِ علامہ مغربی و مشرقی سے آراستہ ہو کر حق پسندی کا فخر حاصل  
 ہوئے ہیں اور بقابلہ انصاف و مہذبہ مذہب و دیوث و ہری کو اخلاقی جرم سمجھتی ہیں  
 ہے کہ دونوں طبقوں کی افراد غلامِ مہذبہ پر نظر فرما کر فیصلہ دیں گے۔ کہ  
 اُن کے لئے کس طبقے کے لوگوں کی سیرت سبق آموز مہیبت ہو سکتی ہے۔ جس بزرگ  
 کے نقش قدم پر چپنے کیلئے نازک خیال مصنف نے اطفال بالغہ ابرائے کو تیار کرنا  
 چاہا ہے۔ وہ دراصل اُن صفات کے حامل نہ تھے۔ جو کہ اُن کی ذات سے لائق کو  
 گئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کی ذات مجتہدہ صفات سے جو معاملات علی صورت میں آئے

ان کو فردا خذ احوالہ قلم کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ صرف دو چار باتیں بنظر  
آگے طلبائے درستہ اعلوم پہنچے دیتا ہوں۔

جبکہ حضرت اول کے سر مبارک پر پتھوں نے آفتہ پاؤں موت کی دستار خلافت حب  
لیج کر باندھ دی تب عام طور پر بیعت کے لئے دیکھو دیکھا شروع ہوئی اکثر نے یہ رعیت  
و بعض نے یہ خوف آبرو و کراہت کے ساتھ اپنی خلافت کو تسلیم کیا۔ مگر خاندان بنی  
ہاشم سے کسی نے ان کی خلافت کو نہ مانا اور حسب روایات اہل سنت بشرکت زبیر و  
طلحہ و دیگر صحابہ و بنی ہاشم حضرت امیر کے گھر میں مشورہ ہونے لگا کہ ابو بکر صاحب کو  
تخت خلافت سے اتار دیا جائے! حضرت اول نے یہ بیعت (تخت) علام خود خلیفہ  
دوم کو بھیجا کہ اس ناجائز جمع کو پریشان کر دو اور بائیان کمیٹی کو پکڑ کر دروازہ  
الامارۃ میں بیعت کے لئے حاضر کرو! ابن ربیع بہادر مع آگ اور ٹکڑیوں کے دروازہ  
جناب سیدہ پر جلوہ افروز ہوئے اور بہت تیز اور خشک لہجہ میں چیخ کر فرمایا کہ  
اے بنت رسول ابن بد معاشان امت کو جو کہ کتاب سلام کے شیرازہ خلافت کو توڑنا چاہتے  
ہیں پھر گھر سے نکال دو نہ خدا کی قسم میں ان کا کچھ نہیں مانا کرو گا اور بقاعدہ ارشاد حکم دے گا کہ تم اچھوڑا ہو گے  
دیکھا جناب سیدہ نے جو کہ فراق پدری کے صدمے سے یم مردہ و زخمہ درخور ہو  
رہی تھیں اب یہ آواز بیخف و صغیف فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم میرے باپ کی توہین  
اٹھاتے ہیں۔ آج تک یہ جرات ہو گئی کہ جس گھر سے اسلام سیکھا۔ جس دستار  
کی بدولت غریب امیر بنے۔ حوار و ذلیل مرتبے سے اوج عزت پر پہنچے اٹھی ہے  
پھوکنے کو آتش بدست ہو کر مجھ رنجور و غمگینہ و پدر مردہ کو دھمکانے لے ہو متفقاً  
مقام یہ تھا کہ جناب سیدہ فرمائیں کہ لے عمر یہ گھر معمولی گھروں میں نہیں ہے یہاں  
فرشتگان آسمانی وحی لیکر لے ہیں۔ میرے پدر بزرگوار نے ناز و تہجد اکثر اسی گھر  
میں پڑھی ہے۔ حور یہ جنت حنین کی تقریب ولادت میں مہمان زچہ نازان  
انجام دی کو اسی جگہ آئی ہے۔ بنی کے نواسوں کی گوارہ جنبا نی سیریل علیہ السلام  
نے اٹھی ٹوٹے پھوٹے گھر میں کی ہے۔ میری راحت رسانی کے لئے سراپیل

جس چلی کر دوش دی ہے وہ سب گہرے کونے میں رکھی ہوئی جن حسین کو سو بخدا کا ندی  
 پر چڑھاتے تھے خلی زبانی شہر رطب چوستے تھے جنگی سواری کا حضرت ادریس بنی تھے وہ  
 میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے اپنے گہرے کونے میں ہیں اگر اس گہرے گہرے الگ لگا دی تو اہانت  
 رسول خدا صانع ہو جائے گی اور میں کہیں کی تر ہو گئی۔ مجھ عزیز کو نہ ساؤ۔ خلافت  
 امارت حکومت قدرت سب تم کو مبارک ہو میری طبیعت میں دعا فریب باطل نہیں میرا  
 ظاہر و باطن ایک ہے میرے گہر میں تنہا رہی مخالفت کا کوئی انتہام نہیں ہو رہا کیونکہ علی  
 کو جی حکم دے گئے ہیں کہ صبر کے گہر میں بیٹھے رہنا اپنی میراث کو لئے ہو دیکھنا اور آفت نہ  
 کرنا وہ حرب صیبت بنی فیکبانی کا بہاری پتھر سینے پر رکھے ہوئے کتاب خدا کو جمع کر  
 رہے ہیں۔ عمر صاحب جو سیدہ کو جواب دیا اس کے بکھنے سے زبان قلم پھیلے پڑتے ہیں  
 قایت جو شہر سے بڑھ کر ہو کر کہیدیا کہ مع حسین کے یہ گھر جدا دیا جائے گا اس مذی اور  
 شکن گئے جو قلب سیدہ پر دم نہ بچایا ہو گا اولاد آجوب جلتے ہیں حضرات اہل سنت کی (۱۷)  
 نقابوں میں یہ واقعہ ہوئی بادوح ہی از انہا سخا مولفہ شاہ ولی اللہ کے مقصد دوم میں۔  
 بذیل آثار ابو بکر اس کا ذکر موجود ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ کے باب ہم میں طاعن  
 عمر کے موقع پر پھر پھر کر کے بالآخر یہ فیصلہ کیا ہی کہ عمر نے فاطمہ کا گھر چلایا نہ تھا صرف وہی دی  
 تھی۔ لیکن اگر وہ چلا بھی تے تو ما جو دشتاب ہو تے کہ معنوی غضب جن کتا بوں میں واقع  
 ذی کا دوح ہوتا میں نے بیان کیا ہے ان کتا بوں کے نام مع عبارت اک اردو میں  
 جی کا نام (النار الحاطہ) بقاصد اوراق بیت فاطمہ ہے ملاحظہ فرمائیں جناب مستطاب  
 علی القاب عالم کمال شکلم بے بدل ابید مولوی حکیم سید معرب علی خان صاحب عمیر راہہ ارسطو  
 جاہ جناب مولوی سید رجب علیخان مرحوم میں جگر اوں ضلع اودیانہ نے تشریف لٹا من سے  
 اردو میں ترجمہ کر کے طبع جمع البحرین میں چھپوایا ہی ملا دہ رب بنیہ یہ مستطاب علی القاب  
 وضع ذکر حسین صاحب اثنی عشری دہوی نے جن کا دو شکہ دہلی میں کلاں محل کے متصل ہے  
 ایک رسالہ خاص اسی بحث میں ترتیب دیکر دفتر اصلاح کچھ ضلع ساران میں طبع کرایا ہے جس کا  
 نام النار الموقدہ ہے اس میں موصح الشان نے اُن علمائے اہل سنت کے نام مع کتاب و  
 عبارات عربی و ترجمہ پہلے سے میں جنہوں نے اس موزی واقعہ کو بیان کیا ہے مصنف ہر  
 نے سو علمائے اسلام اُن مورخین ملک یورپ کے بیانات ہی حوالہ قلم کئے ہیں جنہوں نے اپنی  
 تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے چونکہ مدتہ اعلوم کے کچھانہ میں انگریزی تاریخوں کا رٹو حیرہ

طبیاری عالی قدر، ماضیہ بڑھا کر الماری سے کتابیں نکالیں کتب ذیل کے معاینہ کی گئیں  
 واضح ہو جائے گا کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بی کے اکلوتے بیٹے کے گھر جلا نیکا کن، مسجد کی خدمت  
 و عطاوت سے اتھام فرمایا تھا۔ اٹھائے کتب تواریخ، انگریزی جن میں حضرت ابو بکرؓ کا  
 خانہ سیدہ کے بیٹوں کے بیٹے کی کتب حکم و یا جانا لکھا ہے،  
 (۱) گبن۔ (۲) کینا۔ (۳) بیڈ فال آف دی رومن اپارٹر مطبوعہ فریڈرک وارث ٹیڈ  
 کمپنی لندن جلد سوم صفحہ (۵۱۹)

(۲) واشنگٹن آبرو فک۔ سکسز اٹس محمد مطبوعہ جارج پلانڈ لندن (۳) اکی مٹی  
 صفحہ ۸۳ زمانہ حال کے محقق کمال ولوی شلی صاحب اپنی مشہور تصنیف الفاروقین مقام  
 وکر بیت عبدین فرماتے ہیں (صرف بنو ہاشم اپنے ادعا پر رکنے رہی اور حضرت فاطمہؓ کو گھر  
 میں وقتاً فوقتاً جمع ہو کر مشورے کر لیتے تھے حضرت عمرؓ نے بڑوں کے سے بیعت لینی چاہی  
 لیکن بنو ہاشم حضرت علیؓ کے سوا اور کسی کے اکے نہ سر جھکا سکتے تھے انی آخرہ میرزا جرت دہلی  
 نے ایک کتاب سہی یہ خلافت بیٹھنے کی ہے اسکا جواب جعفر نے سہی بہ دلیل ائمرین مذکور  
 کیا ہے مرزا صاحب موصوف نے روضۃ الاحباب کے اس مقام پر لکھا تھا کہ بیعت مقرر  
 سے ہے اور وہیں ترجیح کیا ہے معنون نہایت طویل ہی اسکا خلاصہ لکھتا ہوں جبکہ جناب میر  
 دریا بیت ابو بکرؓ گفتگو ہوئی تو باقاعدہ فرماتے یہ جواب دیا کہ میرے ہرگز نہیں تھا جبکہ میر  
 جابین جان ہی مطالبہ خلافت کو دست کش ہو گا علیؓ گدہ کا بیج کے جس جس علم نے تیر نصیب  
 کو کتب و طائف کے بتے میں مذہبی و دینی کتاب سجد کر بجا طاعت رکھا ہی میں جنابی ائمہ دراز کے  
 ان کا دامن پر لکھ پوچھتا ہوں کہ جس کلمہ کو تم صبح اٹھ کر پڑھتے ہو اسی کی تم لکھا کر جواب دے  
 کہ ایسے شخص کہ جس کا نام تک و جب اصل ہی جتنے اپنے ولی تعالیٰ کی بی بی کو جبکہ وہ فرض عزا پر  
 بیٹھی ہوئی اپنے چپ کو رو رہی ہو۔ اگ کا سکتا ہوا ایلا او کڑیوں کا اپنا رد لکھا کہ یہ کہا  
 کہ تم جاری عایا ہو نیکا اقرار کرو ورنہ تمہارا گھر غباری والا دسکو جلا دیں گے

اے مسلمانو! یہ لائق سوچ فرض کرو کہ اگر تم اس وقت موجود ہو تے اور شل حضرت عمرؓ  
 اگر تم کو حکم دیتے کہ تمہارے بیعت کو غارت کرنے لاؤ اگر انکار کریں تو ان کا گھر جلا دو چھوڑ دو  
 سوچو تو پھر نہ کہ تمہارا اسلام اجازت دیتا کہ اپنے نبی کی بی بی سے یہ کہتے کہ لے  
 فاطمہ جم غبار اگر مع غبار سے مرندوں کے چھو نہ یں گے۔ اگر غبار ایمان ایسے  
 اور اس سے دو گنا تو چھو نہ کہ حدیث کی سرت ہی خانیہ ہی کہ جس پر عمل کو نبی و نوحی

مشہل صاحب کا یہ فقرہ کہ عمر نے بزورِ اُن سے جو بت یعنی چاہی دوبارہ پڑھ کر سمجھو کہ وہ زور کیا تھا۔ وہ زور ہوائے گھر پھونچے یا گھر پھونکنے کی دھکی دینے کے اور کچھ نہ تھا۔ بعیت ہمیشہ بہ رغبت ہوا کرتی ہے اوس میں حکمِ آیہ قرآن میں لا اکواہ فی الدین جبر و تعدی کو مطلق دخل نہیں ہوتا اگر حسبِ زعمِ اہل سنت جناب امیر نے خلیفہ اول کی بعیت عمر صاحب کے دباؤ سے کی ہو تو کیا انکو صحیح بعیت مان کر یہ اعتقاد کر لیا جائے گا کہ علیؑ نے ابوبکر کو بنی کا سچا جانشین مان کر امور دین میں اُن کی اطاعت اختیار کی تھی۔ نہیں ہرگز نہیں حضرت ابوبکر کے اجلاس سے پہلے کچھری میں جو بصیفہ فوجداری وارث جاری ہوا وہ یہی تھا کہ جس کی تعمیل کو نزلِ شہر بن کر حضرت عمرؓ نے کی تھی۔

دوسرے مقدمہ دیوانی کا دکھانا ہوں جو کہ رجسٹر مقدمات میں پہلے نمبر پر درج ہے حضراتِ اہلسنت کی (۲۷) کتابوں میں جن کے نام مع عبارت تثنیۃ المطاعن میں درج ہیں لکھا ہے کہ اول جناب سیدہ حضرت ابوبکرؓ کے اجلاس میں جبکہ انھوں نے فاطمہؓ علیہا السلام کے کارندے کو فدک سے نکال دیا تھا۔ یہ حجت پیش کی کہ بابا مجھ کو یہ علاقہ ہیہ کر گئے ہیں (جو کہ ابتدا سے اسلام میں جناب معصومہ کی والدہ حضرت ام المومنین خدیجہ کا روپیہ جس کی تعداد کثیر تھی تبخیرِ جوشِ اسلام و دیگر ضروریات میں صرف ہوا تھا۔ لہذا حضور نے ہل جزاء الا حان الا لا حاشا خدیجہ صاحب کی بیٹی کو اُس کے معاوضہ میں غالباً یہ عمل ہیہ کیا تھا) روزِ ہیہ سے میں برابر اُس پر قابض ہوں۔ خلیفہ صاحب نے ہیہ نامہ کے گواہاں حاشیہ طلب کئے۔ حضرت امیر و امین و ام امین و ام کلثوم نے گواہی دی مزید برآں بروایت مقصد اقصیٰ وہ نوشتہ بھی پیش کیا جو کہ حضرت نے ہجرت فرمایا تھا حضرت ابوبکرؓ نے تنہا دتِ ناکافی مجھ کو مقدمہ فاسخ کر دیا۔ تذکرہ خوارس الامتین سلطان جوزی و غیرہ علمائے اہل سنت نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابوبکرؓ نے فدک کی بجائی و واکذاشت پر اپنے اجلاس سے ایک وثیقہ نکھدیا تھا۔ جس کو حضرت

عمر سے پانسی کے خلافت مجھ کو بعد بیرونی چاک کر دیا تھا چونکہ ابو بکر خلافت  
 کے عمر کچھ نہ کر سکتے تھے کیونکہ وہ ریاست اسلام کے کارندہ مجاز و مختار عام  
 تھے۔ لہذا یہ دستور ناقابل جواز رہا اس پر منجانب سیدہ یہ حجت پیش ہوئی  
 کہ ہر گاہ عل ہیہ باطل قرار دے دیا گیا تو یہ مال و املاہ کا رہا تو حضرت کا اس  
 ان کی تمنا وارثت ہوں اب وجہ وراثت بھی سوائے میرے کسی دوسرے کا حق نہیں  
 ہے۔ اس وقت حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ نبی خاص مجھ سے کہے گئے ہیں کہ ہم انبیاء  
 کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے۔ نہ ہم کسی سے ورثہ پاتے ہیں۔ انبیاء جو چیز چھوڑتے  
 ہیں۔ وہ غیر دین پر حلال ہوتی ہے اور وارثوں پر قطعی حرام و انجانب امیر نے قرآن  
 سے حجت پیش کی کہ وراثہ انبیاء نے اپنے موروثوں کے ترکہ سے فائدہ اٹھایا ہے آپ  
 خلافت قرآن یہ کیا حکم دیتے ہیں۔ یہ بات کتب مناظرہ میں ہزار مرتبہ زیر بحث  
 آئی ہے انبیاء اطاعت میں تمام اوقات درج ہیں۔ رسالہ سجادہ و تقریر و بیاد  
 مرفعہ بقیہ میں اس کی پوری بحث موجود ہے چونکہ اس بات پر بڑا اعتراض وارد ہوتا  
 ہے کہ آنحضرت کا کام عام طور پر تبلیغ احکام الہی کرنا تھا نہ یہ کہ خاص ایک شخص کے  
 کان میں کہ دیویں کہ آج مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے خبردار کسی سے نہ کہنا اپنی  
 یادداشت میں محفوظ رکھنا۔

اس کا جواب ہدیتہ الشیعہ میں مولوی محمد قاسم صاحب نے قوت عقلی سے دیا ہے  
 کہ آنحضرت کو معلوم تھا کہ بعد ہمارے ابو بکر تخت خلافت پر جلوہ فرما ہوں گے ان  
 کے اجل میں مقدمہ وراثتہ وار ہو گا۔

مکن ہے کہ اس وقت فیصلہ میں نفرت کر کے دعویدار ان کو دگری دیویں  
 ہوں وجہ حضرت نے ان سے تخلیف میں کہ دیا تھا کہ سنیوں ابوبکر انبیاء کا کوئی وارث  
 نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لا وارث مرجاتے ہیں

عالم موصوف عمریر فرماتے ہیں کہ صرف ابو بکر سے وراثت انبیاء کی نفی پر حدیث کا ذکر  
 کرنا گویا ان کے حلیف ہونے کی تائید تھی۔ اس ہی ہدیتہ الشیعہ میں یہ نکال دیا ہے کہ جب



فاطمہ ارث پدری سے محروم کی گئیں! تو مدینے کے ہر گھر میں غل پڑ گیا! مطلب یہ کہ پہلے ب لوگ یہ ہی سمجھ ہوئے تھے کہ جیسے عام لوگ اپنے موروثوں کی وراثت سے مستحق ہوتے ہیں۔ اسی طرح وراثہ نبیہ کے ورثہ بھی پرہ باب ہونے چاہئیں۔ مگر جب کہ بمقابلہ جناب سیدہ حضرت ابوبکر نے اپنی پاکٹ بک سے حدیث پیش کی۔ تب مدینے کے ہر گھر میں ایک شور و عظم برپا ہو گیا کہ لوگوں کو نبیوں کی وراثت سے فاطمہ محروم کی گئیں بالآخر نتیجہ اس جھگڑے کا یہ ہوا کہ جناب سیدہ ابوبکر کے ناجائز فیصا سے بدد سے ناخوش و غضبناک ہوئیں کہ ابوبکر صاحب سے بولنا چھوڑ دیا۔ بول چال ترک کر دی شرح عقائد نفیسی میں ہے کہ مابین سیدہ و ابوبکر وراثت کے معاملہ میں یہاں تک شدت ہوئی اور بد مزگی برپا ہوئی کہ مہنت رسول نے اپنے باپ کے ناجائز جائزین سے ہرگز کلام نہ کیا ابوبکر جو ہری نے (کتاب استیعظ) میں لکھا ہے کہ جب وفات سیدہ کا زمانہ قریب پہنچا تو ابوبکر عفو جرایم کئے حضرت امیر کے گھر گئے اور اس بات کے مستدعی ہوئے کہ وہ معاملہ ناراضی کو خوشنودی کے ساتھ بدل دیں اس وقت جناب سیدہ نے فرمایا کہ میں کبھی تم سے رضا مند نہ ہوئی گی۔ ابوبکر صاحب نے فرمایا کہ تم سے میں ضرور راضی نامہ حاصل کروں گا۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے کہا کہ میں مدام تیرے حق میں دعائے بد کرتی رہوں گی ابوبکر جناب وہ ہوئے کہ میں تمہارے حق میں دعائے نیک کروں گا۔ جب معصومہ کا وقت رحلت قریب پہنچا تو وصیت کی کہ ابوبکر و عمر کو میرے جنازے پر نہ آنے دینا۔ کتب صحاح بخاری اور مسلم ترمذی میں بھی غضب سیدہ اور برینار اس کے ترک کلام تائیدت حیات و ممات ابوبکر و عمر حضور جنازہ کا مضمون موجود ہے تبرک بخاری و صحیح مسلم کی روایت بحسبہ نقل کی جاتی ہے۔ عبارت بخاری فضیلت فاطمہ بنت رسول اللہ و حجت ابابکر فلم تنزل مہاجوفہ حتی تو فیت یعنی غصے ہوئیں فاطمہ پر ابوبکر پر اور اسے بیزار کی اختیار کر لی اور زندگی بہرہ زاری رہیں عبارت صحیح مسلم فلما تو فیت فہما علی ابن ابیطالب لیل و لم یوذن بہا ابابکر و صلے علیہا علی۔ یعنی جبکہ

مسعود نے وفات پائی تو حضرت امیر نے رات کو دفن کر دیا اور ابو بکر کو اذن  
 حضوری دیا خود نماز پڑھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ شکوۃ شریف میں  
 لکھتے ہیں کہ در غضب آمدہ فاطمہ و حمران کرد ابو بکر را و ہمیشہ بود حجت گنہ ابو بکر  
 را تا آنکہ وفات یافت و اقامہ غضب میداد و پھر ابو بکر سے ترک کلام کرنا اور چارے  
 پر کھڑے ہوئی اجازت نہ دینا ایسا مشہور عالم ہے کہ سوائے کتب صحاح فارسی تو بیرون  
 نے ہی اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ روضۃ الاحباب و حبیب السیر و معارج النبوة وغیرہ  
 میں لکھا ہے۔ اور دیگر وفات میدہے دوسرے دن ابو بکر و عمر با علی معاہدہ کی گئی  
 کہ جوں اراغ نہ کر دی تا شرف فادہ بروے یافتنے علی جواب داد کہ اجازت نہ دینا  
 معاملہ ایسا جانکاہ ہے کہ پناہستان کسی طرح گوارا نہیں کر سکتا۔ واقعہ کی حقیقت پر مطلع  
 ہو کر سخت پاپہ دست ہو جاتا ہے۔ دیکھئے شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس موقع پر  
 آن کر ایسے مضطر ہوئے ہیں کہ جیسے دوتا ہوا آدمی گہرا ہٹ میں تنگ کا ہمارا و توتیا  
 محدث صاحب برصوف مدارج النبوة میں لکھتے ہیں و شکل ترین تنصیب فاطمہ زہرا  
 است تیرا کہ اگر گویم کہ دس دہرہ و دانستہ خلاف حق دعویٰ کرد این ہم نیشود و اگر  
 گویم کہ خلیفہ بہ ناحق حکم کر دایں ہم نیشود یا ز گویم چہ گویم  
 افسوس ہے کہ محدث صاحب کوئی قطعی فیصلہ نہ دے سکے معاملے کو ڈالنا ڈول  
 چھوڑ گئے۔ لیکن شاہ صاحب نے قصہ کے باب و ہم میں اچھا فیصلہ کر دیا ہے۔  
 آپ فرماتے ہیں کہ فاطمہ علیہا السلام نے جو وصیت کی تھی کہ ابو بکر میرے جانشین پر  
 نہ آئے۔ وہ کسی رنج و غصہ کی جہت سے نہ تھی۔ بلکہ بقصد ضابطے حیائے ستوانی غایت  
 اقتدار پر وہ داری سے ایسا حکم دیا تھا۔ شاہ صاحب نے فاضل کی اہمیت بدستے نہیں پر  
 تو اچھا ڈالا تھا اگر عایشہ صاحبہ کے معاملے نے اس پٹے ہوئے پر دے کوچ کھٹکی  
 نہ لگئے دیا۔ وہی عبدالحق صاحب جذبا القلوب میں لکھتے ہیں کہ ہمارا نسبت میں جو کہ انوقت  
 مذہبیت ابو بکر میں تھی۔ حضرت میدہ کے ماتم میں فرش عزیمتی ہوئی تھی اور ادراہ پر  
 اور برکی میں بر سے پڑ سائے رہی نہیں۔ عایشہ صاحبہ بھی ستوانی ریت دم کے طور پر

منہ ڈپکنے کے لئے تشریف لائیں۔ امارت کہا کہ بوی آپ یہاں نہ بیٹھیں یہی  
 اپنے گرجے میں جائیں ام انگوشتین نے اپنے باپے شکایت کی کہ آپ کی بی بی مجھ کو غرا  
 خانہ سے باہر نکالے دیتی ہے منہ پر پلہ نہیں ڈالنے دیتی انھوں نے ڈیرہ حوا  
 پر جا کر بی بی کو سمجھایا کہ تم خواہ مخواہ کیوں دراندازی کرتی ہو۔ انھوں نے جواب  
 دیا کہ میرا اس میں کوئی تصور نہیں، خود سیدہ نے جھکو دست کی تھی کہ عایشہ پر رو  
 ماتم پر سی میں شریک ہوں۔ اگر بقول شاہ صاحب ابو بکر بوجہ و تشریف کثرت جہاز ۵  
 سے روکے گئے تھے تو عایشہ سے کہا کہ وہ تھا جیسا کہ ابو بکر صاحب بنی کی الفت بکر  
 سے سخت بڑا ڈر رکھتے تھے وہ ہی حالت بوجہ سونیا ڈاہ ان کی بیٹی عایشہ کی تھی  
 مدارج النبوة میں عبد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ عایشہ حضرت سیدہ سے ثقالت  
 رکھتی تھیں۔ حق بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر نے جناب فاطمہ علیہا السلام کو ایسے  
 موزی و جان گزاردے پیچائے تھے اور ان کے ادب و وجہ میں اس درجہ کی  
 کی تھی کہ بالآخر ان کو غایت غضب سے اوجھ و صیت کرنی پڑی کہ جو اجتہاد جس کی عداوت  
 میں ہوا کرتی ہے ترک کلام و عدم شرکت جہاز ۵ دیکھو صحیح مسلم صفحہ ۱۵۲ و صحیح  
 بخاری قلمی صفحہ ۳۹۸ و از الہ (مختصر مقصد دوم صفحہ ۳۰) زمانہ حال کے  
 محقق کاوش منس العلماء و پیشی نذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم نے ردیائے صادقہ  
 میں لکھ دیا کہ جن لوگوں نے فاطمہ پر ظلم کیا تھا ان کے لئے مرتے وقت وہ یہ وصیت  
 کر گئیں کہ میرے جنازے پر نہ آئیں ذکی البطن طالب علوں نے شاہ صاحب کے عذر  
 پر وہ حامی کو خوب جانچ لیا ہو گا کہ بہ حمایت خلفائے کے علما دیکھی کسی ناز کیا یا  
 دکھلا کر نادانقت لوگوں کے دماغ کو صلیبت معاملہ پر عذر کرنے سے روکتے ہیں  
 عالم موصوف نے خیال فرمایا ہو گا کہ اگر مسلمانوں کی طبائع میں یہ بات راسخ و ترکز  
 ہو گئی کہ سیدہ ابو بکر پر ایسی غضباک ہو میں کہ ناز مذگی ان سے ہم کلام نہیں اور  
 پس از وفات حضور جہازہ کی ممانعت کر گئی تھیں تو عجیب نہیں کہ دیندار لوگوں  
 کی طبائع ان سے متفرق ہو جائیں نظر بران لکھ دیا کہ ممانعت از جہت غضب و خصومت

یہ سنی جگہ میں و حجاب سے تاکہ غیر مرد کی نگاہ جہاز سے پر نہ پڑے اس قسم کی وصیت کی گئی تھی کہ دوسرے عالم کا بیان دکھاتا ہوں! جس کو ملائم فرما کر طلباء بے سوچے سمجھے طے کر گئے کہ ان کے تدار ویدہ و دانستہ غلط راہ اختیار کر بیٹھے ہیں اور خلفاء کی طرف دہری میں ایسے بے جوڑ کلمات کہہ رہے ہیں کہ جن کو ڈیڑھ برس کا بچہ بھی نہ قیدم کرے! بخاری و مسلم وغیرہ میں جو یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ حجاب بیدہ نے ابو بکر سے کلام نہ کیا تھا یہاں تک کہ مرگئیں اس کی توضیح مولوی عبد اللہ صاحب اہلبیت الرشید کے صفحہ (۸۶۸) سطر ۱۴ پر بایں موزون فرماتے ہیں کہ جلد علم سلیم (مقبذہ) نقید فی امر فک و فک الملل - یعنی در باب فک اور دیگر مطالبات کی نسبت جناب سیدہ نے تادم حیات ابو بکر سے کلام نہ کیا۔ کیونکہ ان پر ظاہر ہو گیا تھا کہ انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی تھی کلامہ - مولوی صاحب کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ اور معاملات میں تو حسب عادت امین سیدہ و ابو بکر گفتگو ہوتی رہی - لیکن فک و دیگر اموال کے متعلق انھوں نے کسی لب کشائی نہ کی مدام خاموش رہیں -

اسے انوس خلفائے خلافت کی مال میراث اہلیت کو نہ دیا ان کے در و زبے پر آگ سے گئے! جینٹل کے جلائے کا ارادہ کر لیا علمائے اہل سنت نے یہ عقدہ بے حجاب اہلبیت کی قایت اور لکھ کر تو کیا کرتے اٹا انہیں کو ملزم قرار دیا - وہی مولوی صاحب جن کا ذکر نیز اوپر ہوا کتاب اول الذکر کے صفحہ (۸۶۶) پر لکھتے ہیں - جبکہ ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام موافق شرع کیا اور اس پر جناب سیدہ ناخوش ہوئیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وار د نہیں ہو سکتے - لیکن البتہ جناب سیدہ کی طرف فی الجملہ اعتراض ہی تو اس کا بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ مصوم نہ تھیں اور نفس رکھتی تھیں اس لیے انھیں مارا نہ گیا - ایسے امور ہی ظاہر ہو جاتے ہیں کہ جو فضائیت کے تحت نہ آتے - تاہم یہ سچ ہے کہ اگر جناب سیدہ حضرت ابو بکر سے ناخوش ہوئیں تو کچھ تو نہیں فرمایا - اپنے غم سے کچھ نہیں کہہ سکتا - عاقل طلباء حوقلہ کمال نہیں گئے کہ اس سہلانوہ عالم نے بس کی کتاب ہدایات الرشید کو دامنہ عجب قدرت خداوندی کا حلال

ملامت روٹھو اس چورسے کا پہلا صفحہ جو کہ پنجاب مولوی محمد ناسم الہ آبادی تیار  
 ہوا تھا اس میں غلطیوں سے بیسیوں نے پوچھا تھا کہ بمقابلہ خواص حضرت امیر کا یہ  
 ہونا ثابت کرو۔

نئی کی محنت جگر کو نقصانیت کے ساتھ یاد کیلئے جس کا صاف و صریح ترجمہ  
 ہے ایمانی ہے اور معاملہ مذک ہی میں ان کا ہے ایمان نہیں بتایا۔ بلکہ اکثر مواقع  
 پر جادہ ایمان سے ان کو تزلزل ہونا ظاہر کیا ہے۔ دیکھو وہ فقیر شذکرہ بالہا  
 درجہ اب سیدہ آخر نفس رکھتی تھیں اور کبھی بے اختیار ان سے صفات فضائی ظاہر  
 ہو جاتی تھیں اجنب ناظمہ سلام اللہ علیہا کے باب میں سوائے علم بکود بالا  
 کے اور جن جن علمائے قدیم مثل شاد اندیا فی پتی وغیرہ نے گستاخیاں کی ہیں ان  
 کے جواب بحیف نے اپنے مولفہ رسالہ تقریر پذیر میں از صفحہ ۶۹ تا آخر  
 رسالہ دئے ہیں یہ موقع ان کے بیان کرنے کا نہیں ہے۔ لیکن اہل دانش و  
 انصاف کو در باب حضرت ابو بکر و عمر فیصلہ کر لینا چاہئے کہ بروایت قیامت ان کا شمار  
 کیں قطار میں ہوگا۔ کتب صحاح و دیگر کتب شذکرہ بالہا پر جو جگہ سے کہ جناب  
 سیدہ ابو بکر میں سخت دشمنی واقع ہو گئی تھی اور وہ بحالت غضب کی نفیست زمانہ  
 عالم بقا ہو گئیں اور وصیت کر گئیں کہ ابو بکر و عمر میرے جہان پر نہ آئیں۔ چنانچہ  
 ایسا ہی ہوا کہ حضرت امیر نے دونوں کو جہنم کی اور مصومہ کو دوزخ کر دیا

الحاصل سیدہ با ایمان تھیں یا معاذ اللہ نقول اللہ سے اہل سنت ہے ایمان  
 مگر اس میں شک نہیں ہے کہ رسالت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قاطعہ  
 میری پارہ جگر ہے۔ جس نے اسکو اذیت دی یا کوئی ایسا عمل کیا جس کی وجہ سے  
 اس کو رنج و خستہ پیدا ہو گیا اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور مجھ کو خستہ کر دیا  
 والا اور تکلیف پہنچانے والا کافر ہے یا یہ مضمین چند کتب شذکرہ اب سیدہ نے لکھے  
 ہو اسے مثل کثر اعمال و فتاح البیاض مراد محمد علی بن عبد اللہ بن عباس  
 سید علی ہدائی مرقع الباری شرح صحیح بخاری و حذو بن بھائی وغیرہ۔ وغیرہ

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جن کے مبارک ہاتھوں سے دارالعلم دیوبند کا بنیادی  
 دفتر کھایا گیا ہے اہدیت الشیعہ میں لکھتے ہیں ایہ جلد یقیناً مستحق علیہ ہے کہ آنحضرت سے  
 فرمایا لان فاطمۃ بضعتہ صلتہ ما احسان۔ الی آخرہ یاد رہے یہ بات کہ فاطمہ  
 حیرت و جن کا کچھ اسہم جس سے اُسے عجبہ ہو اس سے بھی تعلیق ہو جس بات سے  
 وہ گہرے اٹھ سے میں ہی گہرانا ہوں جو شخص اُسے غصہ کرے وہ بے غصہ کرے گا اور  
 ظاہر ہے کہ رسول کا کچھ کا فر ہوتا ہے۔

محمد اشد ارباب صحاح و دیگر اکابر علماء اہل سنت کے اقرار سے یہ بات پایہ ثبوت  
 کو پہنچ گئی کہ غضب بیدہ کا نتیجہ باہر کا فرنا دینے والا ہے۔ لیکن اس موقع پر حضرت  
 علماء کی ایسا انداز قابل غور ہے اقامت منہاجین حدیث کو جمع تسلیم کر کے بہر کس جو بی  
 سے بیروں میں کھیلیاں ملائی ہیں۔ وہی عالم صاحب عبارت بالا کے آگے یہ فقرہ  
 لکھتے ہیں رسول صلعم اس حدیث میں ابو بکر کے پیہی رعایت کر گئے ہیں ابو بکر کو  
 نے فرمایا ہے اعتصبہا اعتصبی جس کے معنی یہ ہیں کہ جو اُسے غصہ کرے گا وہ مجھے غصہ  
 دلائے گا اور یوں نہیں فرمایا جس پر وہ غصہ ہوگی میں ہی غصہ ہوں گا اس وجہ سے  
 مطلب یہ نکالا گیا ہے کہ فاطمہ از خود غصہ ہو گئیں! ان کو غصہ دلا با نہیں گیا۔

مولوی غلیل احمد صاحب کا بیان ہدایات الرشید سے اول و کلام چکا ہوں پھر  
 ابو بکر نے موافق شرع ایک کام کیا چیر سیدہ کو غصہ آیا اس لئے صہبیک مورد الزام  
 نہیں ہو سکتے! البتہ فاطمہ کی طرف الزام کا پلہ بیماری معلوم ہوتا ہے سو وہ کوئی  
 معصومہ نہ تھی نفسا منہ سے ناجائز دعوے کر دیا تھا اور ان سے دیگر مواقع پر بھی  
 ایسے افعال سرزد ہوئے ہیں۔ جہ کہ محمول بہ نفسا منہ ہو سکتے ہیں مولوی احمد علی  
 صاحب تہار پور مولوی رفیع صبیح احمد ہمدرد شیعہ کے اعلان تیش پر جو سنجاب  
 محمد بن ابی بکر کے منہ میں تھا ہے۔ اس میں یہ مقام بحث غضب فاطمہ لکھا ہے  
 بلکہ آرزو کی غیر سبب ناچہ علاج۔ مطلب وہ ہی ہے جو کہ صاحب ہدایات الرشید  
 کا ہے کہ سیدہ و چہ نا حق و ناروا طور پر آندہ ہو گئی نہیں۔ نظر بر آں

ابو بکر پر کوئی ملامت نہیں ہو سکتی۔

وہ سچان اسد غایت و نوری و جانب داری خلفا سے حضرت علمائے  
 کیا خوب ذیل قائل بیان فرمائی ہے۔ ولما علیکہ میں بہت حضرات ایسے ہو  
 جہ کہ اہل اہل بی کا امتحان دے کر دکھا دیں شریوں کی جماعت میں شریک ہونا  
 چاہتے ہوتے ان کو غور فرمانا چاہیے کہ خصوصاً اور عداوت بلا مادہ ہی پیدا  
 ہو سکتی ہے۔ نہ ابو بکرؓ کے گھر پر آگ بھیج کر خانہ سوزی دہلی دیتے نہ خلاف  
 قرآن سلب وراثت انبیاء کی حدیث اپنے کیسہ بادداشت سے نکالتے نہ سیدہ کو  
 غصہ آنا۔ اے اگر مابین ابو بکر و سیدہ کوئی نزاعی بات پیش نہ آتی اور۔ ویسے  
 ہی بلا سبب خواہ مخواہ جناب فاطمہؓ فرما دیتیں کہ ہم تو ابو بکر سے ناراض ہیں۔ تب تو  
 کوئی ٹھکانے کی بات ہو ہی سکتی تھی۔ اور جبکہ ایسی سنگیں واردات ہو چکی ہوں  
 کہ جس کا مجرم دریا ئے ثور کے سوا اگرہ کی جیل میں ہی نہیں بھیجا جاسکتا اس  
 کی نسبت کیونکر وقف ذہن ہو سکتا ہے کہ بلا مادہ مخالفت ایک فریق کو غصہ آگیا  
 جناب سیدہ کے سہلے سے قطع نظر کر کے دیگر اہل دنیا پر لڑا ابو اہر شخص غلط باپ  
 کے مال کو اپنا ذاتی مال بلکہ پیدا کردہ خود سمجھا کرتا ہے۔ ایئر تصرف کرنے سے  
 نہ چکپتے ہے نہ شرماتا ہے۔ کیونکہ قانون قدرت اس سبھی کا مقتضی ہے کہ ہر آدمی  
 اپنے باپ کے ترکے سے بہرہ ور ہوتی ہے اگر کوئی شخص بلا وجہ وجہ کسی کو اس  
 باپ کی جائداد پر تصرف ہونے سے روکے تو کس قدر صدمہ اس کے دل پر ہوگا  
 پس ابو بکر صاحب سنی بنا ب سیدہ کو بلا حجت شرعی ترکہ پدری سے محروم رکھا ان  
 کو اس پر غصہ آیا نہ ابو بکر درنت انداز ہوتے نہ فاطمہ علیہا السلام مودہ صد گونہ آلام  
 ہوتیں۔ ا قانون موجود رہی یہ اصل ملامت وہ قرار دیا گیا ہے جو کہ مادہ اشتعال  
 کا ہیجان جن لاسنے دلا ہوا ہو۔ جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ ابو بکر صاحب  
 کوئی ایسا امر کر دے جو شرعاً ناجائز ہو ا تھا۔ جس کا نتیجہ لازماً اٹھتا ہو تا ان  
 کو مذہم سمجھا کہ قرآن پاک سمجھتے ہیں ہمیشہ کو جس کے تہنا ابو بکرؓ راوی و ناقل ہیں

مطابق کردیوں تاکہ عامۃ الناس پر ظاہر ہو جائے کہ اس وجہ خلاف موروثی کے ترکہ سے شیعہ حاصل کرتی ہے۔ مگر صرف وراثت نے انبیاء ایسے ہیں جن کو ایک پائی یا بالنت بہر زمین وراثت میں یعنی حرام ہے۔ رسالہ سجادہ و تقریر و پذیر میں حنفی نے ان معاملات پر پوری بحث کر کے دکھلادیا ہے کہ حضرت ابو بکر وراثت کی نفی پر حدیث بیان کرنے میں کچھ بہت سچے نہ تھے زائد حال کا ایک نازہ واقعہ دکھاتا ہوں۔

اولیٰ مئی ۱۳۹۷ء میں یہ مقام ملتان ماہر پاکستانی و شیعہ ایک بڑا مجمع مناظرہ تھا، جاہلین سے جو مناظرہ دار ملتان ہوئے آئے انھوں نے من جانب حضرات اہل سنت و الجماعت جناب مستطاب علی القاب مولوی محمد حسین صاحب بٹاوی بھی تھے جن کا شمار علمائے اہل حدیث کے ممتازین میں ہے عالم موصوف نے ۳ مئی سنہ مذکور کو باغ عام خاص واقعہ ملحدہ مسطور پر میں کئی ہزار آدمیوں کے مجمع میں برسبیل وعظ فرمایا کہ سیدہ و ابو بکر صاحب میں جو وراثت بتوی پر نزاع ہوا اس نازعہ میں ابو بکر بھی سچے تھے اور دھڑلے بھی برسر حق تھیں۔ ابو بکر کے ہاتھ میں ایک حدیث تھی جس کے سائل سے سننے والے وہ خوف تھے۔ حدیث پیش کر دے حیفہ اول کا یہ مطلب تھا کہ انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی۔ دوسری سمت فاطمہ کے ہاتھ میں یہ دلیل قرآنی تھی وکل جیلنا موالیٰ منہا ترک الوالدان و الاقربون الیٰ آخوہ یعنی یہ کہ ہر شخص اپنے والدین و اقربا کے متروکات سے استفادہ پانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ دیکھو رسالہ واقعات مناظرہ ملتان معروف یہ دبدبہ سکندری کا صفحہ (۱۸) سطر ۱۰ و ۹۔

یہ بات سمات اہل عقل سے ہے کہ دو مخالفت البیان آدمی کبھی سچے نہیں ہو سکتے، ضرور ہے کہ ایک حق پر ہو اور دوسرا سچائی کا پہلے ہوئے ہو۔ سیدہ کے ہاتھ میں خدا کی کتاب تھی اور حضرت ابو بکر کی مینر پر ایک ایسی حدیث تھی جو کہ کسی شہادت سے ثابت نہ کی گئی تھی۔ خود تجوز مقدمہ اس کی صحت کے قائل تھے



نیز وہ حدیث آیات و احادیث سے نفی لغت امام شافعی علیہ السلام و طلباء و حوزہ اندازہ کر  
 لیں کہ ان دو مخالفت و تضاد امور توں میں راست باذی کے دو وثاکر ملت  
 دئے جائیں و ابحاث مذکورہ صدر پر نظر کر کے ہر عاقل بین مجتہد اخذ کرے گا کہ ابو بکر  
 نے جناب بیہ کے حقوق جائز و مشروعہ کو پامال کر کے ان کو غصہ دلایا تھا وہ خود  
 بے وجہ ناراض نہ ہوئی تین میں اپنے دعوے کی تائید میں اور چند دلیلیں اٹھا کر  
 ایسی پیش کروں گا کہ جو بکے معائنہ سے ہر جاہل کہے گا کہ بے شبہہ ابو بکر و عمری کو  
 افعال بیہ کے سے باعث انتقام نہیں ہو سکتے۔ حسب تخریر بان مولوی صاحب دہلوی  
 نے یہ فیہ لکھا کہ نفی کہ انتقام سے فرمایا ہے کہ جو فاعلہ کو رنج و غصہ دلائے اور  
 نے گویا عجم کو مورد قہر کیا اور میرا ذاتیت دینے والا نہ ہے یہ نہیں فرمایا کہ جن  
 ذرا غصہ کر سکا وہ ہی اس و بعد میں داخل ہے۔ یہ تہی جہانی مودۃ القربین میں کچھ  
 میں امن غنیمت عبدہ غنیمت غیب ایسی ہیں پر فاعلہ غصہ ہوگی میں ہی غصہ ہوں  
 یہ بات مولوی صاحب نے بعد میں لکھی کہ ہم کہ تخریر فرمائی تھی وہ اہل کے کتب خانہ سے  
 برآمد ہو گئی۔ اب عبدہ غنیمت ابو بکر صاحب کی برأت ہوئی! بلکہ یہ غنیمت مسک  
 عینہ مسک میں پیش آئے اس سے بالاتر سنئے ان نتیجے کے کتاب الیہ آست و الاما  
 بہ مقام ذکر خلافت ابو بکر الخاسر ہے اقرب زمانہ وفات بیہ ابو بکر نے عمر سے کیا کہ  
 چلو فاعلہ کو رضامند کریں۔ کیونکہ ہم ان کو غنیمت میں لائے ہیں دونوں صاحب ان  
 کے دکان پہنچے مگر اجازت حضور ہی نہ لی تا کہ ہم وہ اس تہی۔ تخریرات بالا سے  
 ثابت ہو گیا کہ جناب بیہ غصہ ہوئے۔ اور حضرت ابو بکر ان کے اپنے افعال سے  
 ان کو غصہ دلایا۔ حضرت ابو بکر و عمر کا وقت ارتحال بیہ بعد جوام کہئے ان  
 کے دروازے پر جاننا ایسا مشہور ہے کہ شاہ صاحب نے تھ میں و عبد الحق صاحب  
 نے دراج البیہ میں مولوی محمد قاسم نے ہدیۃ النبیین میں ذکر کیا ہے کہ جب شیخین دروازہ  
 بیہ پر گئے تو وہ وقت نہایت گرم تھا و اسطر حضرت ابیر عبد خزادہ ہوسے گزرا

محمد قاسم صاحب کہتے ہیں کہ دونویں شخصوں نے اپنی نگاہیں گڑھی مگر ان کا غصہ نہ گیا  
 مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کتاب ائمہ اہل بیت میں تحریر فرماتے ہیں کہ  
 فاطمہ نہایت ہی مزاج نہیں۔ ہر چند ابو بکر نے عمر نے خوشی مد کی مگر وہ سیدھی  
 ہنویں۔ شبنم دسنی دونوں گروہ کے علماء کہتے ہیں کہ عفو و تقصیر کے لئے اہل بیت  
 کے بزرگان دین بالفرد جناب فاطمہ کے خاندان کی امت نشانہ پر گئے تھے۔ چنانچہ  
 مولوی جنیل احمد صاحب ہدایات الرشید کے صفحہ ۱۸۶ پر علل الشرائع کتاب شنبہ  
 سے بایں الفاظ عبارت نقل فرماتے ہیں ابو بکر قرین مانہ وفات شدہ اُن کے  
 دروازے پر گئے اور بہت واو بلاچا کر تہو وسط و شفاعت مرتضوی و خضر رسول کے  
 سلسلے پہنچے۔ سیدہ نے پوچھا کہ اسے ابو بکر تو گو اہی و تلبے کہ میرے باپ نے مجھ  
 سیکھ و درو سیدہ کے حق میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس سے فاطمہ نارضا مند ہے  
 اُس سے میں ہی آرزو و دل تنگ ہوں۔ بجواب ابو بکر نے عرض کیا کہ واللہ ہم  
 باللہ نے اپنے کانوں سے حضرت کو بار بار یہ فرماتے ہوئے سُنے۔ یہ سن کر  
 سیدہ کہنے لگیں کہ ہر گاہ تم تقدیر کرتے ہو کہ میرا باپ مجھے صادق کی زبان سے یہ کلمہ صادر  
 ہو چکا ہے تو میں تم سے ایسی ناراض ہوں کہ جس کا شکوہ پیش خدا و مصطفیٰ کر دوں گی  
 ابو بکر یہ بات سن کر نہایت پیچھے چلائے۔

ناظرین کو تعجب ہو گا کہ نئی عالم نے ایسا مضمون کیوں نقل کیا جس سے  
 دنیا و خلافت کا استیصال ہوا جانتے اس کی وجہ یہ ہے عالم موصوف بہتو  
 ہیں کہ جملہ لہر متکلمہ حتی کا تہ جو وارد ہوا ہے یعنی سیدہ وفات پا گئیں  
 اور ابو بکر سے کلام نہ کیا یہ صحیح نہیں ہے۔ روایت علل الشرائع بتلا ہی ہے  
 کہ اُن میں حزب بائیں ہوئی ہیں۔ سبحان اللہ مولوی صاحب نے بالکد گر  
 گفت و شنود کا کیا ہی اچھا ثبوت دیا ہے۔ مبادا کسی کو خیال پیدا ہو  
 کہ اس قسم کی باتوں کا ہونا شیعہ ہی کے عالم نے نکالا ہے۔ علمائے اہل سنت کو  
 کوئی اس کا ناقل نہیں ہے۔ اُن کے اطمینان کے لئے عرض کرتا ہوں کہ ابن

قیس نے کتاب ایسا سننا دیا امامت کے صفحہ (۲۴) پر لکھا ہے۔ بعد از ارجاع  
 و عوبہ بہ جناب سید شمس نے ابو بکر و عمر سے کہا کہ اگر میں کوئی حدیث اپنے  
 بیباپ کی بیان کر دوں تو مجھ کو اس کے بیان میں سچا مانو گے دو لوں نے جواب  
 دیا کہ ہاں۔ معصومہ نے کہا کہ تم نے حضور صلعم سے سنا ہے کہ فاطمہ میرے  
 جگر کا ٹکڑا ہے اُسکی رضامندی میری خوشنودی ہے اور اس کی ناراضی میری  
 ناراضی ہے جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے موافقانہ بڑناؤ کہیا  
 شیخین نے کہا کہ بے شہہ ہم نے سنا ہے جب وہ اقرار کر چکے تو آپ نے  
 فرمایا میں خدا اور اس کے فرشتوں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم نے مجھ کو آرزو  
 کہیا۔ میں تمہاری شکایت پایا جان سے کر دیتی۔ یہ غضب آمیز فقرہ سن کر  
 ابو بکر اثبات روئے فاطمہ نے کہا اب روتے ہو جبکہ مجھ کو موردِ صدقات اور  
 الام کر چکے۔ میں ہر نماز میں تم پر بدعا اور نفرین کر دیتی

اگر بقول مولوی خلیل احمد صاحب مندرجہ بالا ان میٹھی میٹھی باتوں سے  
 جملہ (لم شکلم حتی ماتت) بے اثر ہو کر سببہ و ابو بکر کی رضامندی ثابت کر سکا  
 تو ہم بھی اسے دینے کو تیار ہیں۔ حضرات علمائے سنیہ ہزار ہزار کوشش کر کے  
 طرح طرح کی توجیہات قوت عقلی سے باہر اور پیدا فرماتے ہیں کہ ان کے  
 محذورہ خلفاء تیر مطاعن سے بچ جائیں اور اہلبیت رسول اور ان کے باہم جو جوش  
 تھی اوس پر پردہ پڑ جائے۔ مگر چونکہ ایک واقعہ صحیح و اصلی کے سامنے اور  
 وہاں میں توجیہات بارودہ پیش کرتے ہیں کوئی ترکیب درست نہیں بیٹھتی  
 سب تدبیریں الٹی پڑتی ہیں

مجھ کو امید نہیں ہے کہ طلبائے مدرسہ ایسے لوگوں کی سیرت  
 کو اپنا دستور اعلیٰ بنائیں گے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پر  
 جا کر ان کی بیٹی کو آب لگا دینے کی دھمکی دی جو حسین کے جلانے کا مصمم ارادہ  
 کر لیا ہو۔

جنہوں نے خلاف قرآن حدیث بنا کر دُختر جی کو تربیت پداری سے محروم کر دیا ہو۔ جن سے بعد ضلعی ذک حضرت زہراؑ نے کیا ہون کو انچو خانہ پر حاضر ہونے سے بروئی وصیت روک دیا ہو وغیرہ وغیرہ ہر چند کہ اس ناچیز بچیز کا تعلق حضرت صدیق کی سیرت سے ہے مگر مصنف نے ضناً و یکر بزرگواران امت کا بھی ذکر خیر کیا ہے جسکے حضرت عمر و حضرت خالد بن ولیدؓ اللہ تعالیٰ یہ دونوں بزرگان اہل سنت ایسے مراتب جلیلہ پر فائز تھے کہ خلی قدر مریدوں کا دل کر سکتے تھے۔ حضرت خالد بقول اہل سنت حذائی تلواری تھے اور عمر صاحب کے اوصاف مستغنی عن البیان ہیں گو کہ باعتبار ترتیب خلافت حضرت دوم کا ادل صاحب سے ایک نمبر کم ہے مگر دیگر فضائل اُن کی ذات میں ایسے جمع ہو گئے تھے کہ حلیفہ ابو بکر صاحب کو اُن کی ہوا ہی نہ لگی تھی اور بہ نظر عاُرد بکھا جائے تو میں بعض الوجوہ وہ پیغمبر اسلام سے ہی اوچی کرسی پر بیٹھنے والے تھے علمائے اہل سنت میں اکثر مواقع پر نزول وحی حسب صواب دید عمر وہاں سے یعنی کہ اگر کسی معاملہ میں اُن حضرت حلیفہ دوم کے اختلاف واقع ہوا تو خدا نے دوٹ اُسی طرف دیا جیسے عمر صاحب کو ہر اُرد تھا۔ بطبع صدیقی لاہور میں علامہ سیاطی کی تاریخ الخلفاء طبع ہو گئی ہے اس کے صفحہ (۶۴) پر لکھا ہے۔ خدا نے قرآن کے نازل کرنے میں عمر کی رائے سے اتفاق کیا ہے جو الفاظ عمر کی زبان سے نکلے وہ بجنہ نازل کئے گئے سوائے ازیں بنی سے بہ مقتضائے بشریت جو اجرائے احکام میں جلدی یا فرو گذاشت ہو جاتی تھی اسکی اصلاح ہی بزرگ کرتے تھے مشکوٰۃ شریف و اذالۃ الخفا شاہ ولی اللہ دہلوی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت نے ابوہریرہ کو حکم دیا کہ مدینہ میں منادی کر دو کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہدے میدھا بہشت میں جائے گا بہ نظر احتیاط اپنی عین مبارک بھی اُن کے حوالہ کر دیں تا مشکوٰۃ کین کے رفع شک میں مدد دیوں۔ ابوہریرہ نے ہر اک کو حکم سنا کر مذہب جو قیام دکھاتے پھرتے تھے

حضرت عمرؓ نے انکو روکا کیا ابتداً اعلان مذہب وہ نہ مانے اس زور سے بھاتی پر  
لات ماری کہ سادی صاحب لٹے ہو کر زمین پر جا پڑے بڑی جبر ہوئی کہ منہ کے  
بل نہیں گرے ورنہ دو چار دانت رخصت ہو جاتے ان کو مارو کر حضرت کو دانا  
کہ آپ بے بھجی بوجھے ایسے بے تکے حکم دیدیتے ہیں آئندہ نہ کوئی جہادیں جائے گا  
نہ روزہ و نماز و زکوٰۃ کو عمل میں لائے گا چار پائی پر پڑے ریشہ کلمہ طیب پڑھ کر  
بیکھنڈہ باشی ہونے کا استحقاق پیدا کرے گا یہ نصیحت آمیز کلمہ سن کر حضرت ناموس  
ہو رہے۔ اور ابو ہریرہ کے استغاثہ مار پیٹ کو داخل دفتر کر دیا۔

یہ ہی مضمون ترجمہ صحیح مسلم جلد اول مطبوعہ مطبع احمدی لاہور کے صفحہ (۱۱۹)  
سطر ۱۶ پر بھی لکھا ہے افسوس ہے کہ حضرت عمرؓ کے سر پر تاج نبوت نہ رکھا گیا ورنہ  
ایسی بے احتیاطی اتھرت سے ہوتی مولوی محمد قائم صاحب مانو تو ی بانی مدرسہ  
دیوبند رسالہ ہدیۃ الشیعہ میں لکھتے ہیں کہ چودہ موقوف ایسے ہوئے ہیں کہ حضور  
پر لوز کی رائے رد ہو کر حسب نشاء حضرت عمرؓ احکام باری نے حسن نزول پایا ہے  
انہیں واقعات پر گہری نظر کر کے ہندوستان کے منتخب عاقل سرسید مرحوم نے بیخ  
اول کے زمانہ خلافت کو شمار ہی نہیں کیا بلکہ ان کے دو ڈھائی سال حکومت کو  
عمر کے زمانہ خلافت کے ساتھ ٹنگتھ بیڑن میں کھینچ کر لکھ دیا ہے کہ ابو بکرؓ بذات  
خود کوئی قابلیت نہ رکھتے تھے عمر ہی نے انکو طیفہ بنایا اور وہ ہی مہات خلافت  
کو انجام دینے رہے ہمارے نزدیک دور ابو بکر عین دور عمر ہے اس سے بڑھ کر  
کرسنہ۔ ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی لاہور کے صفحہ (۸۰۳) پر لکھا ہے کہ ابو بکرؓ  
خود کوئی کام نہ کرتے تھے ہر امر میں ان کو اطاعت عمر کرنی پڑتی تھی۔

بسا افسوس ہے کہ مصنف نے ایسے شخص کی سیرت پر عمل کرنے کو طلبہ کے  
لئے ہدایت نامہ لکھا ہے جس میں ذاتی قابلیت کچھ نہ تھی آخر ہو کر ماتحتوں کی  
تابعہ داری کو ناخفا۔

ایک پنجابی مولوی نے رسالہ مجمع الادب میں جس کا جواب قاضی ابان

ہے۔ حضرت کو نبی تسلیم نہیں کیا بلکہ مثل خلفاء مجاہدانہ ہے جس سے خطا اجتہادی کو وقوع ممکن ہے وہ بھی جی فرماتے ہیں کہ بسانو قیام اجتہاد محمدی رد و باطل ہو کر اجتہاد عمریہ پر انقطاع ممانعت ہے غرض کہ حضرت عمر ایسے با جاہ و جلال شخص ہیں جن کے حالات حضرت ابو بکر کے واقعات سے نہایت دست و گریبان ہیں اور مصنف نے ہی اپنی لا جواب تحریز میں اکثر مواقع پر اس کا ذکر کیا ہے بطور آن حقیر بھی تحریز ہذا میں سیرت ابو بکر کو عین سیرت عمر اور سیرت عمر کو عین سیرت ابو بکر سمجھ کر قلم فرسا ہوتا ہے۔ چونکہ نازک خیال مخالف نے قرن اول کے مسلمانوں کو امتیازی مبروے کے امتحان ایمانداری میں بہت تعریف کے ساتھ ساریفکٹ دیا ہے لہذا میں تین قسم کے مسلمانوں کا ایمان طلباء مدرسۃ العلوم کے سامنے پیش کر کے اُن سے جانچ کرادوں گا کہ قابل مصنف کا زمانہ ابتدائی کے مسلمانوں کو خاص ایمانداری کے سانچے میں ڈھلا ہوا سمجھنا کس حد تک قابل تسلیم ہو سکتا ہے کتب معتبرہ السنۃ سے ایسے مضامین دکھلاؤں گا کہ جن کا تعلق اُس وقت کے عام مسلمانوں سے بلا قید نام ہو گا یا یہ کہ خاص حضرت ابو بکر سے وہ مطالب متعلق ہوں گے یا انکہ ابو بکر و عمر و عثمان قینوں سے یا محض حضرت عمر سے

## قرن اول کے مسلمانوں کی فوٹو

درینولا بوجہ بے علمی عربی زبان سے اکثر و عموماً لوگوں کو دیکھی نہیں اور بعض طلباء مدارس کے سامنے عربی و فارسی بگھارنی تو ایک نوع کی نا انصافی ہے نظریات یحیٰ نے التزام کیا ہے کہ بلا ضرورت شدید عربی نہ مکھوں بلکہ اہل اردو میں اُس کا مطلب بیان کروں کہ سمجھنے میں کیسے وقت نہو تجارتی اور مسلم میں چند موقع پر یہ تغیر الفاظ و استناد مطلب حضرت بن عباس و انس بن مالک و عایشہ صاحبہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے دوران و عطا

میں فرمایا ہے کہ ایسا انسان ہم لوگوں کا حشر قیامت میں لباس بے لباسی  
 (ننگے مادر زاد) ہو گا۔ پہلے پہلے جسکو لباس عطا ہو گا وہ ابراہیم خلیل اللہ ہو گا  
 اسی موقع پر ہمارے اصحاب نے کچھ لوگ گرفتار ہو کر آئیں گے ان کو دیکھ کر فرشتگان  
 عذاب سے کہوں گا کہ ان کو کہاں بکڑے لئے جاتے ہو یہ تو میرے اصحاب ہیں  
 پر وہ عینب سے آواز اٹے گی کہ اے حبیب ملک معلوم نہیں کہ بعد آپ کے ان لوگوں  
 نے دین میں کیا کیا اعدا کیے تھاری وفات پا جانے پر یہ دین سے برگشتہ  
 ہو کر اٹے پاؤں اسی رات پر چلے گئے جہاں سے اول اُسے دیکھا اُس وقت ہم وہ  
 آیت تلاوت کریں گے جو کہ اپنے امتیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰؑ نے کی تھی اُس  
 آیت کا مطلب یہ ہے خداوند جب تک میں ان لوگوں میں ظاہر قسم کی روک  
 تھام کرتا رہا بعد میرے جو انھوں نے کیا اُس سے تو ہی حیران آگاہ ہے۔ میان  
 افعال و کردار کا ذمہ دار نہیں ایسے ہی ہم فرشتوں سے کہیں گے کہ اگر ہوتا  
 وفات کے بعد یہ لوگ محدث بدعات ہو کر دین خدا کے خراب کرنے والے  
 ہوئے ہیں تو سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دو دیگر دیابت میں لفظ حوض  
 ہے یعنی یہ کہ حضور پر نور حوض کوثر پر کھڑے ہوئے دیکھیں گے کہ ان کے  
 وہ اصحاب جنکو حضرت جانتے پہچانتے ہوئے گئے ان کے کشاں جہنم کی طرف جا رہے  
 گئے یہ حدیث ایسی شہوسہ ہے کہ بہ اسم حوض معروف عالم ہے علمائے اہل سنت  
 سے شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر میں اور مولوی حیدر علی صاحب نے مفتی الکلام  
 میں اس پر بہت کچھ گفتگو کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ جو اصحاب میدان حشر میں گرفتار  
 ہوں گے ان کا شمار صحابہ ممتازین میں نہ ہو گا بلکہ دانتین عرب سے ہونگے  
 ہر دو کتب تذکرہ کے جواب میں تو جیہاں شاہ صاحب کا رد و ابطال  
 بطرز واجب کر کے دکھلایا گیا ہے کہ گواروں بادیہ نینلوں سے حدیث حوض کا  
 علاقہ نہیں بلکہ یہ وہ اشخاص ہونگے جو کہ حضرت کی محبت میں رہتے تھے۔ طلباء  
 لب استقصا را لا فحام و مفتی الکلام و تفسیر کے جوابوں کو جن کا آج تک جواب

نہیں ہوا اور نہ تا قیام قیامت ہوگا اگر ملاحظہ فرمایا جائے تو ان کو معلوم ہو جائے گا  
 کہ تنہی اصحاب جنگلی ہیں یا شہری احادیث حوض میں ان گرفتاران بلا پر احداث  
 بدعات کا جرم لگا یا کیا ہے جو کہ خود مبتلائے بدعات ہوئے اور زمانہ ما بعد کے  
 لوگوں نے ان بدعتوں سے اپنا نامہ عمل بیاہ کیا معائنہ کتب سے واضح ہوتا ہے کہ  
 کسی صحرا نشین کی جاری کی ہوئی سنت پر مسلمانوں کا عمل نہیں ہے بلکہ انہیں صحابہ کے  
 قیام کردہ مذہب پر قائم رہا جو کہ ناف شہر کے رہنے والے تھے حقیقاً انشاء اللہ  
 سنت کے کتب خانہ سے دیکھا دے گا کہ جو اصحاب یا بدستے دگرے دست بدست  
 دگرے وادی جہنم کی طرف فرشتوں کی پہنچ تان میں آئیں گے وہ بڑے ذمی تھے  
 و حالچاہہ لوگ تھے موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے شہدائے احد کے  
 احباب مبارک پر نظر فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ وہ مقدس لوگ ہیں جن کے دین سے  
 با ایمان مرنے پر ہم خدا کے روبرو تنہا و تنہا دیں گے حضرت ابو بکر نے یہ سن کر  
 فرمایا کہ اے حضرت کیا ہم ان کے بہائی نہیں ہیں جس طرح کہ ان شہدائے اسلام  
 قبول کیا یہ ہی عمل ہم سے وقوع پذیر ہوا جہاد میں جو جاں فشان اُنھوں نے کی  
 وہ ہی ہم نے حضور ہمارے ایمان پر بھی ادا لے شہادت فرما سکتے ہیں جواب ملا کہ  
 معلوم نہیں ہے کہ بعد ہمارے تم دین میں کیا کیا احداث کرو گے یہ نہ کہ ابو بکر روئے  
 اور کہا کہ اے بعد آپ کے ہم زندہ رہیں گے دیکھو احداث کرنے والوں کا پتا  
 لگ گیا اگر معلم نبوی حضرت ابو بکر اسلام میں منع بدعات ہوتے تو حضرت اُنھوں نے  
 شہادت میں مضائقہ فرماتے جس وقت ابو بکر روئے تھے اسی وقت آنسو پھٹ کر  
 کہ دیتے کہ آپ صبیغ العمر ہیں فرما کر یہ سے اور منھل ہو جائیں گے روئے نہیں  
 ہم آپ کے ایمان کی ہی تقدیر پیش خدا کریں گے انہیں ہے کہ بڑے سسرے  
 کے رونے پر حضور نے مطلقاً خیال نہ کیا اہل سنت کو فکر ہوا کہ حدیث حوض  
 و حدیث گریہ ابو بکر کے لئے کوئی ایسی بات بنانی چاہئے کہ جس سے خلفاء کو اس  
 بلائے بے درمان سے نجات مل جائے لہذا مولوی عبد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ



کے صفحہ (۲۰۲) پر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے میری سنت کا تبدیل کرنے والا اپنی امیہ سے ایک شخص ہوگا جس کا نام نذیر ہے طلباء مدرسہ غور فرمائیے کہ نذیر اصحاب رسول میں نہ تھا بلکہ وہ حضرت کی زندگی میں پیدا ہی نہ ہوا تھا سلسلہ میں جبکہ معرکہ کربلا واقع ہوا نذیر بد پید ۲۲ سال کا تھا اور آنحضرتؐ کی وفات سلسلہ میں واقع ہوئی یہ اس صاحب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھارہ برس بعد پیدا ہوا حدیث حوض میں باتفاق امام بخاری و مسلم لفظ اصحاب وارد ہوا ہے نذیر یہ بھی تفریح ہے کہ حضرت اُن کو اور وہ حضرت کو پہچاننے والے تھے اندریں صورت نذیر پر تطبیق حدیث کیونکر ہو سکتی ہے اور حدیث موطا امام مالک میں تو عذرا ابو کرم صاحب کے مواجد میں کہا گیا تھا کہ مکہ خیر نہیں تم بعد ہمارے کیا اعدا کر دو گے تو خیر بخو مکہ اپنے علماء کی ایمان داری و سخن تراشی پر نظر توجہ فرمائی چاہئے۔ بخاری شریف میں وارد ہوا ہے کہ ان حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا استوصون علی الامار و دستکون ندما تم یوم القیامۃ یعنی تم لوگ بہت جلد حرص امارت کرو گے اور وہ جاہ طلبی تم کو قیامت میں شرم دلانے والی ہوگی طلباء عالی جناب غور فرمائیے کہ بعد آنحضرتؐ فوراً سے بھی دو چار گھنٹہ پہلے کون حضرات رونق و مسند حکومت ہوئے تھے جو لوگ شخص ہو جائیں تمہارا بیٹا چاہئے کہ قیامت میں وہی فرشتگان غلاظ و شذات کی حالات میں پایہ جولان حوض کوثر پر حضرت کے سلسلے آئیں گے۔ صحیح مسلم مطبوعہ مطبع انصاری حیدر (۵۲) کے صفحہ ۱۱۲ پر لکھا ہے کہ حذیفہ صحابی سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بعد میرے ایسے لوگ حکومت فرمائے ملک اسلام ہوں گے جن کے دل تو شیطان کے ہونگے اور صورت انسان کی حذیفہ نے عرض کیا کہ اگر اُن کے زمانہ تک میں بقید حیات رہا تو کیا روش اختیار کروں ارشاد ہوا کہ اُن شیاطین کی اطاعت کرنا اگرچہ تبر مال لوٹ لین اور پشت زحیٰ کو دین شلوۃ شریف

کی کتاب الامارۃ کے صفحہ ۲۵۷ پر یہ مضمون ہے کہ حضور صلعم نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا اُس وقت تم کیا کر دے گے جبکہ بعد ہمارے لوگ دین خدا کو پامال کر کے مال میراث کو کھا جائیں گے اُنھوں نے عرض کیا کہ میں اُن سے مقابلہ کروں گا آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرنا بلکہ صبر و سکون سے کام لینا ہر دو صحابہ موصوف بالانۃ کرام کے زمانہ میں وفات پائی طالب علم خود نتیجہ نکل لیں گے کہ جن لوگوں کی حضرت نے اپنے اصحاب کو خبر دی تھی کہ وہ کون تھے کنز العمال کی چہٹی جلد میں صفحہ (۶۹) پر ایک طویل مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب امیر سے حضور پُر نور نے فرمایا کہ یا علی اُس موقع پر تم کیا کر دے گے جب لوگ آخرت کو پس پشت ڈال کر دونوں ہاتھوں سے دنیا سمیٹنے پر استیلاں چڑھائیں گے اور مال میراث کو جلوائے دودھ سمجھ کر کھا جائیں گے بچا بعرض کیا گیا کہ میں اُن سے قطع تعلق کر کے وہ چتیر ہی چھوڑ دوں گا جیسے لوگ رعیت کے دین سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ حضرت نے دعا کی کہ خدایا تو اس وقت علی کی مدد کرنا جبکہ وہ امور مکروہ پیش آئیں۔ صحاح اہل سنت میں یہ مضمون بھی وارد ہوا ہے کہ غیر صادق نے خبر دی تھی کہ محکو خواب لکھا یا گیا ہے کہ لوگ شل بندروں کے ممبر پر چڑھنے اور اترتے ہیں اور اپنی حرکات نامہمون سے خلافت کو بدراہ کر کے اسطی چال چلاتے ہیں دیکھنا چاہے کہ بعد حضور کن لوگوں نے شل بندروں کے ممبر پر حیت و خیز کی شیخ عبدالحی محدث دہلوی مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے دو وقت رحلت منجدہ دیگر موعیاً کے ایک بہ بھی وصیت حضرت علیؑ کو کی تھی (کہ یا علیؑ بعد از من بسے مکروہات زمانہ بنو حواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ شوئی چون بینی کہ مردم دینار اختیار کرڈ تو دین را اختیار کنی و راہ صبر پیش گیری۔)

والتمذ عند فرمایں کہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں وہ لوگ کون تھے جنہوں نے دینا کو دین پر فوق دے کر راہ ناصواب اختیار کی تھی ان جملہ واقعات سے کچھ

بڑھ کر سنے سورہ محمد میں اہل کفر ہوا ہے (قل عسیتم ان تولیتہم انفسہم  
فی الادیان و تقطعوا رجاؤکم الی آخرہ) یعنی اے اصحاب محمد یہ وقت بہت  
قریب ہو کہ تم حاکم ہو کر زمین خدا میں خدا پھیلاؤ اللہ کی اس پرہیزگار ہو جو کہ  
ایسے افعال فیجہ کا مرتجب ہو آید بالان لوگوں کی تنبیہ کے۔ نازل ہوئی  
تھی جو کہ قرن اول میں آنحضرت کے گرد و پیش رہ کر یہ لفظ صحابہ کا یہ حالت  
تھے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ قریب زمانہ وفات آنحضرت نے  
ایک طولانی خطبہ پڑھ کر آیہ صدر کی تلاوت کر کے صحابہ موجود اوقات کی  
کان کھول دے تھے کہ جو لوگ دین خدا کو برباد کر کے ناپسند رحم اور مفسد  
فی الاسلام ہونگے ان پر ابد الایاد خدا کی لعنت ہو گی جیسا کہ حسب مقتضی بال  
آنحضرت نے شہدائے احد پر دعائے جبر کرتے ہوئے حضرت ابو بکر کے با  
ایمان پر ادائے شہادت سے مضائقہ کر کے ان کو محدث بدعات قرار  
دیا تھا اسی طرح یہ الفاظ صاف روشن ان کے شرک ہونے کو بھی ظاہر کر دیا  
تھا ازانہ الخفا شاہ ولی اللہ کے صفحہ (۱۹۹) پر لکھا ہے کہ ابو بکر تمہاری  
طبیعت میں شرک اثر کئے ہوئے ہے جس طرح کہ چنیوٹی آہستہ آہستہ رنگا  
گرتی ہے ایسے ہی تمہارے قلب میں اس کا اثر ہے اول حضرت مصنف کتاب  
مذکور کو دیکھیں پہر طلباء کو دکھائیوں شرک کی کالی پگڑی جلیفہ اول کے سفید  
سر پر بندھی ہوئی دیکھیں گے کتاب مذکور میں شرک و لامصنوع دور اور یوں  
نقل ہوا ہے ایک حضرت حذیفہ دوم مصل بن یسار خدا قرآن پاک میں سناتا  
ہے کہ سب قسم کے گناہ بخشے جاسکتے ہیں مگر شرک کی نجات نہیں ہوسکتی (ان  
الشرع لظلم عظیم) تحقیق شرک سخت ترین گناہ ہے۔ غالباً اب کسی شخص اور  
خصوصاً طلباء علی گڑھ کو ابو بکر صاحب کے شرک سمجھنے میں ذرہ پس و پیش نہ  
رہے گا کیا اچھا ہو کہ سب لڑکے کھیل کود سے فراغت پا کر بچنے ہوئے مصنف  
صاحب کے مکان پر جا کر تفریبا کہیں کہ (ول مولوی صاحب تم نے ایسے شخص

کی سیرت کو ہمارے سبق میں داخل کرنا چاہا ہے جو یہ ایمان صحیح سے کوئی بہرہ نہ  
 رکھتا تھا بلکہ شرک کو دل میں چھپائے ہوئے تھا۔ ہم لوگ مجسٹریٹ کے اجلاس  
 میں متبرد ہو کر وہی کا مقدمہ چلا کر وہی سزا دلائیں گے جو کہ دھوکہ باز کے لئے  
 قانون میں تجویز کیا گیا ہے۔ واہ سبحان اللہ دنیا اسلام کے ابتدائے زمانہ والوں  
 کی کجاویہ حال کتب اہل سنت میں دکھائی گئی ہے کہیں فرشتے مجرم بدعات  
 اُن کی موچہ پکڑے ہوئے جہنم کی طرف گسیٹے لئے جاتے ہیں کہیں اُن کی سبوت  
 یہ استہنار دیا جاتا ہے کہ سماؤں خبردار ہو غفریب شیاطین کی حکومت ہونے  
 والی ہے کسی موقع پر ایمان دار لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ مثل یا جنت با جوج  
 جب شیاطین حملہ آور ہوں تو تم دم بخود ہو جانا گردن یثی کے ہوئے ہرناشیندنی  
 سنا رہنا اُن کے سلسلے مخالفانہ راہ نہ چلنا ورنہ سر توڑ کروادی ناکامی کی  
 تکراریں گے۔ خدائی اعلان جہانگھوم گشت کر رہا ہے کہ اے محمد کے ہم نشینوں  
 غفریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تم متولی امرات ہو کر خدا کے دین میں مناد  
 پیلا کر رشتہ رحم کو قطع کرنے والے ثابت ہو گے کیسکو حضرت سمجھا رہے ہیں  
 کہ تم خالص مومن نہیں ہو۔ بلکہ شرک کو پہلو میں دیا ہے ہوئے ہو نہ معلوم ایسے  
 پر شور زمانہ کے لوگوں کو غنچ کر کے حضرت اول کی سیرت کو مصنف صاحب نے  
 نسل میں قاطع سے قابل تقلید سمجھ کر لڑکوں کو آمادہ بتالعت کیا اگر موصوف  
 الصدر کی نظر وسیع ہوتی اور انہیں کتابوں کو اول سے آخر تک ملاحظہ فرمایا ہوتا  
 جنکو اپنی کتاب کے ادائیگی میں ذکر کیا ہے تو کبھی اس وادی پر خاریں  
 قدم نہ رکھتے جس میں گام فرسا ہونے سے اُن کا دامن تحقیقات دھجی دھجی  
 ہو رہا ہے۔ اس عنوان کے اخبار جو کتب معتبرہ میں وارد ہوئے ہیں  
 اُن کی مبت مصنف صاحب اور اُن کے ہم مذہب نگاہ بند کر کے یہ قیاس  
 فرمایا کرتے ہیں کہ یہ واقعات اس وقت درجہ صداقت پر پہنچے تھے

جبکہ بنی امیہ و بنی عباسی باہمالک کن کثرت اسلام ہوئے تھے۔ خلفاء ثلاثہ سے ان  
 کا کوئی علاقہ نہیں ہے۔ چنانچہ مولوی حیدر علی صاحب مصنف منہج الکلام  
 کا بیان کتاب بصائر العیون سے اول نقل کر دیا گیا ہے۔ لیکن آنحضرت نے ان  
 مضدین فی الدین کے نشان ایسے صریح بتلا دئے ہیں کہ تقبیش کنندہ بے تکلف  
 ثلاثہ کے دروازہ پر پہنچ کر معلوم کر لیتا ہے کہ جن جرائم پیشہ لوگوں کی حضرت نے  
 جزا دی تھی وہ اسی سہ دری کے رہنے والے ہیں جس میں ثلاثہ کرام سکین گزرے  
 ہیں۔ کنز العمال کے صفحہ (۱۲۹) پر یہ روایت ابو ہریرہؓ سے ہے کہ آنحضرت  
 نے فرمایا (بعد جارسے ایسے آئیے ہوں گے کہ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے  
 تو تمکو کافر بنادین گے۔ مخالفت کرنے سے گردن مروڑ دیاں گے وہ لوگ  
 ائمہ کبر اور رئیس خلافت ہوں گے صاحبان عقل کو تامل فرمانا چاہئے کہ بعد  
 وفات سرور عالم کون لوگ مدعی امامت ہوئے اور اپنے مخالفین کے ساتھ ان کا  
 کیا عمل ہوا اظاہر ہے کہ سب سے اول تحت خلافت پر قدم رکھنے والے حضرت ابو بکر  
 صدیقؓ ہیں جن کی سیرت کو قابل مصنف نے طلباء کا کورس تجویز کیا ہو ان کی یہ  
 حالت تھی کہ خاندان بنو تہ نے ان کی خلافت تسلیم کرنے میں عذر کیا فوراً  
 مارنے مرنے لگے جھڑلانے پر آمادہ ہو گئے حدیث کا مطلب واضح ہو گیا کہ اگر  
 ان کی مخالفت کی گئی تو وہ گردن مار دیں گے۔ خاندان بنو تہ معمولی  
 لوگوں میں نہ تھا وہ گہرا نہ خاندان شاہی کے معزز لقب سے عزت حاصل کئے  
 ہوئے تھا اگر حضرت اویہ متابعت ان کے دیگر بنی ائمہ نے صدیق کو حلیفہ  
 ماننے میں کچھ پس و پیش کیا تھا تو چند دنوں کے لئے ان کو آزادی و بچاقتی  
 و فتیایہ زیادتی نہ کی جاتی ابھی بنی کا فرض عزا بھی اہل بیت کے گھر سے  
 نہ اٹھا تھا بلکہ دل بھر کر حضرت کی صاحبزادی اپنے باپ کو روکنے پر  
 نہ پائی تھی کہ حضرت اول نے اپنے فوج باز و عسکر صاحب کو حکم دے دیا تھا  
 کہ داماد رسول کو پکڑاؤ اگر انے میں کوتاہی کریں تو بے تکلف ان کا گھر

بھونکدو۔ وہ جس گھر سے ابو بکر صاحب نے ایمان کی گھڑیاں سر پر رکھیں  
 اُسی کے جانے کو آتش بدست ہو گئے، مختصر ائمہ مکفر و ضلالت وہ ہی لوگ جان  
 کے لئے ہیں جو کہ بعد اُن حضرت فرمان روائے ملک اسلام ہوئے اور مملکت  
 دینی میں اپنی رائے کو دخل دیکر بدعات کا دروازہ کھول دیا تھا اگر احیاناً تذکرہ  
 بالا کو زیر دید غیرہ پر منطبق کیا جائے تو ثابت کرنا پڑے گا کہ اُن لوگوں کی  
 وہ کوئی سنت ہے جس پر مسلمان اب عامل ہیں یا کبھی پہلے ہوئے ہوں ہیں  
 بات کی تحقیقات کے لئے جب کتابوں کی ورق گردانی کی جائے گی تو نو سوئے  
 نمازہ و دعا و یہ صاحب کے اور کس کے سر پر اجراء بدعات کا سہرا نہ باندھا  
 جائے گا۔ دیکھ لو، فقہ کنگن کو اُسی کیلئے۔ کتاب میں موجود ہیں جب نظر  
 دور او گئے یہ بھی پتہ چلے گا کہ فلاں چیز حضرت ابو بکر نے قائم کی اور فلاں  
 فلاں حضرت عمر و عثمان نے۔ مولوی محمد قاسم صاحب باقی مدرسہ دیوبند جو کہ  
 فرقہ اہل سنت میں اعلیٰ درجہ کے ستلم و مناظر گذرے ہیں اپنے مولفہ رسالہ  
 ہدینہ الینبعہ میں جس کا رویتجا نب گردہ امامیہ تحفۃ الاشعریہ سے کہا گیا ہے  
 ریفۃ ہیں ایہ بھی اہل فہم پر ظاہر ہو گیا کہ اُن کے زمانہ میں اُن کے عقول سے  
 جو کچھ دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اور اُس نے رواج پایا جیسے ابو بکر صدیق  
 رضی اللہ عنہ کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک ندینا اور حضرت عمر رضی اللہ  
 عنہ کا منقہ کو حرام کرنا اور تراویح کی تاکید اور حضرت عثمان کا جمعہ میں پاک  
 زان کا بڑا عائدہ سب بخندہ دین پسندیدہ اور مصداق ارتضیٰ الہم ہے  
 علیٰ ہذا القیاس جس مسئلہ پر اُن کے زمانہ میں اجماع اور اتفاق ہو گیا  
 وہ لازماً حق و صواب ہے اُس سے جو منکر ہے وہ دین پسندیدہ خلاف دین  
 سے منحرف ہے اور جو اس کا شکر ہے وہ حق کا شکر ہے۔ انہما کلامہ  
 یہ بھی مضمون بہ لفظہ رسالہ تہذیب العین و ایمان فی اثبات خلافت  
 شیخین من القرآن مطبوعہ خیر الطالیع شہر میرٹھ کے صفحہ ۱۵۵ پر شیخ

احمد حسن صاحب پیر شیخ مدار اللہ متوکل صدر میرٹھ نے نقل کیا ہے بجز بالاسے  
 ظاہر ہو گیا کہ دین میں جقدر بائیں طرف داخل ہوئیں وہ سب خلفاء ثلاثہ کے زمانہ حکومت  
 میں رواج پزیر ہوئیں حضرت کے وقت میں کہیں اُن کا وجود نہ تھا پس احداث  
 بدعات کی خبر غلاتہ سے ایسی چپاں ہو گئی کہ جیسے اوراق وصلی باخوذ باجسیدہ  
 ہوتے ہیں چونکہ ہر دو علماء موصوف الصدقہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے  
 سیدہ کو فدک ندیا عمر نے تزدوج قائم کیں اور متعہ کرنے سے غلاتین کو روکا لہذا  
 مناسب معلوم ہوا ہے کہ اس موقع پر اُن باتوں کی مذمت بغرض آگاہی طلبا  
 کچھ لکھ دیا جائے جو کہ تخمین نے اپنی اوقات میں جاری کی ہیں فدک کا حال  
 اوپر ظاہر ہو چکا کہ اسی قصہ میں مابین ابو بکر و عطاء ایسا نزاع پڑا تھا  
 کہ باہم بات چیت موقوف ہو کر مرنے جینے کی شرکت چھوٹ گئی تھی اگر قبول  
 مولوی محمد قاسم صاحب مندرجہ صدر تاج ویز خلفاء دین پسندیدہ و ارتضیٰ ہم  
 کی صفت سے موصوف تہیں ہے اور اُن کا منکر حق کا منکر ہے تو سیدہ  
 و حضرت کی سخت مطاعن کی دار و گیر میں آ سکتے ہیں کیونکہ دونوں نے فدک  
 کی بازیابی میں انتہا کی کوشش کی تھی و فوج بہہ پر گواہی دی درباب  
 ثبوت و ارثت انبیاء و آیات قرآن سے احتجاج کیا اسکے غلنے سے انتہا  
 کے آزدہ خاطر ہی ہوئی اس کا صریح نتیجہ یہ نکلیگا کہ خاندان نبوت دین  
 پسندیدہ اور امر حق کا منکر تھا اور یہ انکار اُن کو حب قیو و مقرر کردہ مولیٰ صاحب  
 معاذ اللہ کا فریاد دینے والا ہو گا طلباء مدرسہ توجہ فرمائیں کہ مخبر صادق  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خبریں دی ہیں وہ ثلاثہ کے افعال سے مثل  
 اقیاب نیم روز نمایاں ہوتی چلی آرہی ہیں مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ عہدِ نبوی  
 نے تزدوج کی تائید کی اور متعہ کرنے سے غلاتین کو روکا - صاف طور پر پستہ  
 دے رہا ہے کہ تزدوج آنحضرت کے زمانہ میں نہ پڑھی جاتی تھی اگر سلسلہ  
 و ارمہ مبارکہ رمضان میں سلمان تزدوج پڑھنے کے عادی ہوتے تو تائید

کی کیا ضرورت تھی تراویح کا بدعت ہونا ایسا سہل بات ہے کہ جب اندراج بخاری و مسلم و موطا و امام مالک کنز العمال و تارخ ابن واضح و کرمانی شرح غیبی و رسالہ مصابیح امام سیوطی و غیرہ خود حضرت عمرؓ اقرار کیا ہے کہ نماز تراویح پڑھنے کے لئے جو میں نے لوگوں کو جمع کیا ہے گو کہ یہ طریقہ آنحضرتؐ اور حلیف اول کے زمانہ میں نہ تھا اور پوجہ جدت ایسا شمار بدعت میں ہے لیکن یہ کوئی بڑی بات نہیں بدعت حسنہ ہے کسی شاعر نے کہا یہی خوب کہا ہے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ سر پہ چڑھ کے بولے  
حلیفہ صاحب نے اپنے فعل کو خود بدعت تسلیم کر لیا جس سے خفی مرتب کے ارشاد کی تصدیق ہو گئی اس موقع پر طرف داران حضرت عمرؓ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہاں یہ حلیفہ نے کوئی بڑی بات تو قائم کی ہی نہیں صرف عبادت میں اضافہ کیا ہے اس پر اعتراض کیا دوزہ اس کے فوائد ہی دیکھو رمضان شریف میں رات کو کچھ کیا چل پہل رہتی ہے مسلمان مصروف عبادت ہوتے ہیں یہ آواز بلند کلام مجید سنایا جاتا ہے۔ ختم قرآن پڑھائی تقیم ہوتی ہے اندھے کانے حافظوں کو صد پارہ مل جاتا ہے اس میں حرج کیا ہوا جو خود محض حلیفہ کو مطعون کرنے ہو حقیق عرض کرتا ہے کہ دینی معاملات میں کسی کو گھٹانے پڑھانے کا مطلق اختیار نہیں جو ایسا کرے گا وہ بدعتی کہلائے گا اگر کوئی شخص پانچ وقت کی نماز کی جگہ دس وقت کر دے تو کون عقل کا دشمن، اس کو پسند کرے گا۔ ملاحظہ ہو کہ عبادت کی افزائش خاندان نبوتؐ نے ہی بقول اہل سنت تسلیم نہیں کی شاہ صاحب تحفہ کے باب دہم میں لکھتے ہیں کہ اگر عمرؓ نے دوات و قلم نہ دینے میں حضرت مسلمؓ کی نافرمانی کی تو بساموتیہ پر علی و قبول نے ہی احکام نبویؐ سے انحراف کیا ہی صاحب معدوح بحوالہ بخاری شریف لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک شب خانہ بیتہ میں جا کر ارشاد فرمایا کہ تم سوائے پہنچکانہ کے نماز شب یعنی نہی پڑھا کرو یہ سنکر دونوں بزرگوار جواب دہ ہوئے کہ ہمارا نفس خدا کے قبضہ قدرت



میں ہے۔ اگر وہ توفیق دے گا تو پڑا ہوا کلمہ حضورؐ کو ناگوار گذرا ہے  
دو دنوں راتوں کو پڑھتے ہوئے اُن کے گھر سے یہ گہرا برآمد ہوئے، (کان الا انسان  
الکثر مشیٰ) جیسا کہ امی آدمی اکثر باتوں میں ماہ کیج اختیار کرتے، (الاسے طالب علم  
جیال فرمائی کہ امام بخاری صاحب نے خاندان نبوتؐ معدن علم عبادت پر کیا سخت  
وناگوار حملہ کیا ہے تعجب ہے کہ جن لوگوں نے طرز عبادت خدا بتلایا اور تمام  
عابدوں میں سر دفتر عبادت و زمانہ دہلائے وہ نماز پنجہ سے انکار کر پ اور سو بخدا  
سے محض ہدایت عبادت پر آمادہ جدال ہو جائیں۔ بہر حال، تخریب کاری اور  
تفریح شاہ صاحب سے واضح ہو گیا کہ جناب فاطمہؑ و حضرت امیرؑ نے عبادت کی  
زیادتی کو ناپسند فرمایا۔ جبکہ خانوادہ نبوتؐ کی یہ حالت ہو کہ سوائے فرضیہ کوئی  
دوسری نماز پر نہ پائید لکھیں تو عمر صاحب کو کیا استحقاق تھا کہ مقررہ کردہ  
خدا و رسولؐ پر اور ایک دم چلا لگا دیوں، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے مقام  
سیالکوٹ لیکچر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ حضرت عمرؓ تراویح ایجاد کر کے  
مسلمانوں کے ایک دم چلا لگ گئے تمام دن لوگ روزہ رکھیں بھوک پیاس کے  
صدمہ اٹھا کر خدا خدا کر کے شام پچڑیں سورج دوڑنے ہی تراویح کے بل میں  
جوت دے جائیں اسی واسطے بعض آزاد منش لوگوں نے بہ تنگ آکر کہہ دیا کہ  
بابا رمضان ہی کثرت ملکہ تراویح می کشد۔ پس عمر صاحب کا یہ ایجاد تازہ  
کسی طرح مبلوع و مدوح نہیں ہو سکتا رہا متعجب اس کی یہ صورت ہو کہ حیرت  
ایک مبسوط رسالہ مسئلہ مذکور کی بحث میں لکھ دیا۔ ہے ایسا کہ ضرورت موقع پر نظر  
کرتے ہوئے بعد اختصار لکھنا ہوں۔ حضرات ان سنت فرماتے ہیں کہ شتہ بحکم  
آیہ (فما استمتعتم) الی آخرہ انحضرت کے زمانہ کرامت نشانیہ میں جائز و حلال تھا  
جفیہ اول کے عہد میں ایسا ہی رہا اوائل خلافت دوم تک ہی وہی عمل تھا  
حضرت عمرؓ نے ایک روز حکم دے دیا کہ ایسا انسان دو چیزیں رسولؐ پاؤں کے وقت  
میں جائز نہیں میں اُن کو حرام کرتا ہوں آئندہ اگر کسی نے ایسا کیا تو میں سخت

سزاؤں کا ان میں ایک متعنتہ النساء ہے۔ دوم متعنتہ الرجال بہ نظر نسکین طلباء  
 فیتن و دیگر ناظرین بالیکس مشقہ کے متعلق ایسا قوی ثبوت پیش کرتا ہوں کہ جس  
 کسی کو اس کے جائز و حلال ہونے میں واحد نہ رہے گا۔ ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ مطبع صدیقی  
 لاہور کے صفحہ ۱۲۵ سے لغایت ۱۳۲ م۔ اسلئے مذکور کی نکتہ چند احادیث بیان  
 کی گئی ہیں ان جملہ اخبار کا نتیجہ یہ ہے کہ تنہا حکم خدا یا نزل و سلال تھا مگر ان متعند  
 احادیث کے صرف ایک حدیث اس جگہ نقل کی جاتی ہے (بہ مفاد آیا) نما استتم  
 بطنہا (احمد بن) الحارثیہ آنحضرت نے صحابہ کو تنہا کرنے کا حکم دیا وہ برابر  
 کرتے رہے کئی دفعہ حکم دیا اور کئی دفعہ منع کیا احزاب اول و دوم خلفاء کے زمانہ  
 تک عامل بہ تنہا ہے پس حلت تنہا تو قطعی ہے اور حرمت ابدی قطعی بقطعی نے کہا  
 ہے کہ جمہور اس کا معقول جواب نہیں دے سکتے یہاں اس نظر کی جوئی نگاہ سے  
 کام لیں پڑھنے میں جلدی نہ کریں جو لوگ بے سچے بوجھے تنہا کو زنا اور فحش سے  
 فیض کرتے ہیں وہ آنکھ اٹھا کر عبارت بالاول و یکہیں جس میں اسکی حلت قطعی ہی  
 اور دائمی حرمت قطعی علاوہ بریں موطا را نام مالک کا ترجمہ سہمی بہ کشف الخفا  
 مطبع صدیقی لاہور میں طبع ہوا ہے اس کے صفحہ ۱۳۹ و ۱۴۰ پر یہ عبارت ہے  
 سنہ ۳۰۰ م۔ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک تنہا ناجائز ہے اوایل اسلام میں درست  
 تھا پھر غیر کے روز حرام ہوا پھر عمرہ قضائیں درست ہوا پھر فتح مکہ کے روز حرام  
 ہوا پھر جنگ اوطاس میں درست ہوا۔ پھر حرام ہوا پھر فتوک میں درست ہوا پھر  
 حجة الوداع میں حرام ہوا اس بار بار کی حلت و حرمت سے لوگوں کو شبہ پیدا  
 ہوا بعض لوگ تنہا کرتے تھے بعض نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت کی وفات  
 ہو گئی اور حضرت ابو بکر خلافت میں آیا ہی رہا اور حضرت کی اوائل خلافت میں  
 یہی ہی حال رہا بعد اسکے حضرت عمر نے اسکی حرمت برسر مہربان کر دی جسے  
 لوگوں نے تنہا کرنا چھوڑ دیا مگر بعض صحابہ اس کے حوا کے قابل رہے جیسے کہ  
 جابر بن عبد اللہ انصاری اور عبد اللہ ابن مسعود اور ابوسعید اور اسار بنت

ایو بکھ اور عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن حویرث و سلمہ بن الکوع اور  
ایک جماعت تابعین میں سے اس کے جواز کی قابل رہی یہ اس کتاب کے صفحہ ۳۲  
سطر ۴ پر ہے اسلئے کہنے والے پر یہ اتفاق زمانہ کی حد لازم نہیں آتی حضرت عمرؓ  
ڈرانے کے واسطے کہا تھا کہ لوگ متعہ سے باز رہیں اچھوٹا منہ اور بڑی بات ہو  
تو حضرت عمرؓ نسبت الاما قباہم نہیں کر سکتا کہ انھوں نے ایک امر جائز و حلال کرنے  
میں اجتہاد سے کام نہیں لیا لیکن خلیفہ صاحب کا یہ حکم ایسا کچھ بے قطع تھا کہ سوائے  
اصحاب موصوفین بالا و طبقہ تابعین ان کے سبکے بیسے عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی مانا  
اور یہ مخالفت پدیر برابر متعہ کرتے رہے ان کا قول تھا کہ خدا اور رسول نے متعہ کا  
حکم دیا اور والد بزرگوار نے اسکو حرام فرمایا مجھ پر خدا کے حکم کی پابندی واجب  
ہے نہ کہ پدر عالی مقدار کی ارشاد کی دیکھو صحیح مسلم مطبوعہ مکتبہ مئیسو صفحہ ۳۹۲ و  
۳۹۴ و در زانی شرح موطاء امام مالک مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۳ و ظفر المسبین  
مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۵ و ۵۶ و ترمذی شریف مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۳۴ و غیرہ  
چونکہ حب تو ضیح صدر مولوی محمد قاسم و شیخ احمد حسین نے کہا ہے کہ جس شخص نے  
ان باتوں سے انکار کیا جبکو خلفاء نے اپنے اوقات میں جاری کیا وہ دین  
حق کا منکر ہے ہر گاہ یہ چند صحابہ و تابعین حق کو حیا یز  
سمجھ کر مخالفت عمرؓ کرتے رہے لہذا سمجھا گیا کہ سب کے سب حب مذاق علمائے  
مذکرین کا فرستے اسکا صل حضرت عمرؓ کے شیخ کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلامی دنیا  
میں زنا کاری پھیل گئی۔ محمد ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت ام  
نے فرمایا کہ اگر عمرؓ متعہ کو حرام نہ کرتے تو کوئی سلمان زنا دکے لئے کمر بند نہ ہوتا  
اس موقع کی عبارت یہ ہے عن علی قال لو لا نفعی عمر عن المتعہ فاذنی الا  
شقی سوائے از این کتاب نہایہ ابن اثیر میں جناب عبد اللہ ابن عباس سے  
نقل ہوا ہے کہ امت محمدی کے لئے متعہ ایک رحمت الہی تھا اگر عمر اس کے مرتکب  
کو عفو بت سلطانی سے نہ ڈراتے تو اسلام میں ایک شخص یہی زمانہ کرتا عبارت

یہ ہے دما کا مت المنقہ الاحمہ اللہ بہا امۃ محمد لولا نھی عمر ما احتاج الی  
الزناۃ الا شیئ مناد ہر دو آیات یہ ہے کہ اگر منجانب حضرت عمر حرمت متعہ واقع ہوئی  
تو سوائے شقی کے کوئی مسلمان زنا نہ کرتا چونکہ سنی مسلمان متعہ نہیں کرتے دوسرے  
طریقہ سے خواہش طبعیت کو پورا کر لیتے ہیں اس سلسلہ سے اولاد مراد ہی کاشم  
ہو جایا کرتی ہے زانی فی الواقع اور حسب تصریح صدر شقی ہوتا ہے لہذا اولاد سوا  
شقاوت کے حرامی ہی ہوگی چونکہ مروج زنا کاری حضرت عمر ہوئے ہیں۔ لہذا یغیب  
کر گیا۔ سیلا۔ بھاگ بھری۔ مٹو۔ مٹو۔ سب کے تحت جگہ حضرت عمر کا دامن دولت  
سنبھالے ہوئے ہذا اما ماکا دم بھرتے ہوئے خدا کے سامنے پیش ہونگے یا بچہ چونکہ  
حضرت عمر نے حرمت متعہ کو اپنی ذات سے چپاں فرمایا تھا تا برائ صاحب غلطی کہ  
سخت چیدگی ہوگی کہ بڑا غضب ہو گیا۔ عمر نے متعہ کی حرمت کو اپنی ذات سے وابستہ  
کر لیا ممکن ہے کہ دانشمند مسلمان کہدویں کہ یہ کون ہے کہ حلال خدا کو حرام کر دیوں  
لہذا انھوں نے ایک بات بنائی اور وہ یہ کہ اے لوگو یہ خیال نہ کرنا کہ عمر نے متعہ  
کو خود حرام کیا ہے بلکہ اصل منع کرنے والا تو خدا ہی ہے۔ لیکن اس زمانہ کی آدمی  
حکم خدا سے نہ رکنے چوری چھپے سے یہ عمل بد (متعہ) کرتے رہے خدا اور رسول  
کے احکام خود بخود نفاذ پذیر نہیں ہو سکتے ان کے لئے سیاست کی ضرورت ہی  
حضرت عمر چونکہ قدرتشاہد المزان اور احکام خدا کے پابند کرنے میں سخت گیر تھے  
لہذا انھوں نے حرمت کو اپنی ذات سے بہ این جہت نسبت دی تاکہ لوگ سمجھ جائیں  
کہ اس کے حرام کرنے والے خدا و رسول نہیں ہیں بلکہ عمر صاحب ہیں خلیفہ صاحب  
کا مطلب یہ تھا کہ میرے حوالہ سے جو حکم منتر ہو گا اسکو لوگ مان جائیں گے فقیر  
شاہ صاحب پر جو قدح دار و ہو سکتی ہے محتاج بیان نہیں آرا بچہ یہ کہ جیسی  
سیاست حضرت عمر کو حاصل تھی وہ یہی استحضرت و ابو بکر کو بھی عجب ہے کہ  
رسول سے لوگ نہ ڈرے اور عمر کا نام سنتے ہی مثل پیکر بیجان دم بخود ہو گئے  
اگر خدا کو اپنے احکام کا اجرا منظور تھا تو ابتداء اسلام سے عنان اطمینان

حضرت عمر کے ہاتھ میں دجائی عاذ اللہ خدا سے بڑی ہرزگداشت ہوئی کہ حضرت  
 محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درجہ نبوت عطا فرمایا جو کہ نہایت کمزوری کے  
 ساتھ کام کرتے تھے۔ بدانت خیر اگر حضرت عمر اپنی تقریر میں اتنا اضافہ اور  
 فرمادیتے کہ سب مسلمانوں رسولؐ نے جو کئی مرتبہ ملک کو متفقہ دیا اور پہر اس سے  
 منع فرمایا اس کی آخری درجہ برحمت ہو چکی ہے جھوٹو بدرجہ معتبر خبر پہنچی ہے کہ  
 تم لوگ اس حرام شدہ فعل کے مرتجب ہوتے رہتے ہو آنحضرت اور نبیؐ کی الوجود  
 نرم طبیعت تھی اور میں ایسا بلائے بے دربان ہوں کہ شیطان ہی میرے سامنے  
 سے گزرتا ہے۔ اگر آئندہ کسی نے یہ ناجائز فعل کیا تو مارے دروڑوں کے  
 چوتڑوں کی کہاں اوڑھڑا دوں گا اگر ایسا آڈر جاری کیا جاتا تو شاہ صاحب کی  
 حضرت عمر کے صاف اور پتے بیان پر بلط زاد حاشیہ کی چڑھنے کی ضرورت  
 ہوتی طالب علم اس موقع پر قوت عقلی سے کام لیں کہ جو لوگ حکم خدا و رسول  
 کو یہ وقت بھوکہ متفقہ جو کہ بعد میں یقیناً حرام تھا کرتے رہے وہ کون لوگ تھے خواہ  
 کہ اکثر صحابہ رسولؐ تھے اور بعض تابعین صحابہؓ کہ آنحضرت کے صحت یافتہ حقیقت  
 نبوت سے آگاہی پاس تھے اس لیے ناجائز تھے کہ باوصف امتناع رسول  
 زنا کاری کے لئے ننگی کھڑے ہوئے تھے۔ علماء درودہ علوم مصنف ذی لیاقت  
 سے دریافت کریں کہ عنورایب نے جو عمرؓ پر فرمایا ہے کہ قرن اول کے مسلمان اسلام  
 خاص کے منظر تھے ان کی پیروی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ تھک کو دیکھئے شاہ صاحب  
 تو کہتے ہیں کہ وہ بڑے زانی و بدگال تھے خدا و رسول کے احکام ان کی نظر میں  
 کوئی اقتدار نہ رکھتے تھے۔ افسوس ہے کہ آپ ایسے لوگوں کے واقعات زندگی  
 می کتاب کو ہمارے کس میں رکھوانا چاہتے ہیں۔ شاید بعض لوگوں کو یہ خیال ہو  
 کہ شاہ صاحب و محمد تقی صاحب و شیخ احمد من صاحب مند و سستان کے  
 مجاہد آدمی ہیں ان کی بات کا اعتبار نہ کرنا چاہئے لہذا ان کے اطمینان خاطر کے  
 لئے لکھتا ہوں کہ گورے چٹے بھید چمڑے واسے عربی اسل عالم ہی ایسا ہی

کہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اُن باتوں کا ذکر کیا ہے جو کہ علویوں  
 نے اپنے اپنے اوقات حکومت میں بہ غلط طریقہ رسول جباری کی پیروی کی تھی اُن کو بہ غلط  
 اور لٹا علامہ موصوف نے ظاہر کیا ہے یعنی فلان جلیطہ نے اول یہ کہا اور فلان نے یہ اس  
 سلسلہ میں حضرت عمر کی بیعت کی تھی کہ سب سے اول امیر المومنین کا خطاب انھوں نے اپنے  
 واسطہ تجویز فرمایا۔ ماہ رمضان میں نزاع کی بنیاد ڈالی منہ کو حرام کیا اور نماز بیعت  
 میں بجائے پانچ کے چار تکبیریں مقرر فرمائیں بجکوا میں یہ کہ اب طالب مفسد و رہی  
 سمجھ جائیں گے کہ جو لوگ فرشتگانِ خدا و شداد کی جومات میں ہوئے کشتان  
 جہنم کی طرف منہ کاسے جائیں گے یہ وہی ہوں گے جنہوں نے احداث بدعات کر کے  
 دین محمدی کو برباد کیا۔ یہ قصہ کو نامہ مصنف نے صفحہ اول سطر ۱۰ پر اہتمام فرمایا ہے  
 کہ حضرت ابو بکر کے حالات زندگی بہت کم اہل دنیا کے پیش نظر ہیں (ابھیضت اگر  
 اُن کی ذاتِ سنوہ صفات میں کوئی کمال ہوتا تو حضور سے پہلے بڑے بڑے علما  
 گزر گئے ہیں حضرت اول کی وادی تو صیغ میں صرفہ اسب دوائی کرتے۔ مگر  
 آپ ایسے جبر نہ تھے اُن کی نگاہ میں وہ باتیں کچی ہوئیں تھیں جو کہ حسبِ صراحت  
 بالا اور اوراقِ کتب میں جلی قلم سے لکھی ہوئی ہیں حضرت ابو بکر تو ایک سادہ و رفق  
 اُن میں کمالات کہاں تھے جو محمد بنِ داور جن کے قلم پر آتے حضرت عمر کو دیکھنے  
 جو کہ خلفائے مسینر کہے جاتے ہیں اُن کا مانہ محال ہی سفر۔ کتنا متاثر ہے  
 صبحِ سلم کے صفحہ (۲۲۱) سطر ۱۱ پر طولانی مضمون ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمر  
 اکثر بازار میں مصروف خرید و فروخت رہتے تھے احادیثِ سننے کا اُن کو  
 کم اتفاق ہوا۔ انوس کہ مصنف صاحب ایسے لوگوں کے واقعات سے جو کہ  
 احادیثِ نبوی کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔ مثال لاؤں جتنے بقاؤں کے ہر وقت  
 بازار نشین رہتے تھے طلباء کے اخلاق کو خراب کرنا چاہتے ہیں طالب علم ایسے کچھ  
 خیال دے نہیں ہو سکتے کہ مولوی صاحب کی دو چار بے سرو پا باتوں پر حضرت  
 کی میرت کو پر انداز بھارت سمجھ بویں وہ ہونا رہے ماشاء اللہ بڑے ناخوش

بال کی کہاں کھینچنے والے ہیں ادنیٰ شبہ برخلات فلسفہ و سائنس سمجھ کر  
 وہ اکثر باتوں میں متزلزل ہو کر علماء سے دست و پا چد ہوئے پر آمادہ ہوجاتے  
 ہیں کہ قرن اول کے مسلمان کی عیسیٰ بقیہ پر پہلے پیش کر چکا ہوں مگر دل چاہتا ہی  
 کہ کچھ اور مرفیع بھی دکھلا دینا ازالہ اشفاق کے صفحہ (۲۵۶) پر لکھا ہے آنحضرت  
 نے ایک معاملہ میں قریش پر غضبناک ہو کر فرمایا کہ میں تمہاری بیچ کنی پر اس  
 شخص کو مسلط کروں گا کہ جس نے قلب کا خدا بنے دریا بلایا امتحان کر لیا ہے وہ  
 حمایت دین کے لئے تمہاری گردنوں کو توڑ مروڑ کر صفحہ عالم سے شامے گا یہ  
 سند حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ ای حضرت کیا وہ شخص یہ فدوی ہے جواب  
 ملا کہ ہیں پہر حضرت عمر نے ابھر کر پوچھا کہ نیا دمسد کے باب میں ایسا ارشاد  
 ہوا ہے اُن کا جواب بھی انکار سے دیا گیا حضور مسلم نے فرمایا کہ جب کا خدا  
 نے امتحان لے لیا ہے اور جو شخص کہ بیچ دین کا مضبوط کرنے والا ہے یہ وہ  
 ہے جو میری بعین کو درست کر رہا ہے دیکھتے سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر  
 آنحضرت کے نقش ہائے مبارک کو جو کہ عرش الہی کی گوشوارہ نہیں مرت فرما  
 رہے ہیں یہ موقع غور کرنے کا ہے کہ شیخین یہ اس تقریب و اختصا ص خیاالی  
 ایمان سے ایسے بے بہرہ تھے کہ بن کو ایمان داری کا سارٹیفکٹ و فقر خداوندی  
 سے عطا ہوا تھا جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ وہ ضارب علی الدین نہ تھے بلکہ  
 خارج حویب جانتے ہیں کہ جن کو امتحان میں ناکامی رہتی ہے وہ کبھی سلطنت  
 کی جانب سے کوئی عہدہ نہیں پاسکتے افسوس ہے کہ جو لوگ فیل ہو کر مدرسہ سے  
 خارج کر دیئے گئے تھے اُن کی سیرت کو مصنف نے نوا آموز بچوں کے سامنے  
 عمل کرنے کے لئے پیش کیا یاد رکھو ایسے شخصوں کے قدم بقدم چلنے کا جو ارادہ  
 کرے گا وہ منزل مقصود پر نہ پہنچ سکیگا حضرات شیخین صفات معدودہ سے  
 کسی ایک صفت میں بھی کوئی حق حصہ نہ کہتے تھے اُن کے نام پر فہرست کلمات  
 میں ہر جگہ چارہ نشان لگا ہوا تھا۔ تمام ارباب صحاح و اہل سیرت شفق لفظ

بیان کرتے ہیں کہ میدان جہنم میں سب تین روز تک حضرت ابوبکر و عمرؓ میا پے  
 ناکام واپس آئے اور صورت فسخ نمایاں ہوئی تب حضرت نے تیسرے روز  
 کی شام کو فرمایا کہ فرزندِ اعلم شکراؤ کو دیا جائے گا جو کہ کر اور غیر فراری۔ وہ  
 بلا فتح آئے واپس ہوا خدا اور رسولؐ اسکو دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا و  
 رسولؐ کو دوست رکھتا ہے ان بتوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت اولینؓ نہ  
 کرار تھے اور نہ غیر فرار نہ خدا اور رسولؐ ان کو دوست رکھتے تھے نہ وہ خدا و رسولؐ  
 سے محبت رکھتے تھے دانشمند طالب علم خود نتیجہ کمال لیں گے کہ جو شخص امداد میں  
 میں مکرر حملہ پر حملہ کرنے والا نہ تھا اور فرار شکار ہو کر جہاد سے کب کی طرف گرم  
 عنان ہونے والا تھا نہ خدا اور رسولؐ اس سے محبت رکھتے تھے نہ اس کے قلب  
 کا کوئی حصہ خدا اور رسولؐ کے محبت کے لئے وقف ہوا تھا اسکی عادات و فضائل  
 کہاں تک واجب الاتباع ہیں امامِ اعظم علیہ الرحمۃ چونکہ فرزانہ کار و دانا سے  
 روزگار تھے اٹھتوں نے صاف کہہ دیا کہ شیطان اور ابوبکرؓ کا ایمان کانٹے  
 میں نکلا ہوا تھا اور اقوال عمرؓ قول شیطان سے ملے جلتے ہوئے تھے نہ اس پر بھروسہ  
 مولفہ خلیفہ بغدادی میں واقعہ اول و جامع الصغیر بن اثرائی دیکھو میں یقین  
 کرتا ہوں کہ کوئی طالب علم ایسے شخص کی سیرت پر نہ عمل کرے گا جس کے ایمان میں  
 شیطان کے ایمان سے رقی بہر فرق ہوگا اور درباب کلمہ کلام گویا اس کے  
 منہ میں شیطان کی زبان تھی۔ ترجمہ صحیح مسلم میں یہ صفحہ (۲۷۸۲) مطرا یہ عبارت  
 ہے (ابو سعید نافل ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ و ابوبکرؓ و عمرؓ دجال سے  
 ملے آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کون کون ہیں اس نے جواب دیا  
 کہ دو چھوٹے ہیں اور ایک بچا مشکوۃ شریف میں یہ ہے کہ ایک ایماندار اور  
 دو بے ایمان بہر حال مطلب ہر دو کتب کی عبارت کا ایک ہے صاحبانِ بصیرت  
 یہ چشمِ انصاف دیکھ لیں کہ ان تینوں میں دو چھوٹے اور بے ایمان کون کون  
 بزرگ ہیں چونکہ دجال کا ذکر آگیا لہذا مناسب موقع سمجھ کر کہتا ہوں علامہؒ



کثر جمال میں حضرت خذیجہ سے روایت کی ہے کہ جب وہ جال خروج کرے گا تو  
 تابان حضرت عثمان اٹھ کے لشکر میں ہوں گے۔ حضرت ابو بکر کو حلیفہ برحق  
 سمجھو واسے اور ان کی سیرت کو واجب اعلیٰ جانتے واسے ابغزوہ تاہین عثمان  
 جہتے ہیں۔ جنہ پر صفات صادق آتی ہوں وہ خود فیصلہ کر لیں کہ ان کا  
 رشتہ اتنا چال کے مانند کس حد تک کی مضبوطی میں ہے حضرت عثمان کی ذات پر  
 کچھ ایسی ہی سادگت و بیکار ہوئے۔ جس سے ان کا اور ان کے تابعین کا شک و شبہ  
 میں قائل ہو ناممکن رہی ہے دیکھئے اس زیادہ اور کیا بدعت ہو سکتی ہے کہ قانون  
 خدا اور ان کی شرح کو پھونک پھانک کر خاکستریا دیا غریب جاہلوں کو تو کبھی نہیں  
 نہیں آسکتے کہ حضرت عثمان نے یا وصیقہ صحبت رسول اٹھائے ہوئے تھے  
 کتاب خدا سے سادہ ایسی ہی ادبی کی جو کہ اسکو جلا دیا ہو۔ مگر کلام چنانکہ کتب  
 پر نظر رکھتے ہیں انکو یہ خیال پیدا ہوا کہ مصنفین قدیم کے قلم سے مضامین قرآن  
 معجزی غل گئے۔ اب ان پر وہ ڈانٹ مٹل ہے نہ شاہ صاحب نے محض یہ  
 بات بیان کی کہ ان قراءوں میں جو کہ عثمان نے یہ صدا اہتمام و سرکشی اطراف عالم  
 سے جمع کئے تھے ادعیہ و تفسیر آنحضرت شامل تھی اس بزرگ نے جاننا کہ کلام خدا و  
 تقریر بشر کو ایک دوسرے سے جدا کر دے نظر براں آیا نہ قرآن انتخاب کر کے  
 ادعیہ و تفسیر کو کھالدا لیکن شاہ صاحب نے اسکو ظاہر نہیں کیا کہ جو مصاحف کلام  
 خدا و تفسیر مخلوط ہوئے تھے ان کو حضرت عثمان نے کیا کیا حضور مدوح کو غالباً  
 یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مہنے صاف طور پر لکھ دیا کہ قرآن جلا دے گئے تو لوگ حلیفہ  
 صاحب سے نفرت پیدا کر دیں گے یہ اس توہم انھوں نے گول کر دیا۔ لیکن نسخ الہی  
 شرح بخاری بھی لکھا ہے کہ بعد ترقیب و تکمیل قرآن دیگر مصاحف جلا دے گئے  
 مولوی رائے علی صاحب شونہن امر وہ رسالہ جواب باصواب میں مقررین میں  
 جب حضرت عثمان نے صحیح قرآن ترتیب دے لیا تو دیگر قرائن کو جو کہ زمانہ  
 تخمین میں لوگوں نے جمع کئے تھے اولاً بہ شست و شود ثانیاً بہ اوراق قرطیس

صفحہ عالم سے محو کر دیا زمانہ حال میں مولوی خلیل احمد صاحب کنہسہ نند بہار  
سرآمد تعلیم نے قرائن کا جلانا جائز سمجھ کر شعبہ سے اپنی کتاب بدایۃ النہج  
میں فتوے طلب کیا ہے کہ پیٹے پڑانے بے ترتیب اور اوراق قرآن کے جملانے سے  
عثمان پر کیا جرم شرعی وارد ہوتا ہے جس میں ثابت ہوا کہ ثالث صاحب نے کلام خدا  
کے ساتھ تفسیر آنحضرت کو بھی پھونک دیا۔ تازہ خیال مہض نے قرن اول کے لوگوں  
کی متابعت پر جو خلیفہ اعلیٰ کذہ کو رعیت دلائی ہے اس کی تکمیل اس طرح ہو سکتی  
ہے کہ اطراف ہندوستان سے دو چار ہزار پیٹے پڑانے قرآن طالب کیا کہ ہر طبقہ  
حال میں پرنسپل صاحب کے سامنے اول پہاڑے چیرے جائیں پھر ان کے حروف  
دھو کر سادہ ورق دھو ہوں کو دیدے جائیں کہ پیٹی میں ڈال کر انکی حرارت  
سے کپڑوں کا میل کچل صاف کریں یہ ہی وجہ تھی کہ حضرت عائشہ نے غنوی کا  
کر دیا تھا کہ اس نوے قرآن جملانے والے کی گردن مارو کتاب سبب جاب عبد

البر میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ راقلاً احراقوا کہ ہم نے اسے  
روضۃ الاحباب میں تین جگہ یہ ہے کہ اس نے کفر کیا۔ یہ کامقدس اہل ان سرور اور  
کہ اس ہم شبیہ نعل بیودی کو قتل کر دیا جائے حضرت علیؓ نے اٹھارہ بجائی اور خلافت کی  
کا ہندوستان بنا رکھا تھا جیل القدر صحابہ ہوئے تو انھار کی رائے پر خلافت  
گھر سے بے گھر کر کے ٹھہر بدر کر دیا۔ خدی اسلام ہوتا کہ اس کی خواہیاں  
ہیں کہ عثمان نے ابن مسعود و عمار یا سرکنا حبیب نے صحابہ کی عدم حضوری جواز  
ذو کو مدتبہ سے نکال باہر کیا رتبہ ہا مولوی روم صاحب نے اس اصل عرفی کو  
میں ہے کہ عثمان صاحب نے ابن مسعود و عمار یا سرکنا حبیب نے جواز کو چھوڑ دیا تھا چنانچہ  
تہذیب شخص تھے) ملائے حسن کنہسہ

کہ حضرت عثمان سے چند امور کا تعلق مصطفیٰ را بے کفر بگذاشتند  
آٹا پٹوایا کہ پسلی کی ہڈی یا اسلام میں یہ عام رسم ہے بلکہ شیعہ و سنی  
اور عمار یا سرکنا ایسا مارا کہ اس پر خاک ڈال کر پہلے مردے کو دفن کر لیتے ہیں

مدینہ سے نکال دیا۔ معارف ابن عقیقہ اور استیعاب عبدالبرہم ہی یہ ہی معنوں پر  
 سوائے انہیں شاہ عبدالعزیز صاحب نے تھکے میں لکھا ہے و غلامان عثمان البتہ بہ  
 ابن ہشمو و خنوت کردہ بودند و ضربت و صدمہ ہم بہ اور پیر با آ کو عثمان  
 ماہرین امر کردہ باشند یا غیب بات ہے کہ عثمان صاحب کے غلاموں نے ایک  
 ذی حوت صحابی کا مار کراچور کر دیا اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ غلامان عثمان  
 فی الجملہ خنوت کردہ بودند طالب علم شاہ صاحب کی راست بیانی کا اندازہ نہ کر سکتے  
 کہ کس حد تک سچ کہنے والے تھے چونکہ حلیفہ صاحب ایک سنگین جرم صریح شہید  
 میں ماحوذ ہو سکتے تھے ان کی بریت کے لئے یہ حاشیہ چڑھا دیا کہ بلا اجازت  
 علامہ رشتہ گسٹے تھے غلاموں کی کہا جالی تھی کہ ممتاز صحابی پر دست درازی کو سنے  
 صحیح بات یہ ہے کہ غلام مار لے گئے اور عثمان مروا تھے وہ سبحان اللہ قرآن  
 اول کے خلفا جب ایسے حضرات زریہ کے حامل تھے تو عوام الناس کا کیا ذکر ہو سکتا  
 ہے ہر چند کہ میں نے قرآن سوزی کا پورا ثبوت دے دیا ہے۔ لیکن یہ نظر نہیں  
 ناظرین صحیح مسلمان کا نہ ثابت کیا جاتا ہے۔ صحیح موصوف کے ترجمہ کا صفحہ  
 پہلی عجیب ہے کہ تین برابر عبارت وقف نظر ہوگی۔

یہ دے رہے۔ تفسیر صحف جلانے کے واسطے طلب کیا لیکن انھوں نے  
 میں اس موقع پر یہ لکھا ہے کہ عبدالغفور ظاہر کیا جاتا ہے  
 دفن ہوئے جن کا مردہ تھا سلاسل بدیہ ان ہی پر یہ سید سید اچھے  
 مرد دینے والا تھا کہ عزیز سید کی لے والا ہے دیکھئے اسی زمانہ کے حضرات  
 کا پیشہ گواری تھی وہ ہی شیخین کے سارے حضرت عثمان کو قتل کروا لان  
 سبحان اللہ قرون اولی کے کیا پچانے میں کوشش کرتی تھی ان کی  
 نبی کے جنازہ کو گاندھا بھی نہ دیا۔ ڈاکر مانا نہ پڑھی ان کا جدمبارک  
 سے تھکافوری و عربی و دیگر زبانوں پر بہار کے انبار پر پڑا نہ کسی نے کفن  
 مرحوم والی کابل جب وروند و سمنان فی کتاب ہی ایک ٹانگ توڑ کر

کہا تھا۔ صحابہ رسول نے جو حضرت عثمان کے کفن و دفن میں مدد فرمائی تھی وہ  
 دیگر ضروریات تعلق میت سے روئے تو جہ پھرالی تھی اس کا ثواب بڑا ہے  
 معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جس کو ذی علم و کف سے ہنر و فنون  
 سیکھا ہے اس کو ان کے گارنے و اپنے فرائض و غیرہ پڑھنے کا کھم ہوتا ہے۔ (طبرانی  
 و غیرہ) تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام نے رسول پاک کے تجہیز و تیارہ پر (تیم نظریاتی) اور  
 اور طلب حکومت میں سپرون رہے۔ سبقت میں جو کہ حسب نظر تفریح صحابہ کرام  
 اللغات و معاشوں کے جاؤ اٹھاؤ تھا تشریف لے گئے تھے۔ حضرت ادر  
 جن کی سیرت پر قائم ہونے کے لئے قابل مصنف نے طلباء و طلبہ کو توجہ دلائی  
 ہے کہ اسے مبارک منزل پہ جہاں چور اچکے و کھیت ڈاکہ مارے۔ اسے ہندو  
 رجسٹر ہنر آج ہوا کرتے تھے تاج خلافت سے ممتاز ہوسکتے تھے۔

مولوی خلیل احمد صاحب نے بابا بیت الشیخ کے سہ ماہی ۱۵۱۱ پر لکھا ہے  
 کہ آنحضرت روز دفات سے تین روز بعد دفن ہوئے بلا ذری میں ہے کہ نظام خلافت  
 کو مقدم کر دیا اور کفن و دفن کو بایں خیال کیا کہ آج عمر نے بڑید کو کہا کہ حضور کی  
 گلے مقفن ہونے سے محفوظ تھا موثر۔ اگرین ہوگی۔ اس نے جواب دیا  
 طرف اصحاب با عزت و جلال توجہ ہوئے قابینوں اور سچی ہوئی آرام  
 کا مفید ہو جانا اور وہ یقیناً موت کوئی امتیازی مرتبہ رکھتے تھے تو پہلے  
 بنائے نہ بنیں۔ خلیل احمد صاحب سے ان کی کرسی اٹھو کر ناویک  
 ہر مصنفین آفرینی کی ہے لیکن

نہا ہر گروہ ہے جس میں ہے کا ایک خط طلباء کو دکھانا ہوں جو کہ  
 کہتے ہیں۔ بلا ذری سے نقل کیا ہے۔ عربی عبارت  
 چوں کہ صحابہ حبیب دنیا و آخرت اول معروف بہ ورتق مطبوعہ مراد آباد  
 طلباء مدرسہ عزیز فرماہل ہے۔ اردو اس کا یہ ہے کہ جب عید اتد  
 ہزار دنیاوی ضرورتوں



نبی دوسرا کام کرتے ہیں۔ انقطاع رہا  
 جاتی ہے کہ جہاں تک بچیں ہو سکے میت کو۔ مگر کو یہ کہہ ناوار گذرا ان کے  
 صحابہ اور خصوص ابو بکر و عمر صاحب نصرت کی یہ موقع کا ایک جملہ تھا ہوں  
 انتقام خلافت کی طاعت توجہ فرماتے تو دو جاہل غار پاک لے اپنے مقام کلام  
 انہیں جاتی ۲۳ سال تک جو اجرائے دین خیر وہ کفار کے چوٹے خداؤں  
 فرمائی تھی وہ ایک باد و پیر میں بر باد ہوئے۔ ایک نے لکھ کر جن نونوں کی جہان  
 قرآن و احادیث جن میں اس کا ہے۔ انہوں نے بعد وفات حضور آزاد  
 بشارتیں اس وقت موجود ہیں۔ نہ بیوی و نہ منار کے صفحہ دوم و سوم احادیث  
 لا الہ الا اللہ چور کر کا فرد بت نہ تھا۔ نہ رفت و لا منور و لا حدال فی الحج  
 اگر میں میت واقع ہوتی ہے۔ ۱۔ نہ انی بکر محنت سے کہا ہے کہ ابو بکر بن  
 جوار کے اندھی کہا نا نہیں کہا کہ یہ سو فتنے اپنے غلام کو مارا اور لگا لیاں  
 بدلی اہل بیت سے تھا۔ مگر مدنیہ۔ ہر دوسے اہلبیت و ازادیکہ نہ سہی یہ بزرگ  
 کہ وہ ایک ہی شخص ان کام میں پوند زینت لگا کی ہے۔ خدا قویہ کہ شہر جہ باناں  
 بیٹیں عجیب ہے کہ میں میں خانہ رسول میں۔ باقر علی اور محمد بنت اویٰ عمر بنی  
 بڑے رہے۔ بقیہ سے گرا کر ایسا بے اقتدار کر دیں  
 میں اس موقع پر یہ کہہ نہیں چاہتا۔ یہ وقت واقعی یہ ہے کہ یہ بزرگوار  
 دفن ہوئے جن کا مردہ تھا (اہل بیت) انہیں بھی۔ آگاہ نہ تھے حضرت کو  
 مدد دینے والا نہ تھا کہ غریب سید فقر کھدانت۔ یہاں سے سورہ جمعہ میں خدا  
 کا پوشیدہ گور کنی تھا وہ ہی شیخین کے رفقہ ازوفن تھا۔ یہاں سے ہم شیخین کو حضرت  
 بحان اللہ قرون اولی کے کیا باد و پیر جو یہ صاحب سے اس موقع پر تھے  
 بنی کے جہازہ گوگاندا بھی مہیا۔ ڈاکٹر لکھ کر کہ تھکا کا تھا۔ انہیں کی منار  
 سے تھکا رہی و عربی و دیگر زبانوں پر بہار شک کے الزام اور حواہ کو معلوم ہوتا تھا  
 مرحوم والی کابل جب وورد ہندوستان ہوا۔ اس کا خیر یہ ہے کہ یہاں سے  
 کے مکر سو دا اسدت خرم دے

نیز بد نے چپے جاتے تھے نیز بنایا اسلام تھا۔ ادایا شریعت سے پورے  
 آگاہ نہ تھے اس واسطے ایسی بے اعتنائی ہو جاتی تھی وہی مرتبہ طلباء و عورتوں  
 کہ جن لوگوں کے ایسے فضائل ہوں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہ اس قابل  
 تھے کہ ان کے افغانی کو قابل تہنیت سمجھا جائے۔ دانشمند مصنف نے اس جگہ  
 پر لکھی ہے اجیناطی سے کام لیا کہ نوخیز بچوں کے سامنے ایسی تصویر پیش کی جس کے  
 خط و خال جا بجا یہ ناموں پر ہر نام اگر کوئی خوبصورت متناسب لکھا  
 مرتفع پیش کر کے لڑکوں کا کھیلو بناتے تو مضائقہ نہ تھا۔ قرون اوّل میں  
 تو ایسے بد وضع و حاسد و آچرط الوود غایب و کذب شعار لوگ تھے جنہا  
 ثانی دنیا میں کوئی پیدا ہی نہ ہوا۔ اہر قلم کی برائیوں کے وہ تباہ و درخت جو  
 اس وقت مسلمانوں کے تپس پر سایہ فگن معلوم ہوتے ہیں ان سب کے  
 تھانوں پر مسلمانان قدیم الایام کی کدال تدبیر سے کھود گئے۔ اسلام  
 واقعہ کر بلا سخت و شدید حوادث میں مانا گیا ہے اس عمارت کا بنیاد و جھنڈ  
 بھی پرانے مسلمانوں نے رکھا تھا۔ تاریخ بلا ذری میں ہے کہ بعد  
 شہادت جناب امام علیہ السلام عبداللہ ابن عمر نے زید کو کہا کہ حضور کی  
 یہ عجیب حرکت بنیاد اسلام اکھاڑنے والی ثابت ہوگی۔ اس نے جواب دیا  
 نا شیخ صاحب تہنوا آستہ مکروں او نیچھے ہوئے قابینوں اور سبھی ہوئی آرام  
 کر سیونیر آکر بیٹھ ہیں اگر اہل بیت کوئی امتیازی مرتبہ رکھتے تھے تو پہلے  
 آپ کے باپ ہیں جنہوں نے دربار اسلام سے ان کی کرسی اٹھوا کر ناکہ  
 گرٹے میں پھینک دی۔

مناسب موقع سمجھ کر زید کا ایک خط طلباء کو دکھانا ہوں جو کہ  
 صاحب انور لکھنویہ نے تاریخ بلا ذری سے نقل کیا ہے۔ عربی عبارت  
 رسالہ مادم اصلاح خادم کے حصہ اول معروف بہ ورتق مطبوعہ مراد آباد  
 کے صفحہ ۸۰ و ۸۱ پر درج ہے۔ اردو اس کا یہ ہے کہ جب عید اتم

ابن عمرؓ نے یزید کو درباب قتل حسین علیہ السلام سرزنش کی تو یزید نے اپنی  
دفتر سے ایک خط کی نقل اُن کے پاس بھیج دی جو کہ بصیغہ راز دہی حضرت عمرؓ نے اس پر  
معاویہ کو لکھا تھا۔

## نقل چھٹی حضرت عمر بنام معاویہ

اے معاویہ! گیارہ سو کہ محمدؐ نے جو کچھ ہم کو سکھایا اور بتلایا، دوسرا امر یہ تھا کہ اُن  
جھوٹ تھا لات و عریٰ کی پرستش سے ہم کو بچا کر کعبہ کی طاعت ہمارا منہ پھرا کر  
منا دے پڑھوائے۔ ۵۰ ایسے جادوگر تھے جس نے عینِ نبوتؐ کے چراغِ شمس سے  
کروئے۔ ہم نے اپنے معبودانِ حقیقیات و  کی پرستش سے انحراف نہیں  
کیا جب محمدؐ مر گئے تو ہم نے اپنے جیسے اور قوم کی اتباع کی اور اسے زمینِ اسلام  
کو روند ڈالا اور امامت کو قریش میں منحصر کر دیا۔  جس مخالفت کو علیؓ سے  
مخضوم کیا تھا وہ ہم نے اُس سے لے لی اور ابو جحر کی اطاعت کا طوق اُس کے  
گلے میں ڈال دیا۔ ہم بہ ایچ تو ہم کہ طباہِ خلافت ہم سے متنفر ہو جائیں بظاہر  
سنتِ محمدی کا اتباع کرتے رہے اور یہ باطن اپنے اعتقادِ قدیم پر قائم  
رہے۔ ذریتِ محمدؐ سے پورا انتقام لیا میں تم کو بیخود کرتا ہوں کہ آلِ محمدی  
بیچ کنی سے غافل نہ رہنا۔ اگر بخدا اسلام تم خود ایسا نہ کر سکو تو وہ تداریک  
نہایت کرنا جس سے ذریتِ محمدی کا صفحہ عالم پر نشان و نام نہ رہے۔ الیٰ آخر  
میں سمجھتا ہوں کہ بعض حضرات بوجہ محبتِ مذہبی و نیز شوکت و فتوحات  
عمریہ پر نظر کر کے فرمادیں گے کہ استغفر اللہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ  
عمر ایسا جلیل القدر کفر کو دل میں جگہ دے ہوئے تھا۔ اُن کو لازم ہے کہ  
قرآن پاک پر نظر غائر فرمائیں چند آیات ایسی وقتِ نظر ہوں گی۔ جن میں  
صاف و صریح اُن لوگوں کی خبر دی گئی ہے جو کہ لباسِ کفر و شقاق اور  
لفاق سے آنا ستہ و پیرا ستہ ہو کر آنحضرتؐ کے ہمراہیوں میں مشرک رہ کر

اصحاب محمدی کے ممتاز خطابت سے مشہور تھے۔ انفاق کی ترغیب یہ ہے کہ  
 بظاہر مسلمان ہو تمام احکام الہی کو بجالانا ہو۔ بلکہ اپنا عین نفاق چھپانے کے  
 لئے مومنین سے بچ کر بڑھ کر مکاری سے اطاعت اسلام کا دم بہرنا ہو اور  
 دوسرے لفظوں میں نفاق کی علامت یہ بتلائی گئی ہے کہ کفر و دلی بردبان  
 اللہ اکبر و اشتن۔ ہر گاہ یہ ایسے زلمات اہل اسلام سے ہے کہ کتاب اللہ مذمت  
 اہل نفاق سے ملو ہے اور سچا پردہ کچھ ایسا ترقی پذیر ہو کر زور پکڑ گیا ہوتا کہ حکم  
 یا ایہا النبی جاهد الکفار و المنافقین مذکورہ سورہ مجیم آنحضرت  
 کو حکم ہوا تھا کہ لے بنی کر اہل نفاق کی سرکوبی و کلو ترشی کے لئے ملو اور کو  
 گوارہ پیام سے باہر کر دو پس معلوم ہوا کہ آنحضرت میں منافق یعنی کلمہ گو  
 بہ کثرت تھے۔ قرآن میں نہ کسی منافق کا نام ہے اور نہ کسی کے پرہ پر لکھا ہوا تھا  
 کہ ہذا منافق یہاں تک کہ لوگ عیب نفاق کو چھپائے ہوئے تھے کہ آنحضرت کو  
 ہی خبر نہ تھی کہ کون کون منافق ہیں۔ چنانچہ بارہ (الم) میں یہ آیت موجود  
 ہے کہ اے محمد صلعم تم اہل نفاق کو نہیں جانتے۔ ہم ان لوگوں کی قلبی  
 حالت سے آگاہی رکھتے ہیں اندر میں حالت لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا  
 کہ اصحاب آنحضرت کی جماعت میں مومنین کے ساتھ منافقین ضرور ملے  
 جلے ہوئے ایک دوسرے کے ہم پہلو رہتے تھے۔ عام از این کہ عروجر  
 و خالد و عابد کوئی صاحب ہی کیوں نہیں۔ صحیح ترمذی میں لکھا ہے کہ عہد  
 رسول میں مومنین و منافقین کی کوئی محبت و عداوت مرقضوی ہی جس  
 کو خدا ان رسالت کا فدائی دیکھا سمجھ لیا کہ اس کا سینہ نذر ایمان سے  
 بہرا ہوا ہے اور جیسا کہ معزز گہرانہ سے مایل بہ کجی یا ایمان لیا کہ اس کے  
 دل میں عداوت اہل بیت کا دھوان بہا ہو اسنے۔ ہر بات قرینہ سے  
 معلوم ہو اگر قی ہے۔ جن لوگوں نے رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غرہ  
 اشقیاء میں گرفتار کیا۔ چوں کہ راہ گریز اختیار کی اپنی جان کو آنحضرت کی جان سے



بہتر جانا۔ صلح حدیبیہ کے وقت نبوت میں نہ کیا اور اس غزالت کا عند  
 جو حضرت ارقم وقت لکھا چاہتے تھے انکو لوگ قلم پر نہ آئے وہاں حضور  
 بروز کے جازہ کو بے کفن و دفن چھوڑ کر دینائے زشت کے پیچھے پڑ گئے  
 اہل بیت کو ستایا ان کو مجبور کر کے دفرہ میاں میں داخل کرنے کی کوشش  
 کی۔ جناب سیدہ کو ایسی حالت میں جبکہ وہ سبجہرگ پوری سے زندہ در گور ہو  
 تھیں گھر ہو نک دینے کی دھکی دی ان کے حقوق جائز اور حلال کو ضبط کر لیا  
 اہل بیت بنوی سے محسن کو روک لیا خاندان سے اپنے عہد و ولایت میں کسی  
 نوچر اسی تک نہ لکھا۔ خاندان بنی امیہ کو جو کہ نہ جانتے نہ سمجھتے تھے مخالف  
 انہم تھا قوت دے کر شام کا گورز بنایا ان سے کچھ پیچھے رہتے تھے کہ معاویہ کو دلی  
 دوست سمجھ کر راز طبیعت سے آگاہی دی ہو۔ حضرت ابو بکر و عمر و غیرہ کے  
 مسلمان ہونے کی ایک بڑی قوی دلیل یہ ہے کہ حبشہ اندراج مسلم و بخاری  
 اب اسلام کا چوتھا حلیفہ (امیر المؤمنین) و دونوں بزرگوں کو کاذب خادروں  
 ثم۔ یعنی چھوٹا۔ بے ایمان۔ دغا باز۔ ناہنجار۔ بدکردار جانتا تھا مقام  
 مل ہے کہ جن لوگوں کو قرن اول کا ایسا مقدس شخص جس کے فضائل محتاج  
 بیان نہیں۔ جبکہ شیخین وغیرہ کو صفات مندرکہ عذر و جہانت وغیرہ سے متصف  
 سمجھتا ہو وہ حضرت مصوف اہل اسلام میں بیٹھ کر کیونکر یہ اقتدار پا سکتے ہیں کہ  
 ان کی سیرۃ کو مسلمان شاہ راہ متیقہ سمجھ کر اس پر عمل کریں جو بڑے دغا باز  
 بے ایمان کی جو پیروی کرے گا وہ بروز قیامت جحیم میں داخل ہوگا۔ اللہ اس  
 یا ماہم) یعنی ہر شخص اسی امام کے ساتھ بلا یا جائے گا جو وہ اپنا پیشوا  
 دین جانتا اور سمجھتا ہوگا۔ میں کہی خیال نہیں کر سکتا کہ کوئی مسلمان خواہ خواہ  
 اس شخص پر قائم ہونے کے لئے کمر بستہ ہو جائے کہ جس لوگوں نے حبشہ است  
 بالا آنحضرت کو تکالیف دیں اور خاندان رسالت کی بے وفاری و نظر کر کے  
 دہمقہ از دغابن فرو گذاشت نہیں کیا اور جو کہ حضرت اس کے نزدیک شکار

ان کی پیروی کرنے طلباء علیہ السلام جو کہ عاقل و فرزانه کار و آزاد خیال ہیں  
 ممکن نہیں کہ وہ ایسے لوگوں کے ملک پر چبھنے کے لئے گوم قدم ہوں جو کہ  
 حضرت علیؑ کے نزدیک کا وہ بیخبرہ تھے۔ حواریوں و نواصب البتہ ایسے حضرات  
 کی شناخت کو اپنا فخر سمجھ سکتے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ معارف اول جس طرح دیوار کو  
 اٹھائے گا اس سے بعد جتنے چٹائی کرنے والے ہوں گے اسی آثار پر رد اکبر  
 چلے جائیں گے۔ علیؑ ہذا بعد وفات سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس عزان  
 سے قرن اول کے مسلمانوں نے اپنے نبی کے پس ماندگان کی توقیر کی وہی پاس  
 حوا ان کے قائم مقام بنے۔ طاہرین کو رہا۔ حضرت عمرؓ آتش بدست ہو کر۔ قادیان  
 پر گئے۔ اسی تہذیب کے کوئیلہ کا ایک ریزہ چمخ کر کر بلا میں پہنچا جس نے  
 خیمہ بنے جینی کو ایا علیؑ یا جس کے تغلہ قیامت تک ملیند ہو ہو کر کشت اسلام  
 کو چھوٹتے رہیں گے انہیں مبارک برسوں کی جنگ و مصنف صاحب نے جنرہ برکت کا  
 زمانہ بتوڑ کیا ہے ابک مختصر حکایت کہتا ہوں۔ حافظ عبدالرحمن صاحب سنی  
 المذہب متوطن ملک پنجاب نے حضرت امیر کی سوانح عمری سرف بہ المقتنی  
 ۱۸۹۹ میں مطبع روز ادرت سرے شائع کرائی ہے اس کے صفحہ (۵۹) پر  
 بحوالہ شیخ مسلم و بخاری لکھا ہے کہ فاطمہ علیہا السلام کی زندگی میں لوگ علیؑ مرتضیٰ  
 کی کچھ آویخت کرتے تھے ان کے مرنے پر وہ چھوٹ گئی تھی علیؑ عدم تو بھی صحابہ  
 سے مضطر ہو گئے اور ابو بکرؓ سے کہنا بھیجا کہ آپ مجھ سے تنہائی میں ملاقات  
 کریں۔ مگر آپ کے ساتھ عمرؓ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ عمرؓ کی صورت دیکھنا  
 بکروہ جانتے تھے اسی کتاب کے صفحہ (۶۱) پر لکھا ہے کہ خیابا میر نے  
 فرمایا خلافت ہمارا حق تھا مگر ابو بکرؓ نے اس کو لے لیا۔ اس کا مکور رخ ہوا یہ کہ  
 کہ بیعت کر لی اس وقت پہر مسلمان علیؑ کی طرف رجوع ہو گئے۔ طلباء مدرسہ  
 العلوم کی نظر میں۔ اگر خاندان نبوت کی کچھ فخر و منزلت ہے تو وہ اپنے  
 دماغ مبارک پر نور و سے کو نتیجہ پر آمد کریں کہ کیا قرن اول کے مسلمانوں اور

باخضو حضرت ابو بکر و عمر کو یہی زبیا تھا کہ اپنے بھائی کے گھر لے کر آیا تاکہ کریں  
 کہ وہ مضطر پریشان ہو کر غایت افسردگی سے حضرت ابو بکر کی خدمت میں  
 یہ این مضمون کا دیکھیں کہ آپ تنہائی میں مجھ سے ملاقات کریں مگر آپ کے  
 مہدم عمر صاحب ساقیہ ہوں و دشمنوں کا میل ملاپ طلباء کو دکھایا جاتا ہے  
 ان میں ایک مستقل ہے (ابو بکر) اور دوسرا وہ جسکو صحابہ موجود الوقت نے بہ جرم  
 عدم اطاعت ابو بکر مضطر پریشان کر رکھا تھا مقتدر نے مقام یہ تھا کہ جب ہر دو  
 مستقل مضطر پہنچا ہوئے ہوں گے تو مسئلہ کلام اس طرح چلا ہو گا۔ علی المرتضیٰ  
 نے جو کہ عدم تو یہی صحابہ سے از ہوں برخاستہ خاطر تہذیبہ صاحب سے کہا  
 کہ گا کہ جس خلافت پر آپ مستقر ہیں یہ در اہل سیرا حق سے محکوم اپنی ناکامی  
 سے از ہوں رنج ہے۔ آج تک باہر اجداد کا فتنہ ساڈر سے رہا شاید آپ پہلے  
 سوچا کہ کہ حق حق دار و در پس دار کے مصداق جس گئے۔ مگر اپنے تو سخت  
 خلافت پر یہ ابن بنو علی پہنچا رہے ہیں کہ جیسے چل گوشت کے پٹے کو دوج  
 یعنی ہے۔ محکوم صحابہ گرام نے از ہوں تنگ کر دیا ہے نہ کوئی مسلم و پیغام کرتا  
 ہے نہ اپنی محبت میں بیٹھا ہے۔ غافلہ فی ذلک تک تو لوگ پہلے ظاہر رہتے  
 تھے ہوں کے بعد وہ بالکل جاتی رہی میں نہایت دل تنگ ہو رہا ہوں گوشت  
 نشینی سے طبیعت اگتا گئی ہے۔ ہاں۔ بڑھا ہے تاکہ میں ہی زمرہ تابعین  
 کی فرد میں شمار کیا جاؤں اور یہ افسوس کی سرسی جو میرے شامل حال ہو رہی  
 ہے دور ہو جائے۔ الموقوف پر یہ توجہ کرنا ہی ضروری ہے کہ علی کو کن و کنوں  
 نے کس کے اشارہ سے پریشان کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جسکو علی کا سلسلہ تابعین  
 میں داخل کرنا منظور تھا اُنہی نے یہ تہ سیر کی ہوگی کہ ان کو ایسا تنگ کیا جائے  
 کہ بالآخر مجبور ہو کر میری متابعت اختیار کریں چنانچہ یہی ہوا کہ جب علی نے  
 معاذ اللہ حجت کر لی تو یہ مسلمان اُن سے رضا مند ہو گئے۔ دیکھو موقف  
 المرتضیٰ کا یہ جملہ متذکرہ (جب علی نے بیعت کرنی اس وقت مسلمان پہرٹی کی

رجوع ہو گئے۔ اہل ایمان اللہ قرن اول کے کیا ہی پاک نسبت مسلمان تھے  
 بعد رسول اپنے بنی کی خاندان کی خوب عزت کی اول مرتبہ جو حضرت ابوبکر کو  
 بیعت کرنے پر مجبور کیا تھا اس وقت تو آپ نے اپنے بھائی پر خلافت ہونے کی  
 ایسی دلائل پیش فرمائی تھیں کہ ناچار ہو کر ابو بکر صاحب کا علی کو چھوڑنا پڑا تھا  
 مگر کب تک بچ سکتے تھے و قانع بیعت اول اس طرح پسہ۔ بروایت رافضیہ  
 الاحباب جب حضرت ابو بکر نے دیکھا کہ علی کے بقدر سہولتیں نہایت مستحکم و استوار  
 بلکہ مقابل صد ہزار ہیں تب اپنے وزیر ائمہ عمر صاحب کو فرمایا کہ اب ان کو  
 چھوڑ دو کچھ تفرض نہ کرو فاطمہ کی زندگی تک میں ان کی سختی کو برداشت نہیں کرتا  
 جو سیدہ علی کے آزاد رہنے کے لئے حلیفہ صاحب نے مقرر فرمائی تھی وہ فاطمہ  
 کی زندگی کے ساتھ ختم ہو چکی تھی اب وہ کیونکر آزاد رہ سکتے تھے حلیفہ صاحب  
 نے اپنے دماغ کو اشارہ کیا ہو گا کہ یہ ایسا موقع ہو گا علی کو ایسا تنگ  
 کرو کہ یہ بالآخر مجبور ہو کر میرے حلقہ اطاعت میں داخل ہو جائیں۔ ناذک  
 طبیعت لوگوں کو اس موقع پر یہ بھی قیاس کرنا چاہیے کہ حضرت ابو بکر نے  
 یہ کیوں فرمایا تھا کہ تاحیات سیدہ میں علی کے ساتھ کوئی جابرانہ کارروائی  
 نہیں کر سکتا بعد ان کے دیکھ لیا جائے گا جن کارروائیوں پر یہ حکم لکھا گیا تھا اس وقت  
 حلیفہ صاحب کی عمر ۶۱ سال کی تھی اور جناب سیدہ جوان اس نہیں لایا اور بڑے  
 آدمی کو جو ان نر کی کے مرنے اور وہ بھی زمانہ قریب میں کیونکر یقین ہو گیا  
 حلیفہ صاحب کو باعتبار اس صریح شہید کے جو کہ بوقت آتش بازی حضرت  
 فاروق اعظم نے سیدہ کو پہنچائی تھیں۔ یقین کامل تھا کہ میرے قوت بازو  
 اور یقین خلافت کے مصبوط پر نرے نے فاطمہ کو اس قابل ہی نہیں رکھا  
 کہ وہ کچھ زیادہ دون دنیا میں زندہ رہ سکیں طلباء آئینہ خن نما مطوعہ  
 مقبول پر بس متصل جتنی قبر دہلی سے ملتا کہ ملاحظہ فرمائیں رسالہ مذکور صرف  
 ایک آنہ کو ملتا ہے اس میں جو الہ کتب علمائے اہل سنت دکھلا دیا گیا کہ

حکیم حضرت ابو بکر فاروق اعظم نے بیعت کی گیر و دار میں جناب سیدہ کو دعاؤں  
 صدمہ پہنچایا۔ مقام تامل نہ تھا کہ جس زمانہ میں گروہ اصحاب کی یہ حالت ہو  
 کہ وہ اپنے ولی نعمت کے خاندان کو مضطرب پریشان کر دیں اور حوزہ حلیفہ وقت  
 لوگوں کو ابھار کر ان کے تنگ کرنے پر آمادہ کر دے اس وقت کے آدمیوں کو  
 یہ کب وقار مل سکتا ہے کہ ان کی لالفت بہ نظر علحدہ اند حوالہ قلم کی جائے۔ انوس  
 ہے کہ مصنف باقمیز نے اپنے کتب خانہ پر نظر نہیں ڈالی اگر ایسا کرتے تو کبھی میر  
 الصدوق لکھنے پر ان کی امت اجازت مذہبی جن کتابوں کو پیش نظر کر کے سیرۃ  
 مذکورہ ترتیب دی گئی ہے ان کا ذکر ذی الطبع مصنف نے صفحہ ۲۲ (سطر ۹) کے  
 تا آخر صفحہ مذکور کیا ہے۔ جعفر نے اپنے اس ناچیز تالیف میں جو مضامین اس  
 وقت تک پیش کئے اور آمیزہ انشاد امتد ثنائے کرنے والا ہوں وہ اکثر  
 بیشتر انہیں کتابوں سے ہیں جن کو مصنف محل استدلال میں لائے ہیں۔ مثلاً  
 بخاری و مسلم۔ معارف ابن قتیبہ۔ کمال ابن اثیر۔ استیعاب فی معرفت اصحاب  
 مولفہ عبد البر۔ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ ازالۃ السخا۔ تاریخ بلاذری۔ عقد  
 الفرید۔ ریاض النظرہ وغیرہ وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب کتاب سے وقت  
 مصنف کی نظر سے کتب بالا کے وہ اوراق جن سے میں نے اقتباس و مطالب  
 کیا ہے۔ پوشیدہ ہو گئے ہوں یا قدرت نے ان پر نظر ڈالنے سے آنکھوں  
 پر پٹی باندھ دی ہو حضرت ممدوح الوصف چونکہ ایک طہانہ اسلام میں رہے  
 عالم ماننے لگے ہیں اور بقول ان کے مولوی ضیاء الدین صاحب نے انکو  
 نقد یہ و یا تھا کہ قرون اولی کے سربراہ آردہ و نمایذہ صنادید لوگوں  
 کے حالات سے وہ طلباء و مہتمم العلوم کو آگاہ فرمائیں۔ لہذا حسب طریقہ  
 مروجہ زمانہ حال ان پر لازم تھا کہ جو مضامین درج کتب کئے گئے ہیں  
 بقید صفحہ و سطر ماخوذ مذکور کا چم و سینیہ تاکہ عند الضرورت معلوم کرنے والا  
 اصل کتاب سے مطابقت کر لیتا۔ مگر انوس ہے کہ انھوں نے متن کتاب میں

میں کہیں ایسا نہیں کیا۔ ضرور ہمارا حال کتاب کچھتے چلے گئے ہیں میں یہ تو نہ کہوں گا کہ  
 ایسے عالم نے غلطی اٹھائی۔ مگر اس پر ضرور عرض کروں گا کہ اُن سے سخت فروگزاشت  
 ہوئی اگر وہ آئندہ مابقی خلفاء سے کسی کی پیروی کو ہدیہ انظار اطفال کریں تو ان باتوں  
 کا لحاظ فرمائیں جو نہ کرنے پر دار دیگر کی گئی ہے۔ صحابہ موجودہ مدینہ کا حضرت علی کو  
 آزدہ کرنا اور اُن کے احرام سے روئے لوقہ پھر الینا اور اُن کا مضطر پریشان ہو کر  
 یہ مجبوری ابو بکر صاحب صلح کر لینا یہ بازاری جبر نہیں ہے بلکہ مسلم و نجاشی شریف کا  
 مضمون ہے طلباء کو اس بات سے اُن قرن مقدس کے لوگوں کا اندازہ کرنا چاہیو  
 کہ کس درجہ بے ادب تھے کہ آنحضرت موانع متعدد پر اہل بیت کی تعظیم و تکریم کرنے  
 پر صحابہ کو ہدایت فرمائیں اور لوگ بعد وصال حضور اُن کی پریشانی کا سبب بن کر  
 ورطہ اضطراب میں ڈالیں گو کہ حضرت امیر نے یہ ظاہر صلح کر لی تھی مگر کبھی اُن لوگوں  
 سے شیر و شکر نہ ہوئے۔ ہمیشہ الگ تہلک ہے۔ چنانچہ عبدالرحمان بن عوف ابی ریحان  
 کے صفحہ ۷۳۲ پر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر عمر کی خلافت دہ سال میں بے مثل زمانہ  
 خلافت اول گوشہ نشین رہے۔ اُن کے افسوس صحابہ نے ارشاد رسول کی کپیہ پورا  
 نہ کی اور اُن کے خاندان کا قطع قلع کر دیا۔

الحاصل قروں اولیٰ میں ایسے ناشائستہ لوگ تھے اور وہی خاص صحابہ آنحضرت  
 جن سے تبلیغ رسالت میں حضور پر لوزر رک رک کر کام کرتے تھے اور اُن کی نواہت  
 و سرتابی پیش نظر کر کے ضروری احکام الہی کو قتل میں ڈال دیتے تھے۔ قرآن  
 پاک بہ الفاظ صاف و صریح شہادت دے رہا ہے کہ بے شہیدہ اس وقت  
 کے مسلمان ایسے نامسلمان تھے جن سے خوف کہا کہ حضور صلعم بعض احکام الہی کے  
 بیان فرماتے ہیں پس و پیش کرتے تھے۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل من ربک  
 وان لم تفعل فما لبخت رسالتہ واللہ یعصم الناس الی آخرہ  
 یعنی اے رسول جو حکم کہ تیرے پاس پہنچا گیا ہے اسکو خلافت تک پہنچا دو

اور اگر تو نے اسکو نہ پہنچایا تو گویا باری رسالت ہی نہ کی تم جو لوگوں سے اس حکم کے بیان کرنے میں پہنچاتے ہو، دروہیں اذیہوں کے شرور سے ہم تمہارے بچانے والے ہیں، اسکا حکم منجانبہ دکھلانا منظور نہیں ہے کہ وہ کیا حکم تھا جس کے پہنچانے میں خدام ختمی مرتبت کو نال تھا اسکی پوری بحث میرے رسالہ آفتاب خلافت میں موجود ہے۔ لیکن آیہ میار کہ تذکرہ بالا سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت پر کوئی حکم آیا تھا۔ جس کی تبلیغ معوض تامل میں متقی اسپر تاکیدی رو بکار ایک اور آیا کہ اگر آپ نے عقیل نہ کی تو خدمات رسالت فی عدم بجا آوری ثابت ہوگی، لازم ہے کہ میدٹرک ہو کر بجد و خوف مت کرو جو لوگ شیعت کر کے آپ کے ارشاد کی نقیل ہیں بچکا پیدا کریں گے اسی کی گوشمالی اس طرف سے ہو جائے گی یہ آیہ شریفہ قریب دمانہ وفات نازل ہوئی ہے اس وقت آنحضرت تمام مہات رسالت سے فراغت پا چکے تھے۔ اکثر و تمام ترا حکام الہی خلافت تک پہنچ گئے تھے۔ مگر یہ پچھلا حکم کچھ ایسا ڈبل تیربی و جرنیلی کا پہلوئے ہوئے تھا کہ اگر اسکی نقیل نہ ہوتی تو ۲۳ برس تک جو اجرائے کار رسالت میں حضرت نے محنت و جانفشانی فرمائی تھی۔ سب پر پانی پہر جاتا۔ اہل اسلام یہ خیال فرمائیں کہ آنحضرت دیدہ و دانستہ اس حکم کو غیر ضروری سمجھ کر ٹالم ٹولا کر رہے تھے۔ نہیں حضرت چاہتے تھے کہ در انداز و اجبار لوگ علحدہ ہوں تو وہ حکم پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں اور علامہ سیوطی نے فقیر در ثنوی میں۔ نیز صاحب جمیل السیر نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے جناب باری سے عرض کیا کہ خدا یا میرے ساتھ یہ نئے مسلمان ہیں زمانہ جاہلیت کی خو بو ابھی ان کے طابع سے نہیں گئی بڑے سفر جاہل و کذہ ناتراش ہیں۔ مجھ کو خوف ہے کہ کہیں اس حکم کو سنکر میری تکذیب نہ کر بیٹیں اس پر حکم آیا کہ تم توشیح نہ کرو ان شیاطین کے شر سے ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ ہر سہ کتب مذکورہ کی عبارت رسالہ آفتاب خلافت کے صفحہ ۱۳۵ پر موجود ہے ۲۲ کس علمائے اہل سنت جن کے نام مع کتاب اور

وعبارت و توثیق علیا جلد دوم عقبات الالوار کے صفحہ ۹۳۳ ہے تا صفحہ ۹۳۴ (۵۴۲) درج ہے لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پر پہنچے اسی وقت آیہ یا ایہا الرسول بلغ نازل ہوئی بہ نظر تقویت کلام ایک مشہور عالم امام فخر الدین رازی کا بیان حوالہ قلم کرتا ہوں عالم موصوف نے تفسیر کبیر میں آیہ موصوفہ بالا کی تفسیر میں دس سبب بیان فرمائے ہیں لیکن بروایت حضرت ابن عباس و برادر ابن عازب و امام محمد باقر علیہ السلام و سوان سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ آیت در باب حضرت امیر نازل ہوئی ہے۔ نہ گام نزول آپ نے عذیر پر تمام صحابہ کی موجودگی میں علی کا ہاتھ پکڑ کر سبک کھدیا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اسی کے علی مولا باہیں حضرت عمرؓ نے یہ حکم سن کر فرمایا کہ اے علی تم کو مبارک ہوئے کہ آج آپ میرے اوجیح مومنین کے مولا ہوئے۔

انجیب جب کہ حضرت عمرؓ نے یہ حکم سن کر فرمایا کہ اے علی مت کو مبارک ہو کہ آج آپ میرے اوجیح مومنین کے مولا ہوئے اسی کی پریشانی گئے لئے ایسے باب ہجیم ہنچائے کہ ناچار ہو کر حضرت امیر نے ابو یوسف سے کہلا بھیجا کہ آپ مجھ سے تخلص میں ملاقات کریں لیکن عمر صاحب کو اپنے ساتھ نہ دلائیں کیوں کہ اُن کے رخِ انور پر نگاہ ڈالنا حضرت امیر کے نزدیک مکروہ مظاہر بالآخر نتیجہ کلام یہ نکلا کہ قرن اول بالکل اس قابل نہ تھا کہ اس کو زمانہ خیر و برکت سمجھ کر لائق مصنف انتخابی مبعوث فرمائے وہ ایسا پر آشوب وقت تھا کہ آنحضرت قوی و فعلی دونوں قسم کے معاملات میں بعض مواقع پر اپنے رفقا کی ناشائستگی سے کار فرما ہوتے تھے قوی کا حال تو سن لیا کہ حکم خدا کے پہنچانے میں حضرت کو کسہ رجمہ تیر و دو لاحق حال تھا اب فعلی کی حقیقت طلبا و سماعت فرمائیں

صاحِبِ یہ یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے بی بی عاتکہؓ سے



سے فرمایا کہ میرا اگر حکم تیری قدیم فی سرتابی و بغاوت کا ٹھکانہ ہونا تو ابھی  
 حکم دیتا کہ کعبہ معظمہ کو اسی بنیاد پر قائم کریں کہ جس پر میرے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم  
 نے کہا تھا چونکہ حضرت نے قوم عایشہ کے خلل انداز ہونے کا منظر ظاہر فرمایا  
 لہذا شاہ صاحب کو اس موقع پر یہ نظمان واقع ہوا کہ قدم عایشہ کی بتیس سوے  
 ابو بکر و عمر و دیگر قریش کے اور کسی پر نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا انھوں نے یہ بات  
 بتائی کہ قدم عائشہ سے ان کا قبیلہ وغیرہ وغیرہ قریب اہل خاندان مراد ہیں  
 بلکہ جس کے خوف سے حضرت نے کعبہ کی درستی نہ کی تھی وہ تانہ مسلمان لوگ  
 تھے یہ ہی عذر مولوی محمد قاسم صاحب ناؤ ٹوٹی نے رسالہ تصفیۃ الفقائد مطبوعہ  
 مطبع عثمانی دہلی کے صفحہ (۸) سطر اپر لکھا ہے، جناب راسخا علی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم نے جابلان امت سے جو اخیر میں بکثرت مسلمان ہو گئے تھے یقیناً ارتداد  
 و مخالفت کر کے کعبہ کو مہدم نہ کیا ورنہ بنیاد ابراہیمی پر بناتے اور دہلیز کو زمین سے  
 نکالتے اور شرقی و غربی دو دروازے بناتے دیکھئے شاہ صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب  
 ہر دو علمائے اسلام کا یہ باطن کد رجب توہین کی ہے محض قدم عایشہ کے بچانے  
 ہیں یہ ایمان بازی کی کہ احاطہ اسلام میں ایسے جہلا کا داخل ہونا تسلیم کر لیا جن  
 کی نسبت آنحضرت کا یہ خیال تھا کہ اگر ہم بنیاد ابراہیم پر قائم کریں گے تو ابھی یہ  
 لوگ زندہ ہو کر مخالفت پر کمر باندھ لیں گے معلوم ہوا کہ زمانہ آخر میں جو مسلمان  
 ہوئے تھے اور بعد اسلام حضرت کی صحبت میں رہ کر شرف صحابیت سے بہرہ ور  
 ہوئے وہ لوگ سچے ایماندار نہ تھے بلکہ کفر نے اُن کے قلوب کو ایسا سخر کر لیا تھا  
 کہ اپنے پیغمبر کے امر جائز (درستی کعبہ پر بنائے قدیم) پر بگڑ جانا اور اُنہیں پاؤں کھر  
 کی طرف لوٹ پڑنا ان کے نزدیک ایسا ہی آسان تھا جیسا کہ آج کل سلاطین اسلام  
 کے بنائے ہوئے مسلمانوں کا آریہ و نصرانی و چار و بیک ہو جانا ہے۔ سورہ  
 بقرہ میں خدا فرماتا ہے۔ اے محمد جب خدا کی مدد پہنچے گی۔ تم دیکھو گے کہ فوج فوج  
 لوگ دین خدا میں داخل ہوتے ہیں اس وقت تم شیخ و مستفاد میں غول ہونا یہ عجیب

متاثر ہے احاطہ اسلام میں داخل تو ایسے لوگ ہوں جن کے دلوں پر کفر و ارتداد  
 کا نمک چھڑکا ہوا تھا اور خدا اُن کا عاقبت اندیشوں کا دین الہی میں داخل ہونا  
 بیان فرما کر حضرت کو حکم بہ تہجد و تسبیح کر کے خبر کچھ بھی ہو مصنف صاحب جو قرآن  
 منتخب کر کے لڑکوں کو سبق پڑھایا تھا کہ اُس دور کے مسلمان غاصص اسلامی تعلیم کا  
 نمونہ تھے اور وہ بہترین منظر اسلام تھے ان کی پیروی مسلمان بلکہ ہر انسان کو ضرور  
 مستقیم کا پتہ دینے والی ہے اُنکی قلبی کھل گئی۔ وہ ایسے تھے کہ جن کے خوف از اللہ  
 سے حضرت بہت سے ضروری کام چھوڑ دیتے تھے اس موقع پر تو حضرت علمائے  
 موصوفہ الصدر نے قوم غائبہ میں جہلا و وجدید الاسلام لوگوں کو بلا کر اپنے  
 محبوب نیرنگوں کو بچا لیا مگر عقبہ کی واردات پر کیا حاشیہ چڑھائیں گے بالفاظی۔  
 جمیع اہل اسلام منافقین نے آنحضرت کا اونٹ بہر گانے کے لئے جبکہ وہ لات کو  
 پہاڑ کی گھاٹی (عقبہ) میں سفر کر رہے تھے اونچے اونچے مقام سے بڑے بڑے  
 پتھر بہ ایں عرض ڈھلکائے۔ کہ حضرت کا اونٹ چونک اور بدک کر اپنے سوار  
 کو گرا دیوے۔ سات تار یک تھی بجلی چمک رہی تھی حضرت نے ان سب افسوس  
 کو دیکھ کر بچان لیا کہ فلاں فلاں صاحب ہیں۔ لیکن۔ بخوف شرارت عام طور  
 پر اُن کے نام شہر نہ کئے بعض صحابہ مخصوصین (حذیفہ) کو بتلادیا کہ جن کو گور  
 نے میری ہلاکت کا سامان ہم بچایا تھا خالد و حامد و عمر و بحر فلاں آدمی تھے  
 یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ حضرت کس سفر سے واپس آتے تھے جس میں بیشک  
 واردات اصحاب با وفانے کی تھی حم عذیر سے اعلان ہوا نیت حضرت امیر کے  
 جب آپ مدینہ واپس آ رہے تھے۔ اس وقت یہ امر مکروہ پیش آیا تھا جو لوگ  
 کہ حضرت علی کی ولایت سے منکر تھے وہ ہی اس فعل کے مرتکب ہوئے تھے۔ اگر حضرت  
 اُن کے نام بتلا کر بغیر فیض چوتروں پر کوڑے لگواتے تو فوراً وہ لوگ اسلام  
 ظاہر چھوڑ کر مرتد ہو جاتے۔ حذیفہ کا منافقین کے نام سے آگاہ ہونا ایسا شہر  
 ہے کہ شاہ صاحب نے بھی تحفہ میں تسلیم کر لیا ہے کہ آنحضرت نے اُن کو منافقوں

کے نام سے آگاہ فرمادیا تھا۔ لیکن حذیفہ کی کوتاہی نہ تھی۔ حضرت عمر کو تشویش پیدا ہوئی کہ کسی طرح پھر سربستہ کھائے، انھوں نے دریافت کیا کہ بھائی حذیفہ آپ کے پاس جو فرد منافقین ہے اس میں بندہ کا نام تو نہیں حذیفہ صاحب رلے جواب دیا کہ میں امین ہوں کشف اسرار نہیں کر سکتا (انت اعلم مفیک) آپ اپنی لغزانی حالت پر کما ہی آگا ہی رکھتے ہیں خود سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لیجئے اگر حضور داخل جماعت مفسدین ہو کر مرتکب بے ادبی ہوئے تھے تو میری فرد کے کسی گوشہ میں آپ کا نام ضرور ہو گا بصورت دیگر خدام دولت کو کوئی تردد نہ ہوتا چاہئے۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ حضرت حذیفہ نے حنیفہ صاحب کو کیوں اطمینان دلایا اگر ان کی یادداشت میں عمر صاحب کا نام نہ تھا تو صاف کھدیتے کہ بندہ پرور آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ خالص ایمان دار لوگوں میں جناب شمار کئے گئے ہیں نزول وحی آپ کی رائے پر ہوا کرتا ہے اکثر مواقع پر آنحضرت کی رائے رو ہو کر حسب صواب دید حضور احکام اتھانی نازل ہوئے ہیں بعض باتوں کے لغز میں جو رسول سے لغزش ہو جاتی ہے اس کی روک تھام آپ ہی تو کیا کرتے ہیں بنی صاحب آپ کے داماد تھے۔ بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ ان کو ضرر پہنچا کر جو ان بیٹی کی منتھے جوڑیاں ٹھنڈی مہونے کا سبب بنتے آپ کا یہ محض خیال ہی خیال ہے کوئی صلیت نہیں رکھتا ایسا کھدینے سے حذیفہ پر کوئی الزام افسارے راز عاید ہو سکتا تھا ایک ایک طرح کا مدوح فعل ہوتا کہ بارہ مومن کو ورطہ شکوک سے نکال دیتے۔ حذیفہ اسی وقت اس وقت ملازم بہ جرم بیانت ہو سکتے تھے جبکہ کمی ایسے شخص سے کھدیتے جو کہ درحقیقت منافق ہوتا اس سے بالاتر شبہ حضرت عمر کے استفسار پر وارد ہوتا ہے یہ بزرگ تو حضرت کے اتالیق و معاصب خاص تھے۔ چار بار ان رسول میں دوسرے بنبر کی کرسی ان کے پائے نام تھی بقول اہل سنت آنحضرت نے ان کی سنت بشارت نبوت دی تھی فرمایا تھا کہ ہم پر نبوت ختم ہو گئی اگر یہ سلسلہ جاری رہتا تو عمر پہلے

تخص تھے جو بعد بارے ہی ہوتے۔ ایسے حال اوصاف جلیلہ کو یہ وہم کیوں پیدا ہو گیا تھا کہ اپنے ایمان و نفاق کی لذت استفسار کرتے پھرتے تھے۔ علاوہ بریں اس پوچھ گچھ کا ایک نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ عمرضاجب کو آنحضرت کے صادق القول ہونے کا پورا یقین نہ تھا اگر وہ فی الواقع منافق نہ تھے تو کیا ان کو یہ خیال تھا کہ حضرت کسی ایسے شخص کو بھی منافق بتلا دیں گے جو کہ درحقیقت مومن تھا۔ ایسے خیال والے کی لذت کہا جاسکتا ہے کہ وہ مرتبہ نبوت سے بالکل ہی نادانفت تھا۔ حضرت عمر کی طبیعت میں کچھ ایسا شک پیدا ہو گیا تھا کہ ان کو اپنے ایمان ہونے کا بالکل یقین نہ رہا تھا۔

ابن عبد البر نے کتاب استیعاب کے صفحہ (۴۰۴) پر نقیق ابو داؤد و سرق کی چند روایتیں بھی ہیں جو کہ حضرت ام سلمہ سے کی گئی ہیں۔ خلاصہ روایات یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بعض اصحاب ایسے ہونگے کہ جن کی قیامت میں میں نہ دیکھ سکوں گا نہ وہ ہکو دیکھیں گے حضرت ام سلمہ نے عرض کیا بے چہرہ کیا میں بھی ان لوگوں میں داخل ہوں جو کہ حضرت کو نہ دیکھ سکیں گے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں تم کو اس جماعت سے نہ خارج بتلائی ہوں نہ داؤد (افوس ہے کہ مثل حدیفہ ام المومنین نے ہی حیفہ صاحب کو دام تشویش میں الجھا ہوا رکھا اپنی بعض خوش عملی سے حضرت عمر کو اپنے منافق ہونے کا کچھ ایسا یقین کمال ہو گیا تھا کہ ایک موقع پر قسم کہا کہ کھدیا کہ رب اللہ یا حدیفہ اذا من المناذرتین اس واقعہ کو امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں تحریر فرمایا ہے۔ قابل مصنف نے جس زمانہ کو لائن بحیثین سمجھ کر ان اوقات کے حکام کو استحق سرداری سمجھا تھا بعنایت الہی اس وقت کے مشاہیر لوگوں کی حالت ظاہر ہو گئی کہ منبع مفسد تھے۔ ممکن تھا کہ میں اسی جگہ یا اس موقع سے پہلے قلم روک لیتا کہ نہ خیف نے اتنا ثبوت برد و عوے مصنف پیش کیا ہے کہ جس کے ابطال پر تمام عالم کے علماء اگر جمع ہوں تب بھی ممکن نہیں ہے کہ قلم اٹھا سکیں

مگر چونکہ تا وقت طالب علموں کا علمی سرمایہ بڑھانا مد نظر ہے۔ لہذا کچھ اور حالات و وقت خامہ کرتا ہوں شاہ ولی اللہ و ہلوی ایک رسالہ میں جو کہ سنی قبائلیہ و قبیہ فی البقیعہ الاصبیہ ہے ذی عزت اصحاب رسول کے باہمی ارتباط کا نقشہ یہاں عنوان کھینچتے ہیں کہ در حق اصحاب آنحضرت اعتقادِ نیک باید داشت و زبان را بجز بنادب ایشان جاری نباید ساخت و برین سلسلہ را جو صف خطا کردہ اند تو سے گمان می کنند کہ ایشان با ہم سبب صاف بودند و ہرگز مشاجرات میان ایشان نگذشتہ و ہم صحت بہت زیرا کہ نقل مستفیض شاہد است بر مشاجرات ایشان و انکار این نقل مستفیض نمی توان کرد تو سے اس چیز کا بدیشان منسوب دیدند زبان بہ طعن و لعن کشاوند و در وادی ہلاکت افتادند برین فقیر مجتہد اند کہ اگرچہ اصحاب معصوم نہ بودند و از بعض عوام ایشان ممکن کہ چیز کا بوجود آمدہ باشد کہ اگر از دیگران نقل آن بوجود آید مورد طعن و جرح گردد اما ما موریم کہبت اللسان از مساوی ایشان و ممنوع علیہم از سب و طعن بقدر ابرائے مصلحت و آن مصلحت این بہت کہ اگر فتح باب جرح در ایشان شود روایت از حضرت پیغمبر منقطع گردد و در انقطاع روایت بر ہم خوردن ملت مست اہتبی کلامہ۔

طلبائے مدرسہ العلوم کو تجر صدر کے چند مقامات پر نظر فرمائی چلے ہے  
اول یہ کہ اصحاب آنحضرت جن کا نشو و نما قرونِ ادلے میں تھا صاف باطن نہ تھی  
اور بایکدگر مشاجرت و مخالفت جو کہ بدترین اخلاق انسانی ہے رکھتے تھے  
عند السبب بغض صحابہ ایک سنگین جرم قرار دیا گیا ہے و رہا جبکہ وہ لوگ باہم  
حد و عقد و عناد و عداوت رکھتے تھے۔ لہذا سب کے سب مجرم و خطاوار تھے  
دوم یہ کہ ایک قوم نے اصحاب کو متبادلے بلائے حضومت دیکھ کر ان کو لعن و طعن  
کرنا شروع کیا بدانت حقیر جنہوں نے ایسا کیا یا کرتے ہیں بہت خوب کیا  
مخاطبات و بنا موقوف بحالات ظاہری ہیں اچھے کو اچھا اور برے کو بُرا کہا  
جاسکے گا۔ سوم یہ کہ ایک قوم نے انکار کیا کہ ان میں مخالفت نہ تھی بلکہ موافقت

رکھتے تھے اس گروہ کو دلی اللہ صاحب و بھی بتلاتے ہیں کہ اس معنی کہ وہ اپنی  
طاہری امر سے انکار کرتے ہیں جو کہ نقل مستفیض ہے نہ ثابت ہے طالب علموں کو معلوم  
کر لینا چاہیے کہ اسلام میں وہ کون گروہ ہے جو کہ (اصحابۃ کلمہ عدول)  
کا قابل ہو کر پاو صفت تشاہر و تخاصم ان کے اتحاد و سینہ صاف ہو نہ کا معتقد  
ہے جو گروہ اس عقیدہ کا منتض ہو جائے اس کی پیشانی پر وہی ہونے کا چمکدار  
ٹیکا لگا دیں۔

چارم ہے کہ اصحابِ نبوی سے درحقیقت ایسے امر گروہ و ناشائستہ معرض  
ظہور ہیں اُن کے اگر سوائے اُن کے کسی دوسرے نفس سے وہ حرکات واقع ہوتی  
تو موردِ جرح و طعن ہو سکتا تھا اس کا دفعیہ شاہ صاحب یہ کرتے ہیں کہ وہ لوگ صحابہ  
نہ تھے ہیں عرض کرتا ہوں کہ بے شبہ اہل عصمت ہیں اُن کا شواہد و محقق اور جو کہ پہلے  
ادنیٰ ہوئے چاہیں وہ ایسے نہ تھے بعض اُن میں حد درجہ کے شور و پشت تھے مگر کیا  
اُن میں آویست و شرافت و تہذیب انسانی ہی نہ تھی۔ ابتیار کے صاحب  
ایسے ہی عامیہ نہ طبیعت کے ہوا کرتے ہیں جیسے صحابہ کرام تھے۔ پنجم یہ کہ اُن کے  
معاشرت میں کچھ چون و چرا نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ کھٹ اللسان رہنا مناسب ہے  
روبان و زبان پر تیلی رکھ کر چپ ہو جانا یہ عجیب تماشا ہے کہ قرن اول کے  
ذی عزت بزم کو رکھی کا مال چراہیں۔ کھی کا گھر بلا میں کسی کو ضرب چوب و  
لکد و مشت سے ادبیت پہنچائیں جس کو شہر بار کریں کسی کو اس کے حق واجب  
سے محروم کر دیں اور اُن واقعات کے دیکھنے اور سننے سے اسے جہنم کے دھانگی  
سے دُشمنوں کا بھینہ گرنے کے دم بخود ہو جائیں مستلزم یہ کہ اگر اُن کی مذکر درجہ  
پر نظر کے قطع قتل کو کیا جائے تو مختصر کے احکام امت تک کیونکر  
پہنچیں اس سورت میں مذہب بھی درجہ و برج ہو جائے۔ عینیت کہتا ہے کہ  
ایسے لوگوں کی روایات کا کیا اعتبار ہے کہ اپنی اطوار میں کو خصل  
دے کر دینے فلطرح روایات بیان کریں جو جن سے اقلت و مذہب جاننا رہی

کہونکہ راویان حدیث کے لئے تقاہت و عدالت ایک لازمی بات مانی گئی ہے۔ بہر کیف اکثر اصحاب رسول ایسے تھے کہ جیسے عام جہلاد بڑھنے و جھگڑنے و ذنگا مشتی کرنے والے ہوا کرتے ہیں اُن کی سیرت پر جو عمل کرے گا اُس کے تمام افعال و اقوال درجہ اعتبار سے گرے ہوئے ہوں گے۔ مرزا حیرت دہلوی ایسے با تہذیب شخص حضرات اہل سنت میں مانے گئے ہیں کہ اُن کی تابغات اور کمرز گزٹ سے کوئی گہرا بیبا نہیں جو خالی رہا ہو۔ و چون بزرگان دین اعلیٰ خلفائے ثلاثہ کی متابعت اور عامل بہ سیرت ہوتے ہیں لیکتائے دہر شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ انھوں نے امانتِ اہلبیت کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔ شہادتِ مولفہ مرزا صاحب کے جس نے دیکھا ہے وہ پیر حقیقہ پورے طور پر تائید کر سکتا ہے۔ بطور نمونہ اُس حال سیرت ابوبکر و دیگر خلفاء کا عقیدہ لکھتا ہوں۔ وہو ہذا

کمرز گزٹ۔ سورجہ ۲۳۔ فردری سنہ ۱۹۷۶ مطابق ۹۔ محرم ۱۳۲۵ھ میں فقرات ذیل در بابِ یزید مرزا صاحب نے حوالہ قلم فرمائے ہیں فقرہ اول حضرت یزید علیہ الرحمۃ

دیگم اب ہم اس بات کو دکھانے ہیں کہ حضرت یزید علیہ الرحمۃ کی نسبت۔ سوم اس شاہ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے بعض لوگوں نے عربی کے چند اشعار موزوں کئے۔

جہا رم اسوقت دمشق میں سیکڑون جلیل القدر صحابہ یزید علیہ الرحمۃ کے دربار میں موجود تھے خیم جس جوش اور صاف دلی سے حضرت یزید علیہ الرحمۃ کی تفریغ کی ہے طلبار کو تعجب ہو گا کہ ہمارے طبقہ کا مسلم الثبوت معروف عالم شخص یزید ایسے بدشمار کے باب میں ایسا نیک خیال رکھتا ہے کہ اُسکو حضرت اور علیہ الرحمۃ کہتا ہے اُن کو تعجب نہ کرنا چاہیے قرن اولیٰ کے اکثر مسلمان اور خصوصاً آنحضرت کے اصحاب اُس

مردود کو اپنا امام جانتے تھے۔ چنانچہ وہی مرزا صاحب اپنے اخبار  
مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ (۲) کالم ۳ پر لکھتے ہیں۔ جو لوگ یزید  
پر لعنت بھیجتے ہیں وہ درپردہ ہزارہا صاحب رسول کو گالیان دیتے  
ہیں جنہوں نے یزید سے اٹھتے پر سبت کر لی تھی اور آخر تک اسی سبت پر  
قائم رہے انتہی کلامہ

چونکہ قرون اوّل کے مسلمان منظر اسلام اور خالص مہمانی کا نشانہ  
تھے اور ان کی تقلید و پیروی مسلمانان موجود الوقت کے لئے ذریعہ نجات  
لہذا باقتدار مصنف کو چاہئے کہ طلباء کو ان صحابہ رسول کی متابعت پر  
آمادہ کریں جو کہ حبیبہ مرزا حیرت اطاعت یزید کی کھنی پشیا بنوں پر گدا سے  
ہوئے تھے دقیقہ بخ طلباء غور فرمائیں قرن اول میں ایسے مسلمان تھے اور وہ  
بھی عوام نہیں بلکہ صحابہ رسول کریم ایسے نابکار کی جوتیاد اٹھاتا فخر  
دارین جانتے تھے۔ یزید کے زمانے سے اوپر کے طبقہ پر نظر ڈالئے امیر  
معاویہ کا نورانی مرقع نظر آئے گا یہ بزرگ معہ اپنے ارباب کینٹی کے جیس تمام تر  
صحابہ رسول یا تابعین شامل تھے اور جن کا فتو و منا قرن اول میں ہوا تھا  
ممبر نبوی پر مبنیہ کہ خاندان نبوت کو گالیان دیا کرتے تھے اور جو شخص خدا  
و رسول سے شرم کر کے گالی دینے میں تامل کرتا تھا اس سے تعجباً پوچھا کرتے  
تھے کہ تم کو کون امرنا ہے جواب تو اب کو تا سزا نہیں کہتے۔ اٹھارہ کتب میں  
لکھا ہے کہ قرن اول کے اہل مکہ و مدینہ و شامی و بصری حکم معاویہ جلوسہ فرستے  
ممبر ہو کر خاندان نبوت کو گالیان دیا کرتے تھے۔ تمام کتبوں کے نام  
بحیث نے رسالہ اصل تحقیقت برد الحقیقت میں لکھ دیے ہیں یہ نظر اطمینان  
طلباء ایک سہل ترکیب لکھتا ہوں۔ کالج علی گڑھ کے دفتری کو حکم دیں کہ جلد  
درم صحیح مسلم کا صفحہ (۲۶۸) دکھاؤ جب ایسا ہوگا۔ معلوم ہو جائے گا۔ کہ  
معاویہ صاحب عذوبی گالیاں دیا کرتے تھے اور جو شخص اس امر حرام کے



اور کجاہ میں پس و پیش کیا کرتے تھے اس سے پوچھا کرتے تھے کہ تیرے کون انگریز  
 دینے سے روکتا ہے۔ مدد و احسان کا بغیر مصیبت کا یوں ہی تک قابل  
 دینیہ نہ تھا بلکہ جناب امام حسن علیہ السلام۔ جگر گوشہ رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو زہر دلا کر ان کے مرنے پر یہ نظر اٹھا رہا تھا سخت خوشی کی تکمیریں  
 بھی لگی ہیں۔ ایسے بزرگ کی نسبت شاہ ولی اللہ و پیران پیر حضرت عزت  
 الاعظم و ابن حجر کی صاحب موافق حرقہ و غیرہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ امام عارف  
 الاما عت اور صلحہ حق تھے۔ یہ سب بزرگان دین اہل سنت پیر شاہ ابو بکر  
 و عمر پر عمل کرنے والے تھے۔ اگر قلباً دئے حب بدایت و ختم مصنف سیرۃ صدیق  
 کو اپنا معمول بہ بنایا تو لا محالہ لازم آئے گا کہ وہ بزرگ کو خال حواری رحمت پرور و  
 مثل ہزار جبرائیل و امیر معاویہ کی طرح اہل بیت کو گایاں ہیں دو چار  
 سیدوں کو جو ہر سنگھیا کہلائی و سس پانچ بیگہ زمین جو کھی مید کے زیر  
 قبضہ ہو اسکو ضبط کریں چو کہ امیر معاویہ غس کو جو کہ حق سادات تھا  
 و با بیغہ تھے و یکجہ جمع مسلم مجدد صدیقی لا نور کا صفحہ (۱۰۷۱) و (۲۰۶۲)  
 جب طلبا آیا کریں گے تب پورے عالم بہ سیرت صدیق ہوں گے اے طلبا  
 درود میں گھبراہٹ آپ کی مسخراتی کروں قرن اول کے اکثر مسلمان جن کے  
 نقش قدم پر سر رکھنے کی ذی علم مصنف نے آپ کو ہدایت کی ہر ہرگز ایسے نہ  
 تھے کہ ان کو اسلام صحیح کا مظہر سمجھ کر واجب الاتباع سمجھا جائے جن لوگوں کو  
 خدا اپنے عقل سلیم عنایت فرمائی ہے انہوں نے کبھی زمانہ ابتدائی کے تمام  
 مسلمانوں کو اچھا نہیں سمجھا لایق و قابل تقلید وہ ہی مسلمان تسلیم کئے گئے ہیں  
 جن کا چال چلن درست تھا علامہ نقض زانی نے شرح مشاہد میں ان  
 لوگوں کے حالات کی قدر معلول کی ہے حقیر کچھ مختصر عرض کرتا ہے۔ علامہ  
 موصوف کہتے ہیں (جو امور کہ صحابہ بنویں ہیں از قلم معاذت و ناصحت  
 واقع ہوئے انہ تمام حالت کی فرستہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ

مرکز حق و صواب سے بفرار رخ در در ہو کر حدود علم و فتنہ پر پہنچ گئے تھے ان میں  
جو جھگڑے واقع ہوئے ان کا سبب سوائے حب ملکیت و ریاست و میل بہ دنیا  
و شہوات اور کچھ نہ تھا ایسے مکروہ باتوں کا صحابہ بنوی سے واقع ہونا مستبعد  
ہیں ہے۔ کیونکہ وہ لوگ مصمم نہ تھے نہ خیر کے ساتھ موسم علمائے اپنے من  
طن سے ان کے افعال و کردار میں محال و ترجیحات بہ اس عرض پیدا کئے ہیں  
کہ لوگوں کی طبائع ان سے متغیر نہو جائیں کیونکہ صحابہ کبار بشر بہ صواب دار قرار  
ہیں اہلبیت بنوی پر۔ جو کہ اہل ان کے اذہن سے گرائے گئے وہ ایسے نہیں  
ہیں کہ ان کو کوئی پوشیدہ کر سکے قریب ہے کہ ان بہ عنوانیونجی۔ جمادات  
و حیوانات۔ و نباتات گواہی دیں پہاڑ ان صدقات سے پھٹ جائیں تہاں  
سے خون کے آنسو ٹپکیں تہروں کے سینہ شکافہ ہو جائیں جو برائیاں کہ خاندان  
بنوت کے ساتھ ان جہلانے کی تھیں اس کا اثر کسی سے زائل ہونے والا نہیں  
ہے جو شخص کہ ان بدحرکات و وسیئات و بدعات کا باعث ہو اس کی گردن  
میں خدا کی لعنت کا طوق ہمیشہ پڑا رہے گا) طالب علم اپنے دل میں سوچیں کہ جو  
صحابہ کبار بشر بہ صواب دار قرار ہو کر یا شر حرکات ناشائستہ ہوئے وہ  
کون اور کس قرآن کے تھے آیا ان جھگڑا و طامع یا بند شہوات نفسانی کی  
اطاعت راہ نجات دکھلانے والی ہے یا کہ جہنم کے تنگ و تاریک گڑھے میں  
ہو آنے والی ہے دیکھو علامہ موصوف نے اس بدکیش گروہ کو صحابہ کبار  
اور بشر بہ صواب دار قرار فرمایا ہے۔ یہ ہی لوگ عشرہ مبشرہ کہے جاتے ہیں  
اگر ان لوگوں کو مظهر اسلام و ایمان سمجھا جائے تو نہ معلوم ناخواب و بدشمار  
کس گروہ کا نام تجویز کیا جائے گا۔ مصنف صاحب نے جو زمانہ پہلے مانتوں کا  
تجویز کیا تھا وہ اسی طرے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ  
مطبوعہ مطبع جتائی کے صفحہ (۱۶۲) پر لکھتے ہیں۔ (۱) کارنی کینم کہ در عصر  
اول مسلمانان خوشے فتنہ نہ ہو مستند حق بنی کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ

والکہ وسلم بسیار مرتد گشتند - طلباء و ذہیہوش توجہ فرمایں کہ بقول تہ  
 ولی اللہ صاحب عصر اول کے مسلمان مملو از حوش فتنہ و فساد ہوں اور مصنف  
 صاحب اس وقت کو لوگوں کو اسلام کا صحیح نمونہ بتلا میں اور انکی پیروی کو راہ نجات  
 کی مثل تجویز کر کے - نادان - بچو کو ہکا بن کہ تم ہی انہیں بد قماش و گونچی اطاعت  
 اختیار کرو - عاقل آدمی کو سوچنا چاہیے کہ عصراول میں جن مسلمانوں کا دباغ خوئے  
 فتنہ سے جگر کھارے تھا اور زناں بعد اُنہیں سے اکثر مرتد بھی ہو گئے وہ اصحاب سول  
 تھے یا کہ ملک افریقہ کے مروجہ خود آدمی - مولوی مہدی علی خاں صاحب ہمدان  
 حسن الملک شروع آیات نبیات میں تحریر فرماتے ہیں -

اکثر مسلمانوں کو بعد اسلام شیطان نے بہکایا، معجب ہے کہ جس وقت کے مسلمان  
 شکار - شیطان ہوئے ان کو مولوی مصنف بہترین خلائی بتلاتے ہیں اور ان  
 کی زندگی کو بیرونی اثر سے پاک ظاہر کرتے ہیں - میں بخاری شریف سے ثبوت  
 دیتا ہوں کہ جس زمانہ کو مصنف نے تمام ازمنہ میں - منتخب کیا ہے وہ زمانہ بالکل کفر  
 سے بھرا ہوا تھا - صحیح موصوف کے باب الفتن میں صفحہ ۴۲ و ۴۱ پر لکھا ہے  
 عن حذیفۃ قال انما کان النفاق علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاما الیوم فاما  
 ہوا الکفر بعد الایمان حذیفہ کہتے ہیں کہ عہد نبی میں لوگ نفاق کو عقیدہ بازو  
 بنائے ہوئے تھے اور اب تو ایسے اچھے گھرے صاف و ستھرے کافر ہیں کہ  
 جن میں ایمان کا مطلق لگاؤ نہیں

واہ جناب مصنف صاحب امام بخاری توجب روایت حذیفہ صحابی اس  
 زمانہ کو دور کفر بتلا میں اور آپ اپنی کتاب کے صفحہ اول سطر ۷۷ پر یہ تحریر  
 فرماتیں (اتج کل جواہل اسلام تغریب و افراط میں مبتلا ہیں اُن کا موثر اور عمدہ  
 علاج یہ ہے کہ قرآن اوسے کے بزرگوں کے واقعات کثرت سے شائع کئے  
 جائیں تاکہ مسلمان اُن کو پڑھ کر سبق حاصل کریں -

مصنف کو یاد رہے کہ قروں اولے کے مسلمان سے جو کہنا مسلمان تھے

جس کثرت سے آپ واقعات شائع فرمائیں گے ایسی قدر دینائے اسلام میں  
 کفر پھیلنا جیسے گا میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں اور بلا خوف اعتراض اعادہ پہلے  
 عرص کرنا ہوں کہ اسلام میں جب قدر تقزیط و افراط ہو رہی ہے یہ ایسی زمانہ کی  
 لوگوں کی تعلیم کا اثر تھا جو کہ بقول خذیفہ دور تغافل و کفر میں جلوہ فرمے گا کہ  
 عالم ہوئے تھے۔ مولف رسالہ کو لازم تھا کہ زمانہ ابتدائی مابعد کے ایسے بزرگوں  
 کی بہت جو الہ قلم فرماتے جو کہ سوائے خوارج و فاسق کے دیگر تمام طبقات اسلام  
 میں ممدوح ہیں۔ اگر مصنف روشن دماغ یہ روش اختیار کرتے تو وہ ہی  
 فائدہ اٹھاتے جو کہ نصیب العین تھا حقیقت الامر یہ ہے کہ جن لوگوں کو حجاب  
 مصنف نے بدانت خود اس قابل سمجھا ہے کہ ان کی سیرت پر عمل کرنا حال  
 کو شاہراہ مقصود پر پہچاننے والا ہے یہ قطعاً غیر صحیح ہے کیونکہ انھوں نے  
 دین محمدی میں احداث بدعات کر کے اسلام کے خوشامرقع کو نہایت مجھدا  
 بنا دیا ہے۔ ناظرین رسالہ اوراق بالا میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت عمر  
 نے بہ مخالفت پیغمبر صلم منقۃ السنہ کو حرام کر کے مسلمانوں کو حرام کار اور ان کی  
 اولاد کو غیر طیب بنایا۔ مگر علامہ قوشچی کہتے ہیں کہ حلیفہ دوم نے ایک حلب میں  
 تین چیزیں بہ حکم خود حرام تجویز فرمائیں تھیں دو اول الذکر منقۃ السنہ و منقۃ  
 الحج اور تیسرا جملہ ریحی علی غیر اہل ازارکان اذان مگر ایسا حکم جو کہ سنائی ارشاد  
 رسول تھا حضرت عمر کے بارہ میں کوئی محذور شرعی پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ اس معنی  
 کہ آنحضرت مجتہد تھے ان کو اختیار تھا۔ جو چاہا حکم دیا۔ علی ہذا حضرت عمر  
 ہی اختیارات اجتہاد رکھتے تھے انھوں نے احکام سابق کو نامناسب سمجھا منسوخ  
 کر دیا۔ مجتہدین اپنے اپنے زمانہ میں اجتہاد میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار رکھتے  
 ہیں سخت افسوس ہے کہ علماء اہل سنت آنحضرت کی نبوت کا کچھ اقتدار  
 نہیں کرتے زبانی ان کو خاتم انبیاء سمجھتے ہیں اور عقیدہ تاءید و یکر اشخاص کو ان کی  
 شریعت کا نسخ بتلاتے ہیں۔ ایک مولوی پنجابی نے جن کا ذکر اور اقوال میں

کیا گیا ہے اپنے مولدہ رسالہ مجمع الادب ص ۱۱۱ میں لکھا ہے کہ آنحضرت کا اجتہاد  
کئی مرتبہ بارگاہ خداوندی سے رد ہو کر حسب نشار حضرت عمر نزول وحی ہوا  
ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند بدیعہ النبیۃ میں لکھتے  
ہیں کہ چودہ موقع ایسے پیش آئے ہیں کہ آنحضرت کی رائے کے خلاف اور  
صاحب کی نشار کے موافق ہونے کے حکم دیا ہے۔ تاسع اختلاف مطبوعہ مطبعہ  
لاہور ص ۱۶۲ سطر ۱۱ لکھا ہے کہ جو رائے حضرت عمر دیتے تھے قرآن الہی  
کے موافق نازل ہوتا تھا۔

باتفاق مجمع اہل سنت شان مجتہد یہ ہے کہ مسائل میں خطا و عصب  
دونوں کا ارتکاب ہو گا یا عذر الینہ ایسے ہی آنحضرت تھے گاہے غلبہ اعلیٰ  
تھے اور گاہے بہرہ مسلک صحیح ہوتے تھے۔ کمال افسوس ہے کہ خلفاء کی  
بعض بے احتیاطیوں کی اصلاح مد نظر کر کے اہل سنت جادہ ایمان سے منحرف  
ہو جاتے ہیں۔ سوائے علامہ قاضی علامہ تقی زانی شرح عضدی میں لکھتے ہیں  
کہ علی خیر اصل عمر صاحب نے اذان سے خارج کر دیا ابو الدین جانی شافعی کتاب  
انسان العیون میں رقمطراز ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے اپنے باپ کے کلمے  
پر عمل نہیں کیا وہ برابر اذان میں کلمہ موصوف کو اسی طرح کہتے رہے جیسکہ  
پاک کے زمانہ میں کہا کرتے تھے ان سب سے بالاتر سننے ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ  
صدیقی لاہور کے صفحہ (۵۲۸) سطر ۸ پر لکھا ہے۔ علی خیر اصل کہنا اکثر  
علماء کے نزدیک ثابت نہیں اسے علمائے اہل سنت و اہل بیت کی کتابوں  
میں علی خیر اصل کا داخل اذان ہونا رسول علی اللہ علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے و حکام  
میں ہے کہ کتاب اہل سنت کی ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں علی خیر اصل  
راج تھا پر حضرت عمر کے زمانہ میں حقوق کیا گیا اور یہی حق نے سست  
نہیں کیا یہ رسالہ صحیح عبداللہ ابن عمر روایت کرتا ہے کہ وہ کبھی کبھی  
اذان میں علی خیر اصل کہتے تھے اور علی ابن ابیہر سے روایت ہے

کہ پہلے اذان پڑھی جاتی تھی۔ اس عمارت اور دیگر عمارت مندرجہ بالا سے چند باتیں  
 ظاہر ہوئیں۔ اول یہ کہ اہلیت بنوی کی کتابوں سے کتابت ہوتا ہے کہ زمانہ حضور پر نور  
 میں اذان با شحال جملہ موصوفہ پڑھایا کرتی تھی دوم یہ کہ حسب روایات مندرجہ  
 اہل سنت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ارشاد تھا کہ پہلے  
 اذان بالغام خیر اعلیٰ پڑھائی جاتی تھی۔ سوم یہ کہ حسب تسلیم عالم کامل حقیقی وغیرہ عبد اللہ بن عمر  
 رضی اللہ عنہ کے معتقد تھے کہ جی علی خیر اعلیٰ از ارکان اذان ہے اور انھوں نے بعد مذکور  
 کے کہنے کو ترک نہ کیا چہاں یہ کہ حضرت عمر نے تجویز خود جی علی خیر اعلیٰ کو اذان سے  
 خارج کر دیا غرض کہ رواد معاملہ میں سرسری کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کے  
 زمانہ میں جو عمل تھا اسکو حضرت عمر نے توڑ دیا یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ موصول اذان حضرت  
 خیر بن علیہ السلام صحابہ ملک العلام لائے تھے پس حضرت عمر نے گواہی کے ارشاد و تہمید  
 اصلاح فرمائی۔ عجب ہیں کہ طرفداران حلیفہ صاحب فرما دین کہ خدا بھی یہ مثل رسول مہربان  
 ہے اور حضرت عمر بھی مجتہد اور ایک مجتہد دوسرے کو حکم کو توڑ سکتا ہے اندریں صورت فعل عمر  
 پر کوئی قدح وارد نہیں ہو سکتی شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ ترک تعلیم  
 ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت نے در باب و بیانات عنان امامت اہل بیت کے دست کہ  
 بنی ہے جو مذہب کا امور دینی میں مخالفت اہل بیت ہو وہ عقلاً اور شرعاً درجہ اعتبار سے  
 اگر اہوا ہے۔ طلبہ مدرسہ ایمان داری فرما کر دیکھ لیوں درجہ ایکہ ان کی اذان جو کہ  
 مقدمہ نماز ہے خلافت اہل بیت بلکہ مخالف رسول و خدا سے برحق ہے تو وہ لوگ کیونکر  
 یقین کر سکتے ہیں کہ انہی نماز جو کہ مثل یہ اذان غلط ہو درجہ قبولیت حاصل کر سکتی ہو بقول  
 سعدی علیہ الرحمۃ خلافت پیغمبر کے رہ گزیدہ کہ ہرگز منزل نخواہد رسید رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہ صاحب جو کہ صاحب تحفہ کے ارشاد تلامذہ سے ہیں ثبوت عمر  
 میں فرماتے ہیں کہ ائمہ اہلیت انوار شریفیت و شکوہ موت ہیں ان کا ہر حکم امت کے  
 کافر من ہے اگر بہ طریق اہل سنت و الجماعت ان سے روایات وارد ہوں تو ان کے  
 ماننے میں اصلاً تامل نہیں ہو سکتا۔ صاحبان انصاف توجہ فرمائیں جبکہ حسب تسلیم رضی اللہ

صاحب وہ ارشاد اہلبیت جو کہ کتاب اہل سنت میں مسج ہر واجباً لائق ہے تو لازم  
آیا کہ نبی بہت حضرت علی ابن حسین اہل سنت اذان میں جملہ خارج شدہ کو وحسن  
فرمایا میں ورنہ محسن زبان و دعوائے کرنے والوں میں اُن کا شمار ہوگا علمائے اہل سنت  
کتنا بومین سب کچھ لکھ جاتے ہیں مگر عمل بالکل خلاف ہی طلباء مدرسہ العلوم کے سامنے  
دو گروہ پیش کئے جاتے ہیں ایک وہ جو کہ بجا ہفت خدا و رسول حلال کو حرام سمجھنے  
والا (اہل سنت) ہے اور دوسرا وہ کہ جو حلال محمد کو حلال اور حرام محمد کو حرام جانتا  
ہے اور اذان کو اسی طریقہ پر کہتا ہے جو کہ رسول پاک نے بتایا تھا طلباء کو  
اختیار ہے خدا کی گروہ میں داخل ہوں یا عمری جماعت میں چہرہ دکھائیں۔ لے طلباء  
مدرسہ علوم محی علی خیر اصل کی بہار کو تو آب و بیکھ چکے اب ذرا ٹپکتے چل قدمی کرتے ہو  
(الصلوۃ خیر من النوم) کی روش اور پیری کی طرف سے آئے معلوم ہو جائیگا کہ حسانہ  
بر انداز چمن شریعت نے کس میں و لطافت سے یہ بونا قیام کیا ہے جملہ مذکورہ تخفیر کے  
زمانہ میں داخل اذان نہ تھا یہ ہی حضرت عمر کے پر نور زمانہ کی یادگار ہے جو کہ مثل  
سارہ صبح الہنت کی مساجد میں چمکتا رہے گا۔ شکوۃ شریف کے صفحہ (۵۶) پر بحوالہ  
مولانا امام مالک لکھا ہے کہ ایک روز حضرت عمر کا غلام اپنے آقا کو نماز صبح کے لئے جگانے  
آیا حلیفہ صاحب اس وقت سرگرم خواب راحت تھو غلام نے اذان دی کہ ملے امیر المؤمنین  
(الصلوۃ خیر من النوم) فریضہ سحری یاد ایگئے اس سوئے سے نماز اچھی ہے۔ حلیفہ صاحب  
کو نیند کے جھوکے میں یہ فقرہ بہما معلوم ہوا کہ ہدیا کہ آمیزہ ہر صباح اس طرح پکارا جاوے  
لفظ ہر قویہ لفظ مناسب موقع سے اچھا معلوم ہوتا ہے مگر غارت گاہ ڈالنے سے بے وقت  
ہے کیونکہ غدا یا ابی عبادت ہی سکوا عراج المؤمنین و فضل العبادت کیا گیا ہے کسی عمل  
خیر کو اس سے نسبت نہیں دی جاسکتی مگر اس کے واضح نے ایسی ذیشان خیر کی یہ یہ قدری  
کی کہ صرف خواب غفلت سے اٹھا ملک نیر پڑھ دیا دیکھئے اس میں نماز کی کس قدر بیوقوفی  
ہوئی۔ حلیفہ ہے کہ حضرت عمر نے غدا ہی انتظام کو توڑا اور غلام کی یادگار قایم  
فرمائی روز اہل سنت جو مساجد میں صبح پکار کرتے ہیں غلام عمر کی یاد تازہ کرنے

دے ہیں۔ بہنو کیا ایجاد عمر کو پسند کرتے تھے عمر صاحب کے بیٹے نے کہہ دیا کہ والدہ  
 صاحب کی یہ بدعت جو ان میں ہرگز یہ کلمہ نہ کہنا چاہئے چنانچہ ترمذی شریف کی  
 جلد اول میں یہ صفحہ ۲۸۸ لکھا ہے کہ جس مسجد میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جاتا تھا عبد اللہ  
 ابن عمروؓ نماز نہ پڑھتے تھے۔ قبل ازین یہ نقل انوار الابرار سنت عرض کر چکا ہوں  
 کہ بروئے حدیث ثقلین سلمہ فریقین عقلاً و شرعاً مذہب صحیح اہل بیت علیہم السلام کا ہی  
 اس کے خلاف جو چال چلے وہ اوندھے منہ جہنم کے تاریک گڑھے میں گرے لیکن عمرؓ  
 کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے اہل سنت کا یہ دعوئے گھڑا فی مروج فریق کے  
 لئے ہے اور نہ ان کے معتمدین علماء اقرار کرتے ہیں کہ یہ کو دسباب مسائل و فنی خاندان  
 بنو سہمی کوئی علاقہ نہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی قرۃ العینین کے صفحہ ۲۰۹ پر  
 تحریر فرماتے ہیں (اکثر اہل اسلام مالکیان وشافعیان وحنابلہ واصل مذہب اہل بیت  
 عقداست یہ مسائل اجماعیہ فاروق و بجز چند مسائل برآثار مرتضیٰ اعتماد داند  
 و در پیچ کئے از فنون شرعی مدار کلی برآثار مرتضیٰ نیست بلکہ براجماعیان عمر ابن خطاب  
 وقتا دے ابن مودست) یہ کیفیت تو سبیل کی ہے اب میدان حدیث کی سیر  
 کیجئے بخاری شریف کو دیکھئے کوئی حدیث ائمہ اہل بیت سے پچیس ہی نہ ملے گی  
 ایات کی شہادت میں ہم ولی اللہ صاحب کی مذکورہ بالا کتاب سے یہ عبارت پیش کرتے  
 ہیں (پیش محدثین اتوی حدیث و اکثر ان روایات از ابوہریرہ و ابن عمر و عائشہ  
 و ابن المن و غیرہ ہمست و علم ایشان ہمہ متخذست از شیعین و روایات حضرت عمرؓ  
 مسطور الحال اند) فضل ابن روضہ بیان الباطل لباطل میں لکھتے ہیں کہ مجرد حضرت امیر  
 کا قول امور دین میں حجت نہیں ہے جبکہ جمہور صحابہ اس کے مخالف ہوں بلکہ اسی کا قول  
 حجت ہے ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ مطبع احمدی لاہور کے صفحہ ۲۷۰ پر یہ عبارت ہو (ابوہریرہ  
 بن عیاش سے روایت ہے کہ میں نے بغیرہ سے سنا وہ کہتے تھے حضرت علی سے جو لوگ  
 روایت کرتے تھے ان کی روایت غامی جاتی تھی جیسا کہ عبد اللہ ابن مسعود کے ساتھی  
 اسی تصدیق نہ کرتے تھے۔ تحفہ اشاعرہ کے یکہ شہادت و پنج میں لکھا ہے حضرت ائمہ



در زمان خود اہم مقامات سلاطین و طرفیت راسخہ اند و مقدمات شریعت را  
 بر دہنہ یاران رشید و مصاحبان حمید خود حوالہ فرمودند۔ طلباء مدرسہ العلوم کو  
 آگاہ ہونا چاہیے کہ جس مذہب پر وہ چل رہے ہیں اس کا تعلق خاندان نبوت سے  
 اتنا ہی نہیں جتنا ماش پر سفیدی کا نشان ہوتا ہے اُن کی غلاو اذان و اقامت وغیرہ  
 صفات حکم خدا و رسول یعنی فاضل مصنف نے ایسے لوگوں کا مرقع بھولے طلباء کو سنا  
 پیش کیا جنہوں نے ایجا دہندہ کر کے خدا و رسول کے احکام کو بدل دیا سوائے ازین حقیر نے  
 رسالہ جام جہاں نما مطبوعہ مطبع یوسفی دلی کے صفحہ (۱۲۶) سے تا صفحہ (۱۶۰) بہ نقل  
 اقوال علمائے اہل سنت یہ بات ثابت کر دی ہے کہ جس طرح شیعہ وضو کرتے ہیں وہ  
 ہی ترکیب علمائے قدیم اہل سنت نے تسلیم کر کے اپنی اپنی کتابوں میں درج فرمائی ہے مثلاً  
 دونوں کانوں کے درمیان کی رقبہ کو تباہ ٹھوری دھونا یہ ہے طریقہ ہے کہنی تک  
 ہاتھوں کا غسل کرنا اور پیر و سر کا مسح کرنا۔ ہاتھ کھول کر مناد پر ہنا میت کے بدن کو قبل از  
 غسل ہاتھ لگانے سے ہنا نہ کرنا واجب ہونا ہفت پانچہ کا کفن دینا نماز میت میں پانچ  
 یکسر یہ کہنا حضرت عمرؓ ترمیم سنت رسولؐ کیلئے پانچ کے چار تکبیریں پھر فرمانا وغیرہ وغیرہ  
 سے طلباء مدرسہ العلوم آپ نے معلوم کر لیا کہ فاروق اعظمؓ نے جمیع امور دینی میں آنحضرتؐ کی  
 کس درجہ مخالفت کی کہ دین محمدیؐ کو بالکل بدل دیا یہ حالت تو انوقت کی ہے جبکہ وہ لوگ  
 خود فرمانروا تھے جو چاہا کیا یہ بزرگواران اہل سنت تو آنحضرتؐ کی زندگانی میں بھی الٹی  
 چال چلتے تھے حضورؐ پر روز کے احکام بالکل نہ مانتے تھے اگر سرور عالم دن کہتے تھے تو یہ  
 اوجھڑات بتلاتے تھے خدا نے قرآن میں صاف ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارا نبی بلا نزول  
 وحی کوئی کام نہیں کرتا اُنکی زبان پر وہی بات جاری ہوتی ہے جو کہ لوح محفوظ پر ثبت ہے  
 مگر عمر صاحب کو اسکا بالکل یقین نہ تھا وہ خدا کا سچا نبی حضرت کو بناتے تھے جیسا کہ شاہد  
 آئندہ ظاہر کیا جائے گا اس وقت میں بیہوش طلباء کے سامنے ایک ایسے محقق کا کلام  
 دیکھتا ہوں جس کی کتاب الفاروق کو رس میں داخل ہے اس کے معائنہ سے ظاہر ہو جائیگا  
 کہ فاروق اعظمؓ سرور کو خین سے کیسی کہلی ہوئی مخالفت رکھتے تھے مولوی شبلی صاحب

کتاب مذکور کے صفحہ (۲۳۷) پر ارقام فرماتے ہیں (مستطاب) ایسے موقع پیش گئے کہ  
 جناب سولیڈ نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمرؓ نے اُسکے خلاف  
 رائے ظاہر کی، ان واقعات پر مطلع ہو کر کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ حضرت کی پشت  
 کا بدلہ اتھاہ در کہتے تھے مادہ مخالفت تو اس درجہ عرصا جب کی طبیعت میں جس میں تنہا کہ حکمی  
 حد عینت تاہم ہوتی اور واقفیت مسائل کی یہ حالت تھی کہ حضرت کے چہانے سے بھی  
 نہ سمجھ سکے وہ ہیں مولوی شبلی صاحب کتاب مذکور کے صفحہ (۲۳۳) پر لکھتے ہیں (حضرت عمر  
 اکثر کہا کرتے تھے کہ کاش رسول اللہؐ تین سکوں کے متعلق کوئی تحریر قلم بند فرما جاتے۔ کلام  
 دادا کی میراث۔ رہا کے بعض اقسام۔ مسائل فقہ کے متعلق اُنکو جو کدو کاوش رہتی تھی اس  
 کے اندازہ کرنے کے ذیل کی مثال کافی ہوگی) ورنہ کے بیان میں حذائے ایک قسم  
 کے وارث کو کلام سے بغیر کیا ہو لیکن چونکہ قرآن مجید میں اسکی تعریف بعض مذکور نہیں اس  
 لئے صحابہ میں اختلاف تھا کہ کلام میں کون کون ورثہ داخل ہیں حضرت عمرؓ نے غذا حضرت  
 سے چند بار دریافت کیا مگر اپرستلی ہوئی تو حضرت کو ایک یادداشت لکھا جسکی کہ رسولؐ سے  
 دریافت کرے اور پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں تمام صحابہ کو جمع کر کے اس مسئلہ کو پیش  
 کیا لیکن ان تمام باتوں پر اُنکو تسلی ہوئی اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہؐ اگر تین چیزوں  
 کی حقیقت تباہ جلتے تو جھک دینا اور یا نہ اسے زیادہ عزیز ہوتی۔ ایک خلافت دوم  
 وراثت کلام سوم رہا چنانچہ ان تمام واقعات کو محدث علامہ ابن بن کثیر نے صریح مذکور  
 ہے اپنی تفسیر قرآن مجید میں نقل کیا ہے قبل ازین کہ میں اصل معاملہ پر گفتگو کروں لوگا  
 شبلی صاحب کی تحریر کی طرف طلباء کو توجہ دلاتا ہوں مولوی صاحب نے حضرت عمرؓ کی  
 مدح میں ابن کثیر کی عبارت کو پیش کیا ہے منشاء کلام یہ ہے کہ عمر صاحب کو مسائل  
 کی جانچ میں اسدجہ اہماک تھا کہ جبکہ پتہ کلام وغیرہ کی چہان میں سے بخوبی حلوم  
 ہوتا ہے دیکھو تحریر بالا کا یہ جملہ رسائل فقہ کے متعلق جو ان کو کدو کاوش تھی اس  
 بات کے اندازہ کرنے کے لئے مثال ذیل کافی ہوگی (آخر) مگر چونکہ نوش کے ساتھ تفسیر  
 ہی ہوتا ہے لہذا خدا اور رسول کی صفات و صریح لفظوں میں شبلی صاحب نے اس حوالہ

میں تو جن کی ہے اور بعض مخالف پر یہ حجت مفید دوم پر وہ بھی ڈالا گیا ہوتا کہ  
 اصلیت مخفی رہے جو لوگ کہ قرآن کو تمام تضایا کا مفید کن اعتقاد کرتے ہیں وہ چشم  
 حقیقت میں کھو کر دیکھیں کہ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ چونکہ قرآن مجید میں اس کی  
 مسائل خلافت و کلام و ربانہ ترفیع مفصل مذکور نہیں اس لئے صحابہ میں اختلاف تھا کہ کلام  
 میں کون کون ورثہ داخل ہیں (کس حد تک خدا اور اسکے کلام کی امانت کہہ سکتا ہے  
 یا یہ اعتقاد مولوی صاحب موصوف کتاب خدا بہم ہے مفصل نہیں حضرت عمر کی  
 وائمنہ دی پر رجب آتا ہے جبکہ کلام اللہ تفصیلی حالت سے مطلق تھا تو حسینا کتاب اللہ  
 کس بہرہ و سہ پر کہہ کر حضرت کو بخیر و وصیت آخر سے روک دیا تھا مولوی شبلی صاحب نے یہ توخیر  
 فرمایا کہ عمر صاحب نے اپنی دختر حفصہ کو ایک یادداشت لکھ کر دی تھی کہ مسئلہ کلام کو حضور پرورد  
 سے دریافت کر کے اطلاع دیں مگر پھر کچھ بتہ نہیں دیا کہ حفصہ صاحبہ کو یہ یادداشت حضرت  
 کی خدمت میں پیش کی یا لکھی کیے پیچے رکھے کے بھول گئیں اور جتنی پہرتی کوئی بکری اُسکو کھا گئی  
 جیسا کہ بی بی عائشہ صاحبہ کا نامہ بانس ادبھا رکھ کر قرآن مجید کا ایک بڑا حصہ کھا گئی تھی  
 جو کہ اب کتاب اللہ میں موجود نہیں ہے۔ دیکھو رسالہ بحث قرآن و لفظ حفصہ شبلی صاحب پر  
 واجب تھا کہ جس واقعہ کو لکھا تھا اس پر حقائقہ روشنی ڈالنے مضمون کو تشنہ نہ رکھتے۔  
 لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے عیدہ و دالستہ حفصہ دالستہ واقعہ پر پردہ  
 ڈالا ہے کیونکہ اس سے حضرت عمر کی قابلیت و ذمات کا پتہ چلتا تھا اکثر احوال کی چھٹی  
 جلد میں صفحہ (۲۰) پر ہے سعید بن اسیب روایت کرتے ہیں کہ عمر نے حضرت سے وراثت  
 کلام کو دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کیا خدا نے ہمیں بیان کیا وہ ان کا دل جس کلام  
 مگر عمر نے مجھے تو خدا نے دوسرا یہ سینقونک فی الکلام نازل اللہ عمر یہی ہے سمجھو تو حفصہ سے کہا  
 جس وقت حضرت کا مزاج خوش دیکھنا تو بطور خود اسکو دریافت کرنا حفصہ نے جب اس بات میں  
 مسئلہ کلام اٹھایا تو معا حضرت نے فرمایا کہ اس کی پرچین والی تم نہیں ہو بلکہ آپ کے باپ  
 چاہتے ہیں کہ تمہارا دزیرہ سے وہ استفادہ کریں اُن سے کہہ دینا کہ تم قیامت تک سمجھو  
 عمر صاحب کا قول تھا کہ مجھ کو یہی یقین ہے جس طرح رسول خدا نے فرمایا یہی ایسا ہی ہو گا کہ

کہ میں کبھی وراثت کلالہ کے مسئلہ کو نہ سمجھ سکوں گا۔ طلحہ اور مدرسہ خیال فرمائیں کہ اگر  
 شبلی صاحب کا فرمائے وراثت ہو کر حصہ کے معاملہ میں درست کلامی اختیار فرماتے تو  
 گویا اپنے مافقہ سے عمر کے مینار آقدار کو گرانے والے ثابت ہوتے پیر سینوں میں اٹکی یہ  
 آویہٹ کیونکر قائم رہتی طلحہ اور ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ان کو اصلی راز سے آگاہ کر دیا  
 طلحہ اور حضرت ابو بکر کی واقفیت قرآن سے مطلع کرتا ہوں طاہر ہے کہ حضرت عمر مقابل  
 ابو بکر پست درجہ پر تھے اور خود عمر صاحب فرمایا بھی کرتے تھے کہ کاش میں ابو بکر کا  
 ایک بال ہوتا چونکہ یہ استدعا بہ مقام نذل و انحسار کی گئی تھی لہذا وہ بالوں میں  
 ناک کا بال ہونا نہ چاہتے ہونگے بلکہ کسی ایسے موقع کا بال ہونا پسند کرتے ہونگے جو  
 کہ دولت و صفات کا پہلوئے ہوئے ہوتا ہے ایسا جلیل الشان حلیہ ہی قبولے ہو  
 وزیرے جنس شہر بارے چنان کلالہ کی حقیقت سے بے بہرہ ہوا علامہ سیوطی کی تاریخ  
 الخلفاء ۳۳۰ ہجری میں بمقام لاہور مطبع زمیندارین ترجمہ ہو کر طبع ہوئی ہے اس کے  
 صفحہ ۴۰ پر از سطر ۲ تا ۲۴ لکھا ہے کلالہ کے معنی حضرت ابو بکر کو بھی معلوم تھے علاوہ  
 بریں قلمتہ و ابابکے معنی ہی آپ بخانتے تھے (وہ بجان اللہ آنحضرت کے کیا ہی قال  
 ولایت جانین تھے جو کہ قانون الہی کے معنی ہی نہ جانتے تھے چونکہ وراثت کے معاملات  
 دارالقضا میں پیش ہو کر تھے۔ ہر گاہ خلفاء کلالہ و غیرہ کی حقیقت پر کیا ہی لگائی  
 نہ رکھتے تھے تو مفصلہ کیا خاک کیا جاتا ہو گا اور معاملات ریا کیونکر تصفیہ پذیر ہوتے  
 ہونگے ایسی مثالیں عائد ہاں ہمیشہ کے لئے داخل دفتر کی جاتی ہو گی مولوی شبلی صاحب نے یہ بھی  
 صحیح نہیں کہا کہ وراثت کلالہ مابین صحابہ اختلاف تھا ہرگز اختلاف نہ تھا حضرت  
 ابو بکر و عمر کی سمجھ کا پھیر تھا صحابہ رسول میں وراثت کلالہ کوئی اختلاف نہیں پایا گیا  
 ملاحظہ ہو کنز العمال کی جلد ششم کا صفحہ ۲۰ عربین مرہ صحابی سے ایک طولانی مضمون منقول  
 بکلالہ نقل ہوا ہے اس کا جملہ آخر یہ یہ نظر کیا جاتا ہے عربین مرہ سے خلیفہ عمر نے کہا کہ اگر  
 رسول خدا تین چیزوں کو بیان فرما جلتے تو ہمارے لئے دینا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتی  
 ان تین میں ایک خلافت ہے دوم کلالہ و سوم ربا عمر نے اپنے باپ سے اس حکایت کو

کو قتل کرتے ہوئے کہا کہ ابا جان (وہ منیشک فی الکلامہ ہو ما دون الوالد والوالد)  
 یعنی کلامہ میں کون شخص شک کر سکتا ہے وہ تو سوائے باپ اور بیٹے کے ہوتا ہے مگر نہ کوئی  
 اپنے بیٹے سے یہ نہ کر فرمایا کہ بہائی اُن کے شکوک کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے (انہم کانو شکوک  
 فی الوالد) یعنی وہ تو باپ میں ہی شک کیا کرتے تھے۔ طلباء ذی قدر جمال فرمایں کہ اگر  
 درباب یقین و تخمین کلامہ بقول مولوی شبلی صاحب مابین صحابہ اختلاف ہوتا اور قرآن میں ابہام  
 ہے اور یہ اعتقاد عمر انحضرت نے اسکو واضح طور پر بیان نہ فرمایا تھا ویسے ہی دبا دبا  
 چھوڑ گئے تھے تو یہ صحابی جلیل القدر اپنے باپ سے یقیناً کیوں کہتا کہ کلامہ میں کون شک  
 کر سکتا ہے وہ تو سوائے والدین اور اولاد کے ہوتا ہے۔ مگر یہ پندرہ عمر کے بیان سے  
 معلوم ہوا کہ یہ بزرگوار اب یعنی باپ کے معنی سمجھنے سے ہی قاصر تھے۔ معلوم ہوا کہ شبلی  
 صاحب محض بیاض خاطر حضرت عمرؓ کے کلام اور رسولؐ انام کے مضیبات رسالت دونوں  
 کو نشانہ تیر ملامت بنا دیا۔ مسلمانوں کو پھر بڑا نادم ہے کہ قرآن ہر طرح یا بس پر مشتمل ہے  
 اور انحضرت نے ہر ضروری بات بہ الفاظ صاف و روشن امت تک پہنچا دی تھی۔ مگر  
 افسوس ہے کہ حضرت ابو بکرؓ ابن لقریب اخقصاص نہ سمجھ سکے اور اس پر طرہ یہ ہوئی  
 بانی ہمہ فرزند بگی و دشمنی مولوی شبلی صاحب کا دماغ بھی اسکی کہنہ کے ادراک پر قادر  
 نہ ہوا وہ بھی قرآن میں جال و ابہام کے حقد ہو کر رہی ملک عدم ہو گئے چونکہ معاملہ  
 کلامہ ایسا معرکہ الارے کہ تخمین عظام بھی اسکی حقیقت سے جا مل مھن ہے اور بقول عمرؓ  
 شبلی صاحب انحضرتؐ ہی صحابہ سے اس کے سمجھائیں بخل فرمایا خدا نے ہی پہل و مجلس الفاظ  
 سے کام لیا لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی صلیت پر طلباء کو مطلع کیا جائے عجب نہیں کہ  
 اس سلسلہ سے حضرت ابو بکر و عمر و شبلی صاحب کی اردو بی و طرہ جہالت سے نکل کر  
 پہنچا رہا حقیقت ہو جائے واضح ہو کہ کلامہ کا ذکر صرف سورہٴ نسا میں نہ جگہ آیا ہے  
 اولاً شروع سورہٴ موصوفہ اور ثانیاً اسکے آخر میں سو اُن میں تمام قرآنی اور کسی جگہ  
 اسکا ذکر نہیں ہے ہر موقع مقام مع اس یا محاورہ ترجمہ کے دخل لائے جاتے ہیں  
 چونکہ دینی نذیر صاحب دہلوی نے کہا ہے عبارت حصہ ابتدائی متعلق بہ کلامہ مندرجہ مسطورہ

سارے ترجمہ نذیر احمد صاحب (وان كان رجل فوث كلاله وامرؤ ولد  
 له بنت فكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في  
 الثلث اور اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور اُس کے باپ بیٹا نہ ہو اور اُسکی دوسری ماں  
 سے بیٹائی بہن ہو تو اس میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ اور اگر ایک سے زیادہ بہن تو ایک  
 تہائی ہیں سب شریک (حاشیہ پر یہ عبارت ہے) وارثان کلالہ کی تین صورتیں ہیں ایک  
 یہ کہ کلالہ عینی اور حقیقی بھائی بہن چھوڑ کر مرے یعنی ایک ماں باپ کے گے بھائی بہن دوسرے  
 علاقے یعنی ایک باپ کی اولاد خبی ماں بہن منقطع ہوں میرے اجائی جن کی ماں ایک  
 ہو اور باپ مختلف (عبارت حصہ آخر سورہ نسا و متعلق یہ کلالہ سے ترجمہ  
 لیست فتونک قل الله یفیکم فی الکلالہ الی اخوة) اسے پیغمبر لوگ ہم سے کلالہ کے  
 بارہ میں فتوے طلب کرتے ہیں تو ان لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کلالہ کے بارہ میں متکو  
 حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مرحلے کہ اس کے اولاد نہ ہو اور نہ باپ دادا کہ اسکو کلالہ  
 کہتے ہیں اور اس کے صرف ایک بہن ہو تو بہن کو اس کے ترکہ کا آدھا اور بہن مرحلے اور اس  
 کے اولاد نہ ہو تو سارے مال کا وارث۔ بھائی پھر اگر بہن دو ہوں یا زیادہ تو ان کو  
 اس ترکہ میں سے دو تہائی اور اگر بیٹی بہن ملے چلے ہوں کچھ مرد اور کچھ عورتیں تو  
 عورتیں کے حصہ کی قدر ایک مرد کا حصہ تم لوگوں کے بٹکنے کے خیال سے اللہ اپنا  
 میراث تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے پس جب مفود  
 آیات بالا کلالہ ہر اس میت کو کہتے ہیں جس کے والدین اور اولاد نہ ہو اور حقیقی اور  
 علاقے یا اجائی بھائی بہن رہتا ہو لیکن حقیقی کلالہ اسکو کہتے ہیں جس کے اجائی بھائی  
 اور بہن ہوں یعنی میت کی والدہ کے شوہر اول سے جو اولاد بطریق مادر جلد کے  
 دیکھو حدائے پاک نے اپنے مقدس کلام میں کلالہ کو کس وضاحت و صفائی سے بیان فرمایا کہ  
 بالآخر حقیقی طور پر فرمایا انہم لوگوں کے بٹکنے کے خیال سے اللہ اپنے حکم کو تم سے کھول کھول  
 کر ارشاد فرمایا ہے اسوں سے کہ ایسے صاف و روشن کلام کو حضرت عمر اور بہ متابعت  
 اُن کے مودعی شہیل صاحب مطلق نہ سمجھ لطف یہ کہ قرآن کے مفسر حقیقی آنحضرت کے

کے کر مجھانے سے بھی نتیجہ۔ جو کہ خدائے لوگوں کے بھگنے کا خیال فرما کر اپنے جملہ احکام اور باتھنوں مسئلہ کلام کو کھول کر بیان فرمایا ہے مگر حضرت عمر و شبلی صلی اللہ علیہما علیہ السلام وضاحت نہیں کیجے اور عبارت قرآن میں ابہام کے مفہوم ہوئے ہیں لہذا بلا تردد واضح ہو گیا کہ حضرت عمر و شبلی صاحب مع تابعین خود راہِ معیہ سے بھگنے ہوئے اور ہر اور ہر مارے مارے پر رہے ہیں۔ کیوں طلباء مدرسہ ہر گاہ ابو بکر و عمر اور کالج علی گڑھ کے نمائندے مولوی شبلی کا داغ آیات قرآن کے سمجھنے سے تیرہ تھا تو سچ فرمائیے ایسے نا فہم لوگوں کی لائف آپ کو کوئی فائدہ پہنچائے گی یا غلطی میں ڈالنے والی ثابت ہوگی میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ آپ صاحبِ بغضِ اعلیٰ اور حب کے صاحبِ فہم اور بال کی کمال نکالنے والے ہیں بجائے خود فیصلہ فرمائیں کہ بیکے بیکے ہونے شخص کا مقلد و معتقد بھی شاہِ رام جمح سے فرعون بلکہ منزوں و درو مارا مارا پھرنے والہ ہوا کرتا ہے اگر تم حضرت ابو بکر و عمر کے دہم نا خریدہ غلام ہونا پسند کرتے ہو تو اس بات کا بھی اعتقاد کر لو کہ خدا کی کتاب ہمہ ہے فیصلہ کن نہیں اگر تم کو جی کی کرسی پر اجلاس کرنے کا اتفاق ہوا اور خلافت و کلام و ربانے مستحق کوئی مباحثہ پیدا ہو تو سر رشتہ دار سے کہد بناؤ لڑائی ان مسئلہ کو داخل دفتر کرو یہ ایسا پیچیدہ معاملہ ہے کہ جسکو باوصف و نحوے فصاحتِ خدا بھی قرآن میں واضح طور پر بیان نہیں کر سکا اور ہمارے مرشد طریقت حضرت ابو بکر و عمر ہی ان مسائل کے سمجھنے سے قاصر رہے اور سنئے اسی مسئلہ کلام کی رد و بال ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کہل چکے ہیں اور لطف یہ کہ اپنی بلاوت و طبیعت و عبادت و سن و مارچٹائی کے خود ہی قائل ہی ہیں مسند احمد بن حنبل مطبوعہ بیبی کے صفحہ ۲۴۴ پر ایک طولانی عربی سہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت دوم نے قریب زمانہ وفات خود ارشاد فرمایا کہ اے خداوند خدا کی قسم میں اپنے بعد کوئی اہم اور پیچیدہ مسئلہ ایسا نہیں چھوڑا جو کہ کلام سے زیادہ لمبٹ دار ہو میں نے آنحضرت کو اس کی توضیح میں تہا بیت حق اور پریشان کیا بالآخر حضور نے ایک مرتبہ تنگ آکر میرے سینہ پر اپنی انگشت مبارک سے صرف لگائی اگر میں زندہ رہا تو عنقریب اس بارہ میں ایسا قطعی فیصلہ دینے لگا کہ

کہ ان پر وہ لوگ بھی اسکو کچھ جانیں مولف رسانہ ہذا عرض کرتا ہے کہ مجمع امین  
 ابو ولونے بے وقت جینہ صاحب کا حاتمہ کر دیا اگر کچھ دین دندہ رشتہ تو کلام کی  
 گہتی کو بٹھا جاتے اب قیامت کے مرید لکھے رہیں گے مگر بہ متابعت امام خود حقیقت کلام  
 پر مطلع ہوں گے۔ خیر یہ تو مجدد مقرر تھا سلسلہ کلام اس پر ہے کہ حضرت خلیفہ عالم نبوی  
 سے مخالفت کر کے اہل بیت نبوی کی فرمان برداری سے درباب و دنیاات بکروی کی  
 لہذا عنان انہب کلام پھر اسی طرف پہرا کر گذارش کرنا ہوں۔ غورازی پھر فرماتے  
 ہیں کہ مذہب اہل بیت یہ تھا کہ نماز میں ہر سورہ کے بعد بسم اللہ باواز بلند کہتے تھے جن  
 لوگوں کا عمل سیرت خلفا پر ہے انھوں نے نماز کو بسم اللہ سے باطل بیکدوش کر دیا ہے  
 قرآن پاک میں ہر سورہ کے شروع پر بسم اللہ موجود مگر نماز میں نماز و بسم اللہ کے  
 موقوف کرنے سے عالمان سیرت کی نماز ایسی ہے کہ جیسے بلا گجاری سورہ کی  
 والی یاد رکھنا چاہئے کہ سیرت اسی شخص کی قابل عمل ہوتی ہے جو کہ اپنے اسلاف  
 صالح کے عادات و مضامین کو معمولی بناتے ہوئے ہو حضرت خلفا دکانہ مذہب  
 کہ جہاں تک ان سے ممکن ہو سکا اپنے ہادی ملت و مرشد طریقت کی سیرت سے  
 اختلاف کیا یہ بات عام طور پر مشہور ہے ہر سلمان کا بچہ بچہ اس سے آگاہ ہے کہ  
 آنحضرت نے مروان کو مدینہ سے خارج البلد کر دیا تھا اسی واسطے اس مردود کو مطرود  
 رسول کہتے ہیں مگر جناب ثالث صاحب جب زب دہ تحت حکومت ہوئے اور اس  
 راندہ درگاہ کو پڑے ناز و نعم سے مدینہ میں بلایا اسلامی انتظامات کی دُور اس کے  
 ہاتھ میں دے دی سلمانان با استحقاق کے حقوق و واجہہ سلب کر کے لاکھوں روپیہ  
 نقد اور کھوکھا روپیہ کی جائداد اس کے حوالہ کر دی علاقہ فدک جو کہ  
 جینہ اول نے دختر رسول کو بیچیدہ کر کے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا وہ عثمان حبیب  
 نے اپنے سالہ مروان کو عنایت فرمایا اسی قسم کی داد و دہش نے حضرات علما کی  
 توجہ سے جملہ شریف (جماعہ مہینہ) سدرجہ قرآن کا بلا شرکت غیر سے  
 ان کو مالک بنا دیا ہے اس سے کچھ اور بڑا چرہ کر سنئے روضۃ الاحباب



وسارح البتہ میں لکھا ہے کہ (عبداللہ بن ابی سرح) ایک چاندی بڑا ہوشیار  
 آدمی تھا آنحضرت نے اسکو کاتب وحی ہونے کی خدمت سپرد فرمائی تھی چونکہ چالاک  
 از بین تھا یہ اس خیال کہ حضرت کچھ پڑھے ہیں اس حکام ابلیس میں رد و بدل شروع  
 کر دیا (عزیز حکیم) کی جگہ علیہ السلام لکھ دیا ایک موقع پر لکھا کہ محمد جو کہتا ہے مجھ کو نہیں  
 کہتا۔ میں جو چاہتا ہوں کہہ دیتا ہوں نزول وحی میں میرا اور اس کا برابر درجہ  
 ہے بالآخر یہ راز فاش ہو گیا۔ بھوت سیاست مکہ سے بیرونی مقامات پر  
 بھاگ گیا اور پھر متحد ہو کر سترارت پیٹیہ جماعت کا سرگرم رہا۔ یہ کہتا تھا جب  
 حضرت کو مکہ پر علیہ ہوا تو آپ نے اس کی گرفتاری کا وارنٹ کاٹ دیا وہ  
 مردود حضرت عثمان کا برابر و رضاعی (عثمان نے اس کی مان کا دودہ پیا تھا)  
 تھا انھوں نے بمقتضائے برادر نوازی اپنے گھر میں محصور کیا جگہ پر پوسٹ شدہ کر دیا  
 جب حضرت کو مکہ پر تسلط ہو گیا آپ نے اس بغاوت کی معافی قصور کاٹ دیا حضرت  
 پٹو ا دیا۔ حضرت عثمان نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر برابر با جان برابر کو  
 لاکھڑا کیا کہ اس کی بی جفا بخبری جائے چونکہ ہر گنہگار کی حالت جدا اور ہنگامہ  
 کی پاداش علیحدہ ہوتی ہے۔ عبداللہ مذکور کی خطا ایسی نہ تھی کہ مثل دیگر شخص  
 اس پر بھی معافی دیجاتی حضرت نے پر غضب ہو کر حاضرین و برابر سے فرمایا کہ تم میں  
 ایسا کوئی شخص نہ تھا کہ اسکو مجھ تک نہ آنے دیتا اور بغور وقوع سفارش اس  
 شقی دون و مرند و زبون کی گردن اوڑھ دیتا میں پسند نہیں کرتا کہ خائن سے چارچشم  
 ہوں یہ مہمبت و پر رعب مکہ تک حضرت عثمان نے اپنے دودیا بھائی کو الگ  
 کر دیا حضرت کے زمانہ تک عثمان صاحب ادھر اُدھر اسکو لگائے رہے جب خود  
 مد حکومت پر بیٹھ مصر کی صوبہ داری کا فرمان لکھ کر اس کے حوالہ کیا اٹلیا  
 عالی خیال توجہ فرما میں کہ قرن اولی کے یہ سرگردہ اسلام جن کی لالچ لالچ  
 مصنف نو پیش فرمائی ہے ایسے با ایمان۔ تھے کہ رسول کی مخالفت پر کمر باندھی  
 ہوئے مزید بن و ضامین کے پشت نہا رہے ہوئے تھے۔ قانوناً وہ شخص لوہا

بد معاش کہا جاتا ہے جو کہ بدکردار و ناہنجار آدمی کی جانب داری کرنے  
 اس کو اپنی پناہ میں لےتا ہو اصطلاح زمانہ حال میں ایسے لوگوں کو تھا مگر اکثر  
 ہیں اگر حضرت عثمان کو اہل بدعت و ارباب بغاوت و شقاوت و مردود  
 کا پناہ دینا سمجھ کر پورا تھا نگے تصور کریں تو ظاہر کوئی قبح لازم نہیں  
 آتی عقل حکم دیتی ہے کہ حضرت عثمان مترصد مرگ ہو کر طبعیت میں میفون  
 پیدا کرتے رہتے ہونگے کہ کب نبی مرے اور ہم گستاہ ہمار ہو کر مرد و دین  
 و مطرو دین کو ملک اسلام کا مالک بنا میں یہ ہی بے احتیاطی یعنی جانب داری  
 بد معاشان بالآخر حلیفہ صاحب کے قتل کا سبب بن گئی یہ اتفاق امت حلیفہ سوم  
 کے سر پر حقدار آفت آئی یہ سب مروان کی بدولت تھی اگر حلیفہ صاحب برو  
 حکم نبوی اس نابکار کو قتل دین و زارت حوالہ نہ فرماتے تو مرد و بلیات و آفات  
 نہوتے۔ جن حضرات کی سیرت پر کام فرما ہونے کے لئے قابل مصنف نے  
 طلبہ ارنا واقف حال مذہب کو تحریریں دلائی ہے وہ قرون اولیٰ کے مدد و  
 نقیب لوگوں میں ہرگز داخل نہ تھے بد معاش لوگوں کی جانب داری ان کا شمار  
 تھا عثمان صاحب کی حالت تو معلوم ہو گئی ابو بکر صاحب کو دیکھئے یہ بھی اس  
 مرص سے حالی نہ تھے اسلام ظاہری کے زمانہ میں ان کا دل بھی کفار سے وسیع  
 مانوس تھا جیسا کہ حالت کفر میں مرتبط تھا صحیح مسلم میں فضائل سلمان فارسی کا  
 ذکر دیکھئے وہ ان معلوم ہو جائے گا کہ ابوسہیان ایسے شورش و معاند کی اُٹھوتے  
 کس شند سے حمایت کی ہے سوائے ابن ازناتہ انھا شاہ ولی اللہ صاحب کا  
 صفحہ ۶۵۶) طلبہ ارنا ملاحظہ فرمائیں اس کے معائنہ سے واضح ہو جائے گا کہ ایک  
 کافر کی حضرت ابو بکر نے آنحضرت سے سفارش کی آپ نے عمل طر فزاری کرنے سے  
 ناخوش و غضبناک ہوئے حضرت عمر نے بہ ابن امیہ کی جو کہ جب عقیدہ مقلدین  
 ان کو منجانب قدرت عطا ہوئی تھی بلا جہاں ایسے کہ ابو بکر سعی بیجا کرنے سے غضب  
 و معتبوب ہو چکے ہیں خود ہی و ہی عمل کیا سفارش کافر جس پر ابو بکر نے حضرت

کو عقیقہ ملا لیا تھا۔ یہ اتفاق اہل اسلام جو شخص اپنی بد اعمالی سے بچی کو عقیقہ  
 والا کرا دیتا روحانی پہنچانے وہ بچا کا فر ہے ایسے اشخاص قرون اولیٰ والے جو کہ  
 اسلامی زمانہ کچھ میں ڈاکرا کا بر اسلام کی جماعت میں علی درجہ کی کرمی پر بیٹھنے کا  
 ارادہ کرنے تھے اتفاقات وقت کے یہ قوت ایمانی رکھتے تھے کہ بد معاشرتی فعل ضامنی  
 کے حارم پر دستخط کیا بلکہ انگوٹھے کا نشان کرنے کو فخر و سعادت جانتے تھے ایسی  
 حضرات کی نسبت کوئی عاقل گمان نہیں کر سکتا تھا کہ وہ لوگ تہ دل سے ایمان  
 بخدا و رسول لائے ہوئے رہتے۔ علامہ ہمامہ عبدالمکیم شہرستان نے مل و محل  
 کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے کہ آنحضرت کے اصحاب میں بہت لوگ ایسے داخل تھے کہ  
 بظاہر مسلمان سمجھے جاتے تھے مگر بطون اُن کا نفاق و شقاق سے بہرا ہوا تھا  
 ہر چند عیب زمان چھپاتے تھے مگر کبھی بھی راز سر بستہ کھل جاتا تھا اہل نظر  
 ایمان نفاق اس وقت بخوبی کر لیا کرتے تھے جبکہ اصحاب یا آنحضرت حضور  
 پر روز کے افعال پر اعتراض کیا کرتے تھے وہ زمانہ حضرت کی حکومت و سلطنت  
 کا تھا زمانہ قوت و شوکت میں وہ کہہ دے دیاتے منافقانہ چال چلتے رہے  
 حضرت کے صاحب فراش ہونے پر کھل کھیلے جس نفاق کو دل میں چھپائے ہوئے  
 تھے وہ اُن کی حرکات سے مترشح ہونے لگا دیکھنا چاہیے کہ جب بیان شہرستانی  
 وہ کون بزرگواران اسلام تھے جو کہ آنحضرت کے افعال پر جن کا وقوع  
 وحی سے ہوتا تھا معترض ہو کر اہل دانش کے دفتر سے نفاق کا سارٹیفکیٹ  
 حاصل کرتے تھے ایسے حضرات بہت کچھ تھے۔ مگر اس موقع پر انہیں لوگوں کے  
 حالات مختصراً حوالہ قلم کئے جاتے ہیں جنکی سیرت کا خوش رنگ نقشہ طلباء کو دکھایا  
 گیا ہے۔ سیوطی نے جمع الجوامع اور ملا علی قلی نے کسرا افعال میں لکھا ہے کہ محاصرہ  
 مدائن کے وقت آنحضرت جناب امیر کا ہاتھ ماتھے میں بیکریر تک کچھ مشورہ کرتے رہی  
 اکثر لوگوں کو یہ بات ناگوار گذری کہ ہم سے بالا بالا صرف ایک علی رضی اللہ  
 عنہ حضرت خاص خاص باتیں کر رہے ہیں یہو شریک تجلیہ نہیں کرتے معمولی مشیت

کے حاسد تو اپنی بے وقوفی پیش نظر کر کے دم بخود رہے مگر حضرت ابو بکر کو  
شدت حسد سے یارائے مضبوط نہ رہا۔ فرمانے لگے کہ عجب طویل دور راز دار  
ہے جس کی طوالت ختم ہی نہیں ہو سکتی آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے علی کو مخصوص یہ  
راز داری نہیں کیا بلکہ عدائے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فلاح اسلام کے متعلق اچھے شیعوں  
کو وہ بھیجے ترمذی و صحیح نسائی و صحیح ترمذی میں ہے اس راز داری پر صحابہ کی متعین  
ہونے کا ذکر ہے ابن مردودہ نے اس سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے بروز طائف  
مترصنین کا اعتراض مذکورہ بالا نہ فرمایا کہ میں نے علی سے حسد کیا اس نے نہیں  
کیا اور میرے مقابلہ میں حسد کرنا والا کا قرب ہے جن لوگوں نے حضرت امیر مومنان  
راہ اختیار کی وہ قرن اول کے اعلیٰ درجہ میں شمار کئے جاتے ہیں اور سب کے سب سلمان  
اس وقت بہ لفظ اصحاب پکارے جاتے تھے اس میں ہے کہ اس پاکیزہ وقت کی سلمان  
ایسے حاسد تھے کہ آنحضرت کے افعال پر مترصن ہو کر ہرست کھار میں درج چوٹ  
کی قابلیت رکھتے تھے حضرات طلباء کو اگر کتب محولہ بالا دستیاب ہوں تو آج علم کا  
مرتبہ جناب عبداللہ بنہل امرت سری میں صفحہ (۹۸۱) تا صفحہ (۹۸۳) ملاحظہ  
فرمائیں انشاء اللہ واقعات راز واضح ہو جائیں گے ملاحظین نے حبیب الیریں  
سوائے آنحضرت حضرت ابو بکر و دیگر صحابہ طابعین و مترصنین میں حضرت عمر کا  
نام گرامی بھی تحریر فرمایا ہے۔ ابی بن کعب ایسا منافق تھا کہ جس کا نفاق پشت  
از بام ہو گیا تھا جب وہ مرے تو حضرت نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی عمر صاحب  
نے حضور پر روز کا دامن پکڑ کر کہا کہ آپ اس منافق کے جنازہ پر کیوں نماز  
پڑھتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ ازالہ الخفایں کہتے ہیں (و کا اعتراض لے  
اعظم عمر علی علی اللہ علیہ وسلم جین صل علی عبد اللہ بن ابی۔ حقیقت حال یہ  
ہے کہ آنحضرت چونکہ حامل خلق عظیم تھے اور لیت و تواضع و عار اپنی  
کی ذات میں ولایت کی گئی تھی لہذا ان شوریشوں میں ہر گز ہرگز ہر طرح کے  
کعب لفظ اقدس پر گوارا فرماتے تھے حضور کا منشا ولی بھی تھا کہ کسی

دیکھی طرح یہ چملا عرب بھی واعوجان چور کمرسلک حادانی اختیار کرتے  
 مگر ان لوگوں میں بعض ایسے شدید الطبع و بذا حلاف تھے کہ مرتے مرتے یہ لوگ  
 اخلاق رزبہ ان کے طابع سے نہ گئے حضرت کی زندگی میں ان کو تلے  
 رہے بعد وفات حضور ان کی ذریت کے ساتھ جو بدسلوکی کی گئی تھی ان کے بیان  
 نہیں اونی بات یہ ہے کہ بیدہ کو عطیہ نبوی جس کو اہل سنت چند درخت خرما  
 قربا کرتے ہیں نہ دیوں اور کھار و منافقین کے ساتھ ایسی رحمت و دست  
 افشانی فرمائی کہ بیان نہیں ازالہ الخفا کے صفحہ (۱۹۲ و ۱۹۵) پر لکھا ہے  
 کہ حلیفہ اول نے عیینہ بن حصین کو بارہ دیہات کا وثیقہ لکھ کر دیدیا افسوس  
 ہے کہ دختر رسول کو چند کچھور و مکے درخت دینے میں وہ تنگ چینی کرپ کہ جب  
 صراحت اوراق بالابا بیکد کر مرنا جینا چوٹ جائے اور ایک معمولی غیر مصرف  
 شخص کے ساتھ یہ سلوک و احسان فرمائیں کہ بارہ گاؤں کا مستاجر با اختیار  
 بنا دیوں اگر طالبان راہ حق صرف اسی ایک بات پر تنازعات مذہبی کا  
 اندازہ فرمائیں گے تو امر حق واضح ہو جائے گا اور دیکھئے زکوٰۃ چونکہ مال کی حیرت  
 ہے اور چرک دولت اُسکو کہا گیا ہے لہذا اذانے اُسکو رسول پر حرام کر کے کیتوں  
 پر حلال کر دیا اور جن سے زکوٰۃ رو لی گئی تھی ان کے لئے جس کو جائز قرار دیا  
 مگر حضرات حکماء و دانشمندان نے اُسکو ایسا مٹا دیا کہ اپنے بنی کی ذریت کو محتاج  
 بنا کر تباہ و برباد کر دیا ازالہ الخفا کے صفحہ (۱۸۵) پر لکھا ہے  
 ابو بکر و ولایت ابو بکر احماس بنود یعنی ابو بکر کے عہد حکومت میں جس کا  
 نام نہ تھا سنن ابن داؤد مطبوعہ دہلی کے صفحہ (۲۱۲) پر درباب جس  
 ایک طو لانی عبارت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابو بکر مال جس اسی طرح تقسیم  
 کر دیا کرتے تھے جیسا کہ آنحضرت درباب احقاق کو دیتے تھے فرق اتنا تھا  
 کہ اہل بیت رسول کو بالکل محروم کر دیا تھا انہیں ایک جہہ بھی نہ دیتے تھے -  
 تحفہ کے باب دہم میں شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عمر نے اولاد علی

وال ابو طالب نے حسن کو روک دیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ جو شخص عثمان حکومت اسلام مانتے  
 ہیں بیکر فرمان رھا ہوا اس نے پہلے اولاد رسول ہی کا قلع قمع کیا بعد اچھین حضرت عثمان  
 مالک ملک اسلام ہوئے انھوں نے فذک اپنے سالہ صاحبان کے حوالہ کیا اور تمام  
 بنی امیہ کو داد و دہش سے مار مار کا سیٹھ بنا دیا ان کے ہم قدم اور جانین اہل عرب  
 نے جو بید وں کی خدمت گذاری کی وہ عیان ہے ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی لاہور کے  
 صفحہ ۱۹۵ (۱۹۵۵ء) پر لکھا ہے) امام نووی فرماتے ہیں جس جگہ سیدوں کا حق تھا  
 انکو معاویہ اور بنی امیہ نے دیا لیا اور سید و بکونریا (طلبا و مدرسہ معلوم میں سستی  
 سادات کے رکے بھی ہوں گے چونکہ مقتضائے بہت حضرت کے معاویہ نے ضروریات  
 دار میں گئے وہ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ جن لوگوں کے نام پر آپ صاحب فدا ہیں انھوں  
 نے آپ کے پزرگوں کو ان کے حقوق و اجبہ سے کس بیدردی کے ساتھ روک دیا تھا  
 نتیجہ یہ کہ فاضل مضافت ایسے لوگوں کی سیرت پر ناواقف طلباء کو چلانا چاہا ہے  
 جو کہ آنحضرت کے احکام کو پرکھ کی بار باریت تھے اور ان کی دولاو کے ایسے دشمن  
 تھے کہ سوکھا جو کا کٹوہ ان کے ہاتھ میں نہ دیکھ سکتے تھے کوئی عاقل ان اشخاص کی  
 سیرت کو سوائے نفرت کے کبھی وقت سے نہ دیکھو گا۔ نائے پیشوا باں اہل سنت  
 کے حالات پر نظر کرنے سے سخت افسوس ہوتا ہے کہ وہ لوگ کیسے مسلمان تھے کہ عدلے  
 در رسول کے احکام کی مطلق پابندی نہ کرتے تھے بلکہ جہاں تک ہو سکتا تھا مخالفت کو  
 اپنا عین ایمان جانتے تھے سقیفہ میں جبکہ مابین مہاجر و انصار خلافت پر گفتگو  
 ہوئی اُنھما دو گروہ تھے ایک مہاجر و قوم انصار اور قرآن پاک میں ان دونوں کی  
 ترجیح فار ہوئی ہے۔ مگر موقع مذکور پر گروہ مہاجرین نے جن کے پیشوا حضرت  
 ابو بکر تھے مات حکم دیدیا کہ سعد عبادہ مدنی خلافت کو قتل کرویا جائے طرفداران  
 حضرت ابو بکر کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا (اقتلو سعدا قتل اللہ سعدا قتل کرو سعد کو  
 قتل کرو) اللہ سلو دیکھو انالہ انھما کے مقصد دوم میں صفحہ ۲۶۷) وہ جان اللہ رسول  
 بگور و کفن بتر مرگ پر پڑے ہیں اور اُنکے دوست باصفا حضرت ابو بکر مع اپنی پارے

کے ایک ذی عزت صحابی رسول کے قتل کا حکم جاری فرما رہے ہیں خلافت کی طبع میں  
 تین دن تک بنی کے لاشہ کی خبر نہ لیں دیکھو متقی الکلام مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی  
 کا صفحہ ۳۳۴ سوائے کتاب بالا دیگر کتب اہل سنت میں بھی مضمون عدم حضور خجانبہ  
 وارد ہوا ہے دیکھو اوراق بالا۔ اصل میں یہ جھگڑی لوگ و جیٹان عرب اکثر یہ طبع ملے  
 زر و اخل سلام ہو گئے تھے بھیموں نپڈ قوت یعنی کانوں کو ہاتھ کی ریکھا دکھاتے  
 پھرا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے انہیں انتقام میں لکھا ہو کہ ایک کانہ نے ابو بکر  
 و عمر سے کہا تھا کہ عقیقہ ایک شخص کہ میں مدعی ہو گا نبوت کا تھوڑے زمانہ میں اس کا معاملہ ختم  
 پا کر ایک عالم کو حیرانی میں ڈال دے گا تم دونوں اس کے جانشین ہو گے۔ شاہ صاحب کا مطلب یہ  
 ہے کہ شخصین کی خلافت ایسی زبردست و باقوت تھی جس کی خبر اب جہات بھی رکھتے تھے چونکہ یہ لوگ  
 یہ طبع مال و جاہ و ثروت و مطمع اسلام ہوئے تھے لہذا ہر وقت یہی تک دو وقت کی کسی طرح روزانہ  
 لگے نہ ادب و نبوت سے واقف تھے اور نہ خاصانِ خدا کے خطا مرتبہ کی خیال تھا مثل عوام ان میں  
 جی معلوم کو جاتے تھے شہرستانی مل و اخل میں کہتے ہیں کہ آنحضرت اپنے دستِ انصاف سے صحابہ کو ہوا  
 غیبت قیم فرماتے تھے اور صحابہ دنیا طلب حضور پر نور کا دامن دولت پکڑ کر کھینچتے تھے۔ اور  
 جیچ پکار کر کہتے تھے کہ (اعدل یا محمد انک لہ تعدل) یعنی اے محمد عادلانہ طور پر قیم کرو و تحقیق کہ  
 تم انصاف سے قیم نہیں کرتے خیال کرنے کا موقع ہے کہ اگر کسی ادنیٰ آدمی کو کہا جائے کہ فلاں شخص  
 مسنت مزاج نہیں ہے تو اسکو کیا صدمہ ہو گا۔ آنحضرت ایسا صاحبِ خلق عظیم جس نے جہاں عرب پر  
 ابواب سلوکِ جان کٹا وہ فرماے اس کے قلب پر اس مودی کلمہ نے کیا اثر پیدا کیا ہو گا قربانِ صبر  
 و تحمل مصطفویٰ اپنے نفسِ مقدس پر صبر کر کے قائل کلمہ مذکور کو سزائشِ لغزانی صرف اتنا کہید بار و  
 جیل ان لم اعدل فمن تعدل یعنی افسوس اگر میں عدالت نہ کروں گا تو پھر کون عدل پر عمل  
 کرے گی والا ہو گا۔ اس موقع پر تحقیق طلب یہ ہے کہ وہ گستاخ و بے ادب کون شخص تھا جس نے ایسا یالاک  
 کلمہ زبان سے نکالا تھا۔ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ وہ بزرگ عمر تھے عبارت یہ ہے عن سیدہ ان  
 ابن ابی بکر قال قال عمر بن الخطاب لعمر رسول الله قسا اهلک یارسول الله قیدر ہو لا و کان  
 احق یغنم مطلب یہ ہوا کہ عمر صاحب فرمایا کہ اے حضرت آپ جکو دینا چاہیے اسکو نہیں دیتی

اور غیر مستحق کا میٹ پر دیتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ ایسی حرکات نامناسبہ کرتے رہتے ہیں جن سے حضور والا کو صدمہ پہنچتا رہتا تھا کچھ ایسی پر موقوف نہیں کہ حالت محنت ہی میں بزرگانِ اہلسنت حضرت کو ادیت دے ہوئے ہوں بلکہ مرض الموت میں ایسا مودی وجان شکن مددہ حضور کو پہنچایا کہ تمام امت و مخصوص عائدانِ ہوت کو وہ عظیم رنج پہنچا کہ ابن عباس حضرت کے چچا داد بہائی جب اس واقعہ کو یاد کرتے تھے انھوں سے اشکوں کی ندی بہا دیتے تھے ہنوز معروف بات ہے کہ حضرت نے نہنگامِ علالت دوات و قلمِ محاب سے یہ لکھا کہ میں تم کو ایسی چیز کہے دیتا ہوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گئے حضرت عمر کو یہ لکب گوارا تھا کہ امت محمدی جاوہِ مستقیم ہو قائم رہ کر مستحکم ہو انھوں نے حاضرینِ موقع کو متوجہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص شدتِ مرض میں بزیانِ بک رہا ہے اس وقت کی بات قابلِ اعتبار نہیں۔ مگر خود انکی کتاب کافی ہو۔

فہرستانی نے مل و دخل میں لکھا ہے کہ اول شبہ جو نوعِ انسان میں پڑا وہ ادم علیہ السلام کے لئے اُتار سجدہ تھا جو کہ شیطان سے مرض وقوع میں آیا اور دوسرا شبہ امت محمدی میں عمر نے دالا جبکہ دوات و قلم دینے میں اس نے خلل اندازی کی صاحبِ مل و دخل کا خیال نہایت ہی درست ہے اگر حلیفہ دوم اس وقت سنگ راہ ہوتے تو حضور انور ایک صریحی نوشتہ امت کو ہاتھ میں لیا دیا جاتے جو کہ قاطع بنیاد اختلاف ہونا ہر چند کہ تبلیغات میں آنحضرت نے دقیقہ از وقایعِ مروجہ گذاشت نہ فرمایا ہر بات کو ایجاب نہیں بلکہ چند بار مواقعِ مستعدہ پر امت کو بجا دیا مگر کوئی امرا ہم اور اشد ضروری ایسا نہ تھا تو کہ جس کی نسبت خیال کیا گیا کہ امت اس میں اختلاف کر کے غریقِ جوہدات ہو جائے گی لہذا مناسب تھا کہ تقریری ہدایت کے ماسوا در تجزیہ و بحث ہی امت کے حوالہ کو دی جائے تاکہ اپنی ناہنسی سے مختلف اہلئے ہو کہ مرکزِ جمع سے دور تر نہ چلے جائیں اگر ایسی تجزیہ و تکریر نہ ہو جاتی تو ہلاکوں کے پاس ایک قوی دلیل اُن لوگوں کے مقابلہ میں ہوتی جو کہ نوشتہ محمدی روگردان ہوتے مگر محنت افسوس ہے کہ حضرت عمر نے خل و در معقولات کو کہ امت محمدی کو ہمیشہ کے لئے بتا دے و برباد کر دیا۔ اہل اسلام میں جقدر تنازعات و اختلافات برپا ہو کر رہ گئے مگر اتحاد ہو رہے ہیں ان سب کا وبال و کمال بر گردن حضرت عمر ہے۔ نہ وہ خلاف منصب مصالح نبوی میں دست انداز



جوتے نہ آج امت محمدی کی یہ حالت ہوتی کہ باوصف کلمہ گو ہونے نماز پر طہ ہے  
 روزہ رکھنے زکوٰۃ دینے احکام حج بجالانے قیامت پر اعتقاد رکھنے کے باوجود  
 قنادائے کفر کی بوجھار کرتے چلے آ رہے ہیں ایک فرقہ واسے سے جب پوچھا جائے  
 کہ تم دوسروں کو کیسا سمجھتے ہو بے تکان جواب دیں گے کہ کافر کا قر کا فر۔ بلکہ کفر دوتا  
 و قلم کے قینہ کو حقیر نے دلیل التحریج مطبوعہ مطبعہ یوسفی دہلی میں بوضاحت تمام تر بیان  
 کر کے ان ممتاز اعداء بارودہ کو بھی رو کیا گیا ہے جو کہ علامان حضرت  
 عمران کی طرف داری سے وارو کیا کرتے ہیں اختلافات اسلام کی سیرتھی کا یہ پسلا  
 زنیہ ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کے بطون میں کفر و نفاق کی ریشہ وانی ہو رہی تھی وہ  
 طلب اشت خامہ و قرقاس پر ظاہر ہو گئی اسی واسطے جناب شمس العلماء دہلوی نے تداویر  
 صاحب دہلوی مولف توثیقہ المنصوح وغیرہ نے کتاب الفرائض و الحقوق میں لکھ دیا  
 و جن لوگوں کے دلوں میں خلافت کی کھڑی پک رہی تھی اس کا بھانڈا دوات و خام  
 کی طلب کے وقت پھوٹ گیا۔ ۱۹۱۱ء کو قیام ملتان یاغ عام خاص میں جناب  
 مولوی محمد حسین صاحب ٹیابوی نے ہزار آدمیوں کے جلسہ میں بیان فرمایا کہ اس میں  
 کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر نے وہ کاغذ سرور عالم کو نہ لکھانے دیا جو کہ بقول  
 آنحضرت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مینا دگر ای کا قطع کرے والا تھا میرے نزدیک ان کا یہ فعل ایسا  
 نہ تھا حضرت عمر نے صبا کتاب لکھ کر یہ اس مطلب کتابت کے روک دیا کہ حضرت کی امت  
 و مکرگون سے مباد کوئی ایسی بات فرما دیوں کہ جس سے اسلام ہی الٹ جائے لیکن یہ  
 جہاں ہی اٹکا اچھا تھا کیونکہ نبی بلانزدل و محی کوئی کام نہ کرتے تھے الی آخر وہ دیکھو صفحہ  
 ۱۴۱ سطر ۱۵ لغبت ہروداد مناظرہ ملتان معروف بہ دبدبہ سکندری تذکرہ بالاسوائے  
 روک ٹوک کے حضرت عمر پر یہ بڑا اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ مرتبہ شناس انبیاء نہ تھے  
 اگر ہوتے تو حضرت پر الزام ہدیان ربہودہ کوئی نہ لگاتے اہل سنت و جماعت حضرت  
 اکثر جیسا کہ ایسی باتیں بیان فرمایا کرتے ہیں جس سے یہ الزام ان کی ذات سے اٹھ جائے  
 مگر مولوی صاحب ٹیابوی نے قیام الزما کیا کہ عمر صاحبین بالضرور حضرت کو بیکی بیکی باتیں

بیان کرنا والا سمجھ لیا تھا دیکھو مولوی صاحب کی تقریر کا یہ جملہ متذکرہ بالا حضرت  
کی حالت دگرگوں ہے مبادا کوئی ایسی بات فرمادیں کہ جن سے اسلام ہی الٹ جائے  
لیکن یہ خیال بھی اُکا اچھا نہ تھا کیونکہ نبی بلا نزول وحی کوئی کام نہ کر سکتے تھے مولوی  
صاحب موصوف نے گو کہ لفظ ہذیان بیان فرمایا تھا مگر جو تاج کہ ہذیان سے  
پیدا ہوا کرتے ہیں ان کو بیان فرمادیا مثلاً حالت کے دگرگوں ہونے سے عجب نہیں  
کہ کوئی ایسی بات کہیں جس سے کتاب اسلام کا شیرازہ اکھڑ کر ورق ورق علیحدہ ہو جائے  
۲۳ سال تک نبی کی صحبت شرف یاب ہو کر عمر صاحب کے کجا اچھا تجربہ حاصل کیا تھا کہ  
نبی کو برہمن زن اسلام سمجھ لیا تھا حنفی ہوا کہ وہ نوشتہ حوالہ امت نہ کیا گیا ورنہ  
محکم تھا کہ حب مظنہ عمر صاحب حضرت مرص کی شدت اور بخاری کی بہک میں کیا دیتی  
کہ میرے کھانے کمانے اپنی ہوا بندی کرنے کے لئے نبوت کا دعوے پر مصل و مینا دیکر  
تھا۔ اب تم لوگ نماز و روزہ چھوڑ کر شراب پیو زنا کرو مان بہنوں کو جو رو و بناؤ  
لوٹ کے شاق بنو۔ سو اور بچہ کا گوشت کھاؤ جن کلمات و فقرات کو تم قرآن مجید  
رہے ہو اسکو بھڑ بھڑ کر دو افراد شوں کے ذائقہ پوٹیاں بنانے کے لئے میلام کرو  
جس قدر مسجدیں بنائی گئی ہیں سب کو کھدوا کر بتھانہ تیار کراؤ کہ حضرت ایسا فرمانے  
تو بالضرور اسلام اُٹ جاتا افسوس ہے کہ علمائے اہل سنت قوت و داعی سے ایسی بات  
تراشتے ہیں کہ جن کا سر سیر بیدار و ہوش ہے بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ عمر نے حضرت کو ہذیان  
گو کہا اُنکی رائے میں موقت بنی سلیم الطبع اور با حواس نہ تھے اور ان کے ہوش اس وقت  
مجھ ایسے ضلّ پور رہے تھے کہ اگر فرمودہ نبی قید قلم میں آتا تو اسلام کا کیل کانٹہ دھبلا ہو جاتا  
طلبا و مدرسہ یہ خیال فرمایا کہ مولوی بنا لوی ہی نے ہذیان تسلیم کیا ہے اور کوئی عالم  
اس کا قایل نہوا ہو گا خیریت سے ارباب محال بھی بخیر فرماتے ہیں کہ سببہ عمر سے اس  
گستاخی کا وقوع ہوا ہے دیکھو صحیح مسلم و بخاری شریف و دیگر صحاح و طل و غلی صفحہ  
(۱۱) و مدارج النبوة و حبیب الیسر و درجۃ الصفا و غیرہ جناب شاہ صاحب نے تفسیریں  
تفسیرہ مذکورہ صدر کی سبب طولانی گفتگو کر کے تحریر فرمایا ہے کہ دوات و قلم کے معاملہ میں

یہ بات کہاں سے ثابت ہو سکتی ہے کہ عمر نے کاغذ لکھنے سے حضرت کو روکا تھا دلیل  
 ایتقرین میں حقیر نے کتب معبرہ اہل سنت سے ثابت کر دیا کہ حضرت کو ہڈیاں کو کھسکا  
 حبیب کتاب اللہ کا لغو عمر صاحب نے بلند کیا تھا عمر صاحب نے کتاب ہوئے ہوں یا کوئی  
 دوسرے بزرگ اہل سنت مگر اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ جس کی ذات سے اس فعل  
 نامائشائے کا وقوع ہوا وہ شیطان بلکہ اُس کا بھی جدا علی تھا۔ مانع کتابت کو شیطان  
 نہیں کہتا بلکہ تحفہ میں شاہ صاحب مصوف نے بھی اُسکو اسی خطاب سے یاد فرمایا ہے  
 چنانچہ لکھتے ہیں کہ اگر در واقع عمر ملنے شدت عمر حاشا چوں شیطان شد ہر گاہ  
 منع کاغذ و قلم حب مذراہ کتب سینہ مصرعہ دلیل ایتقرین عمر صاحب کی ذات سے  
 واقع ہوا ہے تو اُن کے شیطان ہونے میں کیا تامل رشاہ صاحب تحفہ کے باب ہم یہاں  
 لکھتے ہیں کہ جس وقت حجرہ طاہرہ میں ودات و قلم پر قصہ بر طعا تو وہاں دو گروہ ہو گئے  
 ایک مانعین۔ دوم مجوزین گروہ اول کا اصرار تھا کہ ہرگز سامان کتابت حاضر نہ کیا جائے  
 دوسرے لوگ لکھتے تھے کہ ضرور وصیت آخری کا قید قلم میں آنا چاہئے کیونکہ وہ تحریر  
 واقع صلاحت ہو گئی بالآخر دونوں میں شور و غضب ہوا حضرت نے فرمایا کہ میرے  
 سامنے تمکو یہ بے حجابی کی طرح جائز نہیں اس حجرہ سے نکل جاؤ کتبا حدیث میں  
 اس کے متعلق جملہ (قد معنی) وارد ہوا ہے یعنی یہ کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ  
 جو لوگ کہ عرصہ کثیر تک سفر و حضر حضور کے ساتھ رہے شامت کو دار سے اُٹھی  
 یہ نوبت پہنچی کہ بقول مشہور پابد سے دگرے ایوان مقدس سے اس طرح نکلوائے گئے  
 کہ پھر اُن کو دیدار بنوی نصیب ہوا ایسے ہی لوگوں کی نسبت کسی شاعر نے کہا ہے  
 ع بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے اس گروہ بندی سے یہ بات بھی ثابت  
 ہو گئی کہ جو پارٹی مجوزین کی تھی اُن کا ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ حضرت شدت مرض  
 میں بہک رہے ہیں بلکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ حضرت بہ صحت نفس و ثبات عقل محض  
 بہ نظر مفاد امت دستاویز مرتب کرنا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ کی کو جنابت نفسانی  
 سے محال ہجایا پیدا کرنے کی گنجائش نہ ملے چونکہ یہ مقام معرکہ الاراء اور تصنیف کنندہ کفر

و اسلام ہے۔ لہذا دیگر کتب مستبرہ سے اس واقعہ کے متعلق مزید ثبوت پیش کرتا ہوں  
 تاکہ طلباء دنازک فہمی کو دخل دے کر حق میں تفریق فرمائیں امام علیی شارح بخاری  
 و ابن حجر عسقلانی بخاری کے شارح ثانی کا واقعہ مذکورہ کی نسبت بیان پیش کرتا  
 ہوں و یکہنا چلے ہے کہ ان دو مقدس شارحین نے الزام دہندہ کو ہدیان کی نوعیت  
 ایمان کیا قائم فرمائی ہے۔ امام عینی موصوف الصدور شرح بخاری کے باب مرض البنی  
 آخر کتاب المعاذی میں صفحہ (۲۰۵) پر لکھتے ہیں ہجر بدون ہجرہ جس کے معنی ہدیاں  
 کے ہیں ایک مرتبہ رسول کے سامنے بولا گیا اور یہ روایت کثمتی نہ تکرار ہجر کہا گیا  
 تھامنی عیاض نے کہا ہے کہ ہجر کہی کو کہنا درست نہیں ہے بلکہ ہجر رجل جب کہا جائیگا  
 اس کا یہ ہی مطلب ہوگا کہ یہ شخص ہدیان بچتا ہے کی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ  
 بنی سے صدور ہدیان بوجہ انہی عصمت کے محال ہے وہ ہر حال میں معصوم ہیں خواہ  
 نریض ہوں یا تندرست اسی واسطے خدا فرماتا ہے کہ ہمارا بنی بلا نزول وحی کوئی  
 کلام نہیں کر سکتا۔ خود حضرت نے ہی فرمایا ہے کہ ہم صحت و مرض میں سوائے کلمہ  
 حق کے کوئی بات نہیں کر سکتے لیکن لوگوں نے اس جگہ بہت باتیں بنائیں ہیں کوئی  
 نسخ بخش نہیں ہو سکتی۔ مطلب یہ کہ حضرت عمر کی بات میں اس کے ہوا خواہوں بہت کچھ  
 چھڑگوئیاں کی ہیں مگر کوئی بات کار آمد ثابت نہیں ہوئی۔ پہر لکھتے ہیں سیر نزدیک  
 جن شخص نے ہجر یا ہجر کہہ کر حضرت کو ہدیان کو کہا وہ تازہ مسلمان تھا اور مدارج  
 بنوت کو نہ پہچانتا تھا نہ اس کو یہ خبر تھی کہ حضور صلی علیہ وسلم کی نسبت ایسا کہنا اثر رکھتا ہے  
 جیسا کہ اس نے عام مریضوں کو ہماری میں بکھتے جاوے بجا کہتے سنا تھا اپنی چائی پی ہے  
 بصیرتی و جہالت سے اس نے حضرت کو سمجھ کر یہودہ سرای اختیار کی۔ (انتہی رقمہ)  
 کلام امام عینی ابن حجر عسقلانی بخاری کی شرح میں یہ لکھتے ہیں کہ قابل کلمہ ہدیان وہ  
 شخص ہو سکتا ہے جو کہ قریب قریب دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا اور ادایک بنوت  
 سے اس کو واقفیت نہ تھی ہر گاہ حیلہ مذکور کتب صحیح مسلم و بخاری و کتب  
 میر مدارج النبوة و غیرہ مذکورہ بالا و اتفاقاً اکثر عظامے سنہ ۱۰۱۰ھ اثر

جزری فی النہایہ و حجاجی فی نسم الریاض و امام لؤوی فی شرح مسلم و شیخ عبدالحق  
 دہلوی فی شرح مشکوٰۃ و غیرہ قابل کلمہ (بذالرجل لیہجر) یعنی یہ مرد ہدیٰ بات میں جا  
 و بیجا باتیں کر رہے حضرت عمرؓ تھے تو اب بہ ترتیب مقدمات نتیجہ یہ برآمد ہوا  
 کہ حلیفہ دوم محض بے بصیرت تھے ماسیحا بنیاد سے اُن کو آگاہی نہ تھی بوجہ جدید  
 الاسلام ہونے کے اُن سے یہ نادانہ واجب حرکت واقع ہوئی تھی۔ طلباء مدرستہ العلوم  
 قصبہ فرمائے واقعات والا ہو کر ارشاد فرمائی کہ فاضل مصنف کو کب یہ زیبا تھا کہ  
 ایسے بے ادب و دانش من مراہب نبوت کی سیرت پر ناواقف لوگوں کی دھچکنے لگی ہوا  
 فرمائی لایق مصنف کی یہ تجویز کی طرح قابل بغیر نہیں ہے کہ قرن اول کے جملہ مسلمان  
 نظر اسلام صحیح تھے میں طلباء سے بکلف پوچھتا ہوں کہ جن قرن کے مسلمانوں کا حالات آپ  
 تحریر حقیر میں بحوالہ کتب عندہ کچھ چکے ہیں وہ فی الواقع اس رتبہ کے تھے کہ انکی رفتار  
 و کردار سے کوئی عمدہ سبق حاصل کیا جائے۔ سچ فرمائے اگر آپ اس وقت موجود ہوتے  
 اور آنحضرتؐ فرماتے کہ دوات و قلم حاضر کرو تا کہ میں تمہارے لئے ایسی دستاویز لکھ جاؤں  
 کہ اس پر عامل ہونے سے تم ہرگز گمراہ نہ ہو تو کیا آپ صاحبے عجاہانہ یہ کہنے کی جرات  
 کر سکتے تھے کہ آپ کہتے ہیں آپ کا کوئی بات قابل اعتبار نہیں اگر دوات و قلم دے بھی دیا  
 جائے تو چونکہ جناب فاتر التعل و سلوب لکھاس ہو رہے ہیں مبادا ناہنسی و بہالت و  
 لایقنی سے کوئی ایسی بات کہیں جس سے اسلام بدل کر کچھ اور ہو جائے انتقصر اللہ آپ  
 کا غلام بھی ایسا ناچار کلمہ زبان سے نہ نکالتا چونکہ آپ ماسیحا اندہ ہزاروں برسوں کے  
 مسلمان ہو کر حیح بنیاد اور بالخصوص اپنے پی کی شان رفیع سے پوری واقفیت رکھتے  
 ہیں ضرور ہے کہ اس وقت دست ادب باندھ کر عرض کرتے کہ حضور ہمارے آقا اور خدا  
 نعمت ہیں ہم لوگ سرکار کے غلامان غلام ہیں جو کچھ ارشاد ہو گا اسکی تعمیل کو یہ سر و شمشیر  
 حاضر ہیں یہ جانہ خیاط ازل نے اُنہیں سخت مسلمانوں کے لئے قطع کیا تھا جو کہ قرن  
 اول میں جلوہ فرمائے ملک اسلام ہو کر بے بصیرت محض تھے چونکہ جب توضیح پادشاہ  
 صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ بات کہاں سے ثابت ہوئی کہ دوات و قلم کے حاضر کر نہیں

عمر خارج اور خل انداز ہوئے ابیات کا ثبوت کہ عمر صاحب نے ہوئے صحاح و مسند  
 سے دلیل اخیر میں حقیقہ پر واجب ہو چکا ہو مگر اس موقع پر نہ نظر رخ شکوک الی میاں  
 کرتا ہوں کہ جس سے بالکل کوئی واہمہ نہ رہے اور بلا وقت سمجھ لیا جائے کہ بے شبہہ  
 ذات حنیفہ و دیم سے منع واقعہ ہو جس صلبہ میں نبی صلعم ہدایت نامہ لکھنے سے روکے  
 گئے تھے وہاں کے متعلق ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ مانع دوات و قلم نے یہ کہا تھا کہ یہ شخص  
 شدت بیماری میں اول و جلول بے سرو پا باقیں خاسج از عقل ہو کر کہ رہا ہے ان  
 پر اعتقاد نہ کرنا چاہئے (حبنا کتاب اللہ) سہلو کتاب خدا کافی ہے پس جس نے ظام  
 مذکورۃ الصدر زبان پر جاری کیا وہی مانع کتابت قرار پائے گا جن جن کتب صحاح  
 و سیر و غیرہ میں یہ واقعہ درج ہے وہاں قایل قیل بطور حضرت عمر کو کہا گیا ہے۔  
 بخاری جلد دوم مطبوع مطبع نظامی کا پورے صفحہ (۶۳۸) پر کلمہ حجرہ زبان ہو وقت  
 نظر ہو گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کس کس دوات و قلم سے روکا اور کون حبنا کتاب  
 کا قایل تھا۔ امام بخاری نے اپنی عبارت میں حضرت عمر کا نام چھپا یا ہے اسکی جگہ  
 (قال بعضی) لکھ دیا ہے مگر موقع مذکور پر لفظ بعض کے اوپر لکھا ہے (عمر ابن خطاب)  
 یعنی دوات و قلم سے روکنے والے حضرت کو ہدیان گو کہنے والے اور حبنا کتاب اللہ  
 کا رد و فرمانے والے حضرت عمر تھے۔ مرزا حیرت دہلوی نے جو قرآن کا ترجمہ اردو  
 میں کیا ہے اسکے صفحہ ۲۰ سطر ۱۱ پر مرزا صاحب صوفی نے لکھا ہے کہ قرآن چونکہ ہر  
 ضرورت کا پورا کرنے والا ہے اسی لئے تو حضرت امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی  
 اللہ عنہ نے کہا تھا کہ حبنا کتاب اللہ میں خدا کی کتاب کافی ہے۔ پس جس نے کلمہ  
 مسطور کیا تھا وہی ارشاد ہنوی کی بغیل میں رکاوٹ پیدا کر لو والا تھا شاہ صاحب  
 موصوف تحفہ میں لکھتے ہیں کہ اگر عمر مانع ہوئے تھے تو نسبت عمر حاشا چونکہ شیطان  
 شاہر گاہ بوجہ اتم ثبات ہو گیا کہ یہ فعل ناہنجار حنیفہ دوم سے واقع ہوا تھا  
 سو پہلے اے خود و جہہ جائیں گے کہ حنیفہ صاحب اسی صفت سے موصوف ہوں گے  
 جو کہ شاہ صاحب نے کتابت کی ذات سے لاحق کی ہے اہل سنت نے خواہ مخواہ

ان لوگوں کو بزرگ دین مان رکھا ہے ورنہ باعتبار اعتقادات یہی کسی اذنی مسلمان  
 کی بھی مثال نہیں دی جاسکتی۔ سو کچھ طلباء عالی خیال کو ایک اور واقعہ پر اطلاع دیتا  
 ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ جن لوگوں کی لالٹ اُن کے سامنے پیش کی  
 گئی ہے وہ ہرگز مومن نہ تھے پہلے ایک مثال عرض کرتا ہوں زان بعد مطلب بیان  
 کروں گا مثال اس وقت کی مسلمان سے پوچھا جائے کہ تم آنحضرت سے کس رشتہ  
 پر محبت رکھتے ہو وہ بصد بشارت یہ ہی جواب دے گا کہ مال تو ایک بے حقیقت ہے  
 جان ابی پیاری چیز اگر فدا کے قدم آنحضرت سے چلائے تو ہزار سعادت ہے  
 مگر قرن اول کے مسلمان ایسے نامسلمان تھے کہ اپنی جان کو مقابلہ سرور عالم بہت  
 عزیز جانتے تھے از بخلمہ ایک حضرت ہجر ہیں از اللہ الخلفاء کے صفحہ ۱۷۶ پر لکھا ہے  
 کہ آنحضرت نے حنیفہ دوم سے پوچھا کہ تم ہیکہ کس قدر دوست رکھتے ہو حنیفہ صاحبہ  
 جواب دیا کہ میں آپ کو بہت دوست رکھتا ہوں مگر آپ نفس کے مقابلہ میں کم جھٹا ہوا  
 حضرت نے جواب دیا کہ اے عمر وہ شخص کہی مومن نہیں ہو سکتا جو کہ شل تھارے اپنی  
 جان کو سری جان سے عزیز سمجھو حقیقت عرض کرتا ہے کہ یہی وجہ تھی کہ قرن اول کے  
 مسلمان عین میدان جنگ میں حضرت کو محصور لشکر کفار دیکھ کر اپنی جان کے  
 بچانے کے لئے بھاگ جاتے تھے از اللہ الخلفاء کا صفحہ ۱۷۸ دیکھو جس میں حنیفہ  
 دوم کا صفت قتال سے سر توڑ بھاگتا ہے طالب علم خیال فرمائیں حالیکہ  
 حضرت خود زبان مبارک سے فرما چکے کہ وہ شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا  
 جو کہ اپنی زندگی کو میری جانت پر فوق دے تو کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے  
 کہ حنیفہ صاحب ارباب لیان سے تھے حقیقت واقعی یہ ہے کہ حضرت ابو بکر  
 و عمر و امثالہم کو سرور عالم سے بالکل ثابت نہ تھی نہ اُن کے مزینا کو کوئی غم تھا  
 بلکہ جن لوگوں کو وفات نبوی سے محزوں و مہنوم دیکھتے تھے اُن سے براہ  
 سنا تے پوچھتے تھے کہ کیا آپ پر کوئی صدمہ یا حادثہ گذرا ہے جو چہرے سے آثار  
 غم و ہم نمایان ہیں اسی بنا پر حضرت ابو بکر نے جب روایات منذرہ کنز

افسوس کماں حضرت امیر سے بعد وفات بنی صلعم دریافت کیا (کہ یا ابوالحسن مالی ادا کیا تھا زنا) یعنی اے علیؑ میں محروں و دلی شکستہ دیکھتا ہوں آپ کی یہ حالت کیوں ہو رہی ہے آپ نے فرمایا کہ اے رسول کے یا رحمانی و محبت مساں جن واقعہ نے آپ کو دل شاد کیا ہے وہ ہی میرے رنج کا باعث ہوا ہے حضرت ابوبکر بعد وفات سرور عالم سوائے حضرت امیر کے اپنے احباب خاص پر بھی مقرر ہوئے ہیں شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا کے صفحہ ۱۷۹ پر لکھتے ہیں کہ خلیفہ اول نے حضرت طلحہ سے بھی (جو کہ بقول اہل سنت عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں) دریافت کیا تھا کہ بہائی صاحب جیسے رسول صلعم نے وفات پائی ہے میں آپ کو شکستہ رو بہنیں دیکھتا بلکہ افروہ طبعیت پاتا ہوں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ میری خلافت سے کچھ خوش نہیں ہیں حضرت ابوبکر و عمر لوگوں کو مرگ نبوی پر متالم و متاسف دیکھ کر تعجب فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ سعیدؓ کے مرنے سے کیوں دل تنگ و کبیدہ خاطر ہو رہے ہیں واقعی بات یہ ہے کہ درو کی حالت صاحب درد مہیا کرتا ہے۔ ان لوگوں کو وفات رسول سے کہ باغم ہوتا پہلے آنحضرت کے درمنا خریدہ غلام تھے اب ملکہ اسلام کے بادشاہ ہو گئے فقیر سے امیر بن کر اگر کسی کو افسردگی ہوئی ہو تو ان حضرت کو ہی ہوتی۔ ہر بات کا نشان قرآن و عہد ان سے ملایا کرتا ہے شیخین کے دل میں اگر ذرہ بہر بھی نبیؐ کی محبت ہوتی تو ان کے جنازہ کو حبس و حبس بالایہ عمل و کفن چھوڑ کر خلافت کے لئے لڑنے جہکڑنے کے واسطے سقیفہ نبی ساعدہ میں بجاتے ازالۃ الخفا کے مقصد دوم میں صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے کہ ابوبکر و عمر ایک دوسرے کو کھینچتے ہوئے سقیفہ کی طرف گرم پو پتے مزارعت نے ہی رسالت خلافت شیخین میں اس کشاکش کو تسلیم کیا ہے مگر رعایت خلفائے نازک جنابی و جدت ذہن سے اتنا امانہ فرمایا ہے کہ ابوبکر و عمر خود سقیفہ میں پہنچ گئے بلکہ اور لوگ ان کو کھینچ کر گئے حقیقت تعجب کماں



عوض کرتا ہے کہ حضرت عمر با شاد اللہ بڑے لمبے چوڑے قد اور گران ڈیل  
 تھے اور ابو بکر بھی بفضلہ قامت میں اُن سے چندان کچھ ہوئے نہ تھے شہر  
 سے جنگل کی طرف دونوں کا عیادہ تے دگرے دست بدستے دگرے جانا ہوتا  
 کا حیرت افزا ہے اگر یہ بزرگواران اہل سنت اپنی خواہش سے نہیں گھٹتے  
 اور اس حیثیت سے کہنے لگتے کہ جیسے بھیریا شیر خوار بچے کو اٹھایا جاتا ہے یہ  
 ممکن تھا کہ شور و غل مچا دیتے کہ اے اہل مدینہ ہذا را بکو ان ناجی را رو کر  
 پنہ سے چڑاؤ یہ نامسلماناں حکومت ماقم سے زبردستی لئے جاتے ہیں چڑیا نہایت  
 خیفہ اچھٹہ ہے اس کے بچہ کو جب کوئی موزی جالوز اٹھایا جاتا ہے تو دس پانچ  
 چڑیاں مل کر اپنے امکان کے موافق بچہ کے چڑانے میں کوشش کرتی ہیں اور بچہ  
 بھی چین چین کے مچاتا ہے افسوس ہے کہ اتنے بڑے ڈیل ڈول والے آدمی  
 گرفتار پنہ اختیار ہو کر عزاحانہ سے ایک دیران جنگل میں کٹاں کٹاں گھسٹتے  
 ہوئے چلے گئے اور مطلق دم نہ مارا عجب نہیں کہ کہینے والوں نے دونوں کے منہ  
 میں روٹی ٹھونس دی ہو جس سے چیخ پکار نہ کر سکے حالت واقعی یہ ہے کہ حضرت ابو بکر  
 و عمر سقیفہ میں بنی کے جناح کو بلا کفن و دفن چھوڑ کر ارادتاً تشریف لے گئے تھے نہ  
 کہ زبردستی گھسٹے ہوئے چنانچہ سقیفہ مذکور سے واپس ہو کر یہ دونوں صاحبوں نے  
 احکام جاری کئے اپنر طلباء مدرسۃ العلوم کو آگاہ کیا جاتا ہے ۔ میرزا جیرت دہلوی  
 نے اپنے موقوفہ رسالہ سنی بہ خلافت شیخین کے صفحہ (۸۷) پر روضۃ الاحباب کے اس مقام  
 کا ترجمہ کیا ہے جو کہ سقیفہ سے واپس ہو کر اُن بزرگواران نے جو کہ زبردستی گھسٹے  
 ہوئے گئے ظاہر فرمایا

ترجمہ عبارت موقوفۃ الاحباب بندہ رچہ رسالہ خلافت شیخین  
 مولفہ مرزا جیرت

جبکہ ہذا حرم و انصار نے سقیفہ میں حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو دوسرے روز  
 ایک بہت بڑا جلسہ قمار دیا گیا ہزارا محاسب اس جلسہ میں انخریج ہوئے پھر حضرت

علی کو اس موقع پر بلایا گیا آپ تشریف لائے اور مناسب موقع پر بیٹھے پہنچنے فرمایا کہ تم لوگوں  
 نے مجھے کیوں بلایا ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ آپ کے بلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ بھی کل صبح کے  
 ساتھ اتفاق کریں یعنی جس طرح انھوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا حلیف بنایا ہے آپ بھی  
 اُس کے ساتھ بیعت کریں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا تم لوگوں نے حضور انور رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قرابتی بیان کر کے انصار کو تنگی دی اور ابو بکر کو حلیف بنا دیا میں کھتا  
 ہوں کہ رسول اللہ سے جو کچھ مجھے قرابت ہو تم میں سے ایک کو بھی نہیں اور اسکو کل انصار جانتے  
 ہیں خدا سے ڈرو اور انصاف کرو ورنہ درستی سے کہا جیتا کہ ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنے  
 کے ہیں آپ کو ہرگز نہ چھوڑوں گا دروٹ لے لیجان اللہ کیا شان بیعت ہے کہ دھکی دے دے کہ  
 ہاتھ سے ڈھکے لٹایا جاتا ہے حضرت علیؓ نے جواب دیا میں بی باقوں سے نہیں ڈرتا اور جب تک  
 میری جان میں جان باقی ہے اپنے حق سے کبھی دست بردار نہیں گا پس ابو عبیدہ جراح پوئے یا  
 ابو بکرؓ آپ کی حیثیت و بعثت ایمان ہم سب پر روشن ہے کیونکہ تم جو اہل بیت ہونے کے  
 خلافت کا استحقاق رکھتے ہو بلکہ خلافت سے زیادہ بزرگی میں بٹھارا استحقاق ہے لیکن  
 جبکہ صحابہؓ نے اتفاق کر کے ابو بکر کو حلیف بنا لیا ہے تو تو بھی حلیف تسلیم کرے حضرت علیؓ  
 نے فرمایا اسے ابو عبیدہ کو مضرب سلت پناہی اور معذرت ہو کہ یہ کہتا ہے مجھے سچی بات کہنی  
 چاہیے جو فخر کہ حضرت عذرت نے خاندان نبی کو بخشا ہے تو وہ سروس کے حلیف ہیں اُس بزرگی  
 کو نہ کہ قرآن ہمارے گھر میں نازل ہوا اور معدن علم و دین سنت ہم میرا ضلع شریعت اور صالح  
 ملت کو ہم سے بہتر کوئی نہیں جاتا اپنی طبیعت کے اقتضا پر عمل نہ کرو تمہیں اس سے نقصان پہنچے گا  
 عبارت بالا پر باسماں نظر کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ علی المرتضیٰ اقرب ترین پیغمبر تھے جوہر قرابت  
 تربیہ ان کے ہوتے ہوئے درباب خلافت کیسے استحقاق مرجع نہ تھا ابو بکر رسول اللہ کے جڑے  
 ہوئے حلیف نہ تھے بلکہ چند آدمیوں نے اتفاق کر کے ان کو بی کا جائزین مان لیا تھا جس کو  
 اہل بیت حلیف باطل و ایسر ناجائز تجویز کرتے تھے بلکہ چند آدمیوں نے اتفاق کر کے ان کو بی کا  
 جائز جائزین مان لیا تھا کہ حضرت عمرؓ ایسے تہ مزاج کے دھکائے ڈھانے ہر قسم کا دیا و ڈالنے کو  
 باوصت یکہ و تنہا ہونے کے ہرگز نہ گھبرائے صاف کہہ دیا کہ میں تمہاری غرض کو پرکاش کی برابر

بھی نہیں جانتا جب تک میرے جنم میں روح ہے اپنے دعوے سے دست بردار نہیں گا  
 یہ دلیرانہ دہمیا کا نہ تعزیر سنکر جس میں خوف و ہراس کا شائبہ نہ تھا آخر کار ابو  
 عبیدہ سر بیخ سقیقہ کو ہی کہنا پڑا کہ حضور خلافت کیا مال ہے آپ تو بوجہ الہیبت  
 ہونے کے اس سے بھی بالاتر مراتب پر فائز ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں بھواب ابو عبیدہ  
 مذکور حضرت امیر کا یہ فرمانا کہ مہبط وحی تھا اگر ہے نزول قرآن ہم پر ہو اصلاح ملت  
 و او صناع شریعت کے جاننے والے ہم ہیں۔ تم لوگ ہماری عزت خدا داد کی برباد  
 کرنے میں کوشش نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ  
 اس وقت کے چند آدمیوں نے یا پھٹھوٹی لڑکے امرحق کو خطاستقامت سے ٹھاکر ایسے برے  
 خط پر نچا دیا تھا جو کہ مرکز میح سے بعد الشریعتین رکھتا تھا۔ عبارت روفۃ الاحباب  
 کا جس قدر ترجمہ مرزا جبرت صاحب نے کیا ہے حق طلب کے لئے نہایت کافی ہے۔ مگر  
 بشر انصاری سے جو گفتگو ہوئی اسکو مرزا صاحب میدان ترجمہ میں نہیں لائے۔  
 شرم سے ہاتھ روک لیا روفۃ الاحباب جلد دوم کے صفحہ (۲۳) پر لکھا ہے اسی جگہ  
 میں بشر مذکورۃ الصدر نے کہا تھا کہ اے ابوالحسن اگر سقیقہ میں آپ ہی ہوتے تو ممکن نہ  
 تھا کہ جناب کی موجودگی میں محبت کے لئے لوگوں کے ہاتھ کسی اور طرف بڑھتے آپ نے  
 فرمایا کیا تم باوصف مسلمان ہونے کے جذبہ پر معترض ہوتے ہو کہ میں ہی حضرت کے  
 مقدس لائے سے وہی بے پرواہی کرتا جو کہ تم نے کی۔ میرے گھر میں حضرت کی وفات  
 حسرت آیات سے تہلکہ عظیم برپا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود فی جود سے جو جزو برکت و بہتہ  
 حق وہ ہمارے گھر سے اٹھ گئی تھی جذبہ سے کیونکر ہو سکتا تھا کہ اپنے خون اپنے جگر اپنے  
 سرو اپنے پیشوا اپنے مابہ عزت دین و دنیا کا لاشہ بیگور و کفن چھوڑ کر تم لوگوں کی  
 جماعت میں شریک غوغا ہوتا اہل سنت خلفاء کے اُن عیوب ظاہری پر جن سے اُن کی  
 ذات مورد غتاب ہوتی ہو۔ ایسا باریک پردہ ڈالتے ہیں جو کہ حقیقت ہوائے ابراد  
 سے برطرف ہو کر اُن کے دونوں کی اصلی حالت دکھا دیتا ہے حقیقت واقعی یہ ہے کہ خلفاء  
 ر. ح. ۲۱۔ بدعت کو نہ خدا سے عمت تھی نہ اس کے رسول سے اور نہ کلام خدا سے

طلباء انصاف فرمائیں کہ قرآنِ معلون کے لئے ایسی جامع اور واضح فصیح و بلیغ  
 انوار اہلئ سے پہری ہوئی کتاب ہے کہ جس کے سلسلے کچی دوسری چیز کی ضرورت مطلق  
 نہیں مگر جو لوگ کہ میلان بند ہی ہو رکھتے تھے ان کو قرآن سے بالکل دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ  
 کتبِ منوطہ سے توریثِ شریف پر دل دادہ تھے اذالہ الحفا کے صفحہ (۲۲۰) پر ایک  
 طو لانی عبارت ہے۔ جس کا لغزِ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطابؓ کی خدمت میں ایک  
 توریث کا ٹھیلے اور حجبِ جہوم جہوم کو پرٹنے لگے۔ حضورؐ پر نوز کو یہ حرکت نا ذیبا  
 نہایت ناگوار گدڑی چہرہ مبارکِ عفتہ سے زعفرانی ہو گیا افاقہ ابوبکر صاحبِ پی  
 و اں موجود تھے حضرت کو پر غضب دیکھ کر کہنے لگے کہ اے عمرؓ تیری مان نیزے سوگ میں  
 بیٹھ دے عرب کی یہ گالی ہے ا دیکھتا نہیں کہ سرکار کو اس بے محل خواندگی پر کس قدر غصہ  
 طاری ہو رہا ہے عرا نچہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو حضورؐ کو انتہا کا پر غضب پاتے ہیں مگر ٹکڑا  
 کر کہنے لگے کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا و رسول کے غضب سے اور میں راضی ہوا خدا کی جلدی  
 اور ان کی بڑت پر حضرت نے فرمایا اے عمرؓ خدا کی قسم اگر موسیٰ اس وقت حاضر ہوں اور تم  
 ان کی پیروی کرو تو گمراہ ہو۔ اگر انھی موسیٰ بقید حیات ہوتے تو ان کو سوائے ہمارے کئی  
 متابعت کے کوئی چارہ نہ ہوتا جس عربی عبارت کا میں نے اردو میں حسبِ تصریح بالا  
 خلاصہ عرض کیا ہے اس کے شروع میں ولی اللہ صاحب نے فارسی میں یہ عبارت لکھی ہے  
 (فاش شدن اخبار بنی اسرائیل در روایت ازاں ازاہل کتاب و ان اول علوم بیگانہ  
 است کہ با علوم دینیہ مختلط شد) خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ معلون کے علم دین میں علم بیگانہ  
 دیہودوں کا علم داخل ہو گیا ہے۔ یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ اسلام کے دینی امور  
 میں کون ایسا شخص ہے کہ جس نے مسائلِ دیہود کو داخل کر دیا۔ یہ اتفاق جیسے حضرات اہل  
 سنت بانیؑ نہ ہی ہیں حضرت عمر فاروقؓ ہیں چنانچہ وہی شاہ ولی اللہ کتابؒ نے مکتورۃ  
 الصدر میں لکھے ہیں کہ بے مذہب بینیہ بر سائل اجماعیہ فاروقؓ است۔ اوراق بالا  
 میں یوجو مات شایستہ دیکھا یا گیا ہے کہ سرچشمہ مذہب بینیہ حضرت عمرؓ کی ذاتِ خستہ صفات  
 ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ دینِ محمدیؐ و دینِ یہود کو ملا کر کے شیرو شکر بنانے والے

خلیفہ دوم تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کی نسبت شمس العلماء علامہ دہر مولوی شبلی صاحب  
 نقاشی کتاب سیرۃ النعمانیہ میں لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے اکثر مسایاں دینی میں یہودان روم  
 سے امداد لی ہے طلباء و مدرستہ العلوم چونکہ عاقل و فرزندانہ اور اسلام کے نام پر جان  
 فدا کرنے والے ہیں۔ امید ہے کہ وہ کبھی ایسے لوگوں کی سیرت پر چھنے کے لئے قدم نہ  
 اٹھائیں گے جنہوں نے دین محمدی کو اخلاطِ حیاسے از میں بے مزہ کر دیا ہے روایت  
 بالاقوال و روایت پر مبنی سے متعلق ہے لکھتے کا بھی حال سن لو اُسے ازالۃ الخفا کے صفحہ ۱۹  
 پر ہے حضرت عمر حوذ ناقل ہیں کہ میں کتاب یہود لکھا کر حضرت کے پاس لایا اور عرض  
 کیا کہ حضور یہ کتاب میں نے اس واسطے لکھوائی ہے کہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو اور  
 علمی پایہ ترقی پا جائے یہ سنکر حضرت اس درجہ پر غضب ہوئے کہ شدت غیظ و نقب و  
 آپ کے رخسار سے سرخ ہو گئے اُسی وقت منادی کرائی گئی کہ مسلمان مسجد میں جمع ہوں  
 انصار سمجھے کہ شاید کئی جہاد کا حکم سنایا جائے گا وہ تہیار لگا کر حضور کے چپ و راست  
 آن کر کھڑے ہو گئے حضرت نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو مانع الحکم اور جو ایتم کلم عطا فرمایا ہے  
 اور میں پاک و صاف دین لایا ہوں متلوگ حیران و گمراہ ہو اور ایسے لوگ تملو گمراہ نہ کریں  
 جو کہ حوذ متحر ہیں اُس وقت عمر صاحب عرض کیا کہ میں خدا کی خدائی اور آپ کی نبوت اور  
 دین اسلام کی سچائی پر ایمان لایا اور اُس سے رضامند ہوا یہ موقع ہے مسلمان اور طالب  
 حق کے نہایت عزیز و نیکو کرنے کا ہے کہ عمر صاحب ابنیہ و ماسبقی کی کتابوں سے  
 جو کہ منوع ہو کر متروک اصل ہو چکی ہیں دل آویزی رکھنے میں کس پر یہ کسے مسلمان  
 تھے اگر ان کا یہ فعل قابل گرفت نہ ہوتا تو آنحضرت (ع) درجہ غفہ ہوتے کہ انصار  
 کو تہیار لگانے کی حاضر ہونے کی ضرورت پیدا ہوتی بہ اتفاق مسابغہ شخص کہ  
 آنحضرت کو غصہ دلائے یا انکی رنجش طبیعت کے سامان فراہم کرے وہ مرد و دونوں  
 و شقی ازلی ہے کیا اب بھی کوئی شخص حضرت عمر کو اس حیثیت کا شخص سمجھے ہیں تامل  
 کرے گا کہ موزیلا، رسول کے سمجھنے کی ضرورت ہے حقیقت الامر یہ ہے کہ آنحضرت نے  
 ہر چند تمینہ و تادیب کی مگر این بزرگوار نے کتب منوطہ کے میلان سے ہرگز

اپنے طبائع صافحہ کو مقصوف لفظ یا رسالہ الیہان عبادی کہوئی میں ہے کہ اکثر  
 اصحاب شریعت یہود کو دوست رکھتے تھے۔ فاروق و عثمان غنی کے عہد حکومت میں مثبت  
 یہود بہ کثرت زیرِ مظلوم رہتی تھیں حضرت عمرؓ یو دیو کی صحبت میں بیٹھ کر سنا کرتے تھے اور  
 حضرت عثمان غنی نے خود ترجمہ عبرانی سے عربی میں کیا تھا۔ زید ابن ثابتؓ بھی اصحاب میں  
 عثمان صاحب کتب امانت فرماتے تھے حامل کلام قرن اول کے مسلمانوں کو کتب پارنبہ سے بخدے  
 و انت ہوئی کہ قرآن سے روئے توجہ پہر اگر دوسری طرف متوجہ ہو گئے چنانچہ بخاری  
 شریف میں لکھا ہے کہ جب حضرات اہل اسلام کی یہ حالت ہوئی کہ امور دین میں علمائے  
 غیر اسلام کی درباری کرنے لگے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بھانا شروع کیا۔ کہ اے  
 کہوہ اسلام ننگوں۔ شامت نے پکڑا ہے کہ اپنی کتاب چھوڑ کر کھار کی کتے پر سٹکی کرے  
 ہو قرآن میں کیا چیز نہیں ہے جس سے تم جیرانی میں پڑتے ہو اس کے منقح بخاری شریف  
 کی عبارت بھی لکھے رہتا ہوں (یا معشر المسلمین کیف تستملون اهل الکتاب عن لشیئ  
 و کتابکم الذی انزل اللہ علی بنکم الی اخرہ) فوس ہے کہ قرن اول کی اکثر حضرات  
 بلکہ متاخرین صحابہ مذہب یہود سے پیوستہ ہوں اور قابلِ مصنف ان کی تقلید پر  
 الباقی طلباء کو توجہ دلائیں۔ حضرت عمرؓ کی ذات بابرکات مجموعہ محاسن حق سوائے  
 سخات متذکرہ یا لا آپ کو شراب خواری کا بھی چمکا تھا رسالہ الہادی مؤلفہ حوزہ خیر  
 انکی نے فونشی کے واقعات کو بہ صراحت بیان کیا ہے اس جگہ کتاب منظر سے کہتا ہوں  
 کہ بعد زول آہ حرمت جلیفہ دم نے شراب نوش جان فرمائی ہے قاعدہ ہے کہ  
 شرابی جب بدست ہوتا ہے تو یہ حکم مقولہ۔ می تراود اچھہ درآوند دل رست بخوئی  
 میں وہ ہی باتیں کہنے لگتا ہے جن کو بہ صبیغہ راز دل میں پوشیدہ رکھا کرتا ہے  
 بحر بہ کار ان محکمہ فوجدار می ملزم کو شراب و کباب کھلا کر ان یا توں کا پتہ لگا دیتے  
 میں جیکو ملزم بحالت ہوش و حواس بیان کرنے سے اپنا ضرر سمجھتا ہے علیٰ ہذا جبکہ حضرت  
 عمرؓ کی عقل خانہ اعتدال سے نکل گئی تو عالم سرور میں وہ ہی اول دولی کہنے لگے جن کو  
 دل میں جگہ دے ہوئے تھے جو محبت کفر مرتفع ہو کر توبہ ایمان آپ کی طبیعت میں

مستقر بنوا تھا۔ لہذا اپنے اُن پورے بھائی خندنگو بیابار کافروں کو یاد کر گئے۔ رونے لگے جو کہ جنگ یدر میں مسلمانوں کی فتوحات کے گھاٹ کا عبور کر چکے تھے۔ آنحضرتؐ یہ ناشائستہ حرکت دیکھ کر ایک کھڑی سے اُن کی ایسی مرمت کی کہ نشہ ہرن ہو گیا تفسیر عالم القرآن کے صفحہ ۱۹۳ پر لکھا ہے کہ آہ لیسکونڈ عن الخمر والمیسر الحاخوہ نزلت فی عمر ابن الخطاب ومعاذ بن جبل یعنی یہ آہ بجا اب عمرو معاذ نازل ہوئی۔ شراب خوردی کی مخالفت میں چند مرتبہ نزول آیات ہوا کہ میں چار آیتیں نازل ہوئیں مگر صحابہ نے اپنی پہلی عادت کو نہ چھوڑا ایک مرتبہ عبد الرحمان ابن عوف نے دعوت حجاب کی جس میں حبیبِ حبیب شراب کی بیابیاں چلیں نہ وہ دو رخم ہوا تھا کہ موذن نے اذانِ مغرب پکار دی تمام شرابی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے انہ میں چور ہو رہے تھے رقتل یا ایہا الکافرون لا عبد ما تقیدون التیڈٹ کر اس طرح پڑھا ریا ایہا الکافرون عبد ما تقیدون۔ یعنی اے کافر وہم ہی اسی کے ماننے والے اور پرستش کرنے والے ہیں جن کو تم اپنا معبود سمجھتے ہو صحابہ محمدی کی اس ناشائستہ حرکت پر خدا نے یہ انتظام فرمایا کہ آہ (لا تقربوا الصلوات و انتم سکادری) نازل فرما کر ہدایت فرمائی کہ بحالتِ محموری نماز نہ پڑھا کرو۔ اور صحابہ نے یہ انتظام کیا کہ بعد نماز عشاء شراب پیئنی شروع کی سبیدہ صبح کے ظاہر ہونے تک نشہ اُتر جاتا تھا اور بیضہ صبح سے فارغ ہو کر پہر پیانی چلتی تھی۔ پھر تک فارغ ہو جاتے تھے اسی اثنا میں عتبان بن مالک صحابی نے کسی تقریب کے ایک جلسہ دعوت اجماع کے قایم کیا۔ جس میں اکابر صحابی مدعو کئے گئے بعد فراغ طعام تقریر طبعیت کے لئے سامعین مینا کا دور شروع ہوا سعد وقاص جو کہ طبقہ اعلیٰ کے صحابہ میں داخل ہیں اور جن کا شمار عشرہ مبشر میں ہے مفت کی شراب سے کچھ زیادہ مدبوش ہو گئے تھے انصار کی ہجومیں انصار پڑھنے لگے نوبت یہ ایجا رسید کہ گم کردہ عقل لوگوں میں خوب جوتوں میں دال پئی ایک انصاری نے اونٹ کا کلمہ اس رذر سے سعد صاحب کے مارا کہ سر پہنچ گیا اُسے شدید عافیت وارد ہوئی جن کا ذکر سورۃ مائدہ میں ہے حضرت عذکر شراب خواری کی کچھ ایسی انت اور دہشت ہو گئی

قحی کہ تادم واپسین ہفتہ سے پہلانی نہ چوٹی چنانچہ مولوی شبلی صاحب نے بھی انصار وقت میں  
 تسلیم فرمایا ہے کہ نیکو جو ایک مقام کی شراب ہے عالم اقتضائیں اُن کو پلائی گئی مگر پاس طرعر  
 صاحب مولوی صاحب موصوف نے ذانت سے اتنا اضافہ فرمایا ہے کہ تجویز و اکثر اُن کو  
 گو کہ شراب پلائی گئی تھی مگر وہ اُن کے فہم مبارک میں ٹھہری ہیں زعم کی راہ سے  
 مل گئی۔ حیر عرض کرتا ہے کہ مولوی صاحب نے کرامات فاروقیہ پر محمول کر کے ایسا جملہ  
 تراشا ہے اُن کی نظر اس پر نہیں گئی کہ مرتے وقت کام و وہن سب شراب آلود تھے  
 رسالہ الہادی منذ کہہ بالا و رسالہ حرمت الخمر طلباء مدرستہ العلوم ملاحظہ فرمائیں۔  
 انشاء اللہ اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ حلیفہ صاحب کس درجہ حریف شراب تھے۔ دوم  
 صاحب منذ شراب میں پانی ملا کر زور گھٹا دیا کرتے تھے اس ترکیب سے خود ہی پیتے  
 تھے اور لوگوں کو پینے کی ہدایت فرماتے تھے حضرت ابو بکر و عمرو دیگر صحابہ اشہام  
 کے فضائل کا بیان کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ یکے از ہزار و قدر سے از بسیار  
 طلباء کو دکھانا آتا ہوں ان بزرگواران اہل سنت نے جیسا کہ شراب حذی و ولایت  
 کو نہ چھوڑا تھا اور زمانہ جہالت کی عادت پر قائم و برقرار تھے اسی طرح بت پرستی کی  
 محبت بھی اُن کے دلوں سے ہر طرف ہندی تھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب  
 مدارج النبوۃ کے صفحہ (۳۵۸) پر لکھا ہے کہ آنحضرت بجز خطاب امر فرمودہ ہو کر دن  
 صو را نبیا و ملائکہ کہ کفار و دیوانہانہ کی کہ شہیدہ بودند پس مہ را چھو کر دھما دھما  
 ابراہیم و اسمعیل را۔ حیر عرض کرتا ہے کہ غالباً یہ اعتقاد حضرت عمر و ابنیاد اہل  
 بیت پرستی ہوں بخت ہے کہ آنحضرت انبیاء کے بتوں کا ٹوکنا تجویز فرمایا اور عمر  
 صاحب اپنی رائے کو دخل دے کر بتوں کی صورت کو قائم رکھیں۔ حضرت عمر نے اپنے عہد  
 دولت میں مسجد نبوی کی روشنی کے لئے ابواب چاندی کا مجر بنوایا تھا جس پر ہر چہار  
 طرف زینت کئے لئے نقا ویر بنی ہوئی تھیں حلیفہ صاحب کی جلالت شان سے  
 یہ امر بہت عجیب ہے مگر کیا کرتے زمانہ کفر کی سبقت عادت نے اُن کو مجبور کیا  
 تھا کہ بجائے بت پرستی نظارہ نقا ویر کرتے رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی قائم



میں جس نے خلافت بنوی کا تاج اپنے سر پر کیا وہ اصنام پرستی کرتا را عبد الملک  
جو کہ حبش نشا اعدیث بنوی (حلفاء من بعدی اثنی عشر کلہم من قریش) اہل سنت کا  
آٹھواں خلیفہ ہے اسکی بیعت علامہ ابن ابی عمیر آغا ثنیۃ البھان کے صفحہ (۳۴۳) پر  
محرر فرماتے ہیں کہ شہر ملتان زمانہ حجاج میں فتح ہوا اسوقت فاطمین نے چاہا کہ معبد  
یہود کا بڑا اثبت اکھاڑ لیویں۔ پندھتوں نے استدعا کی کہ یہ مرقع مفتاح الدولت  
ہے سالانہ بہ کثرت روپیہ اس پر اطراف عالم سے چڑھایا جاتا ہے اگر خلیفہ سوئی  
اسکو برقرار رہنے دیں تو پورا ایک ٹلٹ اسلامی بیت المال کا ہوگا خلیفہ رسول نے حکم  
دیا کہ یہ مہاراج کی صورت خزانہ کی کجی ہے بحالت اصلی قلام و برقرار رکھی جائے۔  
چڑھا دے ہیں دو حصہ دو چار دیوں کے رہیں اور ایک حصہ سے سلمان اپنا پیٹ بہریں اس  
سوغے پر محو و غرقی کے حالات مذکور تاریخ قابل داد ہیں جس نے سو منات کے پندھتوں  
کے جواب میں جبکہ انھوں نے ایک جواہر بیت کے قائم رہنے کی استدعا کر کے سلطان  
کو زکیر مزار اندہ دینے کا اقرار کیا تھا اپنے من ٹلکن ہونے اور بیت فروش ہونے کا اعلان  
کیا تھا اگر حضرت عمر مرقع امینار و ملائکہ کو ٹھوکر دیتے تو عبد الملک کو ایک بیت کی تصدیق  
لینے ہر جرات نہوتی۔ بقولے الا بلا سر ملا خلیفہ شہم کا یہ عمل بدیہی اسی ہی کہاتے ہیں  
مندرج ہوا ہوگا جس میں حضرت عمر کا لیکھ ہے۔ (حساب کتاب) عالی خیال مستغنی  
جو یہ خیال ظاہر کیلئے کہ آج کل سلمان اس تغریل و افراط میں مبتلا ہیں اس کا موثر  
علاج یہ ہے کہ قرون اولی کے بزرگوں کے واقعات کثرت سے شائے کے جا بیڑا تاکہ  
سلمان ان کو پڑھیں اور سبق حاصل کریں کیونکہ اس دور کے سلمان خاص مدنی کے نہ ہوتے  
واقعات بالا پر نظر کرنے سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے اکثر و بیشتر مدعی حکم راند  
اکثر (مفسدین) خوش کردار نہ تھے جو کہ بدوں کے پہلو میں نیک بھی ہوتے ہیں۔ لہذا  
جن بزرگواران اسلام کی بیعت قابل تقلید ہے وہ نہایت قبل تھے صفت و بقدر دیکھ  
چکے ہیں کہ ان کے مدد و جن کس پایہ و وقت کے آدمی تھے وہ اس قابل نہ تھے کہ انکی  
لائف کو طلباء و تلمذ متبع بنائیں اور نہ اس زمانہ کے۔ اور اکثر آدمی یہ وقار رکھتے تھے

بلکہ قرن اول میں ایسے بد صفات لوگ جمع ہو گئے تھے جن کے افعال ناشائستہ کھار  
 سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر تھے مختصر یہ کہ حضرات مہاجرین ایسے تھے کہ باہرین ہمہ عقل و دانش  
 حلیفہ دوم بھی اُن کے ہتھوں سے بہ تنگ آ گئے تھے۔ تاریخ کا کل جلد ۳ کے صفحہ ۱۱۷  
 پر لکھا ہے (امام شیبی کہتے ہیں کہ قریش مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تھے انھوں نے  
 عمر کا ناک بں دم کر دیا تھا بالآخر حلیفہ صاحب یتیم کی کہ دیگر مالک میں آئے اُنکو  
 روک کر حدود مدینہ میں نظر بند کر دیا جب کوئی شخص یہ بہانہ کر کے اجازت خروج  
 طلب کرتا کہ میں بخرمن جا رہا ہوں مدینہ جانا چاہتا ہوں تو حضرت عمر فرمایا کرتے تھے  
 کہ یہ ہجر کا بی رسول جو جہاد کر چکے ہو تنہا رہے وہ ہی کافی ہے تم اس قابل ہو کہ باہر  
 جا کر نہ تنہا رہی صورت کوئی دیکھنے پائے نہ تم کسی سے ملو جلو عثمان صاحب نے اپنے زمانہ  
 خلافت میں سب کو آراوی دیدی یہ ہی وجہ ہے کہ قریش بہ نسبت عمر کے عثمان کو  
 زیادہ دوست رکھتے تھے مصنف خوش دماغ عوز فرمایا کہ قرن اول کے مسلمان عمر  
 ایسے شخص کو جو کہ غلاطت و فطاطت پر مزاجی و تند خوئی میں اپنا فیروز ہی تھا۔  
 تاک چنے چبائیں اور آپ اُن کے حالات بہ کثرت شائع کرنے کے خود ہی قلم اٹھائیں  
 اور دوسروں کو بھی تحریریں فرمائیں یاد رکھو جتنا جتنا اپنے اسلاف کی لاف لکھنے  
 میں آپ زور لگائیں گے اسی قدر اُن لوگوں کی بدنامی ہوگی کیونکہ اُن کی ذات تعالیٰ  
 بڑائی کی کوئی خرابی نہ تھی اُن کے کارناموں سے جم اسلام پر سیاہ داغ لگ چکے ہیں۔  
 مصنف مدثر دماغ کو شرم دلانے اور طلباء و مدرستہ العلوم کی واقفیت بڑھانے کے لئے  
 انشاء اول قرن اول کے اُن اکابر اسلام کے حالات حوالہ ظلم کروں گا جو کہ اہل سنت  
 کے نزدیک ارکان دین میں سمجھے جاتے ہیں۔ ہر چند کہ گفتگو حضرت ابو بکر کی سیرت سے  
 علاقہ رکھتی ہے مگر ضمیمہ تمام پیشوایان اہل سنت کے حالات یہ ہیں وضاحت بیان کو  
 جائیں گے کہ پھر مصنف صاحب یا کسی دوسرے اہل یقین کو کسی اپنے بزرگی کی سو بھری  
 سکتے کا حوصلہ نہ ہو گا۔ اکثر اصحاب آنحضرت اور باخصوص حضرت ابو بکر و عمر ایسے طامع بینانہ  
 حقائق تھے کہ لوٹ گئے مال پر جو کہ انصافاً اُن کا حق نہ تھا اپنے بھائی بیٹوں

سے لڑ پڑتے تھے جنگ بدر کی عینیت کے پاب ہیں امام محمد الدین رازی نے بغیر کبیر کی  
 کی جلد ۲ میں صفحہ ۵۰۹ پر لکھا ہے کہ لڑائی فتح ہونے پر مابین سپاہ مصطفوی  
 لڑتے باٹنے پر نزاع ہوا۔ اس جنگ میں جو انان اسلام نے کفار کے ساتھ محاربت  
 کی تھی اور بڑھے اور ادھر آدمی اسباب سمجھائے ہوئے پڑو پر موجود تھے جو انوں  
 نے کہا کہ جن لوگوں نے کفار کا مقابلہ نہیں کیا نہ خود مرے نہ کسی کو مارا نہ زخم کھایا  
 اُن کا اس مال میں جو کہ یہیں لوٹ قبضہ کفار سے دستیاب ہوا ہے کوئی حق نہیں ہے بڑھے  
 نے جواب دیا کہ وہ ہم کینو کھر محروم رہ سکتے ہیں تم لوگوں کے کپڑے ہوئے موقوفہ پر  
 موجود ہے اگر تم ہزیمت پاتے تو سوائے ہمارے پاس آنے کے کہاں جاتے ہنؤ  
 لتوار کی دھار سے ایک چنا دو وال کر دیں گے جیسا کہ میں نزاع زیادہ ہوا تو آپہ  
 (سینونک عن الا نفال) نازل ہوا دشمنان اہل سنت تمام قارتخ اسلام پڑے جیسا  
 حضرت ابو بکر و عمر وغیرہ کا جنگ بدر کے فاتحین میں نام نہ پائیں گے یہ بزرگان اہل سنت  
 دیرہ جینہ پر بوجہ پیرانہ سالی موجود تھے اُنہیں کا اصرار تھا کہ قاعدین و مجاہدین  
 برابر کے حصہ دار قرار دے جائیں علاوہ بریں تارخ طبری کی جلد ہفتم میں صفحہ ۱۰  
 پر ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ روز جنگ بدر حضرت لوگوں کو امیدوار ہے تھے  
 کہ جو یہ کام کرے گا اسکو فلاں انعام ملیگا اور فلاں خدمت کی انجام دہی کا یہ صلہ ہوگا جو  
 جو ان اتین آدمی دوڑ دوڑ کر ان خدمات کا سر انجام کرتے تھے اور بوسے ناکار  
 علم شکر کے پاس کھڑے کھڑے نفاذ کر رہے تھے جب فوج و طاقتور لوگوں نے لڑائی  
 کو سر کر لیا تب بڑھوں نے بھی سوال پسیلا دیا کہ تمنا تم ہی اس کے حصہ دار نہیں ہو  
 ہم بھی برابر کے شریک ہیں تارخ مذکورہ بالا میں اس واقعہ کے متعلق پانچ پچھپہ شری  
 نقل ہوئی ہیں جن میں آخر کی حدیث کا یہ مضمون ہے ابراہامہ بالی عبادہ بن صامت  
 سے روایت کرتے ہیں کہ آپہ سینونک موصوفہ بالا ہم اصحاب بدر کے بارہ میں نازل  
 ہوئی۔ کیونکہ ہم لوگوں نے اپنی بد اخلاقی سے دریا ب مال عینیت با یک دیگر نزاع  
 بجائے اس کا اثر یہ ہلا کہ خدا نے ہمارے ہاتھ سے اسکو چھین لیا اور رسول اللہ کے

حوالہ کیا حضرت نے بہ اہتمام خود اسکو قیتم فرمایا طلباء غور فرمائیے کہ عبادہ بن صامت  
 ویسا جلیل القدر صحابی جبکہ اپنے اور اپنے معاصرین اصحاب کی بد اخلاقی و زراعت  
 طبعی کی شہادت دے رہا ہے تو ہم مصنف صاحب کو سچا باور کر کے کیونکر یقین  
 کریں کہ قرن اول کے تمام تر مسلمان اسلام اہلی کا جامہ زیب بدن فرماتے ہوئے  
 تھے اور وہ ان جھگڑوں اور فتنوں سے پاک تھے جو کہ زمانہ حال کے مسلمانوں سے لاحق  
 ہیں حاضرین معرکہ بدر کے بوڑھے اور جوان میں بحد سے نزاع کو طول ہوا کہ خدا کو بیج  
 بچاؤ کرنا پڑا چنانچہ آیہ مبارکہ تذکرہ بالا ریشونک عن الانفال کے متصل ہی  
 یہ آیت ہے رافقوا للہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا للہ ورسولہ انکم موعنین  
 یعنی اے شکر یان محمد صلعم خدا سے ڈرو اور باہم صلح و آشتی رکھو اور اگر تم مومن ہو تو خدا  
 و رسول کی اطاعت کرو۔ عنوان مفاد آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ تھے خدا و رسول  
 سے ڈرتے تھے اور نہ بایک دگر محبت و مصداقت رکھتے تھے اور نہ ان میں اثر و مبتت  
 تھا نہ اصلاح ذات البین کا مادہ اور نہ میں ودیعت ہوا تھا جملہ و کینہ طبعیت لوگوں  
 کی طرح ذرہ برابر چنبر پر خون خرابہ کرنے کو چا تو بدست ہو جاتے تھے۔ دیکھو خدا  
 نے کن پُرورد لفظوں میں ان کی ولایت و عزالت کا ذکر فرمایا ہے جھگڑا میں نہیں ہو  
 کہ بدرتہ العلوم علی گڑھ کے شریف الطبع و پاکیزہ مزاج و با اعتماد طلب علم  
 ایسے لوگوں کی لائف کو اپنا نصیب العین قرار دیں۔ واقعی بات یہ ہے کہ میں نے  
 جتنے بھی آدمی مسلمان کچے جلتے تھے ان میں سوائے محمد و آلہ کے چاند کے باایمان کسی نہ تھا  
 اسی مومن و مسلم وہ ہے جو کہ علم رسول سے مطلق اخراجات نہ کرے جس بات کا بغی حکم و بی اس  
 پر عامل ہو جس سے منع فرمائیے اس کام کے پاس بخائے اسی عنیت بدر کے تقبیر پر نظر  
 فرمائے وہ فتنے کے جھگڑے پیش آئے ایک بوڑھے اور جوانوں میں جس کا ذکر اوپر کیا گیا  
 دوسرا خود رسول مقبول سے نزاع پیدا ہوا تفسیر کبیر میں در باب بحث انفال لکھا ہے  
 کہ آنحضرت نے اپنے اصحاب کو عنیت بدر سے حصہ دیا جو کہ موقعہ جنگ پر حاضر  
 نہ تھے بلکہ مختلف مقامات پر کچھ خدا کا انجام دے رہے تھے منجانبہ ان اکثہ کے

اتنی مہاجرین سے تھے اور پانچ انصاری مہاجرین میں ایک عثمان دوم طلحہ - سوم  
 سعید بن رند - انصاریں ایک ابو انبابہ - دوم عاصم - سوم حارث بن حلیب چھام  
 حارث بن حبیبہ پنجم حذات بن جیسر - جبکہ رسالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ نے انہیں  
 موصوف بالا کو عنایت کا حصہ دار قرار دیا اصحاب بگڑ گئے کہ مرنے کو ہم اور حصہ  
 لینے کو وہ جو کہ شریک جنگ تھے مہفت صاحب جو مکہ بقیعہ زیرک وار باب  
 ثنات سے ہیں بلا جنبہ مذہبی انصاف فرمادیں کہ اگر جنگ بدر میں وہ موجود ہوتے  
 تو بقیم رسول پر ایسی ہی نیلی پیلی آنکھیں نہ لگتے جیسے کہ حسبِ صراحت صدرِ احمایہ یافعا  
 نے لکھا ہیں تہیں یا دیکھو اگر آپ ایسا کرتے تو تو شہ خانہ قدرت سے وہ بھی خلعت  
 پاتے جو کہ اس وقت بدر پہنچے آریہ مذکورہ بالا رفاقِ نقول اللہ و صلوا الی آخوہ شہکا  
 جنگ بدر کو ملتا تھا مقامِ نال ہے در حالیکہ آنحضرت کی زندگی میں ان طاعِ جہلا  
 کی یہ حالت تھی کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں حضورِ صلعم سے برسرِ نافرمانی مہ جلتے  
 تھے تو بعد وصالِ سرورِ عالم اگر ان کے اہل بیت سے روگردان ہو کر ورطہِ صلالت  
 میں پڑ گئے ہوں تو کیا امر مستبعد ہے اہل بیتِ نبوی پر جو ظلم و ستم کہ حضرت ابوبکر اور  
 ان کے نفسِ ناخفہ حضرت عمر رضوان اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں ان کا قیدِ ظلم میں  
 لانا مجھے ہچکچاتا تو کیا بڑے بڑے عقلا و زمانہ کی امکان سے باہر ہے بطورِ نمونہ کچھ  
 مختصر لکھتا ہوں بغی کی آنکھ بند ہوتے ہی ان نام کے سما نوں نے پہلے اسی گہر کا  
 قلعہ فتح کیا جس کے دروازہ پر نسلِ علماؤں کے جہہ سائی کیا کرتے تھے اہل سنت کا  
 عالم جلیل القدر ابنِ قتیبہ نے (ابنِ قتیبہ ایسا معتبر ہے کہ فاضلِ مخاطب نے بھی کیا  
 موصوفہ خود میں ان کے کلام سے استناد کیا ہے) کتاب الامانۃ والاسبانۃ کے صفحہ  
 (۱۸) و (۲۲) پر جو مضمون ہے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب علی المرتضیٰ کو  
 ان کے گھر سے پکڑ کر کو سلیمان صاحبِ حضرت ابوبکر کی کچری میں لائے تو ان سے  
 کہا گیا کہ حلیفہ وقت کی بیعت کرو - حضرت امیر نے جواب دیا کہ اگر میں تمہاری  
 اطاعت امور دین میں نہ کروں تو پھر کیا کروں گے ابوبکر و عمر نے جو ایٹھ کہ یہ تم کو ہم قتل

کرڈا میں نے حضرت امیرؑ کے جواب دیا کہ اگر مجھ کو غم نے قتل کر دیا تو خدا کے بندہ اور  
 رسولؐ کے بھائی کے خون کا مظالم بہت بڑی گردن پر ہو گا حضرت عمرؓ نے بہ سختی جواب دیا  
 کہ خدا کے بندہ تو تم ضرور ہو لیکن رسولؐ کا بھائی ہم تم کو تسلیم نہیں کرتے حضرت امیرؑ  
 یہ منکر فرمایا کہ میں بہت بڑی بیعت ہرگز نہیں کر سکتا تم کو لازم ہے کہ میری اطاعت کرو  
 کیوں طلباء مدرسہ صحیح کہنا اگر تم اس زمانہ کے رنگروٹوں اور دانشوروں میں بہرتی  
 ہوتے اور تم کو پھیرا پیٹن سمجھ کر حضرت ابو بکرؓ حکم دیتے کہ علیؑ کو ان کے گھر سے جبر  
 بکھڑا دو تو کیا تم وہی عمل کرتے جو کہ اس وقت کے مسلمانوں نے کیا تھا۔ یہ بھی ممکن  
 کر لو کہ تم میں سے کوئی سیاست گاہ اسلام کا جلاذ مہونا جس کا کام گردن مارنا ہو  
 اور ابو بکرؓ حکم دیتے کہ علیؑ کو یہ جرم موجب قتل کروا دو تو کیا تم جرات کر سکتے تھے کہ علیؑ  
 کو قتل کر کے حضرت سیدہ علیہ السلام کو دبوچو۔ گئی میں مبتلا کرتے اور حنین شریفین  
 کے گلائے مبارک میں شال عزائم اتے جن وقت کہ کارپردازان خلافت حضرت  
 امیرؑ کو گرفتار کر کے حجاز کی کوٹھی پر بیٹھے تو آپؐ نے قبر رسولؐ کی طرف رخ کر کے عرض کیا  
 کہ اے میرے بھائی آپؐ کی وفات کے بعد اس قوم نے مجھ کو صیغف کر دیا اور درجہ  
 قتل کے چھوٹے میں آپؐ کی روح برفقہ سے اُن مظالم کا شکوہ کرتا ہوں جو کہ ان امتوں  
 کے ہاتھ سے لاحق حال ہوئے ہیں۔ طلباء رذی قدر کو آگاہ ہونا چاہئے کہ حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام جب میقات بدر تشریف لے گئے اور حضرت ہارون علیہ السلام کو  
 اپنا قیام مقام کیا تو قوم موسیٰ نے ہارون موسیٰ کے ساتھ وہ ہی عمل کیا جو کہ  
 محمدیوں نے ہارون احمدی کے ساتھ کیا تھا قرآن پاک میں اسکا ذکر مفضل موجود  
 ہے۔ اتفاق امت آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ اے علیؑ تمکو مجھ سے وہ نسبت ہے جو  
 کہ ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ پس جو موسیٰ گروہ نے ہارون سے کیا  
 وہ ہی محمدیوں نے علیؑ کے ساتھ عمل کیا اگر آپؐ بہ نصاریٰ و مجوس کے پیشوا بن  
 دین کے ساتھ کوئی شخص ایسی گستاخی کرے جیسے کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ اور ان کے  
 جان نثاروں نے جانداں نبوت کے ساتھ کئے تھے تو با یقین وہ لوگ کاٹے گئے

سے اس کے منہ میں مٹوا دیں۔ دیدہ باید کہ طلباء علی گڑھ اسی لوگوں کے ساتھ  
کیا سلوک کریں گے جنہوں نے رسول کی دختر کو بیوہ بنائے اور بنزدان رسول کو  
در دیتی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی۔ مولف رسالہ ہذا چونکہ منسوب بہ بیات  
ہے اور اس کے جد اعلیٰ اور جدہ عالیہ کے ساتھ خلفائے اربعہ نے اس زیادتی کی ہے اگر  
اس موقع پر کوئی جوش آمیز جملہ زبان قلم پر آگیا ہو تو ناظرین رسالہ بازخواست  
نفرناکر معافی عطا فرمائیں گے۔ قرن اول کے مسلمانوں کے حالات پر نظر کر کے کوئی تا  
مسلمان ہی ان کو مسلمان نہیں بتا سکتا۔ بلکہ یہ ہی کہے گا کہ اگر اسلام اسی کا نام  
ہے تو اس سحر اور رجم کفر بہتر ہے کیونکہ یہ فتح مکہ کا انچہ مسلمان کر دند۔

جس شخص کے قتل کرانے کا حضرت ابو بکر نے ارادہ کیا تھا اس کا اقتدار بھی کمایا  
جاتا ہے۔ حضراتِ شافعی میں جو کہ از جملہ صحاح ستہ نہایت معتبر کتاب ہوا اس کے  
صفحہ ۹۰۶ پر لکھا ہے کہ عمر بن عبید بن جراح نے کہا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ  
افسوس ہے لوگوں کے حالات یہ کہ وہ ایسے بزرگ کے بارہ میں لگے کرتے ہیں

کہ جس میں دس صفات ایسی ہیں کہ جن کا اثر کسی دوسرے وجود میں نہ تھا  
(۱) آنحضرت نے بروزِ محرابہ جنس فرمایا کہ فرما ہاں اسکو مامور کریں گے جسکو خدا  
اور رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ ان کا دوست ہے یہ شکر لوگوں نے گردن طع  
نہندگی کہ شاید ہمیشہ لوادہم سے متعلق ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ علی کہاں ہیں لوگوں  
نے کہا کہ وہ چلی پیس رہے ہیں آپ نے فرمایا تم میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ ان کی بدل  
ایا کر دانی کرے۔ پھر ان کو بلایا تو معلوم ہوا کہ آشوبِ چشم ازیں ہے حضور نے اپنا  
نقاب دھن ان کی آنکھوں میں لگا دیا اور عام عنایت فرمایا نتیجہ یہ ہوا کہ قلعہ  
فتح کر کے صبیحہ کو لائے۔

(۲) اول حضرت ابو بکر کو سورج رات، دیگر مکہ کو روانہ کیا تھا تب علی المرتضیٰ

کو یہ کہہ بھیجا کہ تبلیغ احکام الہی امر عظیم ہے اسکو ہم انجام دے سکتے ہیں یا تم اور

علی تم چاہے ہو اور میں تم سے ہوں۔

(۳) آنحضرت نے علی و فاطمہ و حسین کو اپنی چادر اوڑھ کر فرمایا **اللہم ھوکلہ**  
**اھلبیتی و خاصیتی فاذهب عنہم الوبس و طھرھم تطہیرا**

(۴) جناب امیر ربیع پہلے وہ شخص ہیں جو کہ آنحضرت پر ایمان لائے۔

(۵) شب ہجرت بجائے رسول چادر اوڑھ کر سو رہے دیکھنے والے سمجھتے تھے کہ خود  
 رسول پاک استراحت فرما ہیں اسی اثنا میں ابو بکر آئے حضرت علی نے اُن سے کہا کہ  
 حضور چاہے میوں کی طرف چلے گئے تم بھی جاؤ جناب امیر ربیع خوف و خطر فرشت  
 رسول پر بیٹھے رہے اور کفار چار طرف سے محاصرہ کئے ہوئے پتھر برساتے رہے  
 یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

(۶) جبکہ خیابانوں میں حضرت تشریف لے گئے تو جناب امیر نے فرمایا کہ میں  
 بھی آپ کے ہمراہ چلوں آپ نے فرمایا کہ تم گھر پر رہو اے علی کیا تم پسر راضی نہیں  
 ہو کہ میرے مقابلہ میں ایسے رہو جسکے موسے کے سہنے ماروں تھے عرق صرف اتنا  
 ہے کہ بعد میرے تم بنی ہنیں ہو سکتے کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں اگر سلسلہ نبوت مجھ  
 پر ختم نہ ہوتا تو پھر تم بھی درجہ رفیعہ نبوت پر فائز ہوتے پھر فرمایا کہ بعد میرے تم حلیف ہو  
 (۷) ایک مرتبہ آنحضرت نے حکم دیا کہ سب لوگوں کے دروازہ مسجد کی طرف سے  
 بند کر دئے جائیں صرف ہمارا اور علی کا دروازہ کھلا رہے جس طرح کہ موسے اور  
 ہارون اور ذریت ہارون کو داخلہ مسجد کا حکم تھا اسی طرح علی اور اُن کی اولاد  
 خانہ خدا میں اندوشر رکھنے کی سستی ہیں۔

(۸) محال تھا کہ جناب حضرت امیر داخل مسجد ہو سکتے تھے کیونکہ اُن کے لئے خانہ خدا  
 پر داخل ہونے کے لئے کوئی اور راہ نہ تھی۔ حضرات انبی جو مصر میں بھیجے گئے تھے  
 (۹) پر ہے کہ آنحضرت نے بھی جناب امیر فرمایا کہ اے علی اگر میں کہیں باہر جاؤں  
 تو میرے ایامِ غیبت میں منہ خلافت پر سوائے تمہارے دوسرا جلوہ فرما نہیں ہو سکتا  
 انوس ہے کہ ایسے حالی فضائل جلیلہ کو ابو بکر یہ جبرِ غیبت کے لئے پکڑ دیا کہ بلوایں  
 اور پھر اُسکو قتل کر دینے کی دھمکی دینے انوس بھیجے شدتِ بغت سے گلہ پڑتا ہے جس



وقت کہ حسین اور جناب سیدہ اور حضرت امیر کی صاحبزادیوں نے سنا ہو گا کہ دار الخلافہ میں حضرت ابو بکر علی المرتضیٰ کو گردن مارنے کا حکم دے رہے ہیں اس وقت ان ماتم نشیون کے نفس پر کیا صدمہ ہوا ہو گا واقعی امر ہے کہ قرن اول کے اکابر و ممتاز لوگ اور بالخصوص حضرت ابو بکر و عمر حب جانتے تھے کہ خلافت بنوی کے اہل حق دار حضرت امیر ہیں مگر چونکہ ذرا ایمان ان لوگوں کے طبع میں نہ تھا اور صدائی وعدوں اور نبی کی ہدایتوں پر وثوق و اعتماد نہ رکھتے تھے۔ لہذا دیدہ و دانستہ وہ عمل کرتے تھے جو کہ خلاف حکم خدا و رسول ان کے نفوس چاہتے تھے تنبیہ المطاعن کے صفحہ (۲۳ ۱۵) پر کتاب احکام سلطانہ ابو الحسن ماورائے نعل ہوا ہے ابن اسحاق راوی ہے کہ جب عمر زحنی ہوئے تو ان کے پاس لوگوں نے آگیا جاکا۔ جب اجازت پا کر حاضر ہوئے تو انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ عثمان بن عفان کو ہم پر حلیفہ کر دیجئے عمر نے جواب دیا کہ وہ مال اور جنت دونوں چیزوں کو محبوب رکھتا ہے۔

پھر اور لوگوں نے کہا کہ اگر ان کا حلیفہ کرنا مصلحت نہیں ہے تو علی المرتضیٰ کو اپنا قائم مقام بنائے یہ سن کر عمر صاحب نے جواب دیا کہ بے شبہ وہ ایسے ہیں کہ نکوراء حق پر چلا بیٹھ گئے۔ عید اللہ ان عمر کا بیان ہے کہ یہ سنکر میں ان کے قدموں پر سر رکھ دیا کہ ہر گاہ علی ایسے ہیں تو پھر ان پر احکام استخلاف جاری کرنے میں کیا تاثر ہے ارشاد ہوا کہ اے جان پدر کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم زندگی اور موت میں اس کے مغل ہوں۔

مولف عرض کرتا ہے کہ حلیفہ صاحب کا یہ فرمان کہ علی المرتضیٰ خلافت کو ایسے سیدے راستہ پر چلا دیں گے جو کہ بلا حتم و بینہ لہے باب جنت پر پہنچ جائے گا مگر خواہش نفسانی سے مہر تھے گو کہ امت محمدی کبھی دوسرے کے حلیفہ ہونے سے ورطہ صلاحت میں پر طجائے مگر ان کا نفس گھارنا نہ کرتا تھا کہ خلافت تنزیہاً باطن و کلمہ زبان سے نکلی اللہ اکبر نصیب حمد اس کو کہتے ہیں ابو بکر کے زخمیہ و زماں سے

لیوں پر دم ہے۔ سائنس کی آمد و شد میں کمی ہے مگر دل گوارا نہیں کرتا ہے۔ کہ  
 فقط خلافت علیؑ کے نام چسپاں ہو۔ کائنات صاحبتزادہ سے اتنا ہی کہہ دینے کے  
 امیرانہ زک قلب خلافت مرتضوی کے سینے کا نخل نہیں کرتا۔ میں اپنے نافعہ سے  
 ان کو چارج نہیں دے سکتا۔ مگر چونکہ وہ سلطان کو شاہ راہ صواب کے بھٹکے ذہن  
 لگے۔ لہذا تم بعد چارے ان کی اطاعت اختیار کر لینا اگر ایسا ہوتا تو حلیفہ صاحب  
 کو صدمہ نہ پہنچتا۔ حلیفہ جائز و راہ منائے صراطِ مستقیم کی منصوبی سے صرف ان کی  
 روح پاک کو مبتلائے عذاب شدید ہونا پڑتا۔ بکوں بیان لڑکوں کو کچھ سمجھے  
 بھی تم تو ماشاء اللہ ایسے فرزانہ و روشن طبیعت ہو کہ ورنہ برابر مسئلہ اسلام  
 کو خلافت سائنس و فلسفہ سمجھ کر علمائے دست و گریباں ہو جاتے ہو۔ دیکھو  
 بھی ہو اسلام کا ایسا نامور و باجاہ و جلال حلیفہ (جس کے زمانہ کی فتوحات  
 پر نظر کر کے بوجہ جنگی طبیعت ہونے کے ہمارا غیظہ طبیعت شکستہ ہو جاتا ہے  
 نصیب کے نیلے ماٹ میں کبیرا شک پر طاؤس بنا ہوا تھا۔ بہ نظر اطمینان طلبا  
 اور ثبوت پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عمرؓ کی رائے خائب  
 امیر مسند خلافت کے لئے بہر عنوان زیبا تھے۔ مگر حلیفہ دوم نے دیدہ و  
 دانستہ ان کے حلیفہ بنانے سے انعام کیا۔

شاہ ولی اللہ ازالہ الخفا کے صفحہ (۱۹۵) پر تحریر فرماتے ہیں۔ ابن  
 عباس راوی ہیں کہ جب عمر صاحبؓ کو گوں نے انتظام نیابت کے لئے کہا  
 تو انھوں نے فرمایا خدا اس کا ولی ہے یعنی ہم خلافت کا اگر وہ چاہے  
 تو کتاب خدا اور سنت رسول اللہؐ پر سب کو چلا سکتا ہے مگر یہ خوب سمجھ لو  
 کہ اگر حضرت امیر حلیفہ ہوئے تو حجت بمضا اور صراطِ مستقیم پر لوگوں کو قائم  
 کر دیں گے۔

علاوہ بریں کتاب استیباب کی جلد دوم میں صفحہ ۴۸ پر ہے عبد  
 ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرے پدر پزر گوار نے فرمایا کہ اگر اہل شوری نے خلافت

کے علی کو منتخب کیا تو وہ اُن کو راہِ راست پر لے چلیں گے۔ اگر تلوار  
 اُنکی گردن پر رکھ دی جائے تو امرِ حق سے انحراف نہ کریں گے موصوفِ اِصدا  
 کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا با جیکہ آپ کو حضرت علی کی طرف ایسا حسنِ ظن ہی  
 تو اس وقت اُن کے حلیفہ قائم کر دینے پر کون امرِ باطل ہے حلیفہ صاحب نے  
 فرمایا کہ اگر میں کسیکو خلافت سے نام زد نہ کروں تو کوئی بیجا بات نہی۔  
 ہم سے بہتر آنحضرت تھے انھوں نے ہی اپنا قائم مقام کسیکو نہ کیا  
 تھا۔ مضمون بالا بہ روایت عبد اللہ بن عمر مستدرکِ حاکم و کنز العمال و  
 ریاض الفطرہ و طبقات ابن سعد و فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہی  
 موجود ہے۔ یا پڑھیے میں جو کلمات واقع ہوئے اُن سے صاف ظاہر  
 ہے کہ حضرت عمر لعلم الیقین جانتے تھے کہ اصلاح امت محمدی موقوف بہ  
 حکومتِ مرتضوی ہے۔

طلباءِ انصاف فرمایاں جبکہ حلیفہ صاحب امر و کل امر کی خلافت کو اس درجہ  
 مرتبہ رشادت پر جاتے تھے تو زبانِ مبارک سے یہ کیوں فرمایا کہ اے معاشرِ مسلمین  
 ابوجہ صاحب نے مجھ پر عالم بخود ہی میں احکامِ اتحاد جاری کئے تھے میں ثبات  
 عقل و سلامتی ہوش علی کو اپنا قائم مقام بناتا ہوں ابوجہ صاحب نے جب مجھکو  
 اپنا جانشین کیا تھا تو تم لوگوں نے غل بچا تھا کہ ہمیں ایسا حاکم چھوڑا جاتا ہے  
 جو کہ اتہا کا غلیظ الطبع اور شدید المزاج ہے (یعنی بدخو متد مزاج) میں اس کو  
 خلعتِ نبایت سے سرفراز کرتا ہوں جو کہ بعد رسول تمام صحابہ سے علم و فضل  
 و شجاعت و رافت میں اپنا عدیل نہیں رکھتا۔ مزید برآں یہ کہ مفادِ حدیث  
 ثقیلین کہ آنحضرت اُسکو ہم تم اور حجۃ اہل اسلام پر جو کہ قیامت تک پیدا  
 ہوتے رہیں گے حاکم فرما گئے ہیں اُس کی اطاعت و فرماں برداری بالکل  
 ایسی ہے کہ گویا تم نے قرآن کی متابعت کی۔ کلام اللہ ساکت و صامت ہے  
 اور علی اُس کی زبان ہیں جیسے کہ کلامِ پاک کی تغیر وہ کر سکتے ہیں دوسرے

سے ممکن نہیں۔ دیکھو اگر سوائے حضرت بنوی کے کوئی اور شخص دقیق قرآن کو حل کر سکتا تو آنحضرت کتاب امتد کاشانی اسکو بھی فرار دیتے قرآن کے ساتھ اہل بیت کو شیرازہ بند کرنے سے صاف یہ بھی مطلب ہے کہ رموز فرقا فی پرکھ ان کی ذریت مقدس کے اور کوئی مطلع نہیں ہے علاوہ بریں میدان عذیریہ بالفاظ صاف و روشن حضور نے اسکو ہمارا تمہارا ایسا ہی مولا قرار دیا تھا جبکہ خود آنحضرت تھے یہ بھی تمکو خوب یاد ہو گا۔ کہ وادی عذیر میں چند وعائیں جو بختی مرتضوی کی تھیں بجلہ ان کے (وال من واکاہ وعاد من عاد اہم واخذل من خذلہ والضر من نصرہ) بھی تھا علی کی محبت و نفرت فرزند اور ان کی عداوت و ترک رفاقت حرام محض۔ لازم ہے کہ یہ سب مل کر کار اسلام واحد جہ کمرنگ بنتی سے خدمات دینی بجالاؤ اور ان کو بحکم (من کنت مولاه فعلی مولاه) ایسا ہی سمجھو جیسا کہ سرور کونین کو سمجھتے تھے۔ مگر افوس ہے کہ خاندان نبوت کی عداوت نے ان کی زبان کو ایسا کہنے سے روکے رکھا ہے۔

یقین ہے کہ مصنف مدوح الصدر اور طبیب ذی قدر سمجھ لیں کہ قرن اول کے مسلمان ایسے ناقابل تھے کہ ایک ذی حق کے حق کو تسلیم کر کے تعقب و حد سے پہر گریز اختیار کرتے تھے واقعی بات یہ ہے کہ اسوقت کے اکثر مسلمان ایسے نامسلمان تھے کہ اپنی خواہشات نفسانی کے مقابلہ میں احکام خدا و رسول کی کوئی وقعت نہ جانتے تھے۔ عرب کے بچکنے سوائے ٹوٹ مار و دینا طبیبی۔ مفاد آخرت کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔

تحفہ کے یاب چہارم میں شاہ عبد الغریز صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے حضور اوز سے دریافت کیا کہ بعد آپ کے کس کو خلیفہ مقرر کریں پس ارشاد ہوا کہ اگر ابو بکر کو اپنا خلیفہ و پیشوا بناؤ گے تو راست باز یا دوسرے عمر کو یا شوکت و جلالت دیکھو گے۔ علیؑ کو اگر حاکم اسلام مانو تو وہ تمکو

سیدھا بہشت کے دروازے پر پہنچا دے گا۔ مگر مجھ کو امید ہے کہ تم اس کی خلافت پر رضامند ہو۔ طلباءِ مدرستہ العلوم توجہ فرمائیں کہ دنیا میں حضراتِ اہل اسلام عملِ خیر اسی واسطہ سے جالالتے ہیں، کما بنجام بخیر ہو جائے۔

اگر قرنِ اول کے مسلمان طالبِ حق تھے، تو حضرت امیر کی وجہ کرتے اور دربابِ امورِ دینی اُن کے ارشاد پر چلتے اگر ایسا کرتے تو حسبِ خبرِ خبر صادقِ ذہر و مسلکِ ہدایت ہوتے۔ چونکہ اُن لوگوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ حضرت امیر سے راہِ مخالفت اختیار کی۔ لہذا سمجھا گیا کہ اُن لوگوں کی نظر میں نہ حضرت کے حکم کی کوئی وقعت تھی۔ نہ دین کو دینا سے بہتر سمجھتے تھے بلکہ دنیا و دنیٰ اور کایمان تھا۔ اس سے کچھ اور بڑھا ہوا سضمون سنئے بخاری ترین کی جلد ششم میں صفحہ ۳۷۹ پر لکھا ہے کہ حضرت عباس نے زمانہٴ غلات نبی اکرمِ حضرت علی سے فرمایا کہ آلِ ہاشم کے آثارِ مرگ سے مجھ کو واقفیت ہے۔ حضرت اس بیماری کے جانبر ہو نیا لے نہیں میں اونسے دربابِ خلافت دریافت کر لینا چاہئے کہ منصف ہمارے خاندان سے متعلق رہے گا یا دوسری شاخ میں حکومت چلی جائیگی جناب امیر نے جواب دیا کہ چچا صاحب میں اسکے متعلق دریافت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضرت سوا سے میرے کسی کو اپنا خلیفہ نہ بتلائیں گے اور مسلمان صاحبِ محکمہ مسندِ حکومت کے قریب نہ آنے دینگے۔ طلباءِ دل میں غور فرمائیں کہ زمینِ اسلام کے ابتدائی مسلمان کس مرتبہ کے ایماندار تھے، کیا نسبتِ حضرت علی علیہ السلام کو قطعی خیال تھا کہ وہ میری خلافت پر رضامند نہ ہونگے جیسے کہ آنحضرت کا خیال تھا کہ باوصفِ پروانہٴ نجات دیدینے کے دنیا طلب مسلمان علی کی امارت پر رضامند نہ ہونگے وہی خیال حضرت امیر کا تھا جس کا اظہار حضرت عباس کے استفسار پر کیا گیا۔ جس شخص کو ادنیٰ بھی شعور ہے وہ بلا وقت سمجھ لے گا کہ اُس زمانہ کے مسلمان بقولِ منصف اسلامِ اصلی کے نمونہ نہ تھے نہ اوکی پیروی ہر مسلمان بلکہ تمام نوعِ انسان پر فرض ہے بلکہ وہ ایسے نافرمان تھے جو کہ قوی لیاقت اور باوہی مطلق خلیفہ کو پسند نہ کر نیا لے تھے اور لوگوں کا تو کیا ذکر ہے

خدای تعالیٰ کو یہ لو اپنی زبان سہارک سے فرماتے ہیں کہ اگر علی علیہ السلام  
 ممکن مسند خلافت ہوں تو مرا دستقیم پر امت کو چلائیں اور حجت بیضا اور کتب  
 حاکم اسلام ہونے سے واضح ہو جائے مگر خود ہی کہتے ہیں کہ میری طبیعت اس  
 تحمل نہیں کر سکتی کہ اونکو اپنی حیات و ممات میں منصب خلافت پر فائز دیکھ  
 انکوں میں خیال کرتا ہوں کہ اونی ایماندار آدمی بھی ایسے شخص کے بے  
 ایمان تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ کریگا جو کہ وہابی و بے بنیاد خیالات رکھنے والا ہو  
 ان سب باتوں سے زیادہ تر تعجب مجھ کو حضرت عبداللہ ابن عمر پر آتا ہے جس کا بحث  
 بالا حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل اپنے پدر بزرگوار سے منکر دیکھ کر تو یہ نہ کہتے ہیں کہ حضور  
 جبکہ آپ حضرت علی کو راہ حق پر چلانے والا تسلیم فرماتے ہیں تو پھر اونکے نام پر شہر  
 خلافت کھنکھ میں کیا نال ہو ایسے شخص پر لازم تھا جبکہ خلافت ظاہری حضرت امیر کی طرف  
 منتقل ہوئی تھی اسی وقت سر و پا پر سہہ مشتاقانہ حاضر خدمت ہو کر مرہو تابعین میں داخل  
 ہونے لگا افسوس ہے کہ انھوں نے بھی مجھوش ماہہ حسد جو کہ ترکہ پدری سے اُنکے ورثہ میں آیا تھا  
 حضرت کی بیعت نہ کی اور دیرام مخالفت پر کمر بستہ رہے راضی اسے اسباب شور ہو کا اکثر  
 مغزین مکہ و مدینہ مثل ابو ہریرہ و سہو و قاص و عبداللہ ابن عمر وغیرہ نے حضرت امیر  
 علیہ السلام کی بیعت نہیں کی۔ جو تعجب کہ مجھ کو حضرت عبداللہ ابن عمر کے فعل پر  
 ہوا یہی سنیوں کے امام زہری صاحب کو ہوا ہے کہ کتاب تنقیض  
 الافحام کی جلد ثانی میں کتب اہل سنت سے یہ عبارت نقل ہوئی ہے  
 ر قال الزہری والحب ان عبد اللہ بن عمر و سعد بن قاص  
 لم یبايعا علیاً و بايعا یزید بن معاویہ  
 یعنی امام زہری کہتے ہیں مجھ کو تعجب آتا ہے کہ عبداللہ ابن عمر و سعد  
 نے حضرت علی کو بیعت نہ کی بلکہ یزید بن معاویہ کی اطاعت اختیار کر لی مزید کہ اکثر کتب  
 اہل سنت و انھیں صحیح بخاری شریف میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عمر نے خود بھی یزید کی بیعت کی اور یزید  
 اسٹان خاندان کو بھی زمرہ منابیین میں داخل کر لیا اور بعد واقعہ

صاحب لوگوں نے اوسکی بیعت سے ٹھنکا تھا تو آپ نے روکا اور فرمایا کہ جو شخص ایک  
 مرتبہ کسی سے بیعت کر کے پھر اوسکو توڑ دالے تو اوس کا جھنڈا قیامت میں غداروں کے  
 ساتھ ہوگا۔ لیکن میں اس جگہ ظہار علی گڑھ کی تسکین خاطر کے لیے ایک ایسے مقرر مسلمان  
 کا بیان نقل کرتا ہوں جو کہ کالج کا بدلہ مددگار تھا وہ بزرگ مولوی شبلی صاحب ہیں  
 آپکی الفاروق سے اخبار اہل حدیث مطبوعہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ ہجری کے صفحہ (۶) پر  
 مضمون ذیل نقل ہوا ہے: عبد الملک بن مروان کی بیعت جب لوگوں نے کی تو عبداللہ  
 ابن عسمر نے اونکو خط لکھا مینے سنا ہے کہ مسلمانوں نے مختاری بیعت پر اتفاق عام  
 کیا ہے میں بھی اس میں داخل ہوتا ہوں جس میں مسلمان شریک ہوئے ہیں علیٰ ہذا  
 جب زید بن معاویہ کی بیعت پر اذکو اطلاع ہوئی تو اونہوں نے کہا کہ اگر یہ غیر ہے  
 تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر بلا ہو تو اوپر صابر ہیں۔ اہل سنت کے امام زہری اور گروہ  
 شیعہ کے اس خاک قدم نے جو حضرت عبداللہ بن عمر کی نسبت حضرت امیر کے ہاتھ پر  
 بیعت نہ کرنے اور زید بن عبد الملک وغیرہ کی اطاعت کرنے پر سطور اول میں تعجب ظاہر  
 کیا ہوا اوسکو امام اہل سنت کی جانب سے وکالت اور اپنی طرف سے اصدالت الیہ لیکر  
 عرض کرتا ہوں کہ ابن عمر کا یہ فعل قابل اعتراض نہیں وہ ایک حد تک اس پر ہنسو سمجھے جاسکتے  
 ہیں۔ کیونکہ حضرت امیر کا ہاتھ مال دنیا سے خالی تھا وہ دشوت دیدیکر بے گروہ کو ترقی نہ دیتے  
 تھے۔ عبداللہ ابن عسمر شاید ذاتی مصارف ضرورت سے زیادہ رکھتے تھے وہ اوسی شخص  
 کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے جو کہ مال دنیا سے اونکے پیٹ کو بھر دیتا تھا۔ چنانچہ تاریخ  
 کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب زیاد امیر معاویہ کا فرضی بھائی مر گیا تو اونہوں نے معاویہ  
 چاہا کہ زید کی بیعت پر لوگوں کو آمادہ کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت میں ایک  
 لاکھ درہم پیش کئے جنکو اوس نے نہایت خوشدلی سے مال طیب سمجھ کر شیردار کیا۔  
 کچھ دنوں کے بعد امیر موصوف نے بیعت زید کا تذکرہ کیا اوسوقت اونہوں نے چونک کر  
 فرمایا آٹھ روپیہ اسی واسطے بھیجا تھا کہ ہمارا دین اوسکے بدلے میں خرید لیا جائے آپکے  
 نزدیک ہمارا ایمان ایسا سستا ہے کہ لاکھ لاکھ درہم پر لیتا پھرے۔ حلیفہ زادہ کا

مطلب یہ تھا کہ دام تختہ ڈسے میں اور ایمان گراں قیمت بالا خر اوس رقم پر اندازہ کیا گیا  
 پھر قوالی سے طغدار نیرید ہوئے کہ جواوہ کی مخالفت پر کچھ گفتگو کرتا تھا تو اوس سے لڑنے کو  
 تیار ہو جاتے تھے۔ تاہم مصنف اور طلباء قرن اول کے منہ زہن خلیفہ زادہ کی حالت پر نظر فرمادہ  
 فرمائیں کہ کیسا طامع اور لالچی شخص تھا کہ چند درہم پر اپنے دین کو بیخ ڈالا۔ اس موقع پر  
 ارباب تہذیب کو غور فرمانا چاہئے کہ دو خلیفہ زادوں سے نیرید کی سعیت طلب کیجائی؟ ایک حضرت  
 عبداللہ عمر صاحب کے فرزند ارجمند میں اور دوسرے جناب امام حسین علیہ السلام حضرت  
 امیر کے بیٹے مگر۔ اول الذکر ایک لاکھ یا کچھ زیادہ روپیہ نیرید کا غلام بنایا اور دوسرا  
 اوسکی ہیبت سے انکار کر کے اپنا گھر بار لٹوا دیا ہے بلکہ کچھ شہید کرنا ہی عورت کی اسیری  
 گوارا کر کے فرجام کار اپنی گردن بھی خنجر کے لئے وقف کر دیتا ہے ان دونوں میں صاحب  
 ایمان کون تھا ضرور ہے کہ حضرات اہل سنت اس موقع پر بھی کار فرمائے مگر برستی ہو کر اپنی  
 خلیفہ زادہ کا دامن نہ چھوڑینگے ایمان داری کا قشیقہ انھیں کی مبارک پیشانی پر لگا ہوا تھا  
 چنانچہ اندوہ میں لکھا ہے: صحابہ میں رسول اللہ کے اقوال اور اوامر کے بلا کم و کاست  
 بجالانے میں عبداللہ ابن عمر سے زیادہ کوئی محتاط نہ تھا اسی بنا پر عبدالملک بن مروان  
 نے حجان کو لکھا تھا کہ حج میں حضرت عبداللہ ابن عمر کی اقتدا کرو لہ واقع میں احکام نبوی  
 کا پورا عامل وہ ہی ہو سکتا ہے۔ جو کہ سلاطین قنار و جبار سے رشوت لیکر اپنی غلامی  
 کا گلو بند گلے میں ڈالے رسول صلعم کی زبان مبارک سے سنا ہو گا کہ ای نورنگا پیر  
 خطاب خبردار خبردار علی کا ساتھ نہ دینا وہ مجلس محض میں تنکو ایک کوڑی کا فائدہ  
 اودن سے نہ ہو گا۔ ہاں لاکھ دو لاکھ روپیہ نیرید ہی ہیبت کر لینا اوس سے تمہاری لہر  
 بڑا اچھی طرح ہونگی تمام احکام نبوی کی تعمیل تو اونکا کمر بستہ رہنا چکو تسلیم نہیں۔ مگر  
 اس میں شک نہیں کہ وہ بعض موقع پر اپنے پدر بزرگوار کی مخالفت اور احکام کی بجا آوری  
 میں ضرور کرتے تھے جو کہ ممدوح اوصاف بہ مخالفت نبوی جاری کیا کرتے تھے۔  
 چنانچہ کتب اہل سنت میں وارد ہوا ہے کہ درباب منع کسی بنے ابن عمر سے سوال کیا کہ اگر  
 آپ کے والد ماجد نہ کو حرام کر چکے ہیں تو آپ اوسکے جواز کا کیوں فتویٰ دیتے ہیں؟



کہ رسول خدا نے طلاق کیا اور بد بزرگوار نے حرام مجھ پر نبی کے حکم کی پابندی اس وقت شروع نہیں کی  
 یہ نہ کہ باب کی ترمیم و ترمیم کی مشابعت۔ رسالہ بحث متعلیٰ میں تحریر ہے وہ حوالہ کتاب بھی دیدیا  
 یہ کہ واقعہ بالا سے علاقہ رکھتا ہے۔ النودہ میں حسب تصریح صدر نظام پر کیا گیا کہ سید الشاہ ابن عمر سے  
 زیادہ تمام صحابہ میں کوئی شخص عامل بسنت نبوی و احکام شرعی نہ تھا۔ اگر اسکو صحیح مان لیا  
 جائے تو فارق و عظم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ کیونکہ تاریخ الخلفاء اسیموطی و صواعق محرقة  
 ابن حجر مکی کے صفحہ ۶۲۲ پر ہے کہ لوگوں نے خلیفہ دوم سے کہا کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ  
 کیوں نہیں بناتے وہ تو ہر طرح لائق و قابل حکومت ہے عمر صاحب نے جواب دیا کہ آپ  
 صاحبان نے خدا کی خوشنودی کے لئے یہ رائے پیش نہیں فرمائی محض میری خوشنود کے  
 لئے ایسا ارشاد ہوا ہے ورنہ۔ صاحبزادہ صاحب تو ایسے نابالغ شخصیت و جاہل سائل ہیں  
 کہ انکو مسئلہ طلاق پر بھی عبور نہیں کہ زوجہ سے کیونکر علیحدگی اختیار کی جاتی ہے عمر  
 رسول نہیں بجا لیت جیسے اسے زوجہ کو طلاق دیدی۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے بیٹے  
 سے کہو کہ رجوع کر لیں یہ طلاق ناقص ہے کیونکہ اس کا وقوع اس وقت ہوا جبکہ طلاق  
 غیر طہر یعنی عائشہ تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا کے مقدمہ دوم میں (۱۹۳) پر  
 لکھتے ہیں کہ عبداللہ مذکور کے خلیفہ بنانے کی رائے زنی سے عمر صاحب کو کچھ ایسا بے طرح  
 غیر معمولی غصہ چڑھا کہ بیار سے ماؤ و ہندہ کو اپنے دربار سے نکاوا دیا محض اس کے اخراج ہی  
 پر قانع نہ ہوئے بلکہ ایک دُزرہ عمری یہ بھی لگا دیا کہ آج سے ہم تمکو منافق کہا کر بیٹھ گئے۔  
 صاحب النودہ براہ کرم باپ بیٹے میں توصفائی کرادیں۔ اہل سنت کہا کرتے ہیں کہ خاندان  
 نبوت و انصار میں انتہا کا اخلاص تھا اور ایک دوسرے سے بدرجہ غایت محبت و صفائی  
 قلب رکھتا تھا جن خاندانوں میں باہم ارتباط و اتحاد ہوتا ہے اور بائیکدگر محبت خالص ہوتی  
 ہیں اس کا اثر انکی اولاد میں ضرور ہوتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی مانع پیش نہ آئے تو نس  
 و نسل اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا یہ عجیب بات ہے کہ علی و عمر باہم دوستانہ تعلق  
 رکھنے والے تھے جانتے ہیں پور و ونوں کی اولاد اپنے آبا کے دوستوں سے بحد سے  
 مخالفت رکھنے والے ثابت ہوتی ہے کہ جس کا پاپان نہیں۔ طلباء مدرسہ نے دیکھ لیا کہ اللہ

ابن عمرؓ سے عالم جلیل القدر فرزند و عابد و مجتہد اہل سنت نے حضرت امیر سے جو کہ قبول  
اہل سنت اور کئے والد ماجد کے تحت صادق تھے کیسی کھلی ہوئی مخالفت کی کہ اپنے باپ  
کے یار جانی کی ہیبت نہ کی اور زید و عبد الملک وغیرہ کے درم خریدہ ہو گئے۔ کیا ایسے  
شخص کے ناخلف کہنے میں کوئی عاقل تامل کر سکتا ہے سوائے عمر صاحب کے چھوٹے  
صاحبزادہ جکا نام نامی عبداللہ تھا امیر معاویہ کے طرفدار بن کر جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ  
معرکہ حنین میں تلوار لیکر تشریف لائے اور بالآخر اسی فتنہ باغیہ کے مقتولین کی قبرست  
میں اونکا اسم گرامی لکھا گیا۔ چنانچہ مولوی احمد حسن بجنوری تخلص یہ رسوائے اپنے  
مولفہ رسالہ تحقیقت مطبوعہ مشرق العلوم بھٹو میں تحریر فرمایا ہے کہ عبداللہ ابن عمر  
مخائب معاویہ وارد میدان جنگ ہوئے اور ایک پر زور رجز پڑھا اور فرجام کا ٹھنڈی  
ہوکرو الد ماجد سے جا ملے۔ باتیر مصنف کو بہت غور سے تصدیق فرمائی چاہو  
قرن اول کے تمام آدمی اور بالخصوص وہ حضرات جنکو لائق مخاطب نے حسن ظن سے  
چھا سمجھا ہے وہ بالکل اچھے نہ تھے بلکہ کم لقلیل من عباد الی الشکور انیں اچھے کم  
ورید مرثت بہ کثرت تھے۔ اسلام میں ہر چند کہ بہت سے گروہ ہیں۔ مگر دفعہ شیعہ و سنی  
شہور عالم ہیں ان میں فرقہ اول حضرات تھیں کو منافق و بدین جانتا ہے اور فرقہ ثانی کا مل  
رہنمونین۔ عاقل شخص کو اسی ایک بات کی جانچ کر لینا چاہیے کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ  
عہدہ صاحب ایمان تھے یا ان کے منابر جو نگہ یہی امر معرکہ الآرا و بابہ النزاع ہے لہذا ان کے  
لئے ایسی معیار قائم کرنا ہوں جو کہ کبھی خطا کرنیوالی نہیں اول تو یہ حکم لہ اقرار العقلا علی انفسہم  
مقبول حسب مراحہ اور اراق بالا حضرت عمر کا خلیفہ صحابی سے یہ کہتا ہوں باللہ یا خلیفہ  
انا من المنافقین یعنی خدا کی قسم ان خلیفہ میں از جملہ منافقین ہوں صاف طور پر  
ثابت کرنیوالا ہے کہ وہ بزرگ اہل سنت اچھے کھوے منافق تھے۔ دوم یہ کہ حسب سلیم  
صاحب تھے خلیفہ بہ تعلیم نبوی اسماء منافقین سے واقع تھے ان سے حضرت عمرؓ روایات  
کتب سنید پوچھا کرتے تھے کہ میرا نام تو نبیل اہل نفاق انحضرت نے تمہاری یادداشت  
میں نہیں لکھایا۔ اگر حضرت عمرؓ اپنی ذات میں نبوی نفاق نہ پاتے تو خلیفہ صاحب علم المنافقین

سے بیوں دریافت کرنے ضروری کہ وہ اپنی ذات کو حامل صفات منافقین جاتو تھے  
 یا یہ کہ آنحضرت کو اظہارِ اسامیٰ منافقین میں صحیح القول نہ جانتے تھے بہر حال خام کار تھے۔  
 سوم یہ کہ مفتی محمد قلی صاحب کنٹوری مصنف تشیید الطاعن نے ایک رسالہ سہمی پہنچ  
 شیخین کے صحیحین { مطبع مجمع البحرین لودھیانہ سے تقریباً انہی نوے سال ہوئے کہ شائع  
 کرایا ہے چونکہ حضرات شیخین کا بخاری و مسلم شریف سے کافر کلمہ گو ہونا ثابت کیا گیا ہے لہذا  
 اوس کے مستقرین پر واجب تھا کہ رسالہ مذکور کا جواب لکھ کر حضرت ابوبکر و عمر کی ذوات عالیہ  
 سے عیب نفاق کو اٹھائے چونکہ ایں نہیں کیا گیا لہذا مصنف و طلباء اعلیٰ اگرچہ سمجھ سکے ہیں  
 کہ منافقین کبھی یہ وقار پیدا نہیں کر سکتے کہ اوس کی سیرت سوائے حضرت کے سدا نوئے لئے  
 کوئی نفع دے سکے۔ چہاں یہ کہ حقیر نے ۱۲۹۶ء میں ایک رسالہ جس کا نام رسالہ سجادۃ  
 ہے مطبع یوسفی دہلی سے شائع کرایا ہے اوس میں بہ دلائل قویہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت ابوبکر و  
 عمر ایمان صحیح سے کوئی حصہ نہ رکھتے تھے اوس کا جواب مولوی محمد قاسم کن سہیلہ ضلع مظفر گڑھ نے  
 دیا مگر جو جو بات کہ مثبت نفاق شیخین رسالہ حقیر میں درج تھیں اوس میں سے مولوی موصوف  
 ایک وجہ کا بھی دھیما کر کے۔ یہ جنوری ۱۳۹۷ء کو دونوں رسائل کی جانچ کی تعلق خصیہ  
 پر بڑا مجمع علماء اہل حقین کا ہوا۔ معاہدہ جو جلسہ کے متعلق بتراضی طرفین مرتب ہوا تھا اور میں  
 مجملہ دیگر نواقض کے اہم شرط یہ تھی کہ علماء طرفین ہر دور رسائل کو دیکھ کر بتلائیں کہ دلائل نفاق  
 شیخین بہمنہ بدر رسالہ سجادۃ کو تحریر محمد قاسم سلم باطل کر دیا یا نہیں اگر کر دیا ہے تو شیعہ شتی  
 ہو جائیں بصورت دیگر کئی مذہب امامیہ اختیار کریں۔ دیوبند و سہانپور و پنجاب وغیرہ  
 کے اکثر علماء انجانب اہل سنت شریک جلسہ تھے از مجملہ مولوی خلیل احمد صاحب متوطن انہی  
 ضلع سہانپور مصنف کتاب ہدایات الرشید و مطرقہ الکرامہ بھی تشریف رکھتے تھے اتنے  
 کثیر المتعدہ علماء سے ایک شخص نے بھی اقرار نہ کیا کہ رسالہ مرتبہ محمد قاسم باطل رسالہ سجادۃ  
 ہے۔ رواد جلسہ میں مجملہ واقعات درج ہیں۔ شیخ حبیب احمد سہانپوری نے شیعہ  
 اختیار کرنے سے تیس سوال علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کر کے استدعا کی کہ استدعا  
 اپنے مذہب کی کتابوں میں دیکھ کر محکو مذہب قدیم سے نفرت ہو گئی اہل سنت فرمائیں کہ اس

جس مذہب میں ایسی نادواجب باتیں نہ تھیں کہ جس مذہب پر جان کیا گیا ہے وہ وہاں کو  
 کو ان محض کا دشمن قائم رکھ سکتا ہے سوالات تذکرہ کے جواب میں محمد امین انصاری ساکن  
 سہارنپور نے ایک طبعی جواب بایں غلامہ شائع کیا کہ جو تیس باتیں کتب سنیہ میں بیان کی گئی  
 ہیں ان میں سے ایک بات بھی ہماری کتابوں میں موجود نہیں ہے۔ مولوی فرزند علی صاحب  
 ساکن بڑھانہ ضلع مظفر نگر نے اس کے جواب میں ایک چورقہ رسالہ سہمیہ آئینہ حق غا غایب  
 کر کے تیسوں باتوں کا ثبوت کتب معتبرہ اہل سنت سے دیکر مبلغ (۲۵۵ ہزار) روپیہ کا انعام  
 مشہور کیا۔ شرط انعام یہ قائم کی کہ جو شخص کتب مذہب حق نامہ کا غیر معتبر ہو یا یا ان میں اور ان  
 باتوں کا جو کہ اشتہار میں ظاہر کی گئی ہیں مندرجہ نمونہ ثابت کر دے گا اور اس کو مبلغ مذکورہ اہم  
 انعام دے جائیگا۔ محترمہ کثیر تنگ اشتہار مذکورہ درستان میں گھوم گشت کرتا رہا گیا کہ عالم  
 اہل سنت نے اس کا مقبول جواب نہ دیا پھر سید مظہر حسین صاحب نقوی متوطن امر وہیہ نے  
 بذریعہ رسالہ حمایت الایمان اعلان کیا کہ جو شخص آئینہ حق نامہ اور رسالہ سبحانیہ کا جواب سبک پیش کرے گا  
 اس کو ایک لاکھ روپیہ تمام شیعہ جان ہندوستان بہریت مجموعی نذر کرینگے۔ مگر افسوس ہے  
 کہ باوصف وعدہ انعام کثیر کسی عالم اہل سنت کو اس کے جواب کی جرأت نہ ہوئی۔ رسالہ  
 آئینہ حق نامہ جس میں تیس سوالات ہیں مقبول پریس دہلی سے ایک آئینہ کو ملتا ہے اور حیات  
 الایمان جہیں ایک لاکھ روپیہ کا انعام ہے امر وہیہ ضلع مراد آباد میں حکیم راحت حسین خان صاحب  
 کے دفتر سے مفت و سلیب ہوتا ہے۔ لائق مصنف اور طلباء ذوی موش بجا و خدائے صف  
 فرمائیں۔ جبکہ قرن اول کے لوگوں کے قبائح و شایع اس عنوان کے تھے کہ کوئی عالم  
 اس کے جواب دینے پر تردد نہیں کرتا تو ایسے لوگوں کی لائف سے سوا سے ضرر ایمان  
 کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ طالب علموں کو یقین فرمانا چاہئے کہ حضرت ابوبکر اور ان کی روح  
 واں عمر فاروق نے اپنے دسار اور ذیلیوں کے منافق چھن تھے۔  
 ریشہ پختہ کتب اہل سنت میں یہ واقعہ درج ہے کہ بروز محرمہ طائف آنحضرت جناب  
 بر علیہ السلام کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیکر ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر باتیں کرنے  
 ہر وہ صاحبان کی گفتگو میں بکدر سطل ہوا کہ بعض لوگوں کو بوجہ بغض مرقضوی

کہ کن گذرا چند کتابوں سے اور اوراق اول میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ ہے  
 ثابت کروا چکے جن حضرات پر صورت گراں گذری تھی وہ عموماً دیگر صحابہ و انصار و منافقین  
 ابو بکرؓ نے ملا علی قاری سے جو مشکوٰۃ کی شرح لکھی ہے اس کی جلد پنجم میں صفحہ (۵۷۱) پر ہے  
 کہ جن لوگوں نے حضرت پر اعتراض کیا تھا کہ در باب تہذیب امور اسلام ہم سے گفتگو نہیں کرتے  
 صرف علی سے سرگرم تھلے ہیں وہ منافقین اور عوام صحابہ میں داخل تھے۔

اس موقع پر پتہ لگانے کی ضرورت ہوئی کہ وہ بحث راندہ درگاہ باری کون شامت  
 نہ وہ تھا جس نے آنحضرتؐ کی رازداری پر سوختہ طبیعت ہو کر فرودناحقین میں اپنا نام  
 لکھایا۔ معلوم ہوا کہ جس بزرگ کی سیرت کو مصنف صاحب نے طلباء علیہ السلام کے وظائف  
 میں داخل کیا تھا خیریت سے وہی فعل نبویؐ پر برا کر نیا لے تھے۔

چنانچہ کنز العمال کی جلد ششم میں جو کہ حیدر آباد میں طبع ہوئی ہے صفحہ (۳۹۹) پر بحوالہ  
 معجم کبیر طبرانی لکھا ہے کہ جذب بن ناجیہ روایت کرتے ہیں کہ نبی و علیؓ کے تخلیہ پر جس نے  
 اعتراض کیا تھا وہ ابو بکرؓ تھے۔ طلباء براہ عنایت شرح مشکوٰۃ متذکرہ بالا اور کنز العمال  
 کے مضمون پر نظر فرما کر نتیجہ براہ فرمائیں کہ جو منافق فعل نبویؐ پر حسانہ طریقہ سے متعرض  
 ہوا تھا وہ ابو بکر صاحب تھے۔ ہاے افسوس لائق و ذلیل مصنف نے طالب علموں کو  
 سخت مغالطہ دیا کہ ایک منافق و متعرض فعل رسولؐ کی سیرت پر عمل کرنے کی اوکو بھاریت  
 فرمائی۔ مومن کا سطح مومن اور منافق کا تابع منافق ہوتا ہے۔ جھکو اسید نہیں ہے کہ  
 عالی و مانع طلباء کبھی ایک منافق کی سیرت پر عمل کرنے کا تہیب کریں بلکہ آزاد و راج  
 طالب علموں سے توقع کیجاتی ہے کہ وہ سیرۃ الصدیق کے اوراق کے پزیرہ کر کے اس  
 ٹوکری میں ڈال دیں گے جو کہ اس کی میز کے نیچے روایات کے لئے رکھی جاتی ہے علاوہ ان  
 تمامہ حال یعنی یکم ۱۹۱۲ء کو مقام ملتان مابین سنی و شیعہ ایک مناظرہ کی بنا قائم ہوئی تھی  
 ہر دو فریق کے علماء جمع ہوئے بجانب حضرات اہل سنت سوائے دیگر علماء کے جناب مولوی  
 شامت صاحب اُمرت سری بھی تشریف رکھتے تھے۔ موضوع بحث قائم کرنے پر فریقین  
 میں اختلاف پیدا ہوا۔ حضرات اہل سنت فرماتے تھے کہ ہم حضرت ابو بکرؓ کی خلافت

گفتگو کر چکے۔ سفید کا جواب تھا کہ آپ پہلے بزرگان دین حضرت یحییٰ کا بال بیان  
ہونا اور ایمان صحیح پر دنیا سے جانا ثابت کرو ہم کتب اہل سنت سے اونکا نام سنا ہے  
ثابت کرینگے۔ آپ اون مضامین کو سہ جلسہ روز فرادیوں نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی صاحب  
موصوف الصدر نے خلفاء کے بال بیان ہونے سے پہلو تھی کی اور بے نیل مطلب  
واپس چلے آئے۔ روزِ اوّل مناظرہ ملتان معروف بہ دبہ پر سکندری، طبع و حیرت کے پاس  
ہے۔ اگر با تیز مصنف اپنے پیشوا بیان دیں کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اونکی میرت پر عمل کرنے  
سے مسلمان جہالت کے تاریک گڑھے سے نکل کر کیوان و ثریا سے عروج پا رہے  
اونچے ہو جائینگے تو لازم ہے کہ اول اونکی پیشانی مبارک سے داغ کھرو نفاق شامیں  
زاں بعد لائف کو شائع فرمائیں۔ مجکو تندیب مانع ہے ورنہ مصنف صاحب کے مدد و چین  
کا فوٹو بایں عنوان پیش کرتا کہ جسکی ہر ادا ناظر کے لئے نفرت انگیز ہوتی۔ رسالہ (جو اہل  
مال جو لیا) میں کتب اہل سنت سے تحیف نے حضرت عمر کے پیشاب کرنے کا جو واقعہ  
دکھلایا ہے اور اسکے حالات قابل ملاحظہ طلباء ہیں۔ حضرت ابو بکر و عمر احکام خدا و رسول  
کے اولٹ دینے میں کچھ ایسے چہرہ دست تھے کہ جسکا پایاں نہیں اوراق بالا میں تحیف  
نے درباب خمس اجمالی گفتگو کی ہے اس جگہ تفصیل سے کام لیا جاتا ہے۔ قرآن پاک  
میں کی جگہ مال خمس کی تقسیم کا ذکر ہے۔ سورہ الفال میں ہے (یا اے خاتم من شیء)  
فان الله خمسۃ لرسول ولذی القربانی الی ۶ خرہ ۱

سورہ حشر میں ہے (وانا انما لله علی رسول من اهل القری فلتؤلفلہ و للرسول ولذی  
القربانی آیات موصوفہ بالا میں خمس کی تقسیم کا ذکر ہے اول درجہ پر خدا نے اپنے  
حق کو ظاہر فرمایا ہے زراں بعد رسول اور قرابت داران رسول کو رسالت صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات میں سب تفریق آیات مبارکہ تقسیم فرماتے رہے جب  
تراد کر امت نشانہ حضرت صدیق اکبر کا آیا اونھوں نے جگہ آنکد۔ ہر کہ آمد عبادت  
نوساخت۔ اول اہل بیت نبوی پر ہی ہاتھ صاف کیا۔ چنانچہ سنن ابو داؤد و طبع و  
دہلی کے صفحہ (۴۱۶) پر لکھا ہے کہ جس طرح آنحضرت مال خمس کو تقسیم کرتے تھے اسی طرح

حضرت ابو بکر کا حمل تھا انھوں نے صفت انہی ترجمہ کی تھی کہ اولاد رسول کو کچھ نہ  
دیتے تھے اور کو قلعی محبوم کر دیا تھا بسن ہو صوفہ میں اس واقع کے متعلق بلا فی  
عبارت ہے لیکن اس موقع کا ایک جملہ بنظر تسکین طلباء حوالہ قلم کرتا ہوں۔ وہ کہتے  
ابو بکر قسم الحسن بنو قوم رسول اللہ غیوانہ لم یکن یعطی قریب رسول اللہ کما کا یعطی رسول اللہ  
یعنی ابو بکر اس طریقہ سے مال خمس کو بانٹا کرتے تھے جیسے کہ رسول اللہ کا عمل تھا  
مگر جس طرح کہ نبی اپنے قرائتوں کو دیتے تھے وہ عمل حدیثی کا نہ تھا طلباء یہ تفسیر  
ایمانداری دیکھیں کہ جس شخص کا طرز عمل خلاف قرآن ہو اسکی سیرت کب یہ قابلیت  
رکھتی ہے کہ مسلمان اسکو اپنا دستور العمل قرار دیں جو عمل کہ صدیق کا تھا وہی طرز  
خاروق نے اختیار کی۔ انھوں نے بھی اہل بیت رسول کو اسحق خدا داد سے  
محروم کیا۔ تھے اثنا عشری کے باب دہم کا منجانب شیعہ جو جواب دیا گیا ہے اسکا نام  
تشہید المطاعن ہے اس میں حضرت عمر کے آٹھویں طعن کا جواب دیا گیا ہے اس جگہ  
تفصیلی بحث موجود ہے۔ یہاں مختصر عرض کرتا ہوں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ  
کتب اہل سنت میں جو روایات عمر کی نسبت در باب خمس اہل بیت کو دینے اور نہ  
دینے کی نسبت وارد ہوئی ہیں وہ سب صحیح ہیں عمر کے خمس کو بند کرنے کی یہ وجہ تھی  
کہ حضرت علی نے خود اس کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ باب دہم کی ہشتی طعن ثمریہ  
متعلق خمس کا جواب دیتے ہوئے شاہ صاحب رقمطراز ہیں اعلیٰ گفت کہ اسال  
یہ کس از نبی ہاشم محتاج نہ ماند۔ و فقرای مسلمین بسیار هجوم آوردہ اند بہتر آن است  
کہ این حصہ ہم بقضای اہل اسلام بدہند۔ در اس سال باین تقریب حصہ ذوی القرنی  
مطلق موقوف ماند۔ اگرچہ حضرت عباس بعد بر خاستن ازان مجلس حضرت علیؑ تخطیہ  
فرمودہ گفت غلط کردید از دست خود بہ فقرار نہ وا دید و در قطع خود در دنیا و در دیدن  
بد غفلت بادست آوید انکہ شما از خود موقوف کردید این حصہ را بہ شما نخواہند دید اطلباء  
غور فرماییں کہ شاہ صاحب نے غایت ایمان داری سے حضرت عمر کو جس خمس کے مسئلہ  
سے کس خوبصورتی کے ساتھ بچایا۔ مطلب یہ ہوا کہ عمر نے خمس کو اپنی بدیتی سے

میں ضبط کیا۔ اگر خود حضرت امیر سے استفسار داخل کر دیا۔ بعض اہل عربی ہاشم الاہل ہو گئے  
تھے اور ان کے صندوقوں میں روپیہ رکھنے کی گنجائش نہ رہی تھی تو حضرت علی کو دیگر عربی ہاشم  
کے گھروں میں آتی ہوئی دولت کو دھکے دینے کا کیا اختیار تھا۔ اگر مختار مکمل ہوتے تو تنوں  
شاہ صاحب حضرت عباس جناب امیر کا کیوں خطبہ فرماتے نیز یہ امر بھی قابل خیال ہے حضرت  
عباس نے جناب امیر سے یہ کیوں کہا تھا آپ نے کیا غضب کیا کہ مال محس کو اپنے ہاتھ  
سے نکلنے والے کیا آئندہ خلفاء بایں دلیل کرتے کہ تم نے از خود دست کشی کی اس حق کو  
نہ دینگے۔ تعجب ہے کہ حضرت عباس کو عمر ایسے فاروق حق و باطل سے یہ امید کیوں  
ہوئی کہ وہ آل رسول کو حق خدا داد سے محروم کر دینگے۔ اصلیت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر  
نے ابتداً اٹھ اذان نبوی کو مفلس بنانے کے لئے احکام ضبطی جاری کئے وہ ہی روشش  
اور نئے جانشین حضرت عمر نے اختیار کی۔ آئندہ جو سلطان ہوتا رہا اوسکی کوشش ہی رہی  
کہ جانشین ممکن ہو اوس کی گھر کو برباد کر دیتے آئین اسلام سکھلا کر کفر کی تنگ و تاریک  
کوٹھری سے نکال کر باغیچہ ایمان کی سیرکرائی ہے۔ حضرت ابو بکر و عمر نے ایسے مبارک  
وقت اور نیک ساعت میں جس کو آل نبی سے برود حکم قرآن مرو کا تھا کہ ان کے مقلدین ان کی  
سیرت پر عمل کرنے والے قطعاً محس کو بھول گئے۔ مصنف ذی فہم بہ عنایت الہی پڑے  
زمیندار اور بھاری تعلقہ دار ہیں محتاجین و مساکین کو ہزار ہا روپیہ فیرت دیتے ہوئے لیکن  
میں بلا سابق معرفت اہل سنت کے طرز عمل پر نظر کر کے حلف کہہ سکتا ہوں کہ معدوم  
الصدر نے آج تک ایک کچا پیسہ کسی سید کو بنام خدا و محس نہ دیا ہو گا۔ بنیاد تو حضرت  
ابو بکر نے قائم کی۔ مگر درجہ تکمیل پر حضرت امیر معاویہ نے پہنچایا۔ ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ  
صدیقی لاہور کے صفحہ (۱۹۵) سطر ۱۲ پر لکھا ہے کہ امام نووی فرماتے ہیں محس کو جو کہ پڑھتا  
حق تھا اوس کو معاویہ اور بنی امیہ نے رہا لیا سید و نمونہ و امام پس جبکہ ہم مصنفت معاویہ  
و دیگر اشرار بنی امیہ ہونا منظور ہو وہ حضرت ابو بکر کی سیرت کو اختیار کرے۔ جو باتیں  
خلفاء اولیں نے جاری و ایجا دیں ان کو بنی امیہ نے درجہ تکمیل پہنچایا۔ کلچر علی گڑھ  
اور دیگر کتاب و مدارس میں کچھ ایسے سید بھی ہوئے جنکے گلوے مبارک میں طغیان کا



اور معاویہؓ ابو بکرؓ اور وہ سیرت عظیم پر گام فرما ہونے کو مغاواہ فرمائی جانتے  
 ہوئے وہ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ اونکی وادی کو حضرت صدیق اکبرؓ نے کیا کچھ صدمہ  
 پہنچایا۔ کبھی اونکا گھر جلانے کے لئے حضرت عمرؓ عینات کئے گئے کبھی صریح مخالفت  
 کتاب اللہ کے ترک پر دہری سے اونکو محروم کیا جب سب طرح سے ابواب رزق بند  
 کر چکے تب جس کو بایں مضبوطی صفا کیا کہ ترک عمل سے اونکی سیرت پر چلنے والوں  
 کو اوس کا نام بھی یاد نہ رہا۔ سنی سید زادوں سے مجھ کو امید ہے کہ وہ واقعات بالا پر  
 نظر ثانی فرما کر ضرورت پر آد کرینگے کہ سیرت ابو بکرؓ صاحبِ تقید ہے یا قطعاً لائقِ ترک  
 حقیقت الامر یہ ہے کہ درد کی کیفیت اونکی کو معلوم ہوتی ہے جسکے بدن میں درد ہوتا ہی  
 جس کے بند ہو جانے سے جو مزہ رسید و نگوہنچا ہے اوسکو اونھیں کا دل خوب جانتا ہے  
 مصنف صاحبِ قوم کے پٹھان ہیں اونکو کیا خبر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و معاویہؓ و نجاشیہؓ  
 کی روک ٹوک نے طبقہ سادات میں کیا تلاطم کیا ہے اولاً تو عموماً اہل اسلام حالت  
 نگہب و فطانت میں ہیں مگر بالخصوص تمام دنیا کے سید از حد محتاج ہیں جب وہ داخل  
 سے ستنے اور کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ وغیرہ مسلمانوں کو سبق دے گئے ہیں کہ ہم نے  
 اصلی حقداروں سے جس روک ٹوک محتاج بنایا تم لوگ قیامت تک سید و نگوہنچا کی کوری  
 نہ دینا گیارہویں شریف میں گھر لٹا دینا امیر و ودلی و پیران کلید و سنگ و دلوہ و شریف  
 و مکن پور میں روپیہ کو بید مٹک خرچ کرنا اوسوقت اونکی طبیعت میں ایک قدر ترقی جو ش  
 پیدا ہو کر سخت خلفا کچھ کئے کھلائے پہچو کر کرتا ہے مشہور ہے کہ مردہ کو میچھکر روتے  
 ہیں اور رزق کو کھڑے ہو کر اگر ٹھکانوں کے جدا علی کا کوئی قطعہ زمین کسی نے دیا  
 لیا ہوتا اور پھر وہ اوس غاصب کی سیرت پر عمل کرنے کو کتاب لکھتے تو ہم  
 دونوں ہاتھوں سے اونکو سلام کرتے جن حضرات میں اسوقت کچھ بھی اثر سیاوت  
 اور فاطمی خون کا جوش و دہ کبھی اونکی سیرت کی رواج دی میں کوشش نہ کریں گے  
 جس نے اونکو محتاج بنایا ہے کیا غضب ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سادات کے حقوق  
 قلع کریں اور سنی سید اونکی غلامی کو شرف دارین سمجھیں اس حاصل جب علماء نے

کہری نظر ڈالی تو صاف و صریح طور پر معلوم کر لیا کہ حضرت خلفا سے وہ اعمال  
 زدہ سے ظہور لائے جنگو ادنیٰ مسلمان نہیں کر سکتا۔ لہذا انھوں نے ہر نا واجب  
 فعل کی تصویب کر دی تاکہ خلفا تیرا اعتراضات کے صدقات سے محفوظ رہیں یہ بھی عورت  
 اس موقع پر شاہ صاحب سے ظاہر ہوئی حضرت مدوح کو خیال پیدا ہوا کہ شیخین نے  
 قطعی طور پر حکم قرآن سے مترابی کی جو مسلمان معاملہ خمس پر فائز نظر ڈالیا سمجھ جائیگا  
 کہ شیخین نے حکم خدا کو باطل کر کے آیہ قرآن کو بے اثر کر دیا۔ نظر ہراں! انہی سنیہ بات  
 بنائی کہ عمر نے اہل بیت سے خمس کو نہ روکا تھا بلکہ خود حضرت امیر نے اجازت میدی تھی  
 کہ آل ہاشم کا متمول ہونا حد اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے۔ انکو اب مال کی ضرورت نہیں  
 رہی یہ روپیہ فقراء و محتاجین کو دیدیا جائے۔ تمام اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے۔  
 کہ زمانہ خلفائیں حضرت امیر ہودیوں کی مزدوری کر کے نفقہ عیال کا سہا سبھا کرتے تھے  
 دیگر نبی ہاشم سے عہد خلفائیں کو فی شخص پانچ روپیہ کا چہرہ سہی بھی نہ تھا غیر لوگ بول و فوج  
 میں پڑے پڑے مراتب و مناصب پر فائز تھے۔ نبی کا تمام خاندان عسرت و فلاکت میں بسر  
 کرتا تھا اونکے گھروں میں کس ملک سے ایسی دولت لازوال آگئی تھی کہ اپنے جائز و حلال  
 روپیہ کی ادھون پر واندہ رہی تھی۔ خلفاء کے نزدیک یہ سب ملہا راہل سنت کی بوٹ اور سخن  
 تراشی ہے خلفاء کے ہرنا جائز فعل پر ایسا حاشیہ چڑھاتے ہیں کہ جس سے اہل مطلب  
 گم ہو کر لوگوں کے خیالات و دوسری طرف ہل جائیں۔ قدیم الایام سے فضلاء و سنیہ  
 کی یہی روش چلی آرہی ہے کہ امر حق کو چھپاتے اور باطل کو رونق دیتے رہے ہیں  
 اگر علماء کی تمام حق پوشیوں اور ناحق پوشیوں کو بیان کروں تو انتہا کی طوالت ہوگی  
 اس جگہ ایک ایسے فاضل اہل سنت کا درباب امیر مذکورہ بیان پیش کرتا ہوں جس پر کس طرح  
 مایل پڑتی ہوئے کا احتمال پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر شخص اذکار نام نامی سکر کہہ چکا کہ یہ بزرگ  
 اہل سنت تو مزید کا برادر رضامی سہم دو دھیا بھائی، یہ وہ مرد محترم مزارعیت و دہلوی ہیں  
 جنکا گزرن گزٹ جو کہ ملو جفا و اہل بیت ہوتا ہے اکثر پڑ سے لکھے سینوں کے گھر میں کتاب کاغذ  
 کے جزدان میں رکھا رہتا ہے۔ صاحب مدوح رسالہ خلافت شیخین کے صفحہ اول سطرہ تا سطرہ

صفحہ ۱۰۱ نام فرماتے ہیں اعلیٰ علیہ السلام جو قابلِ قدر تکمیل اس مسئلہ خلافت میں کی ہیں  
 ان سے کسی طرح بھی حکم پوچھی نہیں ہو سکتی۔ ہر موقع پر داد دینے کو جی چاہتا ہے اور ہر موقع پر  
 آفرین کہنے کو مجبور ہوتے ہیں بڑی تعریف کے قابل یہ بات ہے کہ جس بحث کو اٹھایا ہے اسے ایک  
 حد خاص تک اچھاننا بالورایا بنا ہوا کہ ایک بے تعصب مورخ ضرور اسکی داد دیکھا خلافت  
 اور خلفاء کے متعلق انکی اکثر دلچسپ بحث دیکھی گئی ہیں اور کان بحثیں اپنی جگہ ایک خاص قدرت  
 رکھتی ہیں جنہیں تعصب کی آنکھ بالکل نہیں دیکھ سکتی بڑی بڑی لاجواب کتابیں اس اہم  
 اور لایحاصل مسئلہ کی نسبت نصیحت ہوئیں اور ان پر تمام مذہبی علوم کا اس قدر نور لگایا گیا کہ کوئی  
 یہلوی باقی نہ رہا بہت سی باتیں جو تاریکی میں بڑی بڑی تھیں روشنی میں آگئیں اور بہت سے امور  
 جن پر تیرہ سو برس سے پردہ پڑا چلا آتا تھا اس اسلامی صدی کے آغاز میں اٹھایا گیا  
 طلباء و یقیندار پر واضح ہو کہ سنی و شیعہ میں درباب مسائل فقہ بہت کچھ اختلاف ہو اکثر باتوں  
 میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ لیکن درباب امامت جو کہ اہم معاملات مذہب سے ہے اس پر جو  
 اختلاف ہے کہ جسکی وجہ سے سنی و شیعہ اسلام میں دو سخت و شدید فرقہ ایک دوسرے کے  
 مخالفت و معاند قرار پائے گئے۔ مولوی خلیل احمد صاحب انہتو کولف سطرۃ الکرامہ نے بھی  
 یہی لکھا ہے کہ شیعہ و سنی کے اختلافات کا اصل اصول خلافت ہے نہی اسکو فہرعی علی کتب ہیں  
 اور شیعہ اصولی اختلافی کے متفقہ ہیں میں نے اعجازِ داؤدی میں بر دوہیات مولوی  
 صاحب موصوف ثابت کر دیا ہے کہ خلافت فہرعی علی نہیں بلکہ بقول شیعہ اصولی اختلاف میں جو  
 نہایت شکریہ کا موقع ہے کہ شیعہ نے ایسے اہم اور لایحاصل مسئلہ کے سلجھائے اور صاف کرنے  
 میں ایسی لاجواب کتابیں لکھیں اور وہ زور علمی و کھلایا جس پر نظر کرنے سے حقیقت اور  
 بقول مزارعیرت چشمِ تعصب خیرگی اختیار کئے ہوئے ہے۔ جو پردہ کہ امر حق پر دہماؤ دراز کو  
 پڑے چلے آ رہے تھے اور جنہوں نے تاریکیِ جہالت میں خلائق کو ڈال رکھا تھا علماء و شیعہ نے  
 اُن سب کو اٹھادیا۔ اگر علماء شیعہ نیک نیتی سے قرآن و احادیث و کتب تفاسیر و تواریخ کی  
 چھان بنان کر کے شعلِ ہدایت روشن نہ کرتے اور تیرہ سو برس سے علماءِ سینہ نے جو سیاہ پردہ  
 ڈال رکھے تھے اُنکو نہ اٹھاتے تو اسلام کی کیا حالت ہوتی بد شعرا لوگوں کا یہی مذہب ہوتا ہے

کہ خلافت کو ایسی راہ دکھلائیں کہ وہ روکھی منزل مخصوص پر پہنچ سکے اور صاحبان ایران  
 و دارباب یقیناً اپنا فرض ذاتی اسکو سمجھتے ہیں کہ معاندین و مخربین نے راہ حق میں جو نمایاں  
 پیدا کی ہوں انکو دور کر کے سیدھی سڑک نکال دیں تاکہ طالبان راہ حق آنکھ بند کر کے منزل  
 مطلوب پر پہنچ جائیں اسکی شہادت کے لئے مرزا صاحب کی تحریر بالا کا میں ثبوت دیکھتا ہوں  
 تاریکی میں پڑی تھیں وہ علماء شیعہ کی علمی قوت نے اس طرح نمایاں کر دیں کہ جیسے برقی روشنی  
 میں زمین پر پڑی ہوئی سوئی نظر آ جاتی ہے۔ فضلاء اہل سنت نے یہ حمایت و طرفداری  
 - خلافت - جو رواج و تہذیب کا تھا اسکو علماء اعلام شیعہ نے اس طرح ہٹا دیا کہ جیسے سیاہ  
 بادل کو تندہ و ایرط کر کے فضاے آسمان پر اوجھلا پیدا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب کو  
 دیکھ کر ہزار ہا سنی شیعہ مذہب اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے لاہور و ملتان و جھنگ و لاہور  
 وغیرہ بارہ اضلاع پنجاب میں بوقت مردم شماری بمقابلہ سنین گذشتہ ایک لاکھ کئی ہزار  
 جدید شیعہ کا اضافہ ہوا ہے انگریزی دفتر صدر لاہور سے جو میں نے کتاب کے انتخاب کیا  
 ہے وہ رواد و مناظرہ مطاف معروف بہ دبیرہ سکندری کے ورق آخر پر چھاپ دیا ہے  
 مرزا حیرت صاحب کا یہ فرمانا نہایت صحیح و بجا ہے کہ شیعوں نے مسئلہ خلافت کی تحقیق و تفتیش  
 میں ایسی اجواب کتابیں لکھی ہیں کہ جنکو تعصب کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی تیرہ سو برس سے  
 اسوقت تک درباب مناظرہ یہ قاعدہ چلا آ رہا ہے کہ اول اہل سنت نے بمقابلہ شیعہ  
 کتاب تحریر فرمائی شیعہ نے دست بدست اُس کا جواب ہدیہ نظر کر دیا پھر سنیوں کو حجرات  
 نہ ہوئی کہ اپنی روشدہ کتاب کا جواب حوالہ قلم فرماتے اہل سنت کو عاجزی و بے بسی  
 و کوتاہ دستی و درماندگی کی یہ بڑی قوی دلیل ہے کہ انکی کتابیں نیچے دبی پڑی ہیں اور  
 شیعوں کی کتابیں اوپر چڑھی ہوئی اس طرح رگڑے و سے رہی ہیں کہ جیسے دنگل میں پہلوان  
 اپنے حریف کو چٹ کر کے سدا کرتا ہے اُس میدان میں فریق مغلوب کے طرفدار پشیم و اپنے  
 محبوب کو نیچے پڑا ہوا دیکھ کر اندر ہی اندر دلیں گھٹا کرتے ہیں مگر مجبوری سے کچھ نہیں کیا کرتے  
 ایسے ہی علماء اہل سنت پشیم تاسف دیکھتے ہیں کہ ہمارے علماء نے جو خلافت کو داد دی گراہی  
 میں ڈالنے کے لئے کتابیں لکھی ہیں انکو شیعہ نے پُز سے پُز سے کر کے دواغرو شوئی کاغذ پر

بیگ باندھنے کے لئے بھیجا اور بجائے اس کے ایسی پر نور کتابیں لکھیں جنکے دھنوں سے  
 ارباب تیز شاہراہ ہدایت پاتے ہیں سنی کو رادزاو بھی ٹٹول ٹٹول کر مرط مستقیم کا پتہ  
 لگا سکتا ہے۔ مولوی وجیل الدین صاحب پدزہر گوار جناب نواب اندا و امام صاحب پٹنوی  
 اپنی مشہور کتاب (حد تحقیق فی شرب سنی) میں لکھتے ہیں کہ مذہب اہل سنت کے لئے یہ سخت ضرر  
 پہنچا کہ انھوں نے ان کتابوں کے جواب جواب لکھنے سے جو کہ انکی تصنیفات کے رد میں لکھی گئی ہیں  
 کو طے قسبی کے سنی بالآخر مجبور ہو کر یہ سمجھ کے کہ شیعہ کی کتابیں لاجواب ہیں ترک ملت پر  
 آمادہ ہو گئے تھے دوری چھوڑ کر بخیرہ والاں میں بستر لگا دیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ علماء  
 سنہ برابر یہ کو شمش کر تے رہتے ہیں کہ خلفائے اپنے دوران حکومت میں جو بے عنوانی  
 کی ہے وہ فطرت کے کان تک نہ پہنچے بلکہ برعکس اس کے ایسی باتیں لوگوں کے دماغ میں  
 اٹا رہی جائیں جو کہ ثبت فضائل ہوں اسی بنا پر قابل مصنف نے یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے کہ طلباء  
 کو عالم فیزیکی میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ حضرت ابو بکر و امثالہم حامل اوصاف جلیلہ تھے  
 ہاں افسوس جن حضرت ابو بکر اور ان کے ہم عصر حضرات کو مصنف نے یہ گناہ روزگار تجویز کیا  
 ہے وہ کسی طرح بھی یہ قابلیت نہیں رکھتے کہ ان کے عادات و اطوار سے طلباء کو فی سبق حاصل  
 کریں۔ اگرچہ چشم حقیقت ہیں دیکھا جائے تو وہ لو کہ ننگ اسلام تھے۔ ناواقف طلباء کو  
 ایک ایسا حیرت فیز واقفہ دکھانا ہوں کہ جس کے سننے سے جہنم کا نپ جائیں گے وہ یہ  
 کہ رسالہ ہذا کے ابتدائی اوراق میں طلباء ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جناب فاطمہ علیہا السلام  
 حضرت ابو بکر و عمر پر ایسی غضبناک تھیں اور ان نذرگان اہل سنت سے اونکو ایسا سخت  
 صدمہ پہنچا تھا کہ جنازہ پر آنے کی ممانعت فرمادی افسوس جو جس قرن کے لوگوں کو منتخب  
 کر کے مصنف نیک طینت نے اپنی کتاب کا ہیرو قرار دیا تھا وہ ایسے خوش نمد تھے کہ حضرت  
 امیر کو انکے خوف سے ایک شب میں سیدہ کی قبر کا کئی جگہ نشن بنانا پڑا۔ کتاب دنالہ  
 جلد اول کے صفحہ (۸۶) اور جلد دوم صفحہ (۹۰) و (۹۵) پر لکھا ہے کہ منظمہ کی قبر کا  
 جگہ نشن تھا مگر قول محقق یہ لکھا ہے کہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن ابی بکر کی قبر سیدہ  
 انس قبری میں داخل ہے جو کہ توسیع مسجد نبوی کے لئے کیا گیا تھا اس زمانہ میں معصومہ

کی زیارت اسی جگہ ہوئی ہے، طالب علم خیال فرمائیں کہ کوئی بات بلا سبب نہیں ہوتی  
 اختلاف دستور اہل زمانہ مواضع مختلفہ پر قبریں کیوں بنائی گئیں بہر حال اسکے لئے وجہ  
 خاص ہونی چاہئے مصنف صاحب اور طلباء جو کہ حسب معتقدات خود حضرت امیر کو چوتھے  
 درجہ کا خلیفہ جانتے ہیں۔ لہذا فرمائیں کہ ان کے مسئلہ خلیفہ سے یہ فعل خلاف رواج زمانہ  
 کیوں واقع ہوا۔ ممکن نہیں کہ حضرات موصوفین بالا اس امر کی وجہ بیان فرمائے میرا طبیعت پر  
 پر زور دین۔ نظر میں بغیر قریح مطلق میں کتب اہل سنت سے اسکی حقیقت عرض کر رہا  
 ہوں جناب حضرت اور طلباء غور سے سنیں چند جگہ نشانات قبر اسوجہ سے قائم کئے گئے  
 تھے کہ مبادا انداسے ویں کوئی بے ادبی کریں یا قبر کھکھوادیوں میں ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو اس پر  
 تعجب پیدا ہو کہ قرن اول کے عظیم الطبع مسلمانوں سے یہ بے ادبی کب ہو سکتی تھی کہ دفتری کی قبر  
 سے ایسی گستاخی کرتے انکو سوچنا چاہئے کہ قبر تو ایک مٹی کا ٹیلہ ہوتا ہے اسکا اکھاڑ ڈالنا  
 کیا بڑی بات ہے۔ اس پر نور زمانہ میں تو ایسے مسلمان تھے جنہوں نے برہنہ کیا یا تھا  
 کہ اوفا طہ فتنہ پروا تو اہل فساد کو اپنے گھر سے نکال دو ورنہ خدا کی قسم تمھارے  
 اور حسین کے میں اس گھر کو جلا دوں گا، صفحات اول میں اس کے متعلق مخلص بحث کی گئی  
 ہے۔ قبر سیدہ کا محض کرنا اور کوئی مستقل مقام اسکے لئے قائم نہ کرنا کوئی تعجب چیز نہ تھا  
 حسین شریفین نے حضرت امیر کی قبر شریف کو بھی اچھا پایا تھا۔ بخوف نوارین و مصدوراز  
 تک مرقد مبارک غیر معروف رہا ٹھیک پتہ تھا کہ آپ کا مدفن کس جگہ ہے۔ جب خوارج دشمنان  
 ظاہری صفحہ عالم سے کچھ ناپو ہو گئے اور وہ بدور شہر رہا تب زمانہ ہاروں رشیدیہ  
 اہل بیت نے بتلایا کہ ہمارے ہذا مجد کا موضع دفن نجف اشرف میں ہے اور سوقت سے  
 لوگوں وہاں جانے آئے لگے مدینہ اقدس تیار ہو کر شہر آباد ہو گیا۔ علامہ سیوطی تاریخ خلافت  
 کے صفحہ ۱۱۹ پر لکھتے ہیں (امی قبر علی لانا نبی شہ الخوا) یعنی قبر نقوی اس جہت سے  
 پوشیدہ کی گئی تھی کہ خوارج بیش قبر رکھو وادوا الامانہ کریں۔ طلباء غور فرمائیں حضرت  
 امیر کا مرقد مبارک تو اب بہت پوشیدہ کیا گیا تھا کہ خوارج اسکو نہ کھود ڈالیں سیدہ کے  
 وقت میں کون ہا مسلمان زمین خدا پر مسلط ہو رہے تھے چلے خود سے قبر چھپائی گئی تھی

اس وقت کو خوار اندہ وہ فرنگوار فرما کر دے ملک اسلام تھے جسکی بہت پر جانے کے لئے  
 مصنف صاحب نے طلبہ کو گرم قدم کرنا چاہا ہے۔ کتاب وفاء الوفا کے صفحہ (۹۴) مندرج  
 جلد دوم سے اس کا بھی پتہ ملتا ہے کہ قبر سیدہ کے مختلف مقامات پر کیوں نشان بنائے  
 گئے تھے۔ مصنف کتاب تذکرہ تحریر فرماتے ہیں کہ دو وجہ سے جناب فاطمہ علیہا السلام کے  
 مرت و مبارک کا بیج چہ نہ چلا ایک یہ کہ اُس زمانہ میں قبریں پر عمارت بنانے کا دستور نہ تھا  
 دوم یہ کہ حکام وقت کو فائدہ ان نبوی سے خصوصیت کے ساتھ عداوت تھی جس کا سلسلہ  
 مدت ستاویہ تک رہا چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے کہ سلسلہ چہری میں متوکل نے (زیرج)  
 کو مامور کیا کہ قبر حسین کعبہ کو زمین کو برابر کر دے۔ جو لوگ کہہ گئے زیر حکم تھے وہ خوف  
 تھی سے اس بے ادبی کی جرات نہ کر سکے سبھوں نے انکار کر دیا کہ ہم سبط رسول کے فرار  
 مبارک پر حملہ نہ کریں گے آخر کار خود (زیرج) پہاڑ الیکراؤٹھا اور مقام کعبہ تک کعبہ و  
 مگر کچھ نہ پایا۔ صاحب وفاء الوفا نے جو وہ دلیل تعلق با تشفائے فرقہ لکھے ہیں ان میں  
 اول نہایت ضعیف ہے کیونکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اُس زمانہ میں قبر و بنی عمارت بنانے  
 کا دستور نہ تھا اس لئے مرقہ سیدہ غیر معروف رہا نہ ہم یہی نظریہ لازم آیا کہ متوفی  
 زمانہ قدیم سے ایکس کی قبر کا پتہ نہ ملتا۔ سبب یہ کہ وہ مسعودی کی جی نہ تھیں با و شاہی  
 گون و سکاں کی اکلوتی اور نہایت ذی عزت بنی تھیں نہایت تعجب ہے کہ محض چار  
 اینٹوں کے جوڑے جاننے سے اُنکی قبر کا صحیح پتہ معلوم نہ کر سکا اور زیارت  
 کے لئے اور دھارے مارے پھر اکتے۔ یہ سبب اول غلط ہے زیرا کہ دوم صحیح قرار  
 پایا اور وہ یہ کہ حکام وقت کو فائدہ ان نبوت سے عداوت تھی جس کا سلسلہ مدت تک  
 جاری رہا تا ایک مرقہ سیدہ شہداء کے کعبہ نے برابر کر کے کی تو یہ تو انی صاحب وفاء الوفا  
 کا سبب دوم کو وارد کرنے سے بظاہر ہی ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے کہ قبر سیدہ کی نسبت  
 بھی بوجہ مخالفت حکام وقت (ابو کریم) ہی احتمال تھا کہ معاندین کہیں کچھ بے ادبی  
 نہ کریں۔ صاحب وفاء الوفا نے بات کو دوبارہ کر زبان فلم سے نکال دیا تو لکھا کہ اس وقت کے حکام  
 کو فائدہ ان نبوت سے عداوت تھی اور انکے خوف سے ایسا کیا گیا تھا۔ مگر پاس مذہب سے

اس بات کے ظاہر کرنے سے اُسکے قلم کو روک دیا کہ حضرت امیر نے کس کے خوف سے چند جگہ نشانات قبر بنائے تھے۔ اس واقعہ کو سچا لانا اور کتاب خیمہ میں بطاحت لکھا ہوا کتاب موصوفہ مطبوعہ طہران کی جلد دوم میں (صفحہ ۴۹) جو عربی عبارت ہی اسکا اردو یہ ہے (محمد بن ہمام روایت کرتے ہیں کہ سر ماہ جمادی الثانی ۷۸ سال کی عمر میں جناب سیدہ نے فتنہ کی بجائے امام حسین و ام کلثوم و فضہ کنیز و اسماء بنت عیسٰی کوئی شریک جنازہ نہ ہوا و فضلہ رسول میں دفن کی گئیں صبح کو کیا نوبت البقیع میں چالیس قبریں موجود ہیں جب سلمان مطلق ہوئے انکو افسوس ہوا کہ رسول صلعم نے صرف ایک دختر چھوڑی تھی وہ بھی ایسی صورت میں دفن ہوئی۔ حاضرین نے کہا کہ مسلمانوں کی عورتوں کو بلایا کہ وہ قبر کو کھودیں اور مردہ کو نکال کر اوس پر نماز پڑھیں حضرت امیر نے یہ خبر سُنکر زہریب بدن فرمائی اور ذوالفقار پر تکیہ کر گئے کھڑے ہوئے یہ ہیئت دیکھ کر ایک شوریر پا ہو گیا آپ نے فرمایا کہ اگر کسی نے قبر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو پتھر تلوار و قہقہہ نیاں نہ ہوگی حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم حضور و بیش قبر کر کے جنازہ پڑھیں گے مگر ایک جو بات نہ ہوئی سب ناکام واپس ہو گئے۔ طلباء علیکڑھان واقعہ کو ملاحظہ فرما کر تعجب نہ فرمائیں۔ جب زمانہ کسی خاندان سے مخالفت کرتا ہے۔ وہاں ایسی ہی مکروہ باتیں پیش آیا کرتی ہیں۔ بختِ پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو واقعات ہیں ازہ فات پیش آئے وہ طالب علم کو دکھلاتا ہوں اُس کے معائنہ سے سمجھ جائیگے کہ بے شبہ مسلمانوں نے اپنے پیشوا اور اُس کے خاندان کے ساتھ وہ عمل کیا جسکی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ۔ بیچ کا فرنگہ انچہ مسلمان کروند۔ اول نمبر پر سردار ائمہ خمسہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنکی قبر کھودنے کے لئے کوئی گورکن تک نہ ملا تمام خدمات دفن و کفن و اثنا بیت یعنی اہل بیت نے پوری کیں۔ اصحاب باصفا سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے الکاشن کو انجام دے رہے تھے مختل سجت اسکے متعلق اوپر کی گئی ہے (دوسرے نمبر پر سیدہ خیمیں اُنکی یہ حالت ہوئی کہ رات کو سختی طریقہ سے اس طرح دفن کی گئیں کہ کسی کو قبر کا پتہ نہ ملا تیسرے حضرت امیر ہیں جنکی قبر خوفِ نبی امیہ و خوارج عرصہ دراز تک غیر معلوم



رہی۔ جو تھے امام حسین علیہ السلام ہیں انکا جنازہ جب روضہ رسول میں دفن کرنے کے  
 لئے لایا گیا۔ حضرت عائشہ مانع آئیں اور یہ تقویت مرواں تیروں سے میت پھٹنی کی گئی  
 دیکھو رسالہ واقعات عائشہ مولفہ حقیر۔ پانچوں امام حسین علیہ السلام ہیں انکے فرار مبارک  
 کے ساتھ جو عمل کیا گیا تحریر صدر سے ظاہر ہے سبحان اللہ جس قرن کو انکا نبی نمبر دیکر مصنف  
 نے اوصاف حمیدہ سے متصف فرمایا ہے اُس قرن کے کیا ہی ایسا انداز مسلمان تھے جنگ  
 خوف سے قبر میں مردے بھی آرام نہ کر سکتے تھے۔ اب حضرات طلباء انطرف نظر دوڑائیں  
 جن سے زمانہ کونسا عدت تھی اور جو کہ کسیت حکومت کی بجاہم دونوں ہاتھوں سے گانٹھے  
 ہوئے تھے وہ حضرت ابوبکر و عمر تھے جب یہ بزرگوار نہضت فرمائے ملک عدم ہوئے تو  
 رسول پاک کے برابر دفن کئے گئے۔ کیا غضب ہے کہ بیٹی باپ کے پاس دفن نہواور وہ  
 نواسہ بھکے رسول مقبول ناقہ بنتے تھے نانا کے روضہ میں دفن کرنے سے روکا جائے  
 اور نانی نواسہ کے جنازہ پر تیروں کا رینہ برسوائے۔ حضرات اہل سنت کو اسپر ترانہ  
 ہے کہ شیخین کرام ایسے برگزیدہ باری اور حضور انور کے سچے دوست تھے کہ مرنے پر  
 بھی خواہ مصطفویٰ کو نہ چھوڑا جیسے دنیا میں ساتھ تھے ویسے ہی قیامت تک ساتھ  
 رہیں گے۔ واضح رہے ارباب دانش ہو کہ جس شخص کے ہاتھ میں عمان حکومت ہوتی  
 ہے وہ بزور تسلط جو چاہتا ہے کر لیتا ہے۔ شیخین ملک اسلام کے بادشاہ تھے۔ ہر طرح کے  
 اختیارات انکو حاصل تھے تمام مخالفین اہل بیت انپر ولادہ تھے حضرت عائشہ و حفصہ  
 دخترانِ نبیین و ابرو ارج نبی اندرونی و بیرونی مہمات پر پورا اقتدار رکھتی تھیں روضہ  
 رسول پر انکا نہ صرف انکو حاصل تھا بلکہ مہمات ہوا کہ بالاکے پدران بزرگوار جب عام  
 عالم تھا ہوئے مہمات نے روضہ حضور کو بلا شکر اکت غیر سے اپنا ملک و مقبوضہ سمجھ کر شوفان  
 کو دفن کر دیا۔ حضرات اہل سنت جو فقرہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ شیخین ایسے برگزیدہ باری اور  
 ناشق ہوں تھے کہ مرنے پر بھی جو ارجمت کو نہ چھوڑا رحمتہ اللعالمین کے پہلو میں دفن ہو کر  
 انکو ماننا پڑ گیا کہ حضرت سیدہ و امام حسن سے رسول پاک کو سزا دینا اسد رحہ کہ اس  
 خاطر ہی مکی کہ دو دنوں کا اپنے پاس دفن ہونا گوارہ نہ کیا بیٹی کی تو یہ حالت ہونی کہ انکا دفن

صحیح طور پر آج تک شخص نہیں ہوا انواسہ کی یہ گت ہوئی کہ امام حسن علیہ السلام اپنے بھائی  
 کا جنازہ لیکر جب روضہ رسول کی طرف متوجہ ہوئے تو عالتصاحب جنگی لباس اور  
 آلات حربی سے آراستہ ہو کر جس طرح سرسبز چاولہ ہوئیں کہ میت پر تیر و تکی بارش  
 کرادی۔ اگر تخمین کرے کہ رسول پاک کی باطنی قوت نے کچھ کھلی کر اپنے پاس بلایا تھا  
 اور شیخین بوجہ عمت صادق ہونے کے مقناطیسی اثر سے روضہ مبارک میں جذب  
 ہو گئے تھے تو بے تکلف کہنا پڑے گا کہ آنحضرت و خلفاء میں جو قلوب و اتحاد تھا ہی اور نور  
 پر اس کی پرچھائیں بھی نہ پڑی تھی میں خیال کرتا ہوں کہ علی گڑھ کا کچ کا فیض یافتہ کوئی  
 طالب علم البتہ دلہ نہ ہو گا جو کہ شیخین کو بمقابلہ سیدہ منعمہ حسن مجتبیٰ علیہ السلام  
 آنحضرت کی محبت میں اعلیٰ نمبر پر سمجھنے والا ہو۔ یاد رکھو قدرت مدفن بلایا تو صحیح کبھی  
 فائدہ رساں نہیں ہو سکتی بغیر اشرار کو رستان میں اکثر ہم پلو دیکھے گئے ہیں جو منافق  
 کہ آنحضرت کے ساتھ سفر و حضر میں رہے ہماروں میں شرکت کی مال غنیمت سے حقد پایا  
 ایک دستہ جوان پر کھانا کھایا یا ہسم پر شہ و تناسب بھی ہوا انکی محبت شبانہ روزی  
 نے کیا فائدہ دیا۔ جبکہ منافقین و قرائین کو حضور پر نور کی زندگانی میں شرف حضور  
 نے سوا سے اڑیں کہ یا ایہا الرسول جاہلنا فاقین الکفار کوئی عمدہ ثمر نہ دیا تو پس  
 مردن اگر بزور حکومت و تقویت جماعت کوئی منافق آنحضرت کے جوار میں دفن ہو گیا ہو  
 تو اس سے کیا نفع و آخرت پیدا ہو سکتا ہے۔ مجرد ضعیف رسول ہونا (ہم پلو دفن ہونا) حضرت  
 کے لئے کارآمد نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کا خاتمہ بخیر ہوا اور کفن و دفن کچھ بھی ہو بلکہ میں کہتے  
 اسکو کھا جائیں تب بھی اسے جہنم ہونے میں شک کرنا داخل گنہ ہے ہم دور کیوں جائیں  
 حضرت عثمان کے حال زار پر نظر ڈالیں اصحاب رسول نے جو کہ عند الیہ رباب عاویں  
 سے تھے اتفاق و اجماع کر کے موصوف اللہ کو قتل کر ڈالا ناز جنازہ نہ پڑھی غریبہ پر  
 انکے لاش کو ڈال دیا وہ قدس جسم تین دن تک خسر و خاشاک اور گندگی کے نیچے دبا رہا  
 جھنگن آئی اور تمام محلہ کے مسلمانوں کا گوہ۔ بدن اطہر پڑا ل گئی۔ چونکہ کتوں کا کام جیفہ  
 خوری ہے مٹی گلی چیزوں کا کھانا و تکی عاوت ہے لہذا یہ روایت احمد اعظم کوئی راجح

ہو کہ اہل سنت کا پُرانا مورخ ہے ایک ٹانگ کتے کھا گئے جب قاتلوں کا جمع فرو  
 ہو گیا تو غلامانِ عثمان دہوا خواہانِ مرواں نے۔ گورستانِ یو د میں بلاتر کھوڑ کر رکھے  
 میں اُس پیشوا سے مولوی شبلی کو ایک ٹنگہ دفن کر دیا۔ اگر بلوایانِ مصر کی شور و شش کا  
 خوف نہ ہوتا تو انکا جسدِ اطہر بھی مثلِ شیخینِ حواریہ میں سپردِ زمین کیا جاتا۔ چونکہ یہ  
 گورستانِ یو د میں خلیفہ ثالث کا دفن ہونا لکھا ہے شاید اُن کے معتقدین کو اس کا باور  
 نہ ہو۔ لہذا حسن نظامی صاحب دہلوی کی کتابِ محرم نامہ کو جو کہ درویشِ پریس دہلی میں  
 طبع ہوئی ہے اُس کے صفحہ ۶۶۶ سطر ۱ کو دیکھیں انشاء اللہ یہ مضمون وقفِ نظر ہو گا کہ سلطان  
 نے مقابلہ اہلِ اسلام میں خلیفہ کو دفن ہونے دیا بالآخر قبرِ یو د میں گاڑ دئے گئے۔ اگر شیخین  
 کو قبرستانِ یو د سے کوئی تفصیلت حاصل ہوئی ہے تو حضرت عثمان کی تھیں مرثیہ ہوتی  
 ہے کہ رسولِ صلعم نے انکو اپنے پاس نہ بلایا یہودیوں کے پاس ڈلوادیا۔ خلاصہ  
 کلام یہ ہے کہ شیخین کا آنحضرت کے پاس دفن ہونا بزورِ حکومت ہوا ہے یہ نہیں ہو  
 کر آنحضرت نے دونوں بزرگوں کو اپنا یا رجا ہی سمجھ کر کششِ باطنی سے اپنی طرف  
 کھینچ لیا ہے۔ جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں اوکو تسلیم کرنا چاہئے کہ حضرت سیدہ و امام  
 حسن و عثمان غنی سے حضرت کو مطلق اُنس نہ تھا اگر ہوتا تو یہ بزرگوار بھی تاقیامت ہم پہلو  
 مصطفویٰ استراحت فرما ہوتے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور بلا خوفِ اعادہ  
 پھر کہتا ہوں کہ باعثِ مغفرتِ ایمان ہے نہ کہ کسی بزرگِ مذہب کی زندگی میں اُس کی  
 مصاحبت کرنا یا کہ پسِ مردن اُس کے پاس دفن ہو جانا۔ اگر حضراتِ شیخین ایمانِ صحیح کے  
 لباس سے آراستہ ہو کر قدمِ رنجہ فرمائے ملکِ عدم ہوئے ہیں تو ہر حال میں قابلِ  
 دخولِ جنت سمجھے جاسکتے ہیں۔ اگر وہ نبی کے فرارِ اقدس میں دفن بھی نہ ہوتے اور مثل  
 عثمانِ یو د و محوس کے مقابر میں پھینک دئے جاتے اور اونکی چاروں ٹانگیں کٹتے  
 ہو کر ٹکڑے کھا جاتے اور تمام دنیا کے بھنگی جمع ہو کر گھبراہوش کرکین کے گوہ سے اُن کے  
 احسامِ مبارک کو تھر تھیر کر دیتے تب بھی کوئی نقصانِ آخرت نہ تھا جیسا کہ انھیں کبروہ  
 صود و حل کے پیش آنے سے حضرت عثمان کو کوئی ضرر نہ ہوا بلکہ شہیدِ اسلام کہے گئے

خلاصہ کلام یہ کہ حکومت آپ جو چاہتا ہی کر سکتا ہے کہ جب معظّم جب کفار کے زیر اثر تھا کیسے بڑے بڑے افسّ میں رکھے ہوئے تھے۔ مسجد نبوی میں گھوڑے بندھے گئے لوٹے۔ خانہ خدرا کی چھت پر بیٹھ کر لوگوں نے شراب کی پالیاں اڑائیں اور سینے اُترا رہے کے سلاطین قتل تھے بیت اللہ میں جا رہے قانم کر دئے گئے کہا جاتا ہے کہ ہر چار امام فیض یافتہ خاندان نبوت تھے اور امام اعظم کے سر پر تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شاگردی کا مریض تاج رکھا ہوا بتلاتے ہیں تعجب ہے کہ اونی شاگردوں کے مصلے تو کعبہ میں قائم کئے جائیں اور اسلک کا کوئی نام بھی نہ لے۔ خوب سے چلکر ہندوستان میں شلتے ہوئے آئے شاہان ہند سنے جمیر شریف وغیرہ میں اپنے پیروں کے کیسے فرار بنائے اور کتنے دیہات مصارف خالقہ کے لئے معاف فرمائے عقلا کو چاہئے کہ جو انبوی میں دفن شیخین سے گردن افزا شستر نہ ہوں بلکہ سمجھ لیوں کہ یہ اثر انکی حکومت کا تھا۔ جہانک ہو سکے اس بات پر محققانہ نظر ڈالیں کہ وہ پشتارہ ایمان کمر پر لا کر رسول پاک کے ہم سایہ بنے ہیں یاد و مزلہاں نہیب بدن فرما کر ہم پہلو سے آنحضرت ہو گئے ہیں۔ میں اوراق ابتدائی میں لکھے حکاموں کے حضرات اہل سنت آج تک اُن مضامین کو باطل نہیں کر سکے جو کہ ثبت نفاق شیخین دنیا میں شائع ہو رہے ہیں۔ صنف باتیز کو لازم تھا کہ پہلے اُن رسائل کو جو کہ کذب و غدر و خیانت و نفاق شیخین کے متعلق لکھے گئے ہیں باطل کر کے طلبا کو دکھلاتے کہ دیکھو ہمارے پیشوایان دین کا جو بے ایمان ہو کر دنیا سے بہتر اوتھانا دکھلایا گیا ہے ہم نے ان وجوہ شافیہ سے اسکو رد کر دیا ہے زراں بعد انکی سیرت شائع فرماتے تو پورا اثر ہوتا۔ حقیر نے صفحات اول میں صحیح مسلم و مشکوٰۃ شریف سے ثابت کیا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت نے قبّال کو دیکھا اُسوقت آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر تھے۔ حضور نے فرمایا کہ اے قبّال تو کس کس شخص کو اپنے پاس دیکھتا ہے اُس نے جواب دیا کہ میرے سامنے اسوقت دو چھوٹے اور ایک بچا ہے۔ یا یہ کہ ایک ایماندار اور دو بے ایمان۔ طلبا رزی ہوش نے ملاحظہ فرمایا کہ زندگانی میں آنحضرت کی صحبت و مصاحبت و کجائی نے شیخین کو کیا فائدہ پہنچایا۔ مسلمانوں کا گویا یہ مذہب ہے کہ کتب انبیاء سابقین میں آنحضرت کی بشارت دی گئی ہے

اور اس واضح علامات کا نشان دیا گیا ہے کہ سوائے آنحضرت کے دوسرے پروردگار عالم  
سینہ نہیں ہو سکتے ہابل بائبل کے بعد میں لکھنا پسیحاہ باب ۵۴ آیت ۴ کو ملاحظہ فرمائیے  
اور انشاء اللہ یہ مضمون نظر آئے گا (اُسے اپنی قبر تیرویں کے ساتھ بنائی) طلباء علی گڑھ حضرت

نصاری سے جو کہ کالج میں ملازم ہیں دریافت فرمائیں کہ اس قبر کا علاقہ کس سے ہے حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تو وہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ مرگ سچ کے قائل نہیں۔ علی ہذا  
مسلمانو کا مذہب بھی یہی ہے کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے غرض کہ یہ جو جناب عیسیٰ علیہ السلام ہم  
کسی طرح منطبق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ منو عالم پر انکی قبر اتفاق اہل اسلام و حضرات نصاریٰ  
نہیں ہے پھر کون ہرگز ہے جسکی قبر کے جوار میں شریلوگ مدفون ہیں جب تک عقل پرست  
کسی شخص کا پتہ نہ بتلائیں گے اور انشاء اللہ تاقیامت نہ بتلا سکیں گے۔ ہم تو یہی کہہ چاہیں گے  
کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے بطون کا نقشہ کھینچ کر وہاں نے دکھلایا تھا۔

اے غضب جن قرون ابتداء میں جو فسطاطین چمکے سینہ کی قبر بنائی گئی حضرت امیر  
علیہ السلام کا یہ تھا وہی کتاب فرار تھا جس چشم خلافت سے پوشیدہ رہا۔ امام حسن کے جنازہ پر تیر  
پھنکوائے گئے اُس زمانہ کو ضعف روشن دماغ بہترین اوقات تجویز فرماتے ہیں اور جو مسلمان  
اُس وقت موجود تھے انکو اسلام اصلی کی خوبصورت تصویر ظاہر کرتے ہیں۔ کیوں طلباء اعلیٰ  
خیال آپ نے معلوم فرمایا کہ قرن اول کے اکثر حضرات اور بالخصوص وہ بزرگوار جن کی  
سیرت پر عمل کرنے کے لئے آپ کو آمادہ کیا گیا ہے کیسے خوش کردار رہے کہ انکے خوف سے

نبی کی نبی کا مقدمہ مستقل طور پر ظاہر نہ ہو سکا اسی سلسلہ میں حضرات طلباء برہم بھی ظاہر ہو گیا  
کہ ان کے مذہبی پیشوا یعنی علماء دین کیسے راست بیان ہیں کہ کبھی کسی واقعہ کو صحیح طور پر  
بیان نہیں کر سکتے یہاں تک ممکن ہو سکتا ہے اصلیت کو الٹ پلٹ کر دیتے ہیں اور علماء فقیہ  
ایسے بازیات ہیں کہ حقیقت ظاہر کو بیان کر دیتے ہیں دیکھو مزاحیرت و بلوی کا یہ جملہ  
متذکرہ بالا (علماء شیعہ نے بحث خلافت میں ایسی لاجواب کتابیں لکھیں کہ جنکو دیکھ کر  
بے نقص مورخ داؤد پنے پر آمادہ ہو جائیگا چودہ سو برس سے واقعات صحیحہ  
پر جو پر ہے پڑے تھے انکو علماء شیعہ نے تحقیقات بلج کر کے اٹھا دیا) کلج

علیکم صواب و دیگر اسلامی درسگاہوں کے طلباء براہ فواز میں توجہ فرمائیں کہ وہ  
کون علماء تھے جنہوں نے بھی باتوں کا چھپانا نہ نظر کر کے ایسے سیاہ پردے ڈالے  
تھے کہ کسی کو راہ صواب نہ ملی سب ظلماتِ یلانی میں سرگرداں و پریشان رہے۔ اگر  
خلافتِ طہیت نہ تو حضراتِ طلباء علماءِ شیعہ کا شکریہ ادا کریں جنہوں نے لاجواب کتابیں  
لکھ کر وادیِ ایمان کی گم گشتگان راہ صواب کو سیر کرائی ہے۔ ذی فہم طالبِ علموں کو  
لازم ہے کہ ایسے علماء کے کہنے میں ہرگز نہ آئیں جنہوں نے کذب نویسی و خلافِ بیانی کو اپنا  
شعار تجویز کیا ہے بلکہ سہولت طلباء اُن علماء بد راہ کتہہ و خلافِ حق کا حلیہ بھی بتلایا جاتا  
ہے جو کہ جھوٹی باتیں لکھ کر مخلوقاتِ الٰہی کو برباد کرتے رہتے ہیں جس شخص کی نبی و ائمه  
اوپنچا یا جامہ بایں ہاتھ میں کاٹھنی تسبیح اور وہ ہنہ ہاتھ میں استخانی کھانے کا وسیلہ  
ہوا سکی نسبت خیال کر لو کہ واقعاتِ صحیح کو انکار بیان کرنا ان کا عین ایمان ہے۔ اہل حق  
طلباء آپ نے صفحاتِ ابتدائی میں ملاحظہ فرمایا ہے کہ بظرفداری حضرت ابو بکر شاہ عبدالغفر  
نے تحریر فرمایا کہ حضورِ مجاہد پر جو پنجاب سیدہ وصیت واقع ہوئی تھی وہ کسی ناراضگی سے  
یعنی بلکہ بظننا و حیاء و نسوانی پردہ داری سے حضرت امیر کو کہا گیا تھا کہ ابو بکر کو نہ آنے دینا  
خلیل احمد صاحب نے بحث وراثت کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ فاطمہ علیہ السلام نے دعویٰ  
فدک نفسانیت سے کیا تھا اور غلطی کرنے میں ترازو سے انصاف کا پلانا کی طرف نہایت بھاری  
بھاری تھا۔ محمد قاسم صاحب نانوتوی کا ارشاد ہے کہ غنیمت سیدہ ابو بکر کے لئے مسرتِ رسالہ  
نہ تھا۔ محمد انیس سہ ماہ پوری نے بیان کیا ہے کہ۔ جنس و آوازِ ردگی غیر سببِ راسخ علاج (یعنی  
جنابِ معصومہ نے ابو بکر پر بیجا طو پر غصہ کیا تھا۔ نو حکم جس عالم کو قوتِ علمی نے ہر تابک  
مدد دی تھی خلفاء کی برات کے لئے دلائل قائم کر کے ہر جرم سے اونکو بچایا اور اہل بیت کو  
مذہم ٹھہرایا یہ وہی سیاہ پردے ہیں جو کہ بقول عزاجرت تیرہ سو برس سے  
چشمِ خلافت پر پڑے چھتے آتے تھے اور بالآخر علماءِ شیعہ نے انکو اونٹھا کر کوہِ باطن کو چڑھ کر  
چشمِ بناویا اٹھے سلسلوں کے ہونا پر چوتم پرتی روشنی کا اثر پڑا ہے لازم ہے کہ اُن علماء  
جسے کبارہ کش ہو جو کہ غلطیوں کے حال میں تیرہ سو برس سے خلافت کو بچھپاتے رہے ہیں

سنت سیرت الصدیق نے آپ صابو نمکوا ایسے بزرگ اسلام کی سیرت پر چلانا چاہا ہے جسے تحت خلافت پر قدم رکھتے ہی کتاب اللہ سے مخالفت کی نبی کی بیٹی کو ترکہ بدری سے محروم کر کے اسلامی دنیا میں ایسی ہل چل مچا دی کہ جسکے چکولوں نے اعضاء اسلام کو محض کر کے بیکار بنائے۔ حضرت سیدہ خلیفہ اول کے باہم نزاع وراثت میں جو واقعات پیش آئے تھے رسالہ ہذا کے حصہ ثانی میں انکا ذکر سیدہ خلیفہ اول سے آچکا ہے۔ ضرورت موقع پر نظر رکھئے کچھ اور واقعات حوالہ تسلیم کئے جاتے ہیں تاکہ طلباء علیکم رحمہم سمجھ لیں کہ حضرت ابو بکر کس مرتبہ کے بزرگ شخص تھے واقعہ اصلی یہ ہے کہ حقیر نے کتاب دلیل المتحرین میں کتاب اس سنت سے ثابت کر دیا ہے کہ فذک بقول بعض جہاد چند درخت خرما تک محدود تھا بلکہ وہ ایک علاقہ تھا جسکی آمدنی سو لاکھ سالانہ تھی جبکہ حضرت ابو بکر شکر سسر پر خلافت ہوئے تو پہلی مخالفت قضیہ محبت میں خاندان نبوت سے ہوئی۔ یہاں تک طویل ہوا کہ جناب سیدہ کے گھر کا جلا دینا بجرم عدم بیعت مرتضوی خلیفہ اول کو آسان معلوم ہوا انکی جانب سے جو زیادتی اس بات میں مضمومہ پر ہوئی اُس کا ذکر بحوالہ کتب اول کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ یہ معاملہ بہت نازک اور سرکشہ الارار ہے۔ کیونکہ ایک طرف حضرت ابو بکر ہیں اور دوسری جانب جناب سیدہ و حضرت امیر و تمام نبی ہاشم نظر بریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طلباء علیکم رحمہم دیگر طالبانِ شکوہ معاملہ فذک کی تحقیقت واقعی سے آگاہ کر دیا جائے۔ جبکہ حضرت ابو بکر و عمر مہلت خلافت سے فراغت پا چکے اور انکی حکومت بلا وعدہ و وعثرہ مستقل ہو گئی تہا امیر وزیر میں شورہ ہوا کہ اہل بیت رسول سے کسی نے اس وقت تک بیعت نہیں کی بجز نہیں کہ گھسی نتیجہ خلاف مراد پیدا ہو۔ علاقہ فذک کو اُن سے لے لیا جائے اگر یہ کثیر آمدنی اُن کے زیر تصرف رہی تو ممکن ہے کہ خلافت اُن سے فائدہ اٹھا کر پوستہ ہو جائے۔ خلیفہ اول نے مناول تجریر کر کے علاقہ مذکور پر بھیج دیا۔ اُس نے گارندہ سیدہ کو بیدل کر کے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ مضمومہ نے خبر ضبطی سے مطلع ہو کر خلافت آپ سے دور کر پائے قبضہ ناجائز کی برہنہ خواہش کی۔ خلیفہ صاحب نے بہہ کونا مانا اور مثل زیر تجویر سے خارج کر کے داخل دفتر کر دی۔ نام بعد وراثت کی بحث چھڑ گئی۔ اسپر حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ حضرت

مجھ سے کہہ گئے تھے کہ گروہ انبیاء کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں  
 انبیاء جو چھوڑ جائیں وہ ان کے ورثہ کے لئے ناجائز ہے اور مصاحبین اور ہم نشین ان کے  
 کے لئے تعمیر اور سے زیادہ ضرع الحکم ہے۔ رسالہ ہذا کے ابتدائی حصہ میں مقدمہ بہت مختصر  
 کے متعلق مختصر مگر فیصلہ کن و اطمینان بخش بحث ہو چکی ہے۔ حاجت اعادہ نہ تھی لیکن اس سبب  
 طلباء ذی فہم کے اذہان عالیہ پر صورت واقعہ حالی کر کے لیس کیا جاتا ہے کہ براہ کرم قارئین  
 اتنی معنی کلام مجید کو سامنے رکھ کر فیصلہ صادر فرمائیے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ بیان فرمائے ہیں  
 کس حد تک پہنچی تھی۔ طلباء عالی کمرہ کو جا سمجھی سے آراستہ ہو کر چنبا سو رہے نظر آنا  
 ضروری ہے۔ اول یہ کہ انبیاء ماسبق کے ورثہ کے لئے اپنے مورثوں کے متروکات سے  
 کچھ پایا ہے یا کہ مثل سیدہ وہ بھی محروم کے گئے ہیں۔ دوم یہ کہ کلام پاک میں پرولاد  
 کو ترکہ پدیری کا وارث قرار دیا گیا ہے یا کہ اولاد انبیاء اس حکم سے مستثنیٰ کی گئی ہے۔  
 (آمر اول اولاد انبیاء نے اپنے نزدیکوں کے ترکہ سے کچھ پایا ہے)

بقول حضرت ابو بکر آنحضرتؓ نے فرمایا تھا۔ نحن معاشر الانبیاء لا نترک وارثاً  
 یعنی ہم گروہ انبیاء کسی کے مال کے مالک ہوتے ہیں نہ کوئی ہم انبیاء کے مال کا وارث  
 ہوتا ہے۔ اندریں صورت لازم آیا کہ ہم کتب انبیاء سابقین پر نظر ڈال کر معلوم کریں کہ انبیاء  
 بنی اسرائیل متروکات پدیری سے مستفید ہوئے ہیں یا کہ ان کے باپ دادا کا مال بھی اسی  
 طرح مصاحبین نے نوش جانا فرمایا ہے کہ ہمارے حضور صلعم کا بیعتنامہ مرزا پر مشتمل نہیں  
 کتاب توراۃ طبع ہوئی ہے اس کے صفحہ ۱۶ پر کتاب پیدائش باب ۱۵ کے تحت میں آیت ۱۰ وہ  
 کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب باری سے عرض کیا کہ دیکھ  
 تو نے مجھ کو فرزند دیا۔ اب خانہ زاد میرے مالی کا وارث ہو گا اسوقت خدا نے ابراہیم  
 کو اطمینان دیدیا کہ یہ تیرا مال نہ پائیگا بلکہ وہی اس دولت پر متصرف ہو گا جو کہ تیرے محتاج ہے  
 پیدا ہو۔ نسخہ ۱۰ باب ۲۱ آیت ۱۰ میں ہے۔ سارہ نے دیکھا کہ باجرہ مصری کا بیٹا جس کو وہ  
 ابراہیم صحیحی تھی سمجھنے لگتا ہے۔ اسوقت سارہ نے ابراہیم سے کہا کہ اس بچہ کو مع اس کی  
 والدہ کے نکال دے ورنہ میرے بیٹے اس بچہ کے ساتھ تیرے متروکات پر قابض ہو گا



ص ۷۷ باب ۸ آیت ۱۰ حضرت یعقوب نے یوسف سے کہا کہ تیری اولاد بیکر مال کی  
 پر چر رہی ہو گی۔ صفحہ ۷۷۔ آیت ۲۲ و ۲۳ کا یہ مضمون ہے۔ اسرائیل نے یوسف کے کامیاز  
 تو آپ مرنا ہوں لیکن خدا تمہارے ساتھ ہو گا اور تم کو تمہارے باپ دادا کی زمین پر چھپ  
 لیا جائیگا۔ تیرے بھائیوں سے زیادہ بیٹے جنگجو ایک حصہ دیا ہے۔ جو زمین کو جنگجو حصہ سے  
 زیادہ دیگی۔ ہمیں نے بزرگ مشہور کسان اور بیوں سے حاصل کی تھی صفحہ ۷۱۲ پر کتاب کنتی  
 باب ۲۷ میں آیت ۱۰ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل سے کہہ کہ اگر کوئی مرد مر جائے  
 اور اولاد نہ رہے نہ رکھتا ہو تو اس کا ترکہ بیٹی کو ملے گا۔ آیت ۹ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی  
 بیٹی ہو اور اولاد و وفات پائے تو بھائی اُس کے ورثہ دار ہونگے۔ آیت ۱۰ ایسے جو اگر کسی کے  
 بھائی نہ ہوں تو متوفی کا باپ کے بھائی اُس کے ترکہ کے مالک ہونگے۔ گیارہویں آیت یہ بتلاتی ہے  
 کہ اگر باپ کے بھی بھائی نہ ہوں تو خاندان کے اہل قرابت سے جو قریب ہو وہ مالک قرار دیا جائیگا  
 اور یہ کہ بنی اسرائیل کے لئے فرض کر دیا گیا ہے طلبہ انظر ایما ندری سے باہر جتنے مذہب دیکھیں کہ  
 توراۃ سے جس کے کتاب اسامی کی شہادت قرآن میں موجود ہے یا موازینہ یہ خدا آرہی ہے  
 کہ ہر غی کی اولاد اپنے مورث کے اموال سے بہرہ یاب ہوئی جیسا کہ حضرت ابراہیم کی میراث  
 اُن کے فرزند کو ملی ہے۔ علیٰ ہذا حضرت یوسف نے یعقوب علیہ السلام سے ورثہ پایا بلکہ حصہ سے  
 زیادہ اُن کے باپے دیا۔ اور یہ قانون حضرت موسیٰ نے ایسا متقل بنی اسرائیل کے حوالہ کیا کہ فرما  
 انبیاء تمہیں میراث حسب احکام بالا ہو تی رہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ سپرد کیا کہ سامعین میراث  
 سخن مباشر لائیا پیش کی تھی اوس کا مکمل کا شاؤ جعید ہو گیا۔ تعجب ہے کہ توراۃ شریف  
 ستر وکات انبیاء میں ہر ای وراثت کی خبر دے اور آنحضرت خلافت کتب سماوی ابو بکر  
 صاحب کے کان میں یہ کہدیوں کہ ہم گردہ انبیاء میں وراثت کا نام لینا جرم ہے۔ سوا سے  
 ازین آیات مندرجہ بالا سے ایک اور مسئلہ بھی طے ہو گیا۔ کتاب کنتی کے باب ۲۷ کی آیتوں  
 آیت کا یہ مضمون ہے کہ اگر کسی کے بیٹا نہ ہوں اور صرف دختر رکھتا ہوں تو کل ترکہ بیٹی کو ملے گا  
 مگر حضرات اہل سنت فرماتے ہیں کہ بیٹی کو تمام تر ترکہ پہنچے گا۔ اسکو ادا دیا جائیگا۔ اور نصف  
 دوم میں یہ بشریک کے ہائیکے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد ولایت میں ایسا دیندہ

کر کے سیدہ کے ساتھ حضرت عباسؓ علم رسول خدا کو نصفی کا شراب قرار دیا تھا جس کی خبر  
 نہ قرآن میں ہے نہ دیگر کتب آسمانی میں۔ حضرت عمرؓ تو قانون خداوندی کو توڑ کر چلے  
 گئے مگر تعصب کا جھگڑا برابر جاری ہے۔ عدالتوں میں ہزار ہا مقدمات ایسے پائے  
 جائیں گے جہاں بیٹی کے ساتھ عصبہ ضرور برسرِ قماش ہونگے۔ سیدہ کا وراثت  
 مقرر سے محروم ہونا اب انٹرخش ہوا کہ تقلیدین عمر کی لڑکیاں تاقیام قیامت عصبہ  
 کے پنجہ سے چھوٹ سکیں گی۔ جو لڑکیاں مسئلہ تقنیب کی داروگیہ میں آکر تکرید  
 سے محروم ہو جاتی ہیں ان کے دل سے اس باوقار مسئلہ کی رفعت و ریافت کرنی  
 چاہئے۔ پجاری دل ہی دل میں واضح مسئلہ کو کوس پٹ کر دم بخود ہو جاتی ہوگی  
 اگر انبیاء سابقین میں سلسلہ وراثت جاری نہ ہوتا اور حسب حدیث بیان کر دیا حضرت  
 ابو بکرؓ آنحضرتؐ نے یہ فرمایا ہوتا کہ ہر فرد و انبیاء وراثت کے متعلق اپنے مورثوں سے  
 نہ کچھ لیتے ہیں نہ ہمارے و نہ انہار کے اموال و متروکات سے بہرہ یاب ہوتے ہیں  
 تو مضامین توراتؓ نہ کورہ بالا کے بارہ میں طرفداران حضرت ابو بکرؓ کیا حکم لگائیں گے۔  
 حضرات طلباء کہ جنایت اتھی معلوم ہو گیا کہ انبیاء سابقین کے وراثت پر جس نے اپنی مورثوں  
 کے متروکات سے تعلق حاصل کیا ہے۔ اپ پر بیان کیا جاتا ہے کہ خود حضور صلعم نے بھی  
 اپنے نمبروں کے مال سے بھیسفہ وراثت قائم نہ اٹھایا۔ علامہ علی بن بران الدین علی  
 شافعیؒ کتاب النبیون فی سیرۃ الامین والمامون معروف بہ سیرت حلبیہ جلد اول  
 کا صفحہ ۲ پر تحریر فرماتے ہیں (قولہ) اسے عبداللہ خدمتہ اجمال و قطعۃ من غنم  
 خورث ذالک رسول اللہ من ابی (یعنی حضرت عبداللہ پر نور کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 والہ وسلم نے پانچ اونٹ اور ایک گھوڑا درپیش) مگر چونکہ چھوٹا تھا۔ نہ سب مال حضرت  
 کے تحت قبضہ وراثت آیا تھا۔ کتاب بالا کے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ ام ایمن حبشیہ بھی متروکات  
 حضرت عہدات سے حضور پر نور کو ملی تھی۔ کتاب استیعاب جلد ۲ کے صفحہ ۲۹ پر ام ایمن  
 تذکرہ بالا کے حلق پر عبارت ہے ذکات ام ایمن اسمہا بکتہ و کانت بعد اللہ بن  
 عبدالطلب و مسارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ام ایمن کا نام بکتہ تھا جو کہ عبداللہ بن عبدالمطلب

کے ترکہ سے حضرت کو ملی تھی۔ اسی کتاب کے صفحہ ۵۲ پر ہے کہ آنحضرت کو ترکہ بدری سبک  
 غلام حبشی ملا تھا جس کا نام شقران تھا بعد جنگ بدر آپ نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ کتاب  
 تذکرہ بالاکہ جلد دوم میں صفحہ ۱۰۶ پر ہے کہ کتاب اصابع کی جلد سوم میں صفحہ ۲۰۹  
 پر بھی شقران و ام ایمن کا آنحضرت کی وراثت میں داخل ہونا لکھا ہے۔ سیرۃ حلبیہ جلد ۳  
 صفحہ ۳۲۹ و زوالہ ایجاد ابن القیم جلد اول صفحہ ۳۳ پر ہے کہ حضرت کو ترکہ بدری سے ایک  
 تلوار ملی تھی جس کا نام ماثور تھا حضور جب وارد مدینہ طیبہ ہوئے تو وہی تلوار حائل کئے  
 ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ جن کی بنائی ہوئی تھی۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کتب انبیاء  
 سابقین و فرقان جمیعہ کی وراثت پر ایسے نزاعے رنگ کی حدیث پیش کی تھی جو کہ کسی طرح خلیفہ  
 کتابوں کے حکم پر منطبق نہ ہو سکتی تھی۔ لہذا حضرت سیدہ نے قرآن پاک سے خلیفہ صاحب  
 کے سامنے وہ آیت پیش کی جس کو حسب مراثت اور اوراق ابتدائی مناظرہ ملتان کے وقت ہلوی  
 محمد صین صاحب بنالوی نے بیان کیا تھا۔ بحد اثبات ہو گیا کہ انبیاء سابقین بلکہ خود  
 آنحضرتؐ نے اپنے موروثوں کے ترکہ سے میراث پائی ہے اور کتاب توراۃ میں وراثت کو  
 پورے طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جو سخن معاشرۃ الانبیاء فرما کر تمام  
 نبیوں اور آنحضرتؐ کی ذات اقدس سے سلب میراث کرنا چاہا تھا وہ غلط ثابت ہو  
 حدیث بنانے کے وقت حضرت ابو بکرؓ سے بڑی فروغداشت ہوئی۔ اگر یہ کہتے کہ حضرت  
 صلعم نے مجھ کو آگاہ کر دیا تھا کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے خصائص سے یہ ہر کوئی  
 وارث اور بالخصوص فاطمہ میرے متروکات پر متصرف نہ ہوگی تو آج ہر کتب سابقین پیش  
 کرنے کا کوئی موقع نہ ملتا۔ ہم حضرت ابو بکرؓ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے جملہ  
 سخن معاشرۃ الانبیاء فرما کر حدیث کی بے وقاری خود ثابت کر دی۔ بعد از یہ سخاوت شہید  
 قسطنطین امروم کی توضیح کے میدان کی جانب منعطف کیجاتی ہے۔

(امروم)

یہ کہ قرآن شریف میں ہر اولاد کو ترکہ بدری کا وارث قرار دیا گیا ہے تاکہ اولاد انبیاء  
 حکم سے متبہ کی گئی ہے۔ قرآن پاک میں چند آیات (مثلاً یہ) اَوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ

لذکر مثل حفظ الاتحیین، و وراثت سلیمان داؤد، و رتبہ حبلی من لدن ملک  
ولایت رشتی ویرث من آل یعقوب، و لکلی جہلنا منوالی الخ، وغیرہ وغیرہ ایسی دوسری  
ہوتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر توفی کی جاہداد و مالک اُس کے وراثت کی طرف منتقل  
ہوتی ہے مولوی محمد حسین صاحب ہالوی نے ہقام ملتان بار خاص و عام میں جو بیان  
کیا تھا اُس کا ذکر اول کیا گیا ہے صاحب مدد روح نے فرمایا تھا کہ انبیاء سے نفی وراثت  
کی حدیث بیان کرنے میں ابو بکر بھی سچے تھے اور آیہ مبارکہ (و لکل جہاننا منی الخ) کے  
پیش کر نے میں حضرت سیدہ بھی برسرِ حق تھیں ابو بکر کے ہاتھ میں حدیث تھی اور  
فاطمہ علیہا السلام آیت نے ہوئے تھیں جس میں ہر مورث کے ترکہ سے اُس کے وارث کا حصہ  
ہونا ظاہر کیا گیا ہے علاوہ بریں تلامذہ علی متقی کنز العمال میں لکھتے ہیں کہ صیقت حضرت  
ابو بکر نے حدیث (نحن معاشر الانبیاء) پیش کی اُس موقع پر حضرت امیر نے بوکالت  
سیدہ فرمایا کہ خلیفہ صاحب قرآن پاک کو دیکھو خدا فرماتا ہے (و وراثت سلیمان داؤد)  
وقال الذکر یا رشتی ویرث من آل یعقوب) جناب امیر سے آیات ثبوت وراثت سنکر  
ابو بکر ساکت ہو گئے کچھ جواب نہیں دیا۔ حضرات طلباء معلوم کر چکے ہیں کہ اُن کے علمائے  
بطرفداری خلفاء کیا کیا نمایاں کام کئے ہیں ہر بات میں ایسی توجہات بعیدہ پیدا کی  
ہیں کہ جسکو ادنیٰ لغفل والا بھی تسلیم نہیں کر سکتا بقول مرزا حیرت تیرہ سو برس حضرات  
علمائے ایسے سیاہ پردے چشم حکایتی پر ڈالے کہ جنگو سوائے علماء شیعہ اور کوئی نہ  
اٹھا سکا۔ بطور ثبوت مزید اس جگہ آورد و ایک سیاہ پردے طلباء علی گڑھ کو  
دکھلاتا ہوں جنگو غایت ایمان داری سے سینوں کے عالموں نے آویزاں کر کے  
اندھیر چار کھاسے اون پردہ داروں میں ایک شاہ عبدالعزیز دہلوی ہیں اور دوسرے  
مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دہلوی۔

(شاہ عبدالعزیز دہلوی کا پردہ)

تخفہ کے باب دوم میں حضرت ابو بکر کی نہت مبارک سے انبار طاعن و تار تے ہوئے  
شاہ صاحب نے آیہ (یرثنی ویرث من آل یعقوب و آیہ۔ و وراثت سلیمان داؤد کی بابت

طویل بحث کر کے بدالست خود یہ ثابت فرمایا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ محض معاشرۃ الانبیاء  
 میں فرمائے ہیں صحیح القول تھے اور سیدہ جو استدلال بآیات ہوئیں انکا استدلال  
 غیر مقبول تھا کیونکہ جس وراثت کا آیات مذکورہ میں بیان ہے وہ وراثت مالی و علقہ  
 نہیں کہ جس میں بلکہ انکا تعلق علم و کمال سے ہے اس کا جواب کتاب تشیید المطامن میں  
 توضاحت و مباحث دیگر کتب اہل سنت سے ثابت کیا گیا ہے کہ جو وراثت آیات  
 میں مذکور ہوئی ہے وہ محض علوم ہی سے متعلق نہیں بلکہ اموال متروکات سے حقیقتاً  
 اور علم سے مجازاً علاوہ رکھتی ہے وہ تمامہ بحث اس مختصر رسالہ میں حوالہ قلم نہیں ہو سکتی  
 جسکو شوق ہوا اصلی کتاب میں دیکھ لے لیکن حقیر مضمون کو تشہد نہ کرے گا۔ اس جگہ مختصر اکتب  
 اہل سنت سے دکھلادیا کہ انبیاء سابقین نے اپنے مورثوں کے ترکہ سے مالی فائدہ اٹھایا  
 ہوا و بھلا شام صاحب علما متقدمین اہل سنت نے لکھا ہے کہ طلب آیات مال سے جو ترکہ محض  
 وراثت علمی سے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر کی جلد پنجم میں صفحہ ۶۷ پر در باب وراثت  
 انبیاء طولانی گفتگو کر کے اکثر مفسرین کے اقوال حوالہ قلم کئے ہیں نتیجہ میں یہ تحریر فرمایا کہ جو  
 مفسرین نے وراثت کو مال سے تعبیر کیا ہے انکا استدلال حدیث نبویؐ اور دلیل عقلی و فاضل سے  
 ہے۔ حدیث سے اسطرحیروکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہوا ہذا رحم کرے ذکر یا پر کہ انکا کوئی وارث نہ تھا  
 نہ آنحضرتؐ کا یہ افسوس بھرا ہوا کلمہ اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ انکے مال و منال کا کوئی  
 وارث نہ تھا دلیل عقلی یہ کہی ہے کہ علم یا سیرت یا نبوت کسی کو میراث میں نہیں مل سکتی  
 مال البتہ وراثت وراثت کو حاصل ہوتا ہے نیز حضرتؐ ذکر یا علیہ السلام کی وراثت کے یہ الفاظ  
 (واجد رب رضیاً) بزبان حال کہہ رہے ہیں کہ اس جگہ حضرتؐ ذکر یا کا یہ مطلب نہیں ہے  
 کہ ایسا بیٹا عنایت فرما جو کہ اس نبوت کو سمجھائے جس کا کہ میں بار بار بخارام ہوں کیونکہ جملہ  
 (رب رضیاً) کہنا گویا خدا کو آگاہ کرنا ہے کہ مجھ کو ایسا بیٹا مرحمت ہو جو کہ بعد میرے نبوت  
 کا حامل ہو اور نیک چلن و خوش اطوار و شایستہ کردار بھی ہو۔ حضرتؐ ذکر یا ایسی دعا  
 کیوں کرتے کیونکہ عصمت و طہارت لازم نبوت سے ہے جو نبی ہو گا وہ ضرور اچھا  
 حمیدہ کا حامل ہو گا پس حضرتؐ ذکر یا علیہ السلام کا یہی مطلب تھا کہ مجھ کو نیک کردار

میثا عطا فرمایا جائے جو کہ میرے طبیب و طاہر مال کو ضرورت جائز میں صرف کرے سو  
 ازین تفسیر ابو سعید کے صفحہ ۸۶۰ پر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے قبیلہ سے حضرت داود کی پوری  
 تھیں اور ان کا پانی اسرائیل کا سردار اور بادشاہ تھا وہ دولت و ثروت بہت کثرت میں  
 پس دوسرے حضرت داود کا یہ تھی کہ خدا یا بحکمو پاکیزہ مرثت فرزند دے جو کہ مال حلال کا  
 وارث ہو کر اس کو کار خیر میں مرنے کے تفسیر طبری جلد ۱ صفحہ ۳۲ و تفسیر نیشاپوری صفحہ  
 ۳۲ و تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۸۳ پر ہے کہ جو دوسرا حضرت داود کا یہ تھی کہ اس کا علاقہ مال سے  
 ہے تفسیر بحر المحیط جلد ۱ صفحہ ۱۶۳ پر ہے قال ابن عباس و بجاہد و فتاویٰ و ابو حنا  
 خات ان یروا مالہا یعنی حضرت ابن عباس وغیرہ مفسرین کا یہ قول ہے کہ حضرت داود کے  
 فرزند کے لئے اسوجہ سے: حاکم بن حنیف کہ اغیارا و کنے مال پر فقرت دہو جائیں اب رہی  
 دو مری اہمیت (دورث سلیمان داود) یعنی وارث ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام  
 حضرت داود علیہ السلام کے اسپر بھی شاہ صاحب نے یہی تحریر فرمایا ہے کہ یہاں بھی وارث  
 سے نبوت مراد ہے: کہ مال و متاع لیکن مستدرت خدا قابل تاشد کر دنی ہے کہ اکثر علما  
 اہل سنت نے یہی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کو ترکہ داود سے ہزار گھوڑے ملے تھے۔  
 قاضی بزرگ حضرت طلباء ملاحظہ فرمائیں اُنکو معلوم ہو جائیگا کہ سلیمان نے حضرت داود  
 سے ترکہ کیا کیا یا تھا تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۵۴۳ و تفسیر دارک جلد ۴ صفحہ ۳۹ و تفسیر  
 کشاف جلد ۴ صفحہ ۱۲۔ حیوۃ النبیون علامہ ربیری جلد اول صفحہ ۱۹۲) تفسیر نیشاپوری  
 بر حاشیہ تفسیر طبری جلد ۳ صفحہ ۹۹) امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۱ کے صفحہ  
 (۵۵۰) پر آیا (دورث سلیمان داود کی نسبت ایک طویل و طویل بحث کر کے تیوینہ کالا  
 ہے کہ اس جگہ جو وارثت کا ذکر ہے اس کا تعلق مال سے ہے۔ شکر خدا کہ بجاہت ابو بکر  
 و مخالف سیدہ جو شاہ صاحب نے اس حق پر پردہ ڈال کر سنیوں کو ظلمات کے لقمے  
 دق نھر کی سیر کی تھی وہ انھیں کے علماء کے بیانات سے اس طرح اوجھادئے گئے  
 کہ اب انشاء اللہ کو فی دہر و میدان حق سمجھنے لگے۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ بنیانی  
 مذہب اہل سنت اور ان کے قدم قدم چلنے والے سنیوں کو اپنے نبی کی اولاد اور ان کے

مردوں اور گناہوں سے خصوصیت کے ساتھ اہل بدعت سے۔ کتابوں میں برابر  
 لکھتے ہیں کہ حدیث میں جو شخص اپنے خدو سے بدعت لکھتا ہے وہ بھی بدعت  
 ہے۔ یہ بدعت نہ ہو گئی کہ اگر دل میں اس کا اتنا بھی اثر نہیں پڑتا جتنی بدعت پر پیدای  
 ہوتی ہے۔ اگر خلفاء کی جانب داری سے اہل بیت کے ساتھ راہ مخالفت اختیار کریں تب  
 بھی مضائقہ نہیں کیونکہ ان کے محبت قلبی ہیں۔ دوست کا بھی کام ہوتا ہے کہ اپنے حب کے لئے  
 ایمان بازی سے بھی دریغ نہ کرے لیکن وہ تو یہ غضب کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ ایسی باتیں  
 نبی کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جیسے سنیوں سے اہل بیت کا اقتدار فطرہ سے گری جائے اور کسی کے  
 دل میں ان کی محبت جاگزیں ہو ہر چند کہ میں صفحات ابتدائی میں اس کا ذکر کر چکا ہوں مگر ضرورت  
 ہو تو پھر اعادہ پر مجبور کیا عام مسلمان جانتے ہیں کہ محادوت و شجاعت و عبادت و ریاضت  
 میں اہل بیت رسول سرآمد اہل اسلام تھے مگر حضرت اسمعیل بخاری (جسکی تالیفات سے بخاری  
 شریف ہے اور بعد کتاب فدا و وصیت میں اپنی نظیر خود ہی ہے) تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے  
 ایک مرتبہ حضرت امیر و جناب سیدہ سے کہا کہ اٹھو اور نماز تہجد پڑھو دونوں زیر گوار رسول  
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے کھڑے ہو گئے اور صاف جواب دیا کہ ہم سوائے قرینہ کے  
 اور کوئی نماز نہ پڑھیں گے ہمارا دل خدا کے قبضہ اقتدار میں ہے اگر اسکی توفیق و مددگار  
 ہوگی تو ہم خود پڑھ لینگے۔ تحفہ کے باب و ہم میں شاہ صاحب نے مضمون بندہ بخاری شریف  
 کو ان لفظوں میں اوافر پایا ہے (بخاری ص ۱۸۱) کتاب اہل سنت سے بطریق متعددہ مرسلیت  
 کہ آنحضرت ہنگام شب تشریف بخانہ امیر و حضرت زہرا بردوا پیش نماز خواب گاہ برداشت  
 پڑا سوا سے نماز تہجد تقید بسیار فرمود کہ قوما صلیا حضرت امیر گفت کہ واللہ انصلی الانسا  
 اندر لہا یعنی تم تہجد کہ ماہر گز نماز خواہیم خواند الا انہی مقرر کردہ است خدا تو تعالیٰ پرانے ما  
 افسانہ پیدا شد (یعنی وہاں سے ما در دست خدا است اگر قہ فقیق نماز تہجد میرا بخواند ہم  
 پس آنحضرت از نماز ایشان برگشت و انہا سے خود را میگفت وی گفت (وہاں کہ انسان  
 اکثر شبی جلد لا) پس درین قصد مجاہدلت با رسول صلی اللہ علیہ وسلم در بقدرہ شرع  
 و تسک ہشیم جبریکہ اصلا و شرع سموع نیست از حضرت امیر واقع شد حضرت

طلباء نظر توجہ فرمائیں کہ اونٹن مذہب کے علماء متقدمین کس درجہ اپنے نبی کے  
 خاندان سے مخالفت رکھتے ہیں اپنی قوت و اسباب سے وہ باتیں تراشتے ہیں کہ اہل بیت  
 رسول عوام الناس کی نظر میں ہرگز جلا وطن بائیں۔ مگر آفتاب پر خاک ڈالنے سے نور  
 شمس راہل نہیں ہو سکتا اگر ایک آنکھ غبار آلود ہوگی تو اور تیز بینائی والے اوس  
 اقباس نور کرینگے ایک عالم اگر فساد اہل بیت کرتا ہے تو دوسرا اوس کے مقابلہ پر  
 مدافع کھینے کے لئے قلم بدست ہو جاتا ہے حضرت اسمعیل بخاری اور بامبلع اون کے  
 وکیل عزیز صاحب نے حضرت امیر و جناب سیدہ کو عبادت خدا کر نے میں مقصرت نہ لایا  
 مگر اوی گروہ کے عالم کامل ابن ابی محمد حضرت امیر کے باب میں کہتے ہیں (اما عبادت  
 پس آنحضرت العبد الناس بودہ نمازش از ہم کس بیشتر و روزہ اش از ہم  
 فزون تر مردم از و نماز شب) (تجد) و دعا و استوا و از اقامت نماز اعلیٰ آموختہ اند شیخ  
 یقین در راہ دیں از مشعل عبادت شرف و ختم شد چہ تو ان گفت در عبادت کسے کہ  
 یک شمع آں این سہت کہ در لیلۃ الہریرہ جنگ میان علی و معاویہ (نطح مصطفیٰ) پر آتش  
 گسترده بود و نہ و بر آں نماز میکرد و تیر از راست و چپ او میگذاشت و در پیش او زمین می  
 آمد و نہ و بیچ پر واداعلتا باں نمی فرمود تا از عبادت و اوراد فارغ نمی گشت و پیشانی  
 نورانی او از کثرت سجود مثل زانو سے نہتر بود۔ اگر بتا جاؤ و عبادتس را تاں کنی از ان تعلیم  
 و اہلال الہی کہ در آمدن فرمودہ و تواضع و خضوع و خشوع کہ وراں نمودہ ملاحظہ نمائی چوایی  
 دانست کہ چہ قدر خلاص بحضرت جلال احدیت داشتہ و از کد ام دل پیروں آمدہ و  
 بکدام زبان جاری گشتہ از علی ابن حسین کہ عبادت او نہ نہایت رسیدہ بود پر رسیدند  
 کہ عبادت تو نہ عبادت حضرت امیر المؤمنین چہ نسبت دار و گفت چنانکہ عبادت جدم  
 بہ عبادت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود۔ سوا سے ازین علامہ محمد بن طلحہ  
 شافعی نے جو کہ اکابر علماء میں معدود ہیں اور جنگی و صیفت تاریخ یافعی اور مفتاح النجا وغیرہ  
 میں بالفطانتہ کی گئی ہے کتاب الاستئصال میں حضرت امیر کی عبادت کا پوری ایک  
 فصل میں ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں (الفصل السابع فی عبادتہ و زہدہ و ورعہ)



اصل یہ کہ کوئی جو عربی عبارت ہے اور اس کا نفس مطلب یہ ہے کہ جو شخص دامن و نواہی  
 الہی کی پوری تعمیل کرے گا وہ کوئی عابد کہہ سکتا ہے اگرچہ کلمہ گناہ صغیرہ و کبیرہ سے اجتناب  
 اور نماز و صدقہ و صوم و دیگر احکام نبوی کی پوری تعمیل علی المرتضیٰ کا خاص حصہ تھا بقدر  
 حدیثات سنہ مومن کے لئے قرآن و احادیث میں مذکور ہوئے ہیں اور نہ سبب میں  
 علی المرتضیٰ اعلیٰ طبقہ والوں میں داخل ہیں کمالات ظاہری و باطنی میں وہ اپنا عیال  
 و نظیر نہ رکھتے تھے علاوہ ان شہادتوں کے طلباء کا اطمینان آیہ قرآنی سے کرتا ہوں۔

سورہ نزل میں نماز تہجد اور اوس کے اوقات کو جناب باری نے بیان فرمایا سورہ موصوف  
 میں ایک جملہ یہ ہے (و طائفۃ من الذین معک) یعنی آنحضرت کے ساتھ نماز تہجد میں ایک  
 گروہ ہوتا تھا اوس رات پچھلے پھر صحابہ تو اپنے اپنے گھر چھوڑ کر حضرت کے زمانخانہ میں آتے  
 ہی نہ تھے اور حضرت ابو بکر تو یقیناً آتے ہوئے کیونکہ اؤکا دو ٹھکانہ عند شریعہ میں تھا جو کہ  
 مدینہ سے کچھ فاصلہ پر تھا مصنف نے بھی کتاب سیرۃ میں اوس کا ذکر کیا ہے پھر سوسا  
 خاندان نبوت کے یہ کون گروہ تھا جو کہ ٹوٹتی رات حضرت کے ساتھ نماز تہجد میں شریک  
 ہوتا تھا یہ گروہ سوا سے اونکے اور کوئی نہ تھا جنکو صاحب بخاری نے بنی کے ساتھ  
 لڑنے و کلا تحریر فرمایا ہے کیوں حضرت طلباء اب بھی کچھ فہمونی کہ سیرت شیعین کو اچھا  
 سمجھنی والے علماء کس درجہ کے بال ایمان تھے کہ اہل بیت نبوی کے ملزم و مطعون  
 بنانے میں جنکو ذرا پاک نہ تھا اسے طلباء و ذہینہ را اگر آپ کے علماء کی وہ باتیں جو کہ  
 معاندین خاندان نبوت کی بیجا طرفداری میں درج کتب فرمائی ہیں حوالہ قلم گروں  
 تو ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے مگر خوف طوالت ترک کر کے شاہ صاحب کے ایک اور  
 پردہ کی طرف نظر کرنے کے لئے آئیو توجہ و لانا ہوں مدد و الوصف تحفہ میں تحریر فرماتے  
 کہ سوا یہ سے فی الواقع ایسی نفرت انگیز حرکات واقع ہوئی ہیں کہ اوس کو قطعی ملعون سمجھا  
 لازم ہے۔ مگر چونکہ وہ مسلمان تھا اور مسلمان پر لعن کسنا جائز نہیں لہذا اوسکی ذات تیر لعن  
 سے محفوظ ہے البتہ اس کے افعال قابل لعن ہیں کیوں طلباء اپنے اپنے نامور عالم کی امانت  
 دیکھی کہ فضل کو قابل لعن بتلاستے ہیں اور فاعل پر باب رحمت کشادہ فرماتے ہیں جو طریقہ

کہ یہ محبت حضرت معاویہ شاہ صاحب سے تھلا تا سجاد کی تکمیل اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس کا  
 یہ اعتقاد کریں کہ رکنِ نبوت نہ کہ برکاتِ نبویہ۔ نیز غلامِ محبت نہ کہ برکاتِ عالم بر حسبِ محبت نہ کہ برکاتِ  
 بر افعال معاویہ یہ محبت نہ کہ بر معاویہ یا بر صاحبِ سینوں کے ذریعہ حضرت معاویہ اور اسے ملوث  
 ہوئے اور اسے مرحوم۔ شاہ صاحب نے اعرقِ بر جو پر دے ڈالے تھے اس کی بہاریت  
 دیکھ لی اب وہ سر پر وہ ٹیشر کا اوٹھا یا جاتا ہے اس کا مسئلہ فرمائیے۔  
 مولوی محمد قاسم صاحب ثانی بانی مدرسہ

دیوبند کا پروردگار

حضرت سیدہ نے جو اپنے (زوجہ) کو اللہ فی (اولاد) کے حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کر کے  
 فرمایا تھا کہ خدا پر یہوایہ حکم ارشاد فرماتا ہے کہ اسے لوگوں کو درباب اولاد کو حکم دیا جاتا ہے کہ  
 بکے کو دو حصہ دو اور بیٹی کو ایک حصہ۔ آیت عام ہے بی و غیرنی مہب کے لئے یہ کہا گیا  
 ہے۔ آپ کیونکر کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کی وارث نہیں ہوں اسکی نسبت بولوی صاحب  
 موصوف رسالہ بدیہ الشیعہ میں فرماتے ہیں کہ حضور مسلم سے اس آیت کا تعلق نہیں ہوا  
 آنحضرت کے دیگر خلائق کے لئے یہ حکم ہے اس مضمون کے بیان کرنے میں خدا مثل حکم  
 اور رسول قدیم مقام شریعت دار کا حکم جب کہ کوئی مرد ادیتا ہے تو اسکی جائزے مرتبہ دار  
 کہا کرتا ہے کہ صاحب بہادری کو اتنے نو کی قید کرتے ہیں یا خلائق قطعاً راضی کا محمول  
 معاف فرماتے ہیں اس کو کسی کم کا کوئی اثر مرتبہ دار کی ذات پر نہیں ہوتا۔ علی ہذا رسول  
 خدا کی جانب سے پیش شدہ احکام سنائیے ہیں کہ اس حکم سے کوئی فائدہ یا ضرر  
 اٹھانے والے۔ علماء شیعہ نے دہلی وغیرہ کے عالموں سے استفتاء کیا کیا ایک شخص  
 آیت وراثت میں خدا کو کلک کر کہتا ہے اور بیٹی کو حکم سناتے والا امر شریعت دار ایسے شخص کے باب  
 میں کیا حکم ہے چند علماء نے جنگی تعداد غالباً سات آویز پیر شتی ہوتی جی بالانفاق لکھا  
 کہ جو شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ کافر ہے۔ تحفۃ الاشعریہ جواب بدیہ الشیعہ مطبوعہ مطبع  
 یوسفی دہلی کے درج آخر پر وہ فتویٰ مہری موجود ہیں جس کا دل چاہے دیکھے کیوں طلبہ  
 اپنے ملاحظہ فرمایا کہ آپ کے فرقہ کے علماء خلائق کو کس طرح مغالطہ کے صنوبر میں ڈالتے ہیں

اگر سید شہید غفرلہ پھر اطلاع کو ہاتھ کر کے دیکھ لیتے تو آج دنیا میں ایک آدمی بھی ایسا نہ  
 نظر نہ آتا۔ آج لوگ مثل محمد قاسم نانوتوی کا فکر لکھ کر گویا جاتے ہیں۔ قلم میں رعایت الہی  
 اس قدر طاقت ہے کہ تمام علماء اہل سنت کی تاواجب باتوں سے طلباء علی گڑھ کو  
 اطلاع دے دیں مگر کیا کروں دیر نہ لگاؤ گا غزبت گراں ہو گیا ہر کتاب کے حجم میں عجائبات  
 تحت اندیشہ سے ذی لیاقت و عالی فہم طلباء انھیں چند نامی علماء پر نظر ڈال کر باقی پر قیاس  
 کا دھڑا دیں قابل مصنف نے جس بزرگ اسلام کی سیرت پر چلنے کے لئے طلباء کو  
 تیار کرنا چاہا ہو وہ ایسے راست باز و صادق المسیح تھے کہ خلاف قرآن و احادیث و دیگر کتب  
 سماوی حدیث بنانے میں مطلق پس و پیش نہ کرتے تھے نبی کی بیٹی کا ناراض کرنا ان کے  
 نزدیک ایک اخلاقی بات تھی خیراوں لوگوں نے تو خاندان نبوت کو برباد کر کے کچھ حظ  
 نفسانی اوشٹایا آئندہ نقل بدتر ہو اس عداوت باطنی پر رشتہ ڈالی جو کہ مدت سے  
 پروہ طبعیت میں پوشیدہ کیے ہوئے تھے مگر ان علماء کو کیا ضرورت داعی ہوئی تھی  
 کہ کسی نے سید کو اہل فسادیت میں شمار کیا کوئی صاحب جہالت کے قائل ہو کسی نے  
 لڑا پا کہ او کو مذہبیہ ہوئے سے تہمت ہوئی اور فرط غم و خجالت سے کبھی بھول کر فک  
 کا نام دیا ایک صاحب قرآن کی آیات صریح کے مخالف ہو کر انبیاء کو وراثت پدہری  
 سے خارج کرنے کے لئے دلائل پیدا کرنے پر آمادہ ہو گئے جو کہ بیٹے لائق و ذمہ دار  
 طالب علموں کے سامنے اپیل پیش کیا ہے امید کی جاتی ہے کہ وہ موجبات اپیل پیش  
 کروہ اختیار پر نظر غایر فرما کر فیصلہ صادر فرما کیلئے کہ ایسے شخص یا اشخاص (جسوں نے  
 نبی کے دفن و کفن سے روگردانی کی انتظام مملکت کو تہیز و تکفین سے بالاتر سمجھا۔  
 دختر رسول کو آگ لگانے کا خوف دلایا خلاف قرآن اک مضمون بنا کر نبی کی بیٹی  
 کو ترکہ پدہری سے محروم کیا، وغیرہ کن کن وجوہ شافیہ سے یہ اتحقاق رکھتے ہیں کہ اونکی  
 سیرت پر عمل کیا جائے نیز وہ علماء جسوں نے یہودیان خاندان نبوت کی جاننا ایسے  
 طرح طرح کی خلاف عقل باتیں بنائیں کہ ان تک یہ حق رکھتے ہیں کہ او کو عالم دین  
 و ہادی ملت سمجھا جائے ہمارا اپیل جو کہ سوائے ڈگری کے انشاء اللہ کبھی انصاف

پسند کچھری سے دسہن نہیں ہو سکتا طلباء و زید و مصنف صاحب کے سامنے پیش  
 کر کے استدعا کریں کہ اس پر تسلیم و مٹائیں ورنہ سیرت بلالہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اشتہار  
 قرار دیں کہ اس کے مطالب کی سطح اس قابل نہیں ہیں کہ اوپر عمل کیا جائے ہمارے  
 جہاں کتاب مذکور ہوا و سکور قیات میں ڈال دیا جاوے اسے حضرات طلباء آپ چونکہ  
 دانشمندی میں اعلیٰ درجہ کا پاس حاصل کئے ہوئے ہیں لہذا مقتضائے انصاف نشان  
 دینداری یہ ہے کہ معروضات حقیر کے ہر پہلو پر نظر فرما کر نتائج اخذ فرمائیے اک اور میدان  
 دکھلاتا ہوں اسکی بھی سیر کیجئے قاعدہ ہے کہ انسان دنیا میں ہر نوع کی بے احتیاطی  
 جو جس عداوت یا طمع نفسانی سے کر لیتا ہے مگر جب مرض الموت میں گرفتار ہوتا تو زندگی  
 سے مایوسی ہوتی ہے تو ان اعمال قبور و افعال و ذلیلہ پر نظر کرتا ہے جو کہ اسکی ذات سے  
 واقع ہوئے ہیں یہی حالت حضرت ابو بکر کی ہوئی جب بستر بیماری پر دراز پا ہوئے ڈاکٹر  
 لوگ جواب دے چکے اسوقت اوپر کرب و بے چینی طاری ہوئی سیدہ نے کہہ کا ستانا  
 فہم کی سختی کا اوپر روار کھنا پیش نظر ہوا اسوقت بعد افسوس کئے گئے کہ ہاں  
 کیا غضب ہوا فاطمہ کے گھر کی بیٹے کیوں بے مرضی کی کتب ذیل میں خلیفہ صاحب  
 کے وہ تمام تر مسافت لکھے ہیں جو کہ بوقت مرگ ان سے صادر ہوئے تھے۔ تاریخ طبری  
 کتاب التصفیہ جو ہری۔ شرح نوح البلاغ ابن ابی الحدید۔ کتاب التلبیہ سند الامام ابن قتیبہ۔  
 صحیح کبیر طبرانی۔ تاریخ ابن مبارک۔ مرآۃ الزہاں سبط ابن جوزی۔ جمع الجوامع سیوطی۔  
 کنز العمال علی متقی۔ منتخب کنز العمال وغیرہ وغیرہ کتاب نمبر ۱۰۰ حاشیہ سند احمد بن حنبل پر مصر  
 چھپی ہے اسکی جلد دوم میں صفحہ ۱۷۱ پر طلباء یہ مضمون لکھا ہوا پائیں گے حضرت ابو بکر  
 نے افسوس کیا ہے کہ اسے کاش میں کشف دروازہ فاطمہ کے کہ او کو تکلیف نہ دیتا مصنف  
 ذی قہل و طلباء با فراست اس موقع پر پوری عقل سے کام لیں اگر حضرت ابو بکر نے غم  
 و رانت میں مطابق قرآن حکم دیا تھا اور سیدہ مقدسات بالائیں ملاؤ انشیر ہر خطائیں اور  
 خافہ سیدہ کے جلانے کی تدابیر نہ کی گئی تھیں اور انہوں نے عمامت و اغتمت سے  
 و ربابہ ک ترک کلام کر دیا تھا اور عدم حضور کی جنازہ کے لئے کوئی وصیت واضح

مہجوری میں بلکہ حیات و غیرتوں کا باعث ہوا تھا تو ہنگام وفات وہاں کئی وہ کیوں رہا ہے  
 واسے کرتے تھے کہ کاش میں فاطمہ کے ساتھ زیادتی نہ کرتا اور باب برات حضرت ابو بکر  
 علیہ السلام محنت سے جہنم میں شمشاد فیاں کی تھیں وہ سب تصریحات حقیر افسوس ابو بکر  
 سے برادر و فناء ہو گئیں سوائے اسکے اور بھی چند افسوس خلیفہ صاحب نے ہنگام احتضار  
 کے ازاں جلد یہ کہہ سے مقیم میں اپنی گردن پر پھینکوں خلافت کا بار رکھا ہتر ہوتا کہ عیب  
 بزرگ یا عمارت دونوں میں سے کوئی اس کا تحمل ہو جاتا سبحان اللہ جس خلافت پر مصنف کو  
 یہ ناز ہے کہ خلافت لکھنے پر آمادہ ہو گئے اسکی خلیفہ صاحب کی نظر میں کچھ بھی وقت نہ تھی بلکہ اپنے  
 لئے اک بلائے ناگمانی جانتے تھے خلیفہ نے جہنم افسوس کئے ہیں انہیں سے اکثر حقیر نے  
 اپنے ساتھ تقریر دلہ پڑھو محمد بن علی عافط آباد لاہور کے صفحہ ۵۹ الفیات ۱۶۳ لکھ دیے  
 میں خلافت ایک سرتوہ جلیل ہے جو کہ ہتائے نبوت خیال کیا گیا ہے کیونکہ جو کام نبی کا ہے  
 وہی اس کے قدم مقام خلیفہ کا ہے مگر حضرت ابو بکر کے بعض اقوال ایسے دیکھے گئے کہ انکے اس  
 خلافت نے سخت نقصان پہنچایا شاہ ولی اللہ ازالۃ الخلفاء کے مقصد دوم میں لکھتے ہیں کہ حضرت  
 ابو بکر نے نبوت وفات غلام شمس سے فرمایا کہ کاش میں کسی راستہ کا درخت ہوتا تو اس خلافت  
 سے بہتر تھا چلتا پھرتا ہوا وٹا اٹھ اس درخت کو کھا لیتا اور میں اسکی بیگیاں ہو کر تمام جز  
 سے نخل پڑتا یہ مضمون امام بیہقی نے بھی کتاب شعبہ الایمان میں لکھا ہے تاریخ الخلفاء علامہ بیہقی  
 کا صفحہ ۱۲ بھی اس واقعہ کی خبر دیتا ہے طالب علموں سوچو اور غور کرو اگر یکسہ پر مردہ  
 سیدانی کا ستانا اچھا نہ تھا زور حکومت میں سب کچھ کر گئے مگر جب کا بتان تھا و قدر  
 نے پچھلے روز ناچ پھینکے اور قائدان نبوت سے جو بے حجابیاں کی تھیں وہ اعلان نہ کھلا  
 اسوقت خلیفہ صاحب کو فرزند امت سے کسی نہا پڑا کہ ہاں سو اود و بریں کی خلافت میں کیا پڑا  
 شمسہ پایا اس دور وزہ باد شاہیت سے تو یہی بہتر تھا کہ میں کسی شجر کا درخت ہوتا  
 جسکو کھا کر وٹا ہوتا چونکہ حسب روایات فرقہ سنیہ حضرت ابو بکر نے یہ استدعا فرما  
 کی تھی لہذا معلوم ہوا کہ وہ نہ سب ہنود رکھتے تھے جسکے قتل کا جزو اعلیٰ مسئلہ تاریخ  
 (دراؤ گون) ہے۔ آپ کا شمار یہ تھا کہ پچھلے جنم سے جو میں جائیداد نیت کی طرف منتقل کیا گیا

اس سے قوی بہتر تھا کہ کسی دستہ پر غم یا بول کا وقت ہوتا جسکو چاہتا پھر تاج و الت کھاکر  
 ہمیشہ بھرتیاء مقتدان تیار کئے ہیں کہ اگر کسی سے اچھے کام ہوتے ہیں تو او اسکی روح  
 عمدہ قالب میں منتقل کجاتی ہے اور اگر برے کرم کرتا ہے تو بدترین ہیئت میں تبدیل  
 کر دیا جاتا ہے چونکہ حضرت ابو کر نے تمام آدمیت زریب بدن کر کے آنکھ کھولتے ہی کھار  
 لاکھ دیکھا کافرہ عورت کے دودھ سے شک مبارک کو ٹھیکیا مسلمان ہوتے ہی نبی کے  
 رخصتیاں داخل ہو کر لڑائیوں سے گمیر پا ہوئے آنحضرت کو ترغیب اعدا میں گھرا ہوا چھوڑ کر  
 اپنی جان بچانے کی فکر کی۔ نبی کے احکام پر نام منقرض رہے لشکر اسلام کی شرکت سے  
 پاکشی کی ودا تلم کے قہیہ میں حضرت عمر کے ہنر ماں ہو کر نبی کی وصیت آخر کو جو کہ امت  
 کو وادی گمراہی سے روکنے والی تھی قید تسلیم میں نہ آنے دیا بعد وفات رسول و اس کے  
 جنازہ کو چھوڑ کر ایک بد معاش خانہ (سیقفہ) میں چلے گئے قبائے حکومت زریب بدن کر کے  
 سب سے اوّل نبی کے گھر کو صاف کیا حضرت نے جو ایک بیٹی چھوڑی تھی اسکو آگ لگانے  
 کی دھمکی دی۔ ہمارا دوا کو ضبط کر لیا واد نبی کو ایسا مضطرب و پریشان کیا کہ بلند راج جمع  
 بین صحیحین او نکوسواسے مصالحت کوئی چارہ کار نہوا جس کو جو کہ حکم قرآن آل رسول کا حق  
 تھا ضبط کر لیا وغیرہ وغیرہ ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ دورانیت سے ماقبل حج حقیقت  
 میں غلیفہ صاحب تھے او میں بھی اون سے عمل نیک سہزدہ نوے تھے۔ اگر ہوتے تو مرتے وقت  
 دستہ کا لوٹ ہونے کی اسند عائد کرتے۔ حضرات طلباء آپ جو محنت عقائد کر کے  
 تحصیل علوم میں مضامین روز مشغول رہتے ہیں اور قہر کم کی تکالیف برداشت کر کے کتاب  
 اخوان میں اپنی جان عزیز کو کاہیدہ فرماتے ہیں اس میں نصیب العین ہی ام ہوتا ہے کہ چار چہرہ  
 کی نوکری لگائے علی ہذا انبیاء و اولیاء و امیاء و صدیقین و صالحین و راشدین جو ہدایت حق  
 اللہ و انتظام مملکت میں کوشش فرماتے ہیں اونکا لفظ نظر بھی ہی ہوتا ہے کہ انجام دہی  
 خدمات سے ہزار رضا مند ہو کر مدارج آخرت کو بلند پایہ پر پہنچائے مگر حضرات شیخین  
 نے کچھ ایسے عنوان سے اسلامی خدمات کو انجام دیا کہ جس سے بچاے خود او کو بھی ہی یقین  
 تھا کہ دوسری زندگی میں ہم کوئی عمدہ ثمرہ پائے و لے نہیں ہیں اگر اونھوں نے اچھے عمل

کے ہوتے تو یہ دعا کرتے کہ چہ راستہ کا درخت ہوتے کیونکہ آتشک میں نہ لگے کسی  
 نبی یا ولی نے مرتے وقت یہ کہا ہو کہ اسے کاش میں کسی کھیت کا پوٹہ ہو تا اور کوئی ٹھہر  
 اور سوکھا کر موت کا دریا بہا دیتا۔ حضرات طلباء میں آپ کو حضرت ابو بکر بلکہ حضرت عمر  
 کے ایسے افسوس دکھلاؤں گا کہ جن کو آپ صاحب دیکھ کر خود متاقت ہو گئے کہ ہائے  
 اتنے زمانہ تک ان لوگوں کے دائم تقیہ میں ہم کیوں پھنسے رہے۔ علامہ سیوطی کی تاریخ  
 الخلفاء جو کہ بمقام لاہور مطبع زمیندار میں طبع ہوئی ہے اس کے صفحہ ۵۲ مطبوعہ دہلی پر لکھا  
 ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں صدیق کو دیکھا کہ اپنی زبان کو پکڑتے ہوئے فرماتے  
 ہیں کہ اسی نے مجھ کو مصیبت میں پھنسا یا ہے نہ معلوم خلیفہ صاحب سے کیا بے اعتدالیا  
 واقع ہوئیں تھیں جو بیجا دی زبان کا کچھ مر نکالے دیتے تھے غور کرنے سے معلوم ہوا  
 کہ ان کی زبان قابو میں نہ تھی اس سے اکثر ایسی بے معنی اور قابل گرفت باتیں صادر  
 ہو جاتی تھیں کہ بالآخر خلیفہ صاحب کو اس کی گوشمالی کرنی پڑی سقیفہ بنی ساعدہ میں اسی  
 زبان سے (الامۃ من قہرہ) انکے خلافت حاصل کی تھی سپر افسوس کن اس کہہ رہے تھے  
 کہ ہائے بیٹے خلافت کا بار اپنی گردن پر کیوں اٹھایا بہتر ہوتا کہ ابو عبیدہ جراح یا عمر اس وقت  
 کے تھے ہوتے۔ حضرت عمر کو اسی دو انگشتی زبان سے غائد سبیدہ پر چڑھائی کر نیک حکم  
 دیا تھا۔ قائدانہ نبوت سے غصہ بند کرنے میں اسی زبان سے کام لیا تھا۔ علاوہ بریں آپ  
 غصہ کو بھی تھے مثل گنواروں اور کھڑے قصائیوں کے گالی گلوں کے بہت عادی تھے  
 تاریخ الخلفاء متذکرہ بالا کے صفحہ ۳۳ پر لکھا ہے (کان ابو بکر سبا یا یعنی ابو بکر بیت گالیاں  
 دیا کرتے تھے۔ صواعق محرقہ میں بروایت حضرت عائشہ درج ہے کہ حضرت ابو بکر نے یا حج  
 میں اپنے غلام کو مارا اور گالیاں دیں حالانکہ قرآن پاک میں سخت ممانعت کی گئی ہے کہ کھو  
 ولا جدال فی الحج یعنی زمانہ حج میں فسق و جدال کے مرتکب نہ ہو سن ابن ماجہ میں ہے  
 کہ حضرت ابو بکر اپنی بیٹی کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ کیوں طلباء سوائے پاجیوں اور رزویوں  
 کے آپ نے کبھی کسی شہرین کو دیکھا ہے کہ اس نے اپنی بیٹی کو گالی دی ہو کیوں نہ  
 صاحب آپ نے ناواقف طلباء کو ایسے ہی شخص کی ہرٹ پر غل کرنے کی رغبت دلائی تھی

جو کہ اس گالی پہنے والا تھا کہ نہ اس کی حج میں اور نہ ہجرت زبان اور نہ خدا و لوگوں کا تقاضا  
 اور پیشی ایسی نازک رشتہ دار سے گالی دینے میں کچھ ہلک نہ کرنا تھا سو اسے ان اوصاف  
 حمیدہ اور جلیلہ کے حضرت اول میں ایک یہ صفت بھی تھی کہ عند الضرورت قرآن کو تو تمکیم کرتے  
 رہتے تھے۔ وراثت سیدہ کی بحث میں طلباء و کلمہ چکے ہیں کہ آپ نے ایسی حدیث بھی فرمائی  
 جس نے آیات قرآن و دیگر کتب آسمانی کو یکسر بے اثر کر دیا جناب احمدیت کلام پاک میں خرابی  
 جو شخص نیک کام کرتا ہے اس میں تائید خدا شامل ہوتی ہے اور جو بڑا فعل واقع ہوتا ہے وہ  
 انسان کی بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ مگر حضرت ابو بکر بالکل اس کے خلاف تھے اور ان کا یہ مذہب تھا کہ  
 اچھے اور بڑے کام سب خدا کرتا ہے آدمی کا اور میں دخل نہیں چنانچہ تاریخ اختلاف مسطورہ  
 بالاسک صفحہ ۷۷ مطروہ پر لکھا ہے: ایک شخص ابو بکر کے پاس آیا اور کہا کیا زنا بھی خدا کے حکم  
 سے ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں اس نے کہا یا وجود اس کے وہ عذاب بھی کر لیا فرمایا کہ ہاں  
 واپس اگر اس وقت کوئی آدمی میرے پاس ہوتا تو میں حکم دیتا کہ تیری ناک کاٹ ڈالے۔ خلیفہ  
 صاحب پر لازم تھا کہ اگر اس وقت آدمی نہ تھا تو تھوڑی دیر کے لئے خود آدمی بن جاتے اور  
 سائل کی ناک کاٹ ڈالتے تاکہ اور لوگ ہجرت پذیر ہو کر معتقد ہو جاتے کہ خدا چوری  
 و بکیتی کو مذمے بازی رندی بازی وغیرہ سب کچھ کرتا ہے اور ایسا ظالم و ناانصاف  
 ہے کہ پھر مبادا اس جس جہیم متذکرہ بالا خلافت کو جہنم کی کال کو بھڑی میں بھی ٹھونک بیگا  
 طرز سوال سے تشریح ہوتا ہے کہ سائل کو حضرت ابو بکر کے جواب پر تعجب ہو کہ یہ بات کس قدر  
 خلاف عقل ہے کہ زنا بھی خود کر لے اور پھر جہنم میں بھی ڈھکیل دیوے خلیفہ صاحب  
 پر لازم تھا کہ اگر بوجہ عدم موجودگی خدا شکار ناک کاٹنے سے مخدور تھے تو زبانی مجھاد  
 کہ بھائی غالباً تم خدا کو عدالت شمار بھی کرنا استفسار کرنے پر مجبور ہوئے ہو یا دیکھو  
 کہ ہمارا خدا بڑی اولیٰ سمجھ کا ہے لازم تو یہی تھا کہ جب خود ہی بڑے کام کر لے تو انہم  
 دے نہ لکھیں۔ مگر یہ کام تو اس کا ہے جو کہ عادل ہو۔ اسی واسطے ہم نے اس کا  
 عادل ہونا اپنے مذہب کا جزو اعظم قرار نہیں دیا۔ خبردار کبھی افعال خداوندی کو برابر  
 عدل کا وزن کیا ہو انہیں اٹھل پو خدا سمجھنے رہنا حضرت ابو بکر کے تمام عادات دنیا



کھائے تھے۔ خدا سے پاک نے ماہ رمضان المبارک کے روزے سے فرض کئے ہیں بوجہ قری  
 صاحب ہوتے کے ہر مہینہ کبھی گرمی میں آتا ہے اور کبھی جڑے اور برسات میں طہرت  
 ابو بکر کی نسبت تاریخ اختلاف مذکورہ بالا کے صفحہ ۵۵ سطر پر لکھا ہے حضرت ابو بکر گریسوں  
 میں روزہ رکھا کرتے تھے اور چاروں میں نہ رکھتے تھے، ماہ صیام کے معاملہ میں نفع  
 ہو کہ خدمت و مصنف و ابو بکر کو احکام خداوندی کے بدل دینے میں پوری دستگاہ تھی  
 اہل عرب قوی ہوئی ہیں اور ہندوستانی ضعیف ابو بکر صاحب بوجہ قوت شاہد گرام کے  
 جمیل گئے ہندوستانی نچت و ضعیف ہوتے ہیں وہ شدت گرام کا تحمل بدشوری کر سکتے  
 ہیں ہر گاہ رو و بدل کا اختیار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ نظریات مناسب معلوم  
 ہو اگر جب گریسوں میں رمضان آئیں مسلمان خوب شہرت نوش فرمایا کریں اور چاروں میں  
 روزہ رکھ لیا کریں۔ امیر عمر داسے مسلمان اور پورے آدمی پوری کچوری سے افطار  
 کیا کریں اور نو خرو طاقو را دی اُس افطاری کا استعمال فرمایا کریں جس سے حضرت  
 عبداللہ ابن مسعود روزہ کھولا کرتے تھے۔ خلیفہ دوم کے صاحبزادہ کا قاعدہ کھلا کر  
 بوڑن نے اللہ اکبر کہا اور انھوں نے وہ عمل کیا جو کزن و شو بہر تخلص میں کیا کرتے ہیں  
 اسی افطاری سے محمد روح الشان کا روزہ کھلتا تھا چنانچہ مجمع بھارا لاٹواری کی جلد سوم میں  
 صفحہ ۹۵ پر لکھا ہے حضرت کانز فطر بالجماع و انہ جامع ثلثہ جوار فی رمضان قبل  
 ایشاء یعنی ابن عمر سے روزہ افطار کرتے تھے اور تین بونڈیوں کے ساتھ انھوں نے  
 قبل شام جماعت کی۔ طلباء حق آگاہ کو معلوم فرمانا چاہئے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر صلی اللہ  
 علیہ وسلم میں شمار کئے گئے ہیں آپ بڑے فقہ اور مسائل سے واقف تھے مگر یہ نہ جانتے تھے کہ روزہ کو  
 ملاقات حالت حیض میں نہیں دیتے حضرت عبداللہ ابن عمر کے حالات کچھ عجیب حیرت و لاغیو الے  
 ہیں اور اوراق ابتدائی میں لکھ چکا ہوں کہ آپ نے ایک لاکھ روپیہ لیکچر فزید کی بیعت کی مگر  
 حضرت امیر کبھی خلیفہ رسول نہ سمجھا چنانچہ قرۃ العین شاہ ولی اللہ کے صفحہ ۴۴ پر ابن عمر  
 کا یہ قول نقل ہوا کہ ہم ہمد رسول میں تین نام لیا کرتے تھے ابو بکر و عمر و عثمان جس سے  
 معلوم ہوا کہ ہمد رسول حضرت امیر کو کسی شمار میں نہ سمجھتے تھے۔ سب بڑا افسوس ہے

کہ خلیفہ زادہ ایسے بزرگ منش تھے کہ عارفہ خلفاء کی برابر بھی حضرت علی کا مرتبہ نہ جانتے  
 تھے۔ فریقین میں یہ حدیث متواتر ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بعد ہمارے بارہ خلیفہ ہونگے  
 اکثر علماء اہل سنت نے اون بارہ میں گو کہ زید و مروان وغیرہ کو بھی خلیفہ رسول سمجھا  
 ہے۔ مگر غایت کرم سے حضرت امیر کی خلافت کا انکار نہیں کیا بلکہ خواستہ و ناخواستہ  
 چوتھا زید و نکو بھی ادید یا ہے۔ لیکن خلیفہ زادہ صاحب کو یہ بھی نالوار گذرا انھوں نے  
 بارہ کی فہرست سے علی کا نام خارج کر دیا تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۴۲ کو یہ خصوص معلوم ہو  
 جائیگا کہ بروایت ابن عساکر عبد اللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کے خلیفہ حسب ذیل ہیں  
 ابو بکر - عمر - عثمان - معاویہ - یزید - سعلج - سلام - منصور - جابر - مقدسی - ائیں - امیر  
 جس موقع پر یہ تفصیل ہے اوس جگہ اُس جگہ کی عبارت کا خاتمہ یہ ہے (انھم من بنو کعب  
 بن لوی کاظم صالحہ لم یوجد مثله) یعنی کل خلفاء صالح تھے منش ان کے کوئی نہیں ہوا  
 طالب علموں اپنے مذہب کے فقیہ پنے ذی عزت خلیفہ دوم کے بیٹے کو دیکھو کہ کیسا پاک مذہب  
 اور خوش عقیدہ تھا کہ خلافت اکثر علماء اہل سنت حضرت امیر کو بارہ خلفاء سے نکالا اور زید کو  
 مثل حضرت ابو بکر و عمر و صالح بے نظیر قرار دیا جو شخص کہ زید کو مہتائے حضرت ابو بکر و عثمان  
 صالح و بے مثل سمجھے اوسکے ایمان کا اندازہ طلباء بجا سے خود کر لیں محترم الیہ نے چونکہ  
 ایک رقم کثیر امیر معاویہ سے لیکر زید کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی انداز اوس شہوت  
 کو حلال کرنے کی بذا م کو پیش کرتے رہے بخاری شریف میں لکھا ہے کہ بعد شہادت  
 امام حسینؑ جب اہل مدینہ نے زیدؑ کی بیعت سے نکلنا چاہا تو آپؑ بگڑ کر فرماتے لگے اگر کسی  
 نے بیعت کی تو ہمارے اور اوسکے جدائی ہو جائیگی۔ حال کلام عبد اللہ ابن عمر نے  
 روزہ کی انصاری بدلی اور خلیفہ اول نے اوقات رمضان کو تبدیل فرمایا۔ دونوں نے  
 وہ کام کیا جو کہ سوائے اون کے یا اوس کے جو کہ دونوں کا ہم مثل ہو کسی تیسرے شخص  
 سے ناممکن ہے۔ حضرات طلباء نظر تو بہ مبذول فرما کر دیکھیں کہ حضرت ابو بکرؓ احکام خداوندی  
 کے بدل دینے اور اپنی رائے کے مقدم کرنے میں کس درجہ جسارت رکھتے تھے خلیفہ صاحب  
 نے غضب ہی کر ڈالا رمضان المبارک ہی کو لوٹ پوٹ کر دیا جو شخص احکام خدا کو بدھ کر

پہلے روئے اور کسی سیرۃ کب لائق عمل ہو سکتی ہو۔ افسوس کہ مصنف نے فی قصور سے اپنی  
 کتاب کو پیش کر دیا ہے۔ لکھنؤ قلم بدست ہو گئے جس بزرگ  
 کی سیرۃ پر وہ طلباء اور اہل اسلام کو چلانا چاہتے ہیں پہلے دیکھ لیتے کہ ان کی خلافت کا  
 بنیادی چھپر کھڑے ہیں یا نہیں اور تراہوا ہے یا کہ مثل درخت ازندی او کی جڑ اور رکھی ہوئی  
 ہے جو کہ ادنیٰ امکان سے اوپر کھڑی ہو سکتی ہے چند کتابوں کے دیکھنے سے ثابت ہوا کہ غلیفہ  
 اولیٰ کی خلافت نہایت کمزور تھی اس جگہ پر اہل کلمۃ شریعت لکھا جاتا ہے کہ اب موصوف بیسی  
 میں یہ سلسلہ شیعہ اجماعی طبع ہوئی ہے اسکی انتھائی نیوٹن جلد میں صفحہ ۱۰۰۰ سطر ۲ پر لکھا ہے  
 کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں فرمایا کہ اداۃ بیعت اہل بکوفہ کانت خلتہ ولکن  
 اللہ وفق شہدا من عادی مثلہا فاقتلوہ (یعنی اے اہل اسلام آگاہ ہو کہ بیعت  
 ابوبکر دفعنا واقع ہو گئی تھی خدا نے اسے شہر سے بچایا آنتہ۔ اگر کسی نے مثل ابوبکر  
 حصول خلافت میں مبادرت کی تو وہ قتل کیا جائیگا۔ تنجد کے باب و ہم میں شاہ صاحب  
 نے بھی یہ مقام مطاعن ابوبکر قول عمر کو نقل فرمایا ہے حضرت اسمعیل بخاری تو یہ لکھتے ہیں  
 کہ دفعۃ یعنی بلا مشورہ اور غور و فکر کے بقول حضرت عمر بیعت پر خلافت ابوبکر واقع ہو گئی  
 تھی اور بے سوچے بچے جلدی کی بیعت ایسی تھی کہ اگر کوئی فتنہ کھڑا ہو جاتا تو اسلام کے  
 لئے ہتھارہ ہاں سوز تھا۔ اگر کچھ کہی کوئی ابوبکر کی طرح مباشرۃ خلافت ہوا تو لائق گردن  
 زنی منظور ہو گا۔ مگر حضرت مصنف اپنی ڈیڑھ پاؤں کچھری الگ ہی پکار رہے ہیں۔ سیرت  
 کے صفحہ ۲۳ سطر ۱۷۷ پر حضور گمراہ ہوئے ہیں کہ بشیر انصاری و عمر و ابو عبیدہ عرج  
 کی بیعت کے بعد خلافت ٹوٹ پڑی اور بیعت ہونے لگی سعد عبادہ جو بوجہ بیماری او سچا گہ  
 پڑے ہوئے تھا۔ انکی نہ بیعت نہ خدمت ہو کہ کہیں جمع میں لکھنؤ کو بیعت کنندگان ہو کر کل  
 نمایاں۔ طلباء بخاری شریعت اور سیرۃ کے مطالب کو باہر گر مخالف یا کہ مصنف صاحب  
 سے جو چھیں کہ جناب اس جملہ کے لکھنے میں سچے ہیں کہ بیعت کے لئے خلافت اُستخارۃ یا ہتھ  
 بخاری کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ دفعۃ بلا مشورہ بیعت ہو گئی تھی۔ اگر مصنف کا پلہ راست  
 بانوی میں سنگین پائیں تو لوگوں کو قلعہ بالوشاہی گلاب چامنیں درگاہ صلائی کی نوک

سے منکر کرکھلا میں دیکھا صاحب ہے کہ جس عنوان کی خلافت خرمین اسلام کی جہاد میں  
 مصنف صاحب اس کی طرح کر کے ایسے جلد یا زار اور خواہاں اور پر نظر نہ ڈالنے والے  
 کی ہیرہ پر چلنے کے لئے لوگوں کو رغبت دلاتے ہیں حضرت ابو بکر کا زمانہ کچھ اس طرح کا  
 ہوا تھا کہ وہ خود مری سے جو چاہتے تھے کہ پڑتے تھے باتفاق است کلام الہی کی تفسیر پڑھا  
 کرتا مفسر کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے والا ہے۔ مگر حضرت اول نے اس کی کچھ پروا نہ کی کہ اپنی  
 عقل کو دخل دیکر آیات قرآن کی تفسیر حرام ہے فکدہ اور آیا اور کلام کے بار میں آپ نے  
 دخل دے مقلات کر کے معنی بیان کر دیے تیسرا اختلاف امتد کرہ بالا کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ  
 تینوں جملہ مذکورہ بالا کا مطلب بیان کرنے میں خلیفہ صاحب نے قیاس سے کام لیا نہ  
 یا نیابت یعنی خلافت ایسا مرتبہ عظیم ہے کہ کوئی آدمی نہ اسکو خود حاصل کر سکتا ہے نہ باغی  
 خود اسکو چھوڑ سکتا ہے چنانچہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی کتاب اولی ذکر کے صفحہ  
 ۱۲۸ پر لکھا ہے کہ جب کنانہ نامی ایک شخص نے حضرت عثمان کے بھائی مارنی چاہی تو ان  
 لہا گیا کہ اب بھی کچھ نہیں بگڑا خلافت سے دست بردار ہو جائے۔ حضرت عثمان نے جواب  
 دیا کہ کس کی راقہ ہے کہ خدا کی دی ہوئی چیزم سے لے لیا ہے۔ مگر حضرت ابو بکر کے نزدیک  
 منصب خلافت کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ ایسا مطبوع عام خلیفہ کی بیعت پر بقول مصنف  
 خلق خدا ٹوٹی پڑی تھی عہدہ خدا داد سے استعفا دینے پر قلم بہت ہو گیا تھا تنہا کے باب  
 دہم کا جواب جو منجانب شیعہ تشیعہ المطاعن لکھا گیا ہے اس میں اون کتابوں کی عبارت نقل  
 کر دی گئی ہے جن میں ذکر استعفا ہے طلباء نے خبر کو خبردار کرنے کے لئے واقعات استعفا  
 قلمبند کئے جاتے ہیں۔ کتاب المطال الباطل علامہ ابن دوزہاں و مذکرہ خواص الامم بسط  
 ابن جوزی و متر العالیں امام غزالی میں درج ہے کہ جب بعد ایک عرصہ دراز کے حضرت ابو بکر  
 و علی فر ترضی یکجا جمع ہوئے اور باہم شکوہ و شکایت ہونے لگے تو امیر المؤمنین نے فرمایا اگر تم نے  
 سند خلافت پر بیٹھنے میں کیوں ایسی تعجیل کی کہ مجھکو خبر تک نہ ہوئے دی اور میں پر بیٹھ گئے  
 خلیفہ صاحب نے جواب دیا کہ خوف بد فاش انصار میں بھلت کر نے پر مجبور ہوا اگر آپ ناپسند  
 فرماتے ہیں تو میں سبکدوش ہو جاؤں۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ اگر آپ ایسا کرنے پر آمادہ

اس کو آج بعد نماز ظہر اس کا اعلان فرما دیجئے اپنا بچہ وقت ہو اور پرفلیفہ صاحب نے  
 جو تحریر فرمایا کہ ایسا اللہ اس دلست بخیر و کم و علیٰ خلیفہ یعنی اسے حضرات یونین جبکہ علی تم  
 میں موجود ہیں تو میری کوئی ضرورت نہیں گو کہ خلیفہ صاحب استعفی ہوئے مگر بارہ منٹ  
 نے نامعلوم فرمایا۔ مولوی خلیل احمد صاحب کتاب ہدایات الرشید کے صفحہ ۱۱۱ لکھتے ہیں  
 کہ اگر ابو بکر و عمر متوجہ بدفن و کفن آنحضرت ہوتے اور انصاریں سے کوئی متصرف ہاں نہ تھا  
 ہو جاتا تو اسلام کو نقصان پہونچ جاتا یہی ارشاد حضرت ابو بکر کا ہے کہ نجوف انصاریں نے  
 ایس کیا۔ قرآن پاک میں مہاجر و انصاریں کی برابر تعریف ہے۔ تعجب ہے کہ خدا انصاریں کی  
 جو کہ محسن مہاجرین تھے اپنے کلام میں تعریف فرمائے اور صدیق اکبر و خلیل احمد صاحب لکھو  
 برہنہ شہادۃ اسلام تجویز فرمائیں۔ مصنف صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ قرن اول کے لوگ  
 اسلام خالص کے منظر تھے انکی تقلید ہر مسلمان کے لئے شاہراہ نجات پر پہنچانے والی ہو  
 حضرت ابو بکر و خلیل احمد صاحب فرماتے ہیں کہ انکی تجویز درباب خلافت جہاز اسلام کو  
 اس طرح ہو ورنہ کی جیسے درینولا اخبار و نہیں آبدوز کشتیوں کا غوغا ہو رہا ہے حضرات طلباء  
 کو اختیار ہے کہ بطاعت حضرت ابو بکر قرن اول کے مسلمانوں کو جسکی مدح قرآن میں ہو  
 انصاریں برابر سمجھیں یا باعتبار تحریر مصنف اچھا اور قابل تقلید اگر طلباء مناسب تصور فرمائیں  
 تو مصنف صاحب سے دریافت فرمائیں کہ ہماری جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے انہیں مضامین  
 استبعاد و راجح ہیں یا نہیں۔ اگر بعد معائنہ کتب و تحریر تحقیق کو لباس راستی سے آراستہ  
 پائیں تو انہیں پوچھیں کہ حضور نے ایسے شخص کی کسیرت پر چلنے کے لئے ہم کو کیوں ہدایت  
 فرمائی کہ جسکی خلافت کا شہرہ بقول عمر باغ اسلام کا جلانے والا تھا اور جو کہ بوجہ عدم  
 استحقاق قبائے خلافت کو نہ رہے ہستغفار بدن مبارک سے اذتار بیٹھا۔ عثمان تو جان  
 و دید میں اور منصب خلافت سے دست کش نہوں اور ابو بکر علانیہ منبر پر بیٹھ کر دوزخ میں ہستغفار  
 دہاں کرے۔ ہر شخص اپنی حالت کو اپنے وقار کو اچھی طرح سمجھا کرتا ہے حضرت ابو بکر بجا  
 خود جانتے تھے کہ بھلا خواہ مخواہ بھائی عمر نے تخت خلافت پر بٹھا دیا ہے۔ بوجہ دھوکے اور غیبت  
 کسی طرح قابلیت خلافت نہیں رکھتا۔ سادگی سے بچارے کلمہ کش ہو گئے مگر یاریں

نے انا خلیفہ صاحب اپنے اختیار میں نہ تھے۔ مگر صاحب جو صاحب کے وہ ہوتا تھا چاہی  
 مرسید مرحوم نے خلیفہ اول کے ایام خلافت کو شمار سے خارج کر کے خلیفہ دوم کے زمانہ  
 حکومت میں شامل کر لیا کہ وہ صاحب کے ابو بکر بذات خود کوئی نمایاں بیاقت نہ رکھتے تھے حضرت  
 عمرؓ نے انکو خلیفہ نہ کیا تھا۔ وہی خدات خلافت کو انجام دیتے رہے۔ پس دور ابو بکر  
 عین دور عمر ہے۔ درواقع حضرت ابو بکر اپنے زمانہ خلافت میں وہ انرا و انرا اختیارات  
 نہ رکھتے تھے جو کہ خلفاء اول و دوم کو بلا مداخلت احد سے حاصل ہوتے ہیں۔ چند کتابیں سنت  
 میں جن کے نام تشیید للطاعن ہیں بمقام بحث فدک مع عبارت لکھے ہیں درج ہو کہ حضرت  
 سیدہ و جناب امیر کی ولایت وراثت کے صائب ابو بکر صاحب باجو بکر و گزشت  
 فدک پر ایک وثیقت لکھ دیا مگر مگر صاحب نے اسکو خلیفہ پذیر نہ ہونے والا مسموم  
 کے ہاتھ سے چھین کر بھاڑ دیا۔ طلباء نے آجنگ نہ سنا ہو گا کہ شاہی سند کو کسی نوکر نے  
 چاک کر دیا ہو اگر خلیفہ صاحب کو کچھ اقتدار ہوتا اور مرکز و رہاتوں سے فرمان نہ لکھا جاتا تو  
 ممکن نہ تھا کہ حضرت عمرؓ کے بھاڑنے میں چہرہ دہی کرتے انکو کسی پرکھنت عالی خیال  
 نے ایسے بزرگ کی سیرت پر قلم اٹھایا جو کہ بقول سیدہ اور فی الحقیقت کوئی ذاتی کابیت  
 نہ رکھتا تھا۔ بلکہ شل پریشانی مسد خلافت پر شاد یا گیا تھا۔ ہر چند کہ مرسید مرحوم کے بیان  
 ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر محض لاشی تھے براے نام خلافت کی گدی پر شاد ہے  
 گئے تھے حکم احکام صاحب حضرت عمرؓ کے وراثت مبارک کا نتیجہ تھے۔ مگر یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید کوئی  
 خلیفہ پرست یہ خیال کرے کہ سید صاحب اک آراؤش و بے پروا تھے اپنی طبیعت سے  
 جو چاہا لکھ دیا۔ او کی تسکین خاطر کے لئے عرض کرتا ہوں کہ سید نے خود نہیں لکھا  
 کتاب کو نہ لکھ کر فرمایا جن لوگوں کو شک ہو وہ میرا خلفاء اول کا صفحہ ۸۰ اور صحیح مسلم جلد  
 پنجم مطبوعہ طبع صدیقی لاہور کا صفحہ ۸۳ میں انشاء اللہ ظاہر ہو جائیگا کہ عبد بکر میں عنان انتظام  
 مملکت حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھی ابو بکر بلامرضی عمر کوئی کام نہ کر سکتے تھے۔ شاہ عبدالغفر  
 صاحب تھیں لکھتے ہیں (خلیفہ ثانی و عبد خلیفہ اول و زید و شیر ابو بود و در منع فدک  
 رسیده النساء شریک و رفیق ابو بود) جب کہ شعبی فدک میں غالب را و حضرت عمر

کی تھی وہ سب جہاں کا جان کر دینا عجیب الغیاں میں ہر سکنائے علیا و اذیقا و کرب  
 صاحب کو مستحق صاحب نے بڑا دھوکا دیا۔ ایسے شخص کی سیرت آپ کے وقت زمین کرانی نہیں  
 تھی سولہ ہاک کے حکم کو نہ مانا تاہم اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ بعد واقعہ  
 حدیبیہ ملاطین اور اجماعی کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے۔ جس میں امیر کے پاس حضرت  
 کے خطوط لکھ کر جو لوگ گئے تھے وہ سب صحیح و سالم جواب لیکر واپس آئے۔ مگر حضرتؐ  
 ایک ہر کار سے کہ جن کا نام (زمین بنی ہمدان) تھا وہیں نے ہمدان شہادت پر فائز کیا۔  
 اس وقت حضرتؐ اوس مرض میں مبتلا ہو چکے تھے کہ جس سے جانبری نہیں ہوئی۔ جب آپ کو اطلاع  
 ہوئی کہ مدینہ والوں نے قاصد کو ہلاک کیا۔ آپ نے اسی شدت مرض میں حکم دیا کہ اہل  
 شتات کی سرکوبی کے لئے لشکر گراں بلیا کر کیا جائے۔ اسامہ ابن زید کو جو کہ حضرتؐ کا  
 غلام زادہ تھا۔ سردار لشکر مقرر کیا گیا۔ سپاہی پیادے عام طور پر اہل مدینہ کو تالید  
 کر رہے تھے کہ علیا و جلد جلو۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ صرف علی رضی ہمارے پاس رہیں۔  
 باقی سب لوگ مدینہ کو غالی کر دیں۔ باج النبوة جلد دوم سے ایک جملہ اس واقعہ کی کثرت  
 لکھتا ہوں و حکم عالی چنانی نافذ شد کہ اعیان ہماجر و انصار مثل ابو بکر و عمر و عثمان و سعد  
 ابن وقاص و ابوبکر صدیق و جراح الاعلیٰ مرتضیٰ کہ ہمراہ نگر و دریاں لشکر ہمراہ اسامہ ابن زید  
 جو وقت یہ منادی ہوئی تو شریک تویش یعنی حضرت ابو بکر و عمر و غیرہ نے فرمایا کہ حضورؐ  
 نے اک غلام زامہ کو پیرا سن کر کیا ہے۔ ہم مدینہ سے باہر جائینگے اور نہ اسامہ  
 اپنا سردار تسلیم کریں گے۔ جب حضرتؐ کو یہ خبر ملی۔ کہ سپاہی دس الہ دار کی سرداری سے  
 سربانی کوئے میں تو آنحضرتؐ غیبت پر غضب ہو کر باوصف شدت مرض میں مسجد میں تشریف لے  
 اور فرمایا کہ اے ہا انسان آج تم اوس شخص کے بیٹے کی ماتحتی سے انکار کو تے ہو جس کے زیر  
 کمان پہلے رہ چکے ہو یعنی زید) وہ تم سے بہر صورت افضل ہو لازم ہے کہ فرما دینے  
 چھوڑ دو حضرتؐ نے ہم سے تاکید فرمائی کہ مختلفین لشکر اسامہ کی پشت پر خار دار تفریایہ لعن  
 لگا دیا چنانچہ اہل محل قلامہ شہر ثانی مطبوعہ مصر کے صفحہ (۸) و (۹) پر ہے (لعن اللہ  
 من مختلف عن جلش اسامہ) اس کا کتاب بالا اور چاند کتب میں بھی یہ مضمون برج ہو دیکھو

مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۳۱ و فائدہ المرام صفحہ ۲۰۳ و شرح بخاری ملا یعقوب لاہوری وغیرہ  
نتیجہ ہوا کہ ہزار دقت و دشواری حضرت ابو بکر و عمر سرخپاؤ کے اُسامہ غلام کی ماتحتی میں سے  
سے ایک پڑوا باہر خیمہ زن ہوئے۔ مگر حالتِ صبح کی جانب سے حضرت کی بیماری کے  
معلق ایک مضطر خبر پہنچی جسکو سسکا دیکر پیر اکھڑ گئے سب واپس چلے آئے۔ اب غریب  
اُسامہ تنہا کیا کرتا وہ بھی پلٹ آیا۔ اور ظلم لشکر کا کہ حضرت کے ورود و ملت پر کار ہو گیا۔  
بہلہ واقعات کتب اہل سنت میں درج ہیں۔ جو لوگ کہ حضراتِ شیخین کو اعلیٰ درجہ کے  
شیوخِ عرب میں جانتے ہیں۔ وہ آنحضرت کے اس جملہ پر نظر ڈالیں (اُسامہ بن زید  
تم سے افضل ہے) مقلد اسے زمانہ اور بالخصوص نصف سیرت و طلباء کو توبہ و اتاب  
براہ وینداری غور فرمائیں حضراتِ اہل سنت کا مقولہ ہے کہ حضور پر نور نے امامت  
خامزہ کا عہدہ ملائقِ سقی مجھ کر حضرت ابو بکر کے حوالہ کیا تھا خلیفہ اول و دیگر اشخاص کو  
پہنچایا تھا کہ مدینہ میں نہ رہیں۔ رو میوں کی جنگ کے لئے بلاعدہ تکرار چلے جائیں جو  
نہ جائیں گے اور نہ خدا کی لعنت ہوگی۔ مدعیانِ امامت خامزہ دکھلائیں کہ رسولِ مقبول نے  
اپنا پہلا حکم مشورخ فرما کر حضرت ابو بکر کو اُسامہ کی ماتحتی سے الگ کر کے عربِ نجد میں  
امامت کے لئے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا آخر اسکے لئے کوئی زمانہ بھی معین ہونا چاہیے  
جہاں اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت بعلم نبوت اپنے اوقات و فوات اور واقعات  
آئندہ سے آگاہ تھے اگر علم نبوی میں یہ بات داخل تھی کہ اصلاحِ حالِ امت اور بہت  
مقامِ مصلحہ بلا خلافت و امامت ابو بکر ناممکن ہے تو ایسے وقتِ نازک میں جہاں آتا  
مرگ نمایاں تھے۔ آپ نے یہ حکم کیوں دیا کہ ابو بکر و عثمان و ابو عبیدہ و جراح و ابیہ  
جائیں اور یحییٰ علی رضی اللہ عنہ کوئی جنگ آزماس تاک نہ رہے۔ مگر نبی کریم رضی اللہ عنہ نبوی  
لوگ چلے جاتے اور نبی اُنکے زمانہ غیبت میں عازم دارالقرار ہو جاتے تو خلافتِ امت  
کس سے متعلق ہوتی۔ اونی عقل والا اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسوقت ان لوگوں  
کے نکالنے اور حضرت امیر کے پاس رکھنے سے یہی مطلب تھا کہ ارضِ مدینہ اختیار سے  
خالی ہو جائیگی کوئی ورنہ انداز نہ رہے گا تو علی بلا کسی رکاوٹ کے سند خلافت پر بیٹھ



میں جہاں کے جگہ یقین نہیں ہے کہ علی گڑھ یا دیگر مدارس اسلامیہ کے نازک خیال طلباء ایسے کفر کی سیرت کو جس نے حکم نبوی کو ممانا اور طریق اصول یعنی (لن یصلح من تلف عن پیش اسامہ کو گوارہ فرمایا اپنا معمول نہ بنائیں گے۔

یہاں سوس حضرت ابو بکر و عمر نے تو اسلام ظاہری کا بھی کچھ پاس و کاٹ نہ کیا قبل از وفات رسول اور بعد اس کے ایسے افعال کے ترک ہوئے جو کہ بالکل منافی شان مہوم تھے شروع رسالہ میں حقیقت ذکر کیا ہے کہ شیخین آنحضرت کے کفن و دفن میں شریک نہ ہوئے یہ ایسا قوی اعتراض ہے کہ ہر تداہیر کروا کر قسم کی باتیں بناؤ مگر گز نہیں آسکتا۔ بالآخر خیر خواہاں شیخین کو ندامت زدہ ہو کر آنکھیں چورانی پڑی ہیں۔ اکثر حضرات اہل سنت کو چند باتوں کا یقین نہیں ہوتا مثلاً حضرت ابو بکر و عمر آنحضرت کے جنازہ کو بلا کفن دفن چھوڑ دینا۔ دوم سیدہ کے ساتھ درباب وراثت سختی کرنا۔ سوم خانہ خاتمہ پر آگ بھجنا۔ مگر جب ان کے سامنے کتابیں پیش کی جاتی ہیں تو گردن جھٹکا کر خاموش ہو جاتے ہیں ایک مرتبہ دو ذہنی صاحبان نے جنکے نام مع تمام واقعہ رسالہ الہادی مولفہ حفیظ میر جو وہ ہیں مجھ سے کہا کہ ہرگز یقین نہیں ہو سکتا کہ حضرت ابو بکر عمر کو دروازہ سیدہ پر آگ بھجنا حکم دیں اور وہ تعمیل کرنے کے لئے آتش بدست ہو جائیں بیعت نے جواب دیا کہ آپ کی سو کہ کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے۔ کتب کا نام لیتے ہو سے میں نے ازالہ الخفا شاہ ولی اللہ کا بھی ذکر کیا بھلا وہ فیثوں کے ایک بولے کہ ازالہ الخفا کا ترجمہ میر سے پاس ہے عرض کیا گیا کہ اسکو منگائیے۔ جب ترجمہ آگیا۔ مقصد دوم میں ماثر ابو بکر کو جو یہاں کیا گیا ہے اس میں تمام واقعہ بالفاظ صاف و صریح لکھا ہوا دیکھ کر بجز خاموشی کوئی دوسرا چارہ کار نہ ہوا۔ علی ہذا نبی کے جنازہ سے ابو بکر و عمر کا غیر حاضر رہنا یہ بھی سنی صاحبوں کو یقین دلاتیوالا نہیں ہوتا۔ اوکی نظر رائے کی رسم عام پر ہوتی ہے۔ شبانہ روز دیکھتے رہتو ہیں کہ ابو بکر کوئی مراودہ تمام محلہ والوں نے جمع ہو کر دفن و کفن میں کوشش کی گھس والوں سے یہ خدمات اٹھا لی جاتی ہیں۔ غیر لوگ شنول و تھک ہو کر رہے ہیں حضرات سنیہ خیال فرماتے ہیں کہ مکن نہیں خلفاء با صفا ایسی ہے پروائی کرتے وہ سوا محابیت

نویسی و دلداری کے تعلقات بھی بایکدیگر رکھتے تھے۔ گرجب انگو کتابیں دکھائی جاتی  
 ہیں دوم سردیگر چپ ہو جاتے ہیں۔ اور اراق ابتدائی میں جہاں بیٹے اس واقعہ کا ذکر  
 کیا جو وہاں چند کتابوں کے نام لکھ دئے ہیں۔ دو ایک کتابیں بطور ثبوت مزید اس  
 جگہ لکھے دیتا ہوں شاید کوئی طالب علم دیکھنے کے لئے ٹینک لگا دیکھیں۔ صواعق محرقہ  
 نہایت مستند کتاب ہے اس کے صفحہ ۱۲۵ مقصودم پر دیکھ لیں یہ بھی ممکن رہے ہو تو اس کی  
 کی اکثر اعمال مطبوعہ حیدرآباد دکن کا صفحہ ۱۲۰ ملاحظہ فرماویں اگر یہ کتاب ذیل کے  
 تو ایسی چیز کا نشان دیتا ہوں جو کہ اکثر طلباء کے وظائف میں رہتی ہے اور بعض کتابوں  
 کے کورس میں داخل ہے۔ مولوی شبلی صاحب کی الفاروق ہے صفحہ ۶۶ پر اشارہ  
 یہ مضمون ہدیہ نظر ہو گا کہ ابو بکر کو حضور کا جنازہ چھوڑ کر سقیفہ میں چلے گئے تھے۔ شاید  
 الفاروق کے نئے میں کچھ دیر سوزاؤں حال کی تالیف شدہ کتاب تراجم حسن نظامی لکھی  
 کی شکار ۱۲ صفحہ ۱۴ لغات ۱۳ دیکھیں جملہ واقعات تصویر بنکر نظر آجائیں گے۔ صفحہ ۱۳ کے  
 سطر آخر پر یہ عبارت باریک سر کی طرح آنکھوں میں کپ جانیگی دیکھیں نے حضرت  
 ابو بکر کی میت کی مگر حضرت علی نے میت نہ کی بعض کہتے ہیں چالیس دن کے بعد بعض کہتے  
 ہیں چھ بیٹھنے کے بعد صفحہ ۱۴ سطر ۸ پر ہے درجہ خلافت کا قضیہ ہو رہا تھا اہل بیت انھیں  
 مسلم کے پاس بیٹھے رہے۔ انھوں نے بن جھگڑوں میں مطلق حصہ دیا۔ آخر انھیں تنہا  
 وصیت کے مطابق اہل بیت نے انھیں حضرت علی سے آگے تھے حضرت مسلم کو غسل دیا اور  
 کفن کر دیا اسکے بعد خواجه حسن نظامی صاحب نے ایک مقدمہ مرتب فرمایا ہے  
 جو کہ صفحہ ۱۴ کے آخر سے شروع ہو کر صفحہ ۱۶ پر ختم ہوا ہے۔ شیعہ کو مدعی قرار دیا اور بنو  
 مدعا علیہ۔

## شیعہ کا دعویٰ حسبِ حجاجہ صا

صحابہ نے دنیا کے لالچ سے بنی کے جنازہ کو چھوڑ دیا۔ اہل بیت تو مٹلا وصیت تھی حضرت  
 عمر نے ایسے وقت کو غنیمت جانا اور جوڑ کر کہے ابو بکر کو خلیفہ بنا دیا۔ اگر بعد میں  
 خلافت کی بحث ہوتی تو عام رائے حضرت علی کو ملتی اور وہی خلیفہ ہوتے مگر عمر نے

میں طرح بینی کو وصیت آخر کئے سے روکا تھا اسی طرح جلدی کر کے ابو بکر کے  
مر پر کلاہ خلافت رکھ دی۔

## سینوں کا جواب

اگر آنحضرت پر جو محبت مشور خلافت علی کے نام لکھ دیتے تو نبی اس پر جو کمال ہاشم کے  
قدیم دشمن تھے بگڑ کر آمادہ قتال ہوتے۔ بڑی بیماری صحت پر نظر کر کے ضرورتاً نہ  
لکھنے دیا۔ اگر علی خلیفہ ہو۔ تے تو آتش حرب متعل ہو جاتی۔ کیونکہ دینی املا میں علی کے  
ہاتھ سے جو کفار قتل ہوئے تھے اونکی اولاد اونکے احباب کہیں خلافت و تقویٰ پر متبع  
نہوئے اسوقت کی صحت یہی تھی کہ ایسا آدمی خلیفہ کیا جائے جسکے ہاتھ سے کفار کو  
کوئی ضرر نہ پہنچا ہو۔ ایسے حضرت ابو بکر تھے۔ انکی جانب سے کسی کے دل میں کینہ نہ تھا  
دشمن و منافقیت و عدم شرکت جنازہ میں جو بے پروائی ہوئی وہ بس ایک صاحب خاص  
پر مبنی تھی۔ اگر حضرت ابو بکر و عمر مشغول بہ تکلیف و تدفین ہوتے تو انصار سے کوئی خلیفہ  
ہو جاتا۔ اور پھر آپ شور و شر و خون خرابہ ہوتا کہ آتش حرب بجھائے نہ سکتی۔ اس میں  
شک نہیں کہ صحابہ نے حضور کے جسم سے غفلت کی۔ مگر اسکو بے پروائی نہیں کہ تو آنحضرت  
روح اسلام پر احسان کیا اور وہ احسان گویا خود حضرت کی ذات پر تھا کیونکہ آنحضرت  
اسلام کی روح تھے۔

جو اب بھی پیش کردہ خواجہ صاحب سے واضح ہوا کہ یہ ایسا جواب دعویٰ نہیں کیا کہ مہرم  
ممانہ ہو کیونکہ جواب اسکو کہتے ہیں جس میں مدعی کے دعویٰ کو رد کر دیا جائے جو کچھ دعویٰ  
کیا گیا ہوا اسکو غلط بتلایا جائے۔ اسکو تسلیم دعویٰ کہتے ہیں۔ کیونکہ ہر بات کو تسلیم کر لیا  
عمر صاحب کا دواست قلم آنحضرت کو نہ دینا۔ تسلیم۔ نماز جنازہ و دفن وغیرہ مراسم میں  
شریک نہ ہونا۔ تسلیم۔ عمر صاحب کا حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنانا۔ تسلیم۔ ہر چند کہ طلباء جو بے  
دانشمندی رکات و خرافات جواب کو سمجھ گئے ہونگے۔ مگر خیال آگاہی عام اہل اسلام جواب  
دعویٰ کے چند فقرات کی توضیح کی جاتی ہے۔

اول بروایت صحاح و معجم بخاری۔ درباب طلب داشت و دوات و قلم آنحضرت نے

فرمایا تھا کہ اسے مسلمانوں میں کتابت حاضر کرو میں ایسی چیز کو لکھ دوں گا کہ اس سے کفر اور  
 کفر سے یہ بات بھی مسلمات اسلام سے ہو کہ آنحضرت درباب دنیا سے نظام سلطنت اور شاہد و قضا  
 کرتے تھے وہ بروئے وحی ہوتا تھا۔ کیونکہ نبی کی شان حکم قرآن (ما یسلط عن الہام)  
 یعنی ہمارا نبی بلا نزول وحی اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتا۔ ہر جہ سے کہ کوئی حکم  
 خدا صادر ہوا اگر آنحضرت نے کافروں کو تسلیم و ذات طلب نہ کیا۔ اگر یہ تسلیم اور شاہد و قضا  
 اصحاب باعنا سامان کتابت حاضر کر دیتے تو ان خلافت حضرت علی کے نام لکھا جاتا۔  
 مگر حضرت عمر نے بڑی بہادری مصلحت پر نظر کر کے آنحضرت کو کہنے سے روک دیا۔ نتیجہ یہ نکلا  
 خدا و رسول دونوں سوا اللہ کے عقل و خفیت الہیہ تھے اتنا نہ سمجھے کہ علی کی خلافت سے نبی  
 اُمید بگڑ جائیں گے اور اُمی شورش بالاخر اسلام کو صفت نبی الہی ہوگی بعد رسول الہی  
 شخص حکمران ہونا چاہیے جس نے کبھی دینی لوازمات میں گفتار کے دل ناز کو کہ صدر مہ  
 نہ پہنچا یا ہو۔ خدا پر لازم تھا کہ صاف طور پر آنحضرت کو حکم دیتا کہ اپنا قایم مقام اوبکہ  
 کو بنائیں۔ کیونکہ مقتولین بدر وغیرہ کے اصحاب و اقارب اور کچھ شفقت آمیز مکاروں سے  
 دیکھتے ہیں ایسے خدا کی خدا کی اور نبی کی نبوت کی کیا فائدہ۔ غلطی نظر عاقب امور پر ہوا اور  
 بلا سمجھے حکم صادر فرما دیں۔ واقع میں حضرت عمر نے بڑی گہری اور دقیق نظر سے کام لیا  
 در نہ خدا و نبی دونوں علی ہی ہوئی کشتی اسلام کو ڈوب بیٹھتے تھے۔

حضرت عمر کا آنحضرت کو وصیت آخر لکھنے سے روک دینا ایسا موزی و جان شکن ہے کہ  
 بعض دور اندیش علماء نے انکار کیا ہے کہ عمر نے احضار قتلہ ان سے منع نہیں کیا تھا۔  
 اور اگر اس نے حضرت کو کاغذ لکھنے دیا تو گویا اور کلام فعل شیطانی تھا۔

شاہ عبدالغفر صاحب نے تحفہ کے باب ۲۴ میں طاعن عمر کا جواب دیتے ہوئے یہ  
 بھی لکھا ہے کہ عمر نے ایسا کیا تھا اور اگر اسی ذات سے پیش بدر سے ظہور لایا تو انکی  
 نسبت ایسی تھی کہ جیسی بنی آدم کے سامنے شیطان کی ہے۔ حق نے دلیل المتحیرین میں  
 صحاح اہل سنت سے ثابت کر دیا ہے کہ اول جس نے حبس کتاب اللہ کہا وہی  
 شخص رسول کے لئے ملنے کتاب جو اس سالہذا کے اوراق ابتدائی میں بھی منور و مسکا کر لکھی

و وصیت آخر کے قید قلم میں نہ لانے سے روک دینے والے خواہ مخواہ یا دوسرے  
 شخص مگر شیطان کے جدا علی تھے۔ بہر حال اس فعل کا فاعل از حلقہ اصحاب قرن اول  
 کے لوگوں میں سے تھا۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے آدمی اسلام صحیح کی تصویر تھے  
 و انکی پیروی پر مسلمان کے لئے راہ ہدایت بتلانیوالے۔ ایسے لوگ بھی کسی کے ہادی نہیں  
 ہو سکتے جو کہ نبی کو داخل ضلالت کا غم لکھنے سے روکیں۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ میں تم کو  
 ایسی تحریر دیے رہتا ہوں کہ کبھی ہادی مگر ایسی میں نہ پڑو گے جو شیعہ سیدھی راہ چلے جاؤ گے  
 ہر گاہ قرن اول کے لوگوں نے اس شخص تحریر کو زبان قلم پر نہ آنے والا نہ لازم کیا کہ امت  
 گمراہ ہو کر ہلاکت کے ہونا کبھل میں سرگرداں ہو گئی۔ اسے اکیسویں قرن اول کے مسز  
 لوگ وہ تائید کریں جس سے امت کی گمراہی لازم آئے اور مصنف طلباء کو ہدایت فرمائیں  
 کہ ان حضرات کی پیروی باعث رستگاری ہے۔ علامہ شہرستانی نے ملل و خلل کے شروع  
 میں لکھا ہے کہ پہلا شعبہ نبی آدم کے لئے باعث خرابی و بربادی و وقوع اختلافات وہ  
 تھا جبکہ شیطان نے حکم خدا سے سر تانی کر کے جناب آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے  
 سے انکار کیا۔ اس کے بعد اسلام میں دو مشعبہ اس وقت واقع ہوا جبکہ حضور صلیم کو عمر نے  
 وصیت آخر لکھنے سے روک دیا۔ او طلباء اپنی زندگی باوید پر رحم فرما کر اس شخص سے  
 دلی نفرت کیجئے جسے آپ کے نبی کو ہدایت نامہ جو کہ امت کے لئے مفید تھا نہ لکھنے دیا۔  
 سچ کتنا کہ اگر آپ اس وقت موجود ہوتے تو مانع دوات و قلم کی اطاعت اختیار فرماتے  
 یا رسول اللہ کی۔ ضرور ہے کہ آپ صاحب اپنے نبی کے کلمے پر چلتے اور جو شخص حلقی ہوئی  
 بالیکھل کے سامنے روڑا بن کر سہ راہ ہوا تھا اس سے علیحدگی اختیار فرماتے۔ خیر ابھی  
 تک کچھ نہیں بگاڑا مگر بانی فرما کر میدان تحقیقات میں قدم بڑھائیے کتابوں کو دیکھیے علماء  
 سے پوچھئے کہ کون ای شخص تھا جس نے شیطان جگر نبی برحق و ہادی مطلق کی نصیحت  
 کو جو مشعل ہدایت امت تھی نہ لکھنے دیا۔ دلیل اخیر میں مولفہ حقیر کے صفحہ ۶۶۹-۶۷۰ کے  
 ملاحظہ فرماتے ہیں انتہا واضح معلوم ہو جائیگا کہ بحوالہ بخاری شریف و مشکوٰۃ شریف و دیگر  
 النبیۃ ثابت کر دیا گیا ہے کہ دوات قلم کی طلب پر حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ رسول اس وقت

صبح العقل نہیں ہیں جن طرح بیمار بیمار و دوسری شہادت میں بھی وہی و دراصل عقل نہیں  
 کیا کرتا ہے وہی حالت انجی ہی۔ ہر کسی فہم کی ضرورت نہیں کتاب خدا تعالیٰ پر  
 جن کو کوئی کتاب نہ نظر نہیں اور صرف کچھ پیر علماء کی صحبت اور دعائی ہو وہ کبھی یقین نہیں کرتے  
 کہ حضرت عمرؓ نے بروئے آنحضرت ایسا سخت کلمہ کہا ہو گا کہ حضور اوقت جامہ اصلی  
 میں نہیں ہیں جنکو ہدیہاں کہنا چاہئے و فوراً مرض میں فرما رہے ہیں اور انکو لازم ہے  
 کہ کنز العمال طاعلی متقی کو دیکھیں مدارج النبوة کی جلد دوم کا ملاحظہ فرمائیں اور بھی  
 کچھ ہو تو الفاروق کا صفحہ ۶۱ ہی دیکھ لیں انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا کہ لفظ (حجر)  
 جسکے معنی ہدیہاں (بیہودہ کہنے) کے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی زبان پر ضرور جاری ہوا۔ یہ بات  
 کچھ بعید العقل نہیں ہے جب انسان کسی مرض شدید میں مبتلا ہوتا ہے یا کوئی اتفاقیہ دورہ  
 پڑ جاتا ہے تو اسکی عقل چکر میں آ جاتی ہے۔ بیہودہ باتیں جن کا سر پہ نہار دھونے لگتا ہے اور کسی نام  
 نہ بیان ہے۔ مگر دیکھنا اس کا ہی کہ انبیا بھی مثل عامۃ الناس بیماری کی حالت میں خارج از عقل  
 ہو کر لام کاٹ کہنے لگتے ہیں۔ اسکی نسبت امام غنی شراح بیماری لکھتے ہیں کہ آنحضرت کا  
 قول ہر حال میں صحیح ہے۔ خواہ وہ مریض ہوں یا تندرست۔ شاہ صاحب متحد کے صفحہ  
 ۲۹۷ پر فرماتے ہیں (حق تعالیٰ انبیا را بھت کرامت و بزرگی ایشان در حالت غشی و  
 بیہوشی نیز انچه خلاف مرضی او تعالیٰ باشد معصوم دارد۔ قولاً و فعلاً و ہر چہ غشی حق است از ایشان  
 صادر میشود و در خواب نیز دل ایں بزرگاں آگاہ و خبردار میباشد۔) براہ کرم حضرت طلباء غور فرمائیں  
 کہ حضرت عمرؓ کی ایسی گہری نظر تھی جس نے امت کو قتلے و بائے گمراہی کر دیا۔ مسلمانو انکو آہستہ  
 رسول کی اطاعت کریں جو کہ نادسی امت تھے یا حضرت عمرؓ کی جن کے دخل اور عقولات نے  
 خلافت کو گمراہ کر دیا۔

## فقہ دوم

دفن و کفن میں جو بے پروائی ہوئی وہ بھی ایک مصلحت تھی۔ اگر خلفاء متوجہ بہ تہجیر جنازہ  
 ہوتے تو انصار خلافت ماتمہ میں لیکر جنازہ اسلام کو تحت الشری میں پھونکا دیتے۔  
 جاری سچ ہیں نہیں آ تا کہ انصار کی حکومت کیوں منسلک اسلام ہوتی۔ تعجب ہو کہ خدا نے

آن مال میں ایسے لوگوں کی تعریف فرمائی جن کی توبہ و بابت خلافت اسلام کیلئے سخت مضرت تھی  
 بالاعتقاد اہلسنت اگرچہ قرآن حنیف منشاء و صوابہ بدعمر نازل ہوا جس وقت خدا فی انھما  
 کی تعریف میں بات نازل کر چکا ارادہ کیا تھا لازم تھا کہ حضرت عمرؓ کو عہد و بیو کہ آپ کو خبر نہیں  
 ہے یہ انصاری پڑھی کجائی اور الٹی سمجھ والے ہیں اگر آپ کی تعریف پر مغرور ہو کر بھی یہ  
 گروہ یلع اسلام کا مالک ہو گیا تو ایک ایک پودے کو جڑ سے اٹھا کر پھینک دینا  
 سبحان اللہ جوازہ نبی کے چھوڑ دینے اور نماز مہت نہ پڑھنے کے متعلق کیا ہی اچھا عذر  
 سنیوں نے پیش کیا ہے - فقرہ سوم

دینی لڑائیوں میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے جو کفار قتل ہوئے تھے ان کی اولاد اس کے عزیز  
 کبھی خلافت مرتضوی پر مجتمع ہوتے۔ اور ابو بکرؓ کو کسی کافر کو نقصان جانی نہ پہنچایا  
 تھا یا اس جہان سے کافروں کے غیر نزدیک۔ اولاد اور فقاسب رضامند تھے اس  
 فقرہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت ابو بکرؓ نے دینی لڑائیوں میں کافروں کے دلوں کو  
 کوئی صدمہ نہیں پہنچایا تھا اور حضرت علیؓ نے کفار کا قلع قمع کر دیا تھا۔ حضرات اہل سنت  
 جو ابو بکر صاحب کو قاتل الکفر والہجرہ بیان کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ کو داسلہ علی الکفار  
 کہتے ہیں یہ غلط ہوا۔ حضرت علیؓ نے جو جہاد کئے وہ سب حکم رسولؐ کی گئے تھے رسولؐ نے  
 جو کفار کی مداخلت کی وہ خدا کے حکم سے باہر تقدیر جو مسلمان علیؓ کی خلافت کو ناپسند  
 کر نیوالے تھے اور ابو بکرؓ کی جانب انکا گوشہ خاطر تھا وہ خدا و رسولؐ سے بھی بالضرور  
 ناراض ہونگے نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی وہ اللہ و نبیؐ و رسولؐ  
 ہوئے تھے سبحان اللہ خلافت ابو بکرؓ پر جمع کر نیوالے وہ لوگ تھے جو خدا سے بھی ایک طرح  
 کی کشیدگی تھی مجھ کو امید نہیں ہے کہ عاقل طالب علم ایسے شخص کی سیرۂ پر کار بند ہوں  
 جس پر اجماع کر نیوالے وہ لوگ تھے جو کافروں کے قتل کر نیوالے علیؓ اور حکم جہاد  
 دینے والے خدا و نبیؐ سے ناخوش تھے -

مصنف کا دعویٰ ہے کہ قرن ابتدائی کے سب لوگ اچھے تھے ان کی پیروی ہر مسلمان پر

کالفرض ہے۔ مگر تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اون میں اکثر ایسے تھے کہ جنگ دلو میں قتل گار  
 سے مثل خانہ زبور جمید پڑی ہوئی تھے یا ورکھو کہ بعد اسلام لانے کے جس نے اپنے  
 باپ دادا کفار کو دوست رکھا ان کے قاتل سے کھروی کی اور پھر قتل اسکو خوش گوار  
 سے دیکھا۔ وہ کسی طرح مسلمان تسلیم نہیں کر سکتے اگر نبی امت پر جنگ سرگروہ حضرت عثمان  
 و معاویہ تھے حضرت علیؓ دینی لڑائیوں میں قتل کفار کر بیٹھے خاریدہ تھے تو ہر مسلمان  
 نہیں کہو جاسکتے مسلمان وہ ہو جو یہ کہو کہ باپ ہو کافر تو پدر پر لعنت۔ دوست کا دوست  
 دوست ہوتا ہو۔ چونکہ مصنف اور اون کی مرتبہ سیرت پر عمل کر نیوالے حضرت ابو بکر کے  
 دوست ہیں اور ان کے دوست وہ تھے جو کہ علیؓ سے بوجہ قتل کفار اور خدا و نبیؐ کی سبب  
 حکم قتال نارضا مند تھے۔ اور شک نہیں کہ جن لوگوں نے متفق ہو کر حضرت ابو بکر کو  
 خلافت پر بٹھایا تھا۔ اون کو حضرت اہل سنت خوش کردار سمجھ کر محبت بھری  
 نگاہوں سے دیکھتے ہیں اندر بن صوت سنی صاحبان اون لوگوں کے دوست ہوئے  
 جو کہ اپنے بزرگوں بھائی بندوں کے قتل ہو جانے سے کالو کہیدہ طبیعت تھے۔ عرصہ  
 قیامت میں جس جگہ وہ ہوئے اوس جگہ اون کا دامن دولت دونوں ہاتھوں  
 میں مضبوط پکڑے ہوئے سنی صاحبان ہو کر طلباء مدرسہ علیؓ کے سے نصیب  
 پوچھتا ہوں کہ کیا آپ بہ اس دشمنی و فرزانہ کاری اس بات کو پسند کریں گے کہ  
 عرصہ قیامت میں آپ کی نیز و کرسی اوس جگہ لگی ہو جہاں خلافت بریہ پر اجماع کر نیوالے  
 جنگ بدر و احد و خین خندق و خیبر میں اپنے بزرگ مقتولین پر آہ و زاری کر کے نبیؐ  
 و علیؓ کو چشم غضب گھونٹے نظر آئیں گے۔ میں ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتا کہ آپ صاحب  
 ایسے موقع پر ایک سنگدھی ٹھہرا کر ارا کر ہیں آپ اوس کا ہمایہ پسند کریں گے کہ جسے خدا و  
 رسول کے حکم سے خلافت ابو بکر کے دلدادہ لوگوں کے کافر باپ بھائی دادانا چھامو  
 وغیرہ کا ناباک چہرہ خاک مذلت میں گرے تہا د علیؓ الضار کی راہ کو درباب تجویز خلافت  
 جو چلتی ہوئی نکشتی کو ڈوبیوالا اکابر اہل سنت نے تجویز فرمایا ہے اوس کی اصلیت سے  
 ہم مطلع کئے دینے ہیں۔ تین و زک سقیقہ میں خلافت کے متعلق بحث رہی ہے۔



مل وقال بسا انصار نے کہا انکم امیر و مننا امیر یعنی سلطنت محمدیہ کے دو حصے کر لئے جائیں ایک ٹکڑے میں تم حکومت کرو اور دوسرے میں ہم۔ ابو بکر و عمر نے اسے نہ مانا۔ پھر یہ کہا گیا کہ آپ ملک اسلام کے امیر ہوں اور وزارت ہم سے متعلق ہے۔ بخاری شریف میں یہ مقام حالات سقیفہ یہ کل واقعہ درج ہے جب کسی طرح اہل کی بات نہ چلی تو بالآخر انہوں نے یہ کہا کہ اب ہم سوائے علی مرتضیٰ کے کسی کی اطاعت نہ کریں گے۔ تاریخ کامل ابن اثیر کی جلد دوم میں صفحہ ۱۲۳ پر یہ سب قصہ درج ہے۔

روضۃ الاحباب یا کسی دوسری کتاب اہل سنت میں لکھا ہے کہ انصار بالاتفاق یک زبان ہو کر کہہ رہے تھے کہ مشرق تا بہ مغرب گرام است یا علی و آل ادماتا تمام است یہ رنگ دیکھ کر حضرت عمر نے ابوبکر کے ہاتھ پر حیت کر لی۔ انصار کی رائے سے بار خلافت جو علما اہل سنت نامقل تلاتے ہیں اوسمیں خرابی یہی تھی کہ وہ لوگ حضرت امیر کی خلافت پر رضامند تھے۔ اگر تجویز انصار حضرت امیر خلیفہ رسول تسلیم کر لئے جاتے تو حسب اتفاق اہل سنت اسلام بگڑ جاتا۔ اور قبیل مولوی خلیل احمد مندرجہ اوراق بالا جہاز اسلام کھڑے ٹکڑے ہو تا کہ کسی تختہ کا پتہ نہ لگتا۔ باتفاق است حضرت نے قریب ہر زمانہ وفات اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ میں تم سے حضرت ہوتا ہوں، تمہاری ہدایت سے لے کر ان اور اپنے اہل بیت کو چھڑتا ہوں اگر ان دونوں کی اطاعت کرو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے بسا تعجب ہے کہ نبی حکم باطاعت اہل بیت فرمائیں اور اہل سنت انصار کو علی کا نام لینے سے برہم زن امر اسلام سمجھیں۔ جو لوگ کہ انصار کی رائے کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر برا بھلا تے ہیں وہ یہ بھی تو فرمائیں کہ اگر انصار ملک اسلام کے حکم ہوتے یا علی مرتضیٰ مسند حکومت پر جلوہ گر ہوتے تو اسلام کو کیا نقصان پہنچتا کیا یہ بزرگوار طلال خدا کو حرام یا حرام خدا کو حلال کر کے مسلمانوں کو ایسے ہارستہ پر ڈال دیتے جو کہ باب حنبل اسلام کو نہ پہنچتا۔ میں اول بھی لکھ چکا ہوں اور بلا خوف اعادہ پھر لکھتا ہوں کہ تحفہ کے باب چہارم میں شاہ عبداللہ مشکوٰۃ شریف لکھتے ہیں کہ انصاریت اسے سر بھر کر فرمایا کہ ہا بعد میں لوگ علی کو پیشوا انو دین بنائیں گے۔ کاش کہ

اتفاق کر کے علی کو ہادی طہت بنالیں تو وہ ایسا راستہ تلاش کیا ہے کہ سب کو  
 کئے بلانے کریں کھائے پید ہے باب جنس پر پھرنے کے ہیں خواجہ صاحب نے  
 جواہر سنت کے جواب دعویٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ لوگ حضرت علی کی خلافت پر مجتہد رہے  
 اس واسطے دوات و قلم کے دینے میں اہمال فرمایا۔ مگر حسب صراحت اوراق اقبال  
 کتاب استیعاب کی جلد دوم صفحہ ۲۸۵ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عمر نے بوقت  
 وفات اپنے صاحبزادہ عبداللہ سے فرمایا کہ اگر ارباب شوریٰ نے علی کو خلافت کی واسطے  
 انتخاب کیا تو وہ مسلمانوں کو راہ راست پر لے چلیں گے اگر ان کی گروہ تلوار بھی رکھ دیا  
 تو راہ حق سے کبھی تباہ و نہ کر نیگے۔ تعجب ہے کہ جبکہ حضرت عمر ایسا سمجھتے تھے اوس کی  
 خلافت کے قیام میں لانے سے متوہم ہو کر حضرت کو کتابت سے روک دیوں مضمون  
 بالا سوائے رکتعاب استیعاب بروایت عبداللہ ابن عمر مستدرک حاکم و کنز العمال  
 علی متقی دریا ض النظر و طبقات ابن سعد و فتح الباری شیح بخاری میں بھی درج ہے  
 حضرت عبداللہ کی دانشمندی پر تعجب پیدا ہوتا ہی جبکہ اپنے والد بزرگوار سے بگوش  
 خود سن چکے تھے کہ علی سوائے سید ہی راہ کے کبھی دوسری سمت خلافت کو نہ لیجائیں گے  
 ان کی گردن اگر کوئی پھری بھی رکھ دیا تو خلافت حق نہ کریں گے پھر ایسے برگزیدہ بادی  
 کی سمیت سے اوصول نے کیوں انحراف کیا ایک لاکھ دینار لیکر نیرید کے غلام بنے  
 اور آقائے دو جہاں سے منحرف رہے۔ غالباً یہ اثر قرآن اول کی غیول کا  
 ہو۔ فقرہ سوم اگر آنحضرت جناب امیر کے نام پر خلافت لکھ جاتے تو بنی امیہ جو کہ ان کو  
 قیوم دشمن تھے بگڑ کر لو ارب بدست ہو جاتے اور ایسی جنگ ہوتی کہ روکے سے  
 نہ نکلتی بلکہ اہل سنت نے دورانیشی سے خاندان امیہ کو مورچہ  
 پر رکھا ہے تاکہ شیخین جو کہ قبیلہ بنی تمیم و بنی عدی سے ہیں دشمنان اہل بیت کے  
 راہ میں نہ آسکیں۔ واضح ہو کہ اسلام میں گو کہ قبائل عرب سے بہت قبیلے داخل  
 تھے۔ مگر اول میں چار سربراہ و رہنما ہوتے ہیں۔ اول بنی ہاشم جنہیں آنحضرت اور  
 ذکا خاندان داخل ہے۔ دوم بنی تمیم اس کا تعلق حضرت ابو بکر سیہی۔ سوم بنی عدی

یہ حضرت عمرؓ سے تعلق ہے چارم بنی امیہ اس باغ کے گل خوشننگ حضرت عثمان و میاویہ و یزید و مروان وغیرہ ہیں۔ قبیلہ نمبر ۲ و ۳ و ۴ ہمدگرد سید طیف یک جان و قسب لب ہو کر قبیلہ نمبر اول سے راہ مخالفت اختیار کئے ہوئے تھے بنی امیہ کی تو ایسی ٹھلی ہوئی عداوت ہے جس کا ذکر بہر کہ وہ کی زبان پر نہ آتا ہے لے چونکہ بنی ہاشم سے علی الاعلان جنگ کر کے اوس کو تباہ و برباد کیا لہذا عام طور پر اوس کو خلائی دشمن خاندان رسالت سمجھنے لگی ورنہ خاندان رسالت کے جیسے دشمن بنی امیہ تنحو وہی حالت تیم و عدی کی تھی صواعق محرقہ میں حجر کنی میں یہ کہ بنی تیم و عدی بنی ہاشم سے عداوت رکھتے تھے۔ سنو اے ازبس آزمبار کہ و نفعنا مافی صلہ و رحم کے تحت میں امام رازی نے تغیب کبیر کے صفحہ ۲۸۶ پر لکھا ہے کہ بنی تیم و عدی یعنی ابوبکر و عمر کے اجداد ایم جاہلیت سے بنی ہاشم کے ساتھ عداوت شدید رکھتے تھے پس خواجہ صاحب کا یہ لکنا کہ صرف بنی امیہ دشمن تھے غلط ہوا۔ قبائل سی قطیع نظر کر کے خود حضرت ابوبکر و عمر کی حضرت علیؓ سے عداوت دکھلاتا ہوں مولوی عبد اللہ صاحب حنفی لذب نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام الاعتصام السنۃ ہے اور وہ کانپور کے مطبع میں طبع ہوئی ہے اسکے صفحہ ۶۹ پر لکھا ہے کہ ابوبکر علی و فاطمہؓ کسیں رکھتے تھے پس حضرت محمدؐ کا اس خیال سے بنی کو دوات و قلم نہینا کہ بنی امیہ برگڑ جائینگے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ وہ خود اپنے حلیف قبائل کو دشمن اہل بیت تھے جو کام بنی امیہ نے کیا وہی بنی تیم ابوبکر و بنی عدی عمر سے روٹو ظہور لایا۔ بنی امیہ کو تو اپنی عداوت پانی و جنابت نفسانی کے ظاہر کریکا موقع زمانہ بعد میں ملا یہ سب سے اول جس نے بنی ہاشم کے گھر پر غضب ڈھائے وہ حضرت ابوبکر و عمر تھے۔ یہ دونوں بزرگ حسب مراتب بالا ہر اس حکم پر زمین کے گھرانے پر ہوا اتحاد الراء رہے ہیں۔ ملا حسین جن کا خطاب علامہ ہی اپنی شہرت تصنیف و تراسات اللیب مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ سیدہ کواریث نہ دینے میں ابوبکر برسر خطا تھے، حقیر ایک اور بات دکھاتا ہوں کہ جس سے ثابت ہو جائیگا کہ ہر سہ قبائل مذکورہ بالا ہمدگرد و ستارہ تعلقات رکھ کر بنی ہاشم کو مد مقابل ہی و دوات

و علم نہ دینے کے بارہ میں حضرت عمرؓ کو یہ عذر پیش کیا ہوا کہ بنی امیہ خلافت میں رضوی  
رضامند ہو کر پیش رکھنا ہو جائیگے۔ ایں خیال میں نے حضرت کو وصیت نامہ لکھنے سے  
منع کیا کیونکہ علی کو اپنے دادا نا اچھا مووں وغیرہ کا قاتل سمجھ کر نسل امیہ کی آنکھوں میں  
خون اوتر تھا اس سے لازم آیا کہ بنی تیم و بنی عدسی سے انکو کوئی عداوت نہ تھی غالباً  
قبیلہ مذکور کے لوگوں کو خیال ہو گا کہ ان دو قبیلہ والوں سے ہماری اصبا و کو کوئی ضرر نہیں  
ہو سکتا انہوں نے کسی لڑائی میں کبھی اپنی تلوار کو ہمارے ہزرگوں کے خون سے آلودہ نہیں  
کیا لہذا کو جب موقع ملا قومی محبت پیش نظر رکھتے ہوئے میدان جنگ سے الگ  
ہو ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہوئی کہ بنی تیم و عدسی کی خلافت کی وقت کسی اموی نے دم نہ مارا  
شکلفہ خاطر و خوش دلی سے بیعت کر لی۔ ہر گاہ حسی خیال عمر صاحب دینی لڑائیوں میں  
قتال کر نیوالے سے بنی امیہ ناراض تھی تو لازم تھا کہ انکو اب ذلیل و خوار اور تباہ و برباد کر کے  
کو آئندہ سر اٹھانے کا حوصلہ نہ رہتا مگر حضرت ابو بکرؓ نے تحت خلافت پر قدم رکھ کر مزید  
ایسرو سفیان کو ولایت شام والہ فرمائی۔ اور عمر صاحب نے اپنے عہد دولت میں اسکے  
کھائی معاویہ کو وہاں کا مستقل گورنر بنا دیا۔ شیخین نے اپنے زمانہ حکومت میں خاندان  
بنی ہاشم سے کسی کو کوئی عہدہ نہ دیا۔ حسنین شیر یغین کو کبھی کسی حصہ ملک کا عامل نہ بنایا علیؓ  
ایسے قتلے اور قتال عرب کو کبھی کسی لڑائی پر نہ بھیجا۔ تعجب کہ عہد بنی میں کل مقامات پر حبشیا  
جنگ خیبر میں رند علیؓ مصلح العجائب سے ظاہر ہو حضرت امیرؓ کے جانیوں  
مصلحہ فوجات فرشتوں کی ان پر جنگا حدیں رکھتی تھیں کہ لا سیف لا دوا والفقہاء  
جاری ہو۔ اور شیخین عثمان بھی کوئی جنگی خدمت انہوں نے بس سلاطین کا قاعدہ ہو کر جس شخص  
سے لڑائیوں میں نمایاں کام ہو تو ان سے حاکم عرب قلوب کفار پر اثر رکھے ہوتا ہی اوس کی عزت  
افزائی کرتے ہیں۔ اگر وہ بہادر و شہنشاہ پانچا ہا ہی تو ہر کہ صعبت شدید میں اوس سے امداد لینے  
میں چونکہ ابتدائی اسلام میں جبکہ مسلمانوں کو نہایت ضعف تھا اور حکم قرآن ایک مسلمان دوسرے  
کا فرد کے مقابل میں محکوم ہوا دیکھا گیا تھا۔ اُس پر خطر وقت میں علیؓ نے بزور زور و الفقہاء  
تو دوسرا ان عرب کو دبا دیا۔ صولت نبوت کو قائم کیا اطراف عالم میں دین محمدیؐ کا ذکر کیا گیا

اصل علماء ابن عربیان صریحاً ابطال الباطل را استوی الاسلام پر بیعت علی یعنی  
 علی کی توارنے پرست و بلندگو صاف کر کے اسلام کے لئے سیدھی منزل نکال دی  
 کفار کی ٹھکانوں میں وقار اسلام کو بڑھایا۔ سورہ برآۃ کی تفسیر پر چند لاکھ گفتگو بیان  
 وادیہ وری کیا سوائے سرداری کی کامیابی نہ ہو۔ ہر جگہ میں علمدار شکر رسول رہا  
 غایت جوا فردی و پر صگری سے شب بھرت محذو ش مقام پر رسول کی جگہ سوا۔ تعجب  
 ہے کہ ایسا بہادر و فلاح خلاق و ثلاثہ کے زمانہ میں گوشہ نشین و معطل شخص رہا ان واقعات  
 پر نظر کرنے سے ہر زمانہ و دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت عمر نے صرف بغاوت بنی امیہ  
 پیش نظر فرما کر دوات و قلم دینے سے انکار نہ کیا تھا۔ بلکہ بنی امیہ بنی تیم و عدی بھی مدد  
 مقنونی پر کمر بستہ تھے۔

سایح بغداد و شیح بیچ البلاغۃ کی جلد دوازدہم میں صفحہ ۵۱ و ۶۲ پر لکھا ہے کہ عمر صاحب نے  
 فرمایا کہ آنحضرت جو ش محبت سے بمقابلہ علیؑ ایسا کھ جاتے تھے جس سے معلوم ہوتا  
 تھا کہ وہ حق سے عدول کر کے باطل کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ ظلم و بلا جہت مذہب فیصلہ  
 فرمائیں کہ جو شخص جی کو حسب ملاحظت بالاسیجہ وہ کسی کا فرقے نزدیک بھی مسلمان نہیں  
 تسلیم کیا جاسکتا۔ مولوی وحید الدین خان صاحب سی المذہب قد تحقیق کے صفحہ ۱۶۱  
 پر لکھتے ہیں کہ جب حضرت بے طاقت ہو کر عازم دارالقرار ہوئے اذوقت عمر صاحب فرما  
 ہو گئے تھے ہاں جیت احضار دوات و قلم میں اومخوں کے انکار کیا حقیقت تھی حالت  
 واقعی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو ادب نبوت ہرگز نہ کرتے تھے صلح حدیبیہ کے وقت یہ الفاظ  
 صریح کہہ دیا کہ جیسا آج نبی کے دیکر صلح کرنے سے اونکی نبوت میں حکو شک ہوایا ایسا کبھی نہ  
 ہوا تھا۔ مولوی شبلی صاحب الفاروق میں لکھتے ہیں کہ عمرؓ کو اپنے ناشایستہ فعل پر اپنی  
 تلاوت ہوئی کہ اوسکے کفار میں روزہ رکھے کو اہل نہیں خیرات کی غلام آزاد کئے جو بے  
 ادبانہ گفتگو خلیفہ روم نے کی تھی اوسکو کتب ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ فتح الباری شرح  
 بخاری دہل بخاری مطبوعہ ممبئی صفحہ ۳۸۰ و منقح الفتوح و زاد المعاد شمس الدین ترجمہ  
 جلد دوم دایح النبوة صفحہ ۳۶ و ۴۷ و روضۃ الاحباب و الفاروق صفحہ ۵۲۔ اس جگہ

یہ بات ذکر کر دینے کے قابل ہے کہ سمیت رضو  
 مٹی جس کا ذکر قرآن پاک میں لفظ رضو اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجر  
 کے لفظوں سے کیا گیا ہے آیہ موصوفہ بالا کے متعلق پوری بحث حقیر کے رسالہ الآیات مطبوعہ  
 مقبول پریس دہلی میں موجود ہے یہاں ضرورت مقامی سے کچھ غلطیوں کی جاتا ہے۔ اکثر صحابہ  
 اور بالخصوص حضرت طلحہ کی عادت تھی کہ آنحضرت کو نذر کفار میں گھرا ہوا دیکھ کر انہی جان  
 بچانہ نظر کے سپرداں حرب سے نکل جایا کرتے تھے۔ بار بار کی گزیر پائی نے یہ تجربہ کیا  
 کیا کہ حضرت کو حکم باری پہنچا کہ ان لوگوں سے دوبارہ بیعت لیا اور شرط یہ قائم کر دی کہ  
 کفار کو ماریں گے یا لوگ بھاگتے ہوں گے۔ مریختہ کو میدان سے فرار دکر چنگے۔ غرض کہ ای بات  
 پر ایک بول کے دریخت کے نیچے یہ بیعت واقع ہوئی۔ مگر افسوس ہے کہ جن کی عادت  
 میں سیلاب دینی تھی وہ آلات حرب کی تالیش سے میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہے بغیر بیعت  
 توڑ کے جنگ خیم میں گرم ہو بیٹے ہو گئے۔ حضرت ابو بکر و عمر آگے آگے اور اہل عقل دین پیچھے  
 پیچھے حرب گاہ سے دور نکل گئے سو اسے حضرت امیر و مدین اس نبی با ثناء کے اور کوئی حضرت  
 کے پاس نہ رہا بعض روایات میں دس آدمیوں کا بھی حضرت کے پاس رہنا بیان کیا ہے۔  
 آپ نے اپنے ہم نامدار حضرت عباس کو حکم دیا کہ چچا صاحب آب بند آؤ زمین کسی قدر آتش  
 پر چڑھ کر ان کو غیرت کو غیرت تو دلوائے۔ حضرت عباس چچ چچ کر پار سے تھے کہ اس  
 مالین بیعت رضوانی یاد تو کر نہ تم نے کس اقرار پر بیعت کی تھی۔ کر زنج کے انہر سے ہوا پر  
 کب ہم کہتے ہیں مالک سننے چچا بھر کر نہ دیکھا۔ سب دہنے بائیں ہو گئے۔ دیکھو تالیق نہیں  
 جلد دوم چچا پہنچے صفحہ ۶۱۸ و شرح تجرید صفحہ ۱۰۸ و کتاب غزائی مرتبہ باقری یونق صفحہ  
 ۱۳۴ و رد المحتار صفحہ ۳۰۹ و معارج النبوة و غیرہ جنگ مذکور میں جو سداذ کبہ نکلتے  
 ہوئی اس میں غالب اثر حضرت ابو بکر کی بد نظری کا تھا۔ حضرت کے ساتھ ہار و ہزار مسلمان  
 تھے بغیر صاحب سہ ہریت پر کھسے ہو کر فوج کا محافظ کیا تو جہاد میں مارے جانے۔ سرخو رہند  
 کر کے فراموش گئے کہ کفار سے ہماری بیعت بدرجہا لازم ہے جسوقت سرگرم ہوئے سب کو  
 بکے چٹوئی طرح چما بایا گئے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جملہ حضرت کو بکیرہ لوم ہوا

سمجھو کہ لفظ پہلے ہوئے گھوڑے اور اڑتے ہوئے گھوڑے کو گرا دیتی ہے۔ حضرت  
 ابو بکر کی ہدف نری کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کے غلیظہ صاحب اور اس کے پیرو اور پیچھے تلوار لے کر  
 کفار دیکھ کر حصار بن النہوۃ صفحہ ۶۰ و تاریخ خیس قبلہ دوم صفحہ ۱۱۱ حضرت ابو بکر نے  
 اسلامی خون کی کثرت اور جمعیت کفار کی قلت پر نظر کر کے جو شکہ ان کا تھا جیسے آنحضرت  
 نے کراہت کی تھی وہ کراہت حضرت علی کی ذات تک محدود نہ رہی بلکہ خداوند عالم کو بھی  
 ابو بکر صاحب کا وہ تکبر ہوا کہ اس کا معلوم ہوا چنانچہ بارہ دہم میں بطور سہزنش جناب نری  
 ارشاد فرمایا ہے لَقَدْ نَصَرَكَ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ إِلَى آتٍ يَفِي بِوَعْدِهِ إِنَّكَ مَحْمُودٌ  
 اہل سنت سے موافق پرستاری مدد کی اور یہ مخصوص معرکہ جن میں جسکے تختہ بازی کثرت نے  
 تھکاؤ ناز و خنجر غار میں ڈالا تھا گروہ غزوات و غزوات سے کچھ کام نہ آیا۔ زمین باوصف ہونے  
 ہونے کے تیر تک ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تم میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہے بھاگتے نظر آئے۔ زیر  
 درخت جو بیعت کی گئی تھی انہیں یہ شرط تھی کہ جو لوگ وقاسے عہد کرے گا یعنی میدان جنگ سے  
 ہٹ جائیں گے وہ نعمات خداوندی سے بہرہ یاب ہونگے اور جو صاحب کثرت و جمعیت رہے وہ  
 کرینگے وہ غلاب الیم میں ہٹا ہونگے۔ بعد بیعت اول معرکہ خیبر پیش ہوا جس میں ایک مرتبہ حضرت  
 ابو بکر اور دو مرتبہ حضرت عمر علم لشکر لیکر قلعہ خیبر پر گئے۔ مگر برابر ناکام آتے رہے۔ اہل شکر  
 کو نواہر وہ اہل شکر کو نامزد ہلاتے تھے۔ چونکہ تین دن فرار لگتا رہتا تھا لہذا علماء اہل سنت  
 نے تحریر فرمایا ہے کہ عدم فتح مستلزم فرار نہیں مطلب یہ کہ شیخین معرکہ خیبر میں فراری نہیں ہوئے  
 بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے قلعہ خیبر فتح نہیں ہو سکا۔ بات تو ابھی بنائی تھی مگر افسوس ہو کہ اس  
 علی الصلوۃ والسلام کی حدیث نے ان کی بات کو بگاڑ دیا۔ باتفاق امت آنحضرت نے فرمایا ہے  
 لَکُلِّ يَوْمٍ فِي سَكُونٍ وَوُجُوْهِكُمْ كَرَاهِيَةً فَرَارِيَهُمْ۔ اگر شیخین نے بقول علماء اہل سنت فرار کیا  
 تھا تو آنحضرت نے اس قید کا کیوں اضافہ فرمایا۔ بعد خیبر معرکہ جن میں پیش آیا۔ اسیں شیخین  
 نے نمایاں کام کیا مگر بالاسطور بالا سے ظاہر ہے۔ اب حضرت مصنف اور ان کے بعد حضرات طلباء  
 سے عرض کیا جاتا ہے کہ ہر گاہ حضرت ابو بکر و عمر و عہد کر کے اپنے عہد پر قائم نہ رہے تو ان کو  
 یہ رضیوں کی بشارت نے کوئی فائدہ پہنچایا۔ یا کہ اُس عذاب کے تحقق ہو گئے جو ثبات قدم نہ رہنے

والو کو قرآن میں بتایا گیا ہے۔ اسے طلباء علی گڑھ اگر تم اس وقت کسی عالم میں جسکو اپنا پیشوا جانتے ہو وہ عدم کرو کہ ہم ہر حال میں آپ کے شریک ہیں اور پھر غفلت و غدر کرو تو اہل عقل کے نزدیک تم کس درجہ میں شمار کئے جاؤ گے۔ عام لوگ آپکو بدعہ کہہ کر پکاریں گے۔ ایسے ہی شخص کی نسبت خیال فرالینا چاہیے۔ حضرت عمر کو اُس واقعہ سے کچھ ایسی غیبتہ و سنگیر ہوئی کہ جس درخت کے نیچے بیٹ واقع ہوئی تھی اسکو چڑھ کر کھڑا ہوا اسلام کے ایک عظیم الشان واقعہ کی وہ درخت یادگار تھا۔ حضرت عمر کو مناسب تھا کہ اسکو قائم رکھتے بیچ و بیابان سے اٹھا کر لے کر حکم دے دیتے عام قاعدہ ہے کہ اگر کسی جگہ کو فی الواقع قابل یادداشت معاملہ واقع ہوتا ہے تو وہاں کے نشانات کو قائم رکھتے ہیں اور اگر اُس موقع پر کوئی نمودی چیز نہیں ہوتی تو از قسم عمارت کچھ بنوا دیتے ہیں تاکہ اسے دیکھنے سے آسانی ہو۔ معلوم کرتی رہیں کہ جگہ قلائ بات پیش آتی تھی۔ ملک عبس میں اکثر مساجد ایسی دیکھی جاتی ہیں جو کہ کسی معاملہ بزرگ کے واقع ہونے پر بنوائی گئی ہیں۔ میدان حدیبیہ کے درخت کا گٹھڑا چونکہ حضرت عمر کی فرد مطالع میں ایک نمبر کا اضافہ کر دیا لایا تھا۔ لہذا اہل علم و اہل عملی شہسب صاحب نے القاروق میں لکھ دیا کہ بھلا سے عرب کی نگاہوں میں وہ درخت کچھ ایسا مقدس قرار پایا تھا کہ خلافت راہ دور و دراز سے دیکھنے کو آتی تھی۔ بلکہ اوسکی پوجا پاٹ کرنے لگے تھے۔ عمر صاحب نے بخیال دفع شرک اسکو کٹوا دیا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس درخت سے کیا کرامت ظاہر ہوئی تھی جو خلائق اوسکے سامنے سرسجد ہوتی تھی۔ اگر فی الواقع ایسا تھا تو ماننا پڑیگا کہ قرن اول کے مسلمان جو کہ صحابہ و تابعین کی فرد میں مندرج تھے ایسے جاہل و کندہ و ناتراش تھے کہ خدا پرستی چھوڑ کر بول کے آگے ڈنڈوت کرنے لگے تھے۔ اگر وہ اس درجہ ضعیف الاعتقاد تھے کہ درختوں کے سامنے ماتھا ٹپکتے پھرتے تھے تو صرف قرن اول کی وجہ سے اوتکو بقول صنف اسلام کا اصلی مظہر کیوں سمجھا جائے اور اوتکی سیرت اوتکی رفتار و کردار پر کس لئے عمل کیا جائے۔ صاف سمجھ لینا چاہئے کہ قرن اول کے مسلمان جو کہ صحابہ رسول کو جلتے تھے یا تابعین میں داخل تھے مثلاً ہنود ایسا کچا عقیدہ رکھنے والے تھے کہ بجائے خدا پرستی درختوں کی پرستش



کرتے تھے۔ بات بچھا اور ہوتی ہے اور علما سے اہل سنت رنگ و دھار پڑھا دیتے ہیں  
 میں عرض سے حضرت عمرؓ نے اُس درخت کو کٹوایا اور سکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس  
 زمانہ میں جو رہبر و اوس طرف سے گذرتے ہوئے تھے وہ درخت نکور کو دیکھ کر کہتے تھے  
 ہونگے کہ یہاں شیرازی یہاں خیراتی یہاں اسکے میاں ڈھکے یہ وہی میدان تو ہے جہاں  
 حضرت عمرؓ آنحضرتؐ کے نبی برحق ہونے میں شک کیا تھا اور وہ بدوگ تاخانہ و سیہ  
 اور انہ کلمات حضرت کے سامنے کہے تھے۔ اور ماں وہ بیعت بھی تو اسی جگہ واقع ہوئی تھی  
 جسکو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ دیکھو وہ ببول کا درخت بولطرا رہا ہے اسی کے نیچے تو علم  
 خراہ بیعت کی گئی تھی۔ ہاے افسوس لوگوں نے حضرت سے عہد کر کے اپنے اقرار کا  
 کچھ لحاظ نہ کیا۔ اور اڑائیوں میں حضرت کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ پرچہ نویسوں نے حضرت دم  
 کو خبر دی ہوگی کہ حضورؐ کی گستاخی اور بیعت کی توڑ پھوڑ بھی تک اذیان غلامی سے دور  
 نہیں ہوئی۔ درخت کے دیکھنے سے روزِ ازل کی پذیر ہوئی ہے اس کا سنا سبنا نظام  
 فرمایا جاوے۔ بارگاہِ خلافت سے حکم صادر ہوا ہو گا کہ اُس درخت ہی کو کٹو لو جسکا وجود  
 واقعات گذشتہ کا یاد دلانے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نہ سمجھے کہ زمانہ آئندہ میں تاریخ نویس  
 اس معرکہ کو درج کتب کر کے قیامت تک لوگوں کو یاد دلانے پر بیٹھے اور قطع درخت کا اقرار  
 قریب لیں ہو جائیگا حضرت عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ لوگوں کو پھیلانے کے لئے ایو واقعات کے سننے  
 محو کرنے میں کوشش کیا کرتے تھے۔ جس سے کسی بات کا پتہ چلتا ہوا مظنون خاطر ہو تا تھا  
 صاحب قیامت اللغات لکھتے ہیں کہ جب کاغذات پر سال لکھنے کے لئے بحث پیش ہوئی تو بعض  
 اہل الزام نے یہ عرض کیا کہ اسلامی سال اُس تاریخ سے مقرر کیا جائے جبکہ مسلمانوں کو  
 غلبہ ہو کر کفار کی کمزوری تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اسکو پسند نہیں کرتا۔ جب سیر سامی کاغذ  
 پیش ہوئے سال غلبہ پر نظر کرتے ہی مجھ کو اپنے کفر کے زمانہ کی شکل یاد آجایا کی جیسے خیال کر کے  
 میں تادم ہوا کرونگا۔ ایسی بات بھلا دینے کے قابل ہے۔ جب حضرت امیر نے ابتدا سے  
 ہجرت سے اسلامی سال کی بنیاد قائم کی۔ اسی طرح ایک اور واقعہ ہے۔ غدیر مہر جب  
 آنحضرتؐ نے مولایت امیر المؤمنین کا اعلان فرمایا تھا۔ اسوقت حضرت بلالؓ

کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان کا جملہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کے لئے ہو۔ جب آپ کا زمانہ حکومت ہوا تو خیال فرمایا کہ جس وقت موزن علی بن ابی طالب پر چار کجا  
 لوگ سمجھ جائیں گے کہ اس کلمہ کا تعلق مخصوص بنیاب امیر ہے اور ان کی ولایت و وصایت  
 از جملہ اعمال خیر ہے لہذا آپ نے اس کو فضول اذان سے خارج کر دیا اور صرف صبح کے  
 لئے الصلوٰۃ خیر من النجوم کا اضافہ فرمایا۔ بعد وفات سرور عالم جب مدینہ کے لوگ حضرت  
 سیدہ کے گریہ شانہ روزی سے شکایت مند ہوئے تو حضرت امیر بیرون مدینہ معصومہ  
 کو بلوایا کرتے تھے آپ وہاں بلاروک لوگ اپنے پدر بزرگوار کو رو لیا کرتی تھیں۔ اس جگہ ایک  
 درخت تھا مغلطہ اس کے نزدیک سایہ کشیدہ کھڑی تھیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے غایت بیدردی  
 سے اسے یادگار کو کٹوا دیا۔ حضرت امیر و سنین و دیگر بنی ہاشم کے قلب پر اس قطع ہریدنے  
 کیا صدمہ پہنچایا ہو گا۔ ان المطروق قطع الشجر بدترین خلاف کلمے میں لہذا اس روز سے  
 باصطلاح شیعہ عمر صاحب کا نام قطع الشجر ہو گیا۔ چونکہ گفتگو اس بات پر شروع ہوئی تھی کہ حضرت  
 عیسیٰ فرمایا تھا کہ آنحضرت علیؓ کی محبت کے جوش میں اکثر جاوہ اعتدال سے تجاوز کر جاتے تھے  
 معاہدہ بیعت و قطع اشجار وغیرہ کا ذکر بطور جملہ معترضہ آگیا تھا لہذا پھر اصل مطلب کی طرف  
 رجوع کر کے کہا جاتا ہے کہ ایسا مطلق العنان و گستاخانہ ہمارے شخص جس نے بقول شیعہ حضرت کے  
 سامنے گستاخی کی اور کفارہ میں روزے رکھے نوافل پڑھیں اگر نبی کی نسبت کہہ دیوے کہ وہ  
 محبت علیؓ میں مرکز عدالت سے ہٹ جاتے تھے تو چندان قابل استبعاد نہیں ہو سکتا۔ حضرت  
 عمرؓ بھی عجیب شخص تھے کہ کناہ خود کریں اور گنہگار بنی امیہ کو نہیں لیں۔ اگر حضرت نے نبی کو وصیت  
 آخر لکھنے سے بطور جائزہ روکا تھا۔ تو لازم تھا کہ آنحضرت اپنی غلطی پر تنبیہ ہو کر فرماتے کہ بھائی عمر  
 خدا تمہارا بھلا کرے اگر تم عقل سے کام لیکر انجام دینی نہ کرتے تو میری نافرمانی اندیشی ہستی اسلم کو  
 ثوبہ دیتی۔ میں علیؓ کو ضرور وظیفہ کرتا اور بنی امیہ تذبذب عدوت سے ماہ مخالفت اختیار کرتے۔ مگر  
 بخاری و دیگر صحاح و تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت اپنی عقل پر تادم نہیں ہوئے۔  
 بلکہ عمرؓ و راویوں کے دوستوں کے شور و غیب سے ایسے دلتنگ ہوئے کہ بعد غضب فرمایا کہ تم لوگ  
 میرے پاس سے اٹھ جاؤ مٹی کے سائے شور و غل مچانا مجھ کو اتنا کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت

طلبہ کو اختیار ہے نبی کی اطاعت کریں یا عمر کی جو کہ حضرت کے آخری حصہ حیات میں تازیانہ  
 (مخموہو اعانی) لکھا کہ حجرہ طاہرہ سے برآمد ہوئے تھے۔ اگر بنی امیہ ہی دشمن اہل بیت  
 ہوئے تو قہیم عدی کا خاندان کبھی اور ان افعال کا مرتکب نہ ہوتا جو کہ زمانہ خلافت میں اولیٰ  
 ظاہر ہوئے۔ سب سے اول جو شہداء خاندان نبوت پر گذرے گو کہ حضرت عثمان غنی امیہ  
 کے لکھیا اور رموزی سردار او نہیں ہو جو دتھے۔ مگر اصل ظلم کرنے والے حضرت ابو بکر اور اُن کے  
 شیر و وزیر حضرت عمر تھے۔ سیدہ ارث پدری سے زمانہ شیعین میں محروم کی گئیں روزانہ  
 قاطعہ پر انھیں کے اوقات حکومت میں آتش افروختہ ہوئی۔ دختر فنی نے انھیں کے لئے عدم  
 حضورنی جنازہ پر وصیت کی چند واقعہ پر انھیں کے خوف سے قبر سیدہ کے نقاشات قائم  
 کئے گئے۔ حضرت علی بیت کرنے کے لئے انھیں کے وقت میں مجبور کئے گئے جس کو ان محمد سے  
 بخلاف حکم قرآن انھیں حضرات نے ضبط کیا۔ حسب مراحات جمع بین اصحاب انھیں کے دو حکومت  
 میں لوگوں نے حضرت امیر سے روی تو جو پھر الی جس سے تنگ و لاچار ہو کر ابو بکر سے صلح  
 کر لی۔ انھیں دونوں بزرگوں کے عہد دولت میں امیر المومنین گوشہ نشین رہے بنی  
 امیہ کو انھیں حضرات نے خاک مذلت سے اوج عزت پر پہنچایا وغیرہ وغیرہ۔ بنی امیہ کے  
 مظالم تو زمانہ عثمان سے شروع ہو کر ایسے ناستناہی ہوئے کہ جن کا اثر اب تک ہوا رہے معلوم  
 کتب تک رہیگا۔

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ بعد رسول صحابہ حق سے عدول کر کے حد وظلم پر  
 پہنچ گئے تھے انھوں نے اہل بیت نبوی پر وہ سخت زیادتی کی کہ چمکے سننے کا کوئی قلب تحمل  
 نہیں کر سکتا قریب ہے کہ دیر جو ش میں آئیں۔ آسمان پھٹ جائیں زمین تخت الشری پر پہنچ  
 جائے۔ ایسے صریح ظلم خاندان نبوت پر کئے گئے کہ اونکی گواہی دینے کے لئے جمادات نباتات  
 زبان بجا کیجئے انتہا ہے کلام۔ کوئی وقت ایسا نہیں گذرا کہ جس میں تابعین نسل قہیم و عدی و  
 امیہ نے دست ظلم و قہیم آستیں کیا ہو اول او سکے حقوق ہا مال کئے۔ اعزاز خاندانی کو برہا  
 کیا۔ بیمار بنا کر گھر میں بٹھا دیا۔ آئندہ جو سلطان ہوا وہ پھلے باوشا ہو سکے روز ناچ و دیکھ دیکھ  
 کہ جو وعدہ کی گئی تھیں میں بے تعداد کو لے جھونکتا رہا۔ تا ایک نہ نوبت بے تفسیع نفوس پہنچی جس کو

قتل کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس کے مقابلہ کے اوکھڑا نے ثقات مشاہد کے مدد سے  
 میں پوری قوت اسلامی دکھلائی۔ جبکہ ائمہ کا زمانہ نکلا اور انھوں نے اپنا اپنا طبعیت اس  
 طرح نکالا کہ عامہ مخالفین کو من کیا کہ اہل بیت نبوی پر جو ظلم واقع ہوئے اونکو زبان پر نہ لائے  
 ان کے مزار مقدس کی نقل نہ بناؤ اگر ایسا کرو گے بت پرست ہو کر مر و گے۔ اس باب میں کتابیں  
 لکھی گئیں اشتہارات شائع کئے گئے اخبارات میں (بدعات محرم کی) سرخی دیکر عام ضامین نکالا  
 جاتے ہیں۔ عدالتوں میں تنفیث ہوتے ہیں کہ اس کو چھپنے سے طریق نہ نکالی جائے حضرت  
 عباس علیہ السلام کا علم نہ اڑھا یا جاوے۔ مشک میں تیرہ لگا یا جاوے۔ ان سب باتوں کے  
 محرک وہی لوگ ہوتے ہیں جو قبائل خلاف متکبر و بالا کے نام پر جان فدا کر نیوالے ہیں۔  
 اندریں حالت کیونکر قیاس ہو سکتا ہے کہ صرف نبی اسیر کی وجہ سے عمر صاحب بنے روات و قوم  
 نہ دینے میں دور اندیشی سے کام لیا تھا۔ اور سنیہ حضرت عائشہؓ تو قبیلہ بنی تمیم کی نور نظر اور  
 جگر گوشت تھیں انکو تو کوئی عداوت آل ہاشم سے نہ کرنی چاہیے تھی۔ مگر محمدؐ نے ایسا غما  
 طبعیت نکالا کہ قیامت تک یادگار عالم رہے گا۔ حضرت علیؓ کی خلافت سے یہاں تک نا راض  
 ہوئیں کہ لشکر جبرائیکر میدان جنگ میں تشریف لائیں۔ بیس ہزار مسلمانوں کا خون منظمہ  
 کیونچہ سے عرب کی کنگریوں میں مل گیا۔ اس پر صبر نہ آیا۔ امام حسن علیہ السلام کو نانا کے پاس  
 دفن نہ ہونے دیا۔ اونکی نقش مبارک پر تیرہ لکھ مسدود ہو یا۔ اہل سنت حضرت عمرؓ کی سوج  
 سے چھپیں کہ حضورؐ نے تو صرف نبی اسیر کو حضرت علیؓ کا بوجہ قتل کفار دشمن بتلایا تھا۔ ائمہ  
 المؤمنین کے کس عزیز کو قاتل کفار نے قتل کیا تھا جس کا خونہا لینے کو وار ویدار کج زار  
 ہوئی تھیں۔ محمدؐ و مہ سبیاں کا مزاج کچھ عجیب قطع کا واقع ہوا تھا۔ تہذیب الطبع اور سلیم المزاج  
 مستورات کا قاعدہ ہے کہ اگر اپنے بطن سے اولاد نہیں ہوتی یا زاد ولد سے لمبوی ہو جاتی  
 ہے۔ تو محض خیال بقا سے نام شوہر اسکی اولاد سے محبت کیا کرتی ہیں۔ جو کہ خداوند کی زوجہ  
 اوئی سے ہو۔ مگر انکی ہمیشہ علیؓ کی جناب سیدہ سے ہی معصومہ کو اتار بیچا یا کہ بالآخر  
 اونکو وصیت کر نی پڑی کہ مادنا مہربان جنازہ پر نہ آئیں ایسی پیر حسد محورت شایہ ستام  
 عالم میں کوئی ہو جیسی کہ معتبرہ موصوفہ بالا تھیں۔ کتاب فیوض الرضا مولفہ محمد رضا علی یاری

میں نے اس طرح بتا دیا کہ میں نے سطر اول پر لکھا ہے کہ روایت مسلم بخاری مالک احمد و ترمذی  
 میں حضرت عکرمہ و شاکبہ دوم و بیہق پہلے انور تانہ نمبر اول آئے ہیں مسلم بخاری احمد ترمذی و بیہق  
 میں آئے ہیں حالانکہ میں انور دوم و بیہق دوم، غلامان حضرت عائشہ خورشیدی میں کہ جب ناموریدہ بیہق  
 خدیجہ سے عائشہ صاحبہ کو جھٹاتا تو آتش حسد میں جل بھٹکا اور نگے دانا واد کی مٹی اور نگے نواسہ سے  
 جو کچھ بھی عداوت کر تیش تھوری تھی۔ بی بی تمیم کی ایک صاحبزادی کا حال تو معلوم ہو گیا بی بی عدی  
 کی عداوت کا ملاحضہ فرمائیے۔ حضرت عمر کے دو صاحبزادے ایک عبد اللہ و دوسرا عبید اللہ  
 مشہور عالم ہیں۔ اول نے حضرت امیر کی بیعت نہ کی اور نہ ہند کی غلامی کا فائدہ اپنے گلے میں بھی ڈالا  
 اور نہ گراں لہر نہ کو بھی بھجایا خون دلایا کہ حاکم شام کے بیٹے کی بیعت سے علاحدہ نہ ہونا چاہیے  
 وہ ہمارا امام اور سردار دینی ہے۔ دوم نے حضرت معاویہ کے شریک ہو کر جناب امیر علیہ السلام  
 کے مقابلہ میں تلوار اور مٹھی۔ فرجام کاراوسی گردہ کے مقتولین میں داخل ہوئے۔ حضرت  
 عمر کی روح مقدس سے سوال کیا جاتا ہے کہ حضور نے تو نبی امیر کی ولایت پیش نظر فرما کر  
 آنحضرت کو دو امتداد و تامل نہ دیا تھا یہ دوم راور ایک عورت کہاں سے دشمن پیدا ہو گئے جنہوں نے  
 بی بی امیر سے پھل ہی پہنے تلوار کا ڈورا کھول دیا۔ پس حضرت عمر نے اگر خیال پر فاش بی بی امیر  
 حضرت کو وصیت نامہ نہ لکھنے دیا تو یہ کیسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ صحابہ  
 صحابہ و کچھ نہ کہ جنکو حضرت امیر سے تعلق نیاز مندی تھا اور جملہ قبائل عرب اہل بیت سے  
 نفرت تھے۔

فقہ چہارم۔ اس میں شک نہیں کہ صحابہ نے حضور کے جسم سے غفلت کی مگر اسکو پہلے  
 پر عداوتی نہیں کہتے ایمانوں نے روح اسلام پر احسان کیا اور وہ احسان گویا خود حضرت  
 کی ذات پر تھا گویا کہ آنحضرت اسلام کی روح تھے۔ ہر گاہ صحابہ نے جسم رسول کو یکے بعد  
 دوسرے چھو کر اختلاف میں اتھاگ فرمایا تو اسکو اہل سنت نے غفلت کے ساتھ کیا  
 تھم گئے۔ یہ تو عین ہوشیاری۔ یا باری تھی۔ درباب تعین خلیفہ پر غفلت کہ آنحضرت نے  
 کبھی کسی اور فرد گناہت نبوی کی تھی۔ اے اہل اصلاح کردی۔ طلباء و زعماء ملاحضہ فرمائیں  
 کہ ان کے اہل مذہب منقصت کو کس خوبی سے مہل بہ تعریف کرتے ہیں۔ ایسا بھاری

الزام صحابہ کی ذات سے اس پر جو صورتی کے ساتھ اٹھایا گیا۔ اولاً یہ کہ رسول ہی پر اس کا کھرا  
 اگر رسول پاک اپنی زندگی میں انتظام خلافت فرما جاتے تو صحابہ کے مرہون سنت نہ ہوتے  
 اور باب وانش اس موقع پر عقل خدا داد سے کام لیں۔ کہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کے  
 روح اسلام پر احسان کیا یا کہ اسلام کی روح کو اس طرح کھینچ لیا جیسا کہ قابض ارواح  
 کھینچ کر لے لیتے ہیں۔ اور اسی ابتداء میں مسیحیہ اعداء میں مرحوم و شمس العلماء اندر احمد و  
 علامہ شہرستانی کے اقوال و درباب خلافت جو لکھے گئے ہیں اور سب کا خلاصہ یہ ہے  
 کہ باعث اختلاف و مصحف اسلام خلیفہ ابو بکر کی خلافت ہوئی جس کو مسلمانوں میں بیحد  
 مسئلہ خلافت پر ہوئی ایسی کسی مذہبی معاملہ پر نہیں ہوئی۔ بسا تعجب ہے کہ جو چیز اندر  
 معزز ثابت ہوئی ہو اس کو خواجہ صاحب موصوف بالابا عقدا اہل سنت ابو بکر کا روح اسلام  
 پر احسان کرنا ظاہر فرماتے ہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب پنی مایا ناز کتاب طرہ الکرار میں  
 لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں وحدانیت و نبوت و قیامت کے متعلق جزوی اختلاف ہے  
 جو کوچہ ان قابل نظر نہیں ہے۔ البتہ مسئلہ خلافت میں سخت مخالفت ہے۔ اگر حضرت ابو بکر  
 و عمر نے تجویز خلافت میں کوئی بے اعتیاطی نہیں کی تھی تو مسلمانوں میں یہ بے عزتانی  
 کیوں ہو گئی۔ حضرت عمر کا یہ ارشاد کہ بیت ابو بکر فلتتہ بین بے سمجھے ہوئے عواقب امور پر  
 نظر ڈالو واقع ہو گئی تھی، خدا نے اس کے شر سے مسلمانوں کو بچایا۔ اگر آئندہ کسی شخص نے مثل  
 ابو بکر حصول خلافت میں جسارت کی تو واجب القتل سمجھا جائیگا (کس بد میں شمار ہوگا۔  
 دوات و قلم کے متعلق کہا گیا ہے کہ عمر صاحب نے بڑی گہری اور دقیق نظر سے کام لیا کہ انھیں  
 کو ثابت کرنے سے روکا تھا بالکل خلافت ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ گہری نظر یہ تھی کہ جو شخص  
 کفار بنی امیہ علی سے گراں خاطر رہے ہیں۔ اگر حضرت نے خلافت کو ان کے نامزد کر دیا تو  
 آتش خداوت بھڑک کر خرمین اسلام کا دانہ دانہ جلادگی اور ابو بکر کو اس واسطے لایق  
 مسند امانت سمجھا تھا اگر انکی جانب سے کسی کی طبیعت میں کہ ورت نہ تھی دینی الزامیوں  
 میں چونکہ انکی تلوار کاٹھی سے باہر ہو کر سپر فرماست، یہ قتال نہ ہوئی تھی اندر مقتولین بدر و  
 کے خویش و اقارب ان کو بہ نگاہ محبت دیکھتے تھے۔ جب خلافت کے لئے ایسے شخص کی ضرورت

کسی کو کہہ کر آپ واقعات کھار کی آنکھوں کا تار ہوا اور وہ بوجہ عدم قتل کھار ابو بکر کو  
 تو خیر خلیفہ اول کی خلافت کو شہرہ پر جہاں سوز کیوں بتلایا گیا اور اس طریقہ سے قیام  
 خلافت زب بدن کر نیوالے کو واجب القتل کیوں سمجھا گیا۔ اگر حضرت ابو بکر واجب القتل  
 تھے تو حضرت عمر ان سے بدیعہ اولی قابل ہنر لگے جاسکتے ہیں کیونکہ حضرت ابو بکر نے فدا  
 کے حکم سے خود کو نہیں باندھی وہ غریب تو حضرت عمر و ابو عبیدہ جراح کے ہاتھ پر بیت  
 کرنا چاہتے تھے راغمانہ اودی میں شیخ نے اس واقعہ کو لکھ دیا مگر عمر صاحب نے  
 زبردستی اونکے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اسلام علیک یا خلیفہ رسول اللہ کہہ دیا۔ اگر جلدی  
 میں بے سوچے سمجھے انجام کار پر بلا نظر کئے ہوئے ابو بکر خلیفہ ہو گئے تھے تو یہ تمام مظہر  
 عمر کی گردن پر تھا اللہ فادہ کشتی و گردن زدنی تھے۔ واہ یہ عجیب انصاف ہے خود کو خلیفہ  
 بنائیں اور پھر اونکے لئے سزا سے موت تجویز کریں۔ ارباب تمیز اس موقع سے سرسری  
 نگذریں کچھ رک کر نظر کریں۔ عمر صاحب نے خلیفہ اول کی خلافت کو فتنہ کی چنگا سی  
 کیوں بتلایا تھا۔ نبی اسبہ و دیگر سہان جنکے اقربا و غنی لڑائیوں میں جنم کا ایندھن بن  
 تھے وہ تو ابو بکر صاحب کو پسند ہی کرتے تھے اور ان کی خلافت سے بچاے خود خوشدل  
 تھے کہ اونکے عزیزوں کے قتل کا دھبہ خلیفہ اول کی تلوار پر نہ تھا پھر وہ کون سبب تھا جسکی  
 بد نظر فرما کر خلیفہ دوم نے ایسا ارشاد فرمایا تھا۔ یہ جملہ جناب امیر علیہ السلام سے علاقہ  
 رکھتا ہے۔ جنہوں نے کبھی ابو بکر و عمر کو نبی کا جائز جانشین تسلیم نہ فرمایا۔ بلکہ حسب مذاہب  
 بخاری و سلم دونوں کو جھوٹا ہے ایمان دغا باز گنہگار سمجھتے رہے۔ بیعت پر انھیں سے جھگڑا  
 ہوا۔ بقول شاہ صاحب مندرجہ تختہ زبیری و فی ہاشم انھیں کے گھر میں معزولی ابو بکر  
 کا مشورہ کرتے تھے۔ آگ انھیں کے گھر پر لانی گئی۔ ابوسفیان نے انھیں سے کہا تھا کہ اگر  
 آپ اپنا تلف شدہ حق اس پورے (ابو بکر) سے لینا چاہیں تو ابھی مابینہ کو سواران جنگ  
 ازما کا جولا گھاہ بناووں۔ تلوار و مکی چمک سے خیم آفتاب کو خیرہ کرادوں۔ پس حضرت  
 عمر کو یہ کٹھکا تھا کہ اگر علی رضی اللہ عنہ تلوار لے کر آمادہ قتال ہو جائے تو سواد بیہوشہ میدان  
 بنا ہو جاتا حضرت عمر کا یہ نظریہ صحیح تھا۔ اگر حضرت امیر اس وقت برسر مجاہدہ ہو جاتے اور ابو بکر

کو تخت خلافت سے اتارنے میں ذرا بھی کوشش کرتے تو خلافت کریہ کا تار و پود برباد  
 ہو جاتا۔ حضرت امیر خرواہیاب کرتے کہ نحر بان اسلام کی بنیاد اوکھاڑ دیتے مگر اپنے لئے  
 چند موانع نشید دیتے تھے جنکو میں نے بہت تفصیل و تصریح سے رسالہ مشعل ہدایت مطبوعہ  
 مقبول پریس دہلی میں بیان کر دیا ہے اگر اوسوقت جنگ ہوتی تو وہ ظاہری مسلمان  
 بنکندہ لوگوں میں نورانیان پورے طور پر مستقر نہ ہوا تھا اور جو کہ جہاد اسلام حضرت امیر سے  
 بوجہ قتل کفار خاصہ کئے اور حضرت ابو بکر سے بوسنگی رکھتے تھے۔ مرند ہو جاتے اور  
 اسلام کا نام دنیا سے اٹھ جاتا۔ اس واسطے آنحضرت نے خلیفہ ابو ذر رضوان اللہ  
 تعالیٰ علیہما و حضرت امیر سے حسب تصریح اوراق اول فرمایا تھا کہ بعد ہمارے بدعت  
 لوگ ام اسلام کے مالک ہو کر خلافت کو ہدراہ کر دینگے مسلمانوں کو چاہیے کہ اول شیطانی  
 سے جنگ نہ کریں۔ بلکہ انکی ناداجب حرکات پر صبر و صکوت کر کے استقلال سے کام  
 لیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے  
 بوقت رحلت جناب امیر سے وصیت کی تھی کہ یا علی بعد از من بیسے کرو بات تو خود  
 رسید باید کہ ولنگ نہ شوی و چون مینی کہ مردم دنیا را اختیار کرد نہ تو بین را اختیار  
 کنی و راہ صبر پیش گیری (یا علی متقی نے کنز العمال میں لکھا ہے کہ حضور پر نور نے بعد  
 افسوس فرمایا کہ یا علی جب لوگ مالی میوات کو بوجہ کار بانیگے اور دین فد اکو تباہ و برباد  
 کر دینگے۔ اوسوقت تم کیا روش اختیار کرو گے۔ اپنے جواب دیا کہ میں اوس چیز ہی کو چھوڑ  
 دوں گا جس پر وہ ولادہ ہو گئے۔ اپنے و عادی کو خدایا تو علیکو توفیق دینا کہ اوسوقت میرے کام  
 بھرا شدہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر نے ابو بکر صاحب کے خلیفہ بنانے میں جلدی سے کام لیا اور  
 اس پر نظر نہ ڈالی کہ اگر صاحبان اتفاق تناور ہو کر کھڑے ہو گئے تو پھر کون سے بیروت بنے گا۔  
 حضرت عمر نے اس موقع پر بڑی فرزانہ کاری کی کہ ابو بکر کی سجاوت پر یقین میں خلافت کو  
 قبول نہ فرمایا۔ بلکہ اس بات کو سمجھ کر کہ جو کچھ فساد ہو گا بوجہ خلیفہ ہونے کے ابو بکر سے متعلق  
 رہیگا اوس بزرگ کے سر پر الدیاء برائے نام خلیفہ وہ رہے اور نظام مملکت انکے ہاتھ میں  
 رہا۔ جب خلافت کو استقلال ہو گیا اور نظام کسی نے مخالفت نہ کی تب مرتے وقت خلیفہ



صاحب سے قرآن خلافت اپنے نام لکھا لیا۔ عاقل لوگوں کو یہ خیال فرمانا چاہیے کہ حضرت  
 ابو بکر صاحب کے خلیفہ بنانے میں دوح اسلام پر احسان کیا یا کہ اسلام کی روح  
 تخلیل کر دی۔ کمال تعجب ہے کہ رسول صلعم اپنے صحابہ سے یہ فرمائیں کہ بعد میرے شیاطین  
 مسلط ہو کر پامال کرن گشت اسلام ہو گئے اور اہل سنت اون غارت گرد و نکوحسن روح سلمانی  
 سمجھیں جاننا اور سمجھنا چاہئے کہ اسلام کے طبقات میں وہ حکومتیں گفتگو و طبقہ شیعہ  
 کہتا ہے کہ اگر بعد نبی پیغام حدیث تعلین و سریت سفیدہ و دیگر اشادات آنحضرت حضرت امیر  
 حاکم اسلام ہوتے تو کوئی انتظام نہ بگڑتا۔ اسلام حسب مرضی خدا و رسول چلتا۔ دوسرا طبقہ  
 اہل سنت کا کہتا ہے کہ علی کی خلافت سے عام ناراضگی محیط عالم ہو جاتی اور چونکہ دین خدا کی  
 بددیں اون سے نمایاں کام بطور پذیر ہوئے تھے بایں سبب بددین و خیر و اخلاقیات  
 کے قتل شدہ کفار کے عزیز و قریب جو کہ اب باغ سلمانی کی رو سو نہ تفرج کناں چل پھر  
 رہے تھے اون کے زیر حکومت رہنا پسند نہ کرتے۔ ابو بکر اک مرج و مرجان شخص تھے نہ اونھوں  
 نے کبھی کسی کافر کو مارا نہ خود زخمی ہوئے۔ نسل کفار کو اون سے کوئی شکایت نہ تھی  
 سب کافروں کی ذریت نے خوشدلی سے اون کی خلافت پر اجماع کر لیا۔ اسوجہ انتظام  
 اچھا رہا۔ حضرات اہل سنت کو اسپر بڑا ناز ہے کہ خلافت ابو بکر پر مسلمانوں کا اجماع ہو گیا تھا  
 اور وہ سب اہل حق و معتمد و سوار قوم تھے۔ مگر واقعات بالا زبان حال کہہ رہے ہیں  
 کہ خلافت ابو بکر پر رضامند ہو نہ والے وہ لوگ تھے جن کے دل قتل شدہ کفار کی محبت میں دھوکے  
 ہوئے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ لوگ اہل حق نہ تھے اون کا شمار عوام الناس میں تھا، انھیں  
 ہر دو حکومت ہاے متذکرہ بالا سے ایک حکومت حضرت ابو بکر کی واقع ہوئی۔ عقدا کو دیکھنا چاہیے  
 اس سے اسلام کو فائدہ پہنچا یا نقصان۔ میں بطور فہرست ایسی چند باتیں طلباء کے  
 سامنے پیش کرتا ہوں جن کا وقوع محض حضرت ابو بکر کی خلافت سے ہوا۔ اگر مصروف الصد  
 خلیفہ بنوئے تو ایک بات بھی پیدائسوتی۔

دعوت اون امور کی جو کہ بلا حکم خدا و رسول ابو بکر کے خلیفہ ہونے سے واقع ہوئے  
 (۱) اگر حضرت ابو بکر صلعم فرماے کہ نہ حکومت نہ ہوتے تو فلک آل محمد سے نہ نکلتا اور حضرت

- امیر کو مع حشیں وقوف بہ پر گواہی دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔  
 (۲) واگداشت فذک پر جو ابو بکر نے وثیقہ لکھا تھا ابو سکون عمر چاک نہ کرتے۔  
 (۳) جناب سیدہ غصبناک ہو کر ابو بکر سے ترک کلام نہ کرتیں۔  
 (۴) حضرت ابو بکر و عمر جناب امیر علیہ السلام کو سفارشی بنا کر غلو تقصیر کئے دروازہ سپاہ پر نہ جانے۔  
 (۵) حضرت سیدہ ابو بکر سے یہ نہ کہتیں کہ میں برنار کے بعد تیرے لئے نفیس کیا کروں گی۔  
 (۶) ابو بکر و حضرت عائشہ جنازہ سیدہ برائے سے نہ روکے جاتے۔  
 (۷) چند جگہ حضرت فاطمہ علیہ السلام کی قبر نہ بنائی جاتی۔  
 (۸) حضرت عمر فاروق کرامت نشان معصومہ آگ نہ لیجاتے۔  
 (۹) حضرت محسن شکم مادر میں شہید نہ ہوتے۔  
 (۱۰) خمس کے بندہ ہوجانے سے سادات ابو بکر و عمر کو خالی پیٹ پانی پی کر نہ کوستے۔  
 (۱۱) حضرت ابو بکر و ام ہو کر خلافت سے استعفاء نہ دیتے۔  
 (۱۲) حضرت امیر و عائشہ صاحبہ سے کوئی جنگ نہ ہوتی۔  
 (۱۳) ہزار ہا اصحاب نبوی و تابعین منجانب فریقین نوالہ خیر و خیر نہ ہوتے۔  
 (۱۴) اسلام میں کوئی گروہ نواصب و خوارج نہ کہا جاتا۔  
 (۱۵) حضرت عمر خلیفہ اول کی خلافت کو امرنا گمانی اور کاشیطانی جلا کر عطا کی نظر سے اقبال خلافت کو نہ گراستے۔  
 (۱۶) حضرت ابو بکر بخلاف سنت رسول عمر صاحب کو خلیفہ بنا کر مرتکب بدعت نہ ہوتے۔  
 (۱۷) حضرت عمر کے شکم مبارک میں ابو لولو چھری نہ مارتے۔  
 (۱۸) قرآن مرتب کر وہ حضرت امیر المومنین نظر خلافت سے مخفی نہ رہتا۔  
 (۱۹) ابتداء خلافت ابو بکر سے تا ویر عثمانی جسکی مدت تقریباً بیس سال ہے اسلامی دنیا قرآن موجود سے جو کہ عند الشنیہ صحیح اور جمع کردہ عثمان جو محروم نہ رہتی۔  
 (۲۰) حضرت عثمان خلافت تنزیل ترتیب قرآنی نہ کرتے۔  
 (۲۱) ابو ذر بنہ سے نہ نکالے جاتے۔ عامر یا سر کو عثمان غلاموں سے نہ پٹواتے۔

(۲۷) حضرت عثمان غفرانہ کی جبین چھٹ میں ابن مسعود کی ہڈی نہ توڑے۔  
(۲۸) ہزار قرآن علانیہ نہ جلانے جاتے۔

(۲۹) حضرت عائشہ عثمان صاحب کو خطاب محرق القرآن دیکر اونکے قتل پر لوگوں کو باہم الحاح کر رہا تھا (الحاق المصاحف) آمادہ نہ کرتیں۔

(۳۰) حضرت عثمان شہادت نہ پاتے۔

(۳۱) اونکا لاشہ غریب پر پھینکا جاتا۔

(۳۲) کتے اونکی ٹانگ توڑ کر اپنا پیٹ نہ بھر۔

(۳۳) حضرت امیر علیہ السلام کو ابن ابی نعیم شہید نہ کرتا۔

(۳۴) امیر معاویہ روگیر بنی اسیر ملک اسلام کے الگ نہوتے۔

(۳۵) خلائیہ بیروں چھ سلمان خاندان نبوت کو گالیاں نہ دیتے۔

(۳۶) معاویہ صاحب حضرت امیر سے برسر خفا نہ ہوتے۔

(۳۷) امام حسن علیہ السلام جنگ وناچار ہو کر سلطنت سے علیحدگی اختیار کر کے گوشہ نشین نہ ہوتے۔

(۳۸) امام حسن علیہ السلام کو معاویہ نہ ہرنہ دلاتے۔

(۳۹) عائشہ صلح حدیبیہ امام موسیٰ بن جابر کے جنازہ پر تیر نہ چلو اتیں۔

(۴۰) امام حسین علیہ السلام بھوکے پیاسے شہید نہ ہوتے۔

(۴۱) وہ خاندان نبوت قدس بنی بنکر و بربر نہ پھرا پھرتا۔

(۴۲) وہ کوہ قلم میں لشکر پریدر جیل نہ برساتا۔

(۴۳) مسجد رسول میں گھوڑ سہ بانہ سے جاتے۔ اور محمد بن مسلم ابن عقیل نہ رہا اصحاب کو مار نہ ہیں نہ تیغ نہ کرتا۔

(۴۴) حضرت امام سلمہ زونہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر لشکر زید نہ ہوتا۔

(۴۵) مدینہ میں ایک مسجد بنائی گئی تھی جس سے لشکر زید نہ کر کے ولد احرام لوگوں سے مدینہ کو آباد نہ کرتا۔

- (۴۱) سلمان خان کبیر میں عید کر ملائیم مشایب نوش لفرماتے۔
- (۴۲) میرزا بیت سلم و بخاری حضرت امیر ابو بکر و عمر کو کاؤب وغاور و ناس و غلام نہ جاتے۔
- (۴۳) حضرت ابو بکر و عمر و اشعیم کو بعد نماز چنگانہ شیعہ الفاظ معلومہ سے یاد کرتے۔
- (۴۴) ایک اسلام تتر فر تو پیر تقسیم ہو کر بہتر دوزخ کا کھولتا ہوا پانی نہ پیتے۔
- (۴۵) شیعہ یوسفی باہم عقد و مواصلت کرنے سے زبرد کے جاتے۔
- (۴۶) خلیفہ بلا فصل پر کوئی جھگڑا نہ ہوتا۔
- (۴۷) یہ جرم معانہ تعزیر و عظم عورت اہل سنت اپنے شوہروں کے نکاح سے کل کر بلا تجرید عقد بچے جن کر اولاد و حرام سے گو و نہ بجز تیں۔ وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔
- یہ چند باتیں بطور اختصار دکھلائی گئیں۔ اگر شیخین خود دہری سے سند رسول پر قدم نہ رکھتے۔ اور حضرت امیر اور اونکی ذریت فرمانروا ہوتی۔ اور شیخین وغیرہ مثل دعا یا اولاد کے تابع حکم ہوتے تو ممبرا سے مذکورہ بالا سے ایک بات بھی پیدا نہ ہوتی۔ خلفاء نے بجزوئی حق داران اصل چند روزہ حکومت کر کے وہ تخم فساد بویا۔ جو کہ جھگڑ کی گھاس کی طرح ہمیشہ اڑ گندا رہیگا۔ عقلا سے زمانہ تدابیر کی کھربا سے کتنا ہی پھیلےں مگر جو کو کوئی مدد نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیشہ تروتازہ رہی ہے اور تا ظہور قائم آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام رہیگی۔
- حضور قوت روحانی و شمشیر زبانی سے تمام مذاہب باطلہ کا استیصال کئی فرما کر فرما دیا اور کھار کر پھینک دیں۔ اور وقت موائے صاحبان حق کے کوئی مذہب باطل دنیا میں قائم نہ رہیگا۔ ہر بانی فرما کر حضرات طلباء رب ترک محبت خاندانی و حبشہ مذہب آبائی اصلاح عاقبت پیش نظر رکھ کر غور فرمائیں کہ جس بزرگ کی خلافت انہی حرامیوں کا باعث ہوئی ہو۔ اوکی سیرت پر عمل کرنا کب فائدہ رساں ہو سکتا ہے۔
- ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کر لیں کہ آنحضرت کو وصیت نامہ نہ لکھنے دینے اور جسم اطہر کو بے حق چھو کر شریف میں جماؤ کرنے سے حضرت ابو بکر و عمر نے روح اسلام پر احسان کیا۔
- یہ جسم اسلام میں بہتر قسم کے ورد پیدا کر کے فرض مرگ پر گرا دیا۔ علما سے اہل سنت حضرت ابو بکر و عمر کی ہر امت میں قوت و اصحہ سے ہزار ہزار باتیں بناتے ہیں۔ مگر چونکہ

میں حضرت جبرتی ہیں ایک کی بھی وقت نہیں رہتی۔ خطا کی بھائی نورانی یہ ایسا سیاہ  
 ترانہ لکھے کہ یہاں تیراب لگاؤ کاربو لک صابون سے صاف کرو کر ممکن نہیں کہ وہ  
 چھوٹ سکے۔ حضرت خواجہ نظامی صاحب نے تنبیہ کا عرضی اور سینوں کا جواب  
 کو خلافت کو رکھ دیا۔ مگر فیصلہ آخر نہ سنایا۔ تاکہ لوگ معلوم کر لیتے کہ فریقین میں کون پر  
 سر راستی ہے امانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہدایت خواجہ صاحب یہ حقیر اک مختصر  
 تصنیف نامہ لکھ کر نتیجہ سے طلباء و دیگر شائقین کو اطلاع دیدیوے۔

### حیصلہ برائی تقریر خواجہ صاحب

مقدمہ مرتبہ خواجہ صاحب یہ نظر کرنے سے واضح ہوا کہ شیعہ کے جملہ اعتراضات اپنی  
 صحابہ و باخصوص حضرت ابو بکر و عمر کا جنازہ نبی کو چھوڑ دینا خواجہ صاحب کا حضرت کو  
 و دات و قلم نہ دینا۔ اور ابو بکر کے سر پر تاج خلافت رکھ دینا سب کچھ تسلیم ہے۔ ہر  
 اعتراض کو مانکر حضرات اہل سنت جو جواب دیتے ہیں وہ حسب توہمات بالا کسی  
 طرح قابل قبول نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اعتراضات کو مضبوط کر نوالے ثابت ہوتے  
 ہیں۔ و دات و قلم کے نہ دینے میں جو پرغاش بنی امیہ کا عذر کیا گیا ہے۔ بالکل فضول  
 معلوم ہوتا ہے۔ ابو بکر و عمر نے اہل بیت کے ساتھ جو قبل از دوہ بنی امیہ عفو انیا  
 کہیں وہ افعال بنی امیہ سے بدرجہا برسی ہوئی ہیں۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ بنی امیہ  
 کو شیخین نے قوت دیکر اس درجہ پر پہنچایا کہ وہ اہل بیت سے برسر مقابلہ ہوئے۔ نہ ابو بکر  
 و عمر تنقیف میں خاندان نبوت سے حکومت نکالتے نہ عمر کہ کر بلا واقع ہوتا۔ چنانچہ زمانہ  
 سابق کے کسی شاعر نے کہا ہے کہ یہ شخص سوال از داناؤں کو بگو کشتہ شمشین کہا  
 گفت اندر سقیفہ اش کشتند۔ بہر دنیاے جیفہ اش کشتند۔ علی ہذا کفن و دفن کی جہ  
 پرواہی میں جو عزت پیش کئے ہیں وہ بھی لا حاصل ہیں۔ لہذا شیعہ کو ڈگری و بیانی ہی  
 اور عام طور پر شتم کیا جاتا ہے۔ کہ شیخین نے جو عمل کیا وہ کسی طرح محمول بہ نیکو غرض  
 نہیں ہو سکتا۔ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی ہیبت پر کبھی عمل نہ کرے۔

مدعیان اختیار رکھتے ہیں۔ کہ تاوقوع روز قیامت اون لوگوں کی خدمت میں دی ہدیہ پیش کرتے رہیں جس کی قابلیت انھوں نے ہم پہنچائی تھی۔ بارگاہ خداوندی میں بعد از عذر عرض کرتے رہیں۔ کہ اونکے لئے۔ ایسا مقام تجویز کیا جائے۔ جو کہ مذہب حق میں خیرانی دلائے والوں کے لئے کار خاد قدرت میں ودیعت کیا گیا ہو۔ مدعا علیہم میدان مشرق میں چونکہ قسری دست اور برہنہ بدن ہونگے۔ خیر و ہر جہد عیان کا نقد وصول ہونا ناممکن ہوگا اس لئے عدالت حکم دیتی ہے کہ اونکے اعمال خیر و شل و نظام و خیرات مبرات مثلاً اگر کبھی کسی کو کچھ خیرات دیا ہو یا کسی بھوکے کو کھانا کھلایا ہو۔ یا مسافر کو روزہ راہ دیا ہو۔ یا کوئی مسجد اور کنواں اور سرائے بنائی ہو۔ یا کسی دروازہ کی دس ٹیکری کی ہو یا کسی کو سزا سے موت سے بچایا ہو جیلخانہ سے قیدی کو کچھ طایا ہو۔ وہ سب ضبط کر کے اس کا ثواب مدعیان کے نامہ عمل میں درج کیا جائے۔ مگر اجر ایڑی کی تسلسل کرے مثل داخل و فقر۔ یکم مئی ۱۹۱۷ء۔

چونکہ صفحات ابتدائی میں بحث اس بات پر ہوئی ہے کہ حضرت ابو بکر نے خلافت قرآن حدیث مسی بہ نحن معاشر الانبیاء۔ خود تراش کر جناب سیدہ علیہا السلام کو محرم از ترکہ پدری کیا تھا۔ لہذا ادھر او دھر چکر لگا کر پھر اسی مقام پر آتا ہوں۔ تاکہ طلباء علی گڑھ کو حقیقت معاملہ پر پوری اطلاع ہو جائے۔ علامہ ذہبی تذکرۃ الصالحین جلد اول کے صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں ان الصديق جمع الناس بعد وفات نبيه فقال انکم تختلون عن رسول الله الى اخره یعنی حضرت ابو بکر صدیق نے اصحاب کو بعد وفات نبی جمع کر کے فرمایا کہ آپ صاحب جو حضور پر نور کی احادیث بیان کرتے ہیں انہیں اختلاف ہوتا ہے۔ ایک کچھ کہتا ہے تو دوسرا اس کے نفیض مضمون لاتا ہے۔ آپ ص ۳۲ کے بیانات میں جب اس وجہ اختلافات ہوتے ہیں تو آئندہ زمانہ میں جو نبی ستانی احادیث نقل کریں گے۔ اون میں کیا کچھ مناقض نہ ہوگا۔ لہذا مناسب ہے کہ حدیث رسول بیان کیا کرو۔ اگر تم سے کوئی مسئلہ دریافت کرے تو کہہ پا کرو۔ کہ ہمارے تھارے در بیان کتاب اللہ ہے اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔ حدیث رسول پر مثل

ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے) حضرت ابو بکرؓ کا حدیث رسولؐ سے اپنے قلب سے  
ہو گئے تھے کہ اونکے پاس جو مجموعہ احادیث تھا۔ جسکی تعداد پانچ سو تک تھی۔ اونکو نامتبر  
بجھکر پھونک دیا دیکھتے ہوئے انکے حفاظ مذکورہ بالا کا صفحہ (۵) دانشمند لوگوں کو اس جگہ  
چند باتوں پر نظر کرنی چاہیے۔

تفصیل احادیث نبویؐ میں جو حضرات بعد ابو بکرؓ اختلاف کرتے تھے وہ سب قرن اول  
کے مسلمان تھے۔ چنانچہ حضرتؓ کی صحبت میں شرف یاب ہو کر لقب پہنچا ہے تھے۔ مجملہ  
ادوں کے کچھ مجموعے ہو گئے اور کچھ بچے مصنف صاحب فرماتے ہیں کہ قرن اول  
کے نامتبر لوگ اپنے تھے جس بلائے اختلاف میں آج کل مسلمان مبتلا ہیں۔ وہ دین  
بلیات سے بری تھے۔ اونکی پیروی ہر مسلمان زمانہ حال کے لئے موجب فلاح  
آخرت ہے۔ تعجب ہے کہ مصنف اونکو ایسا ستورہ صفات بتلائیں اور ابو بکرؓ کی  
ادھر تیرا دھاری سے خائف ہو کر باب حدیث کے بند کرنے میں کوشش کریں۔ اور  
اپنے مجموعہ احادیث کو جن میں اونکے نزدیک بعض بھی ہو گئی جو لے میں کوا لویا  
مسلم احمد بن حنبلؒ اور شافعیؒ والا حضرت عثمانؓ نے کلام خدا کو مع تفسیر رسولؐ جلویا اور  
ابو بکرؓ صاحب نے احادیث پھونک کر رضو کے لئے گرم پانی کرایا۔ مع جس نے  
جو کام کیا قابل انعام کیا: علماء اہل سنت کو یہ بات تسلیم ہے کہ ابو بکرؓ عمرؓ سے  
بائیں قلت احادیث نقل ہوئی ہیں۔ بلکہ دوس گیارہ تک کا گئے والا پچھو بی شمار  
کر سکتا ہے۔ اس قلت کی وجہ یہی ہے کہ دونوں صاحبوں نے احادیث رسولؐ کو  
لوح قلب سے محو کر دیا تھا۔ سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ احادیث  
کو غیر معتبر بھی اسد رتبہ جانتے تھے کہ اپنے ہم عصر صحابہ کو احادیث رسولؐ نقل کرنے  
سے روکا۔ خود محنت کر کے جو بیاض تیار کی تھی اونکو پھونک دیا یہ حال میں قرآن  
ہی کو مقدم سمجھا۔ تو پھر سیدہ نے جو آیات پیش کی تھیں اونہیں کیا خرابی تھی جو حدیث  
معاشرہ الانبیاءؑ سے سب آیات کو باطل کر دیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے  
ذخیرہ احادیث میں محض سخن معاشرہ الانبیاءؑ کو صحیح اور بطل آیات قرآن سمجھ کر باقی بچہ کو

غلط باور کر کے دیاسلانی و کھلائی اس موقع پر جبکہ یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے  
 کہ جس حدیث کو حضرت ابو بکر نے صحیح سمجھ کر ابطال آیات قرآن کی جسارت کی وہ حدیث  
 خاندان نبوت کی نگاہ میں کیا اقتدار رکھتی تھی فصیح کا لیں ہے وانکو العباس و علی و فاطمہ  
 حدیث منی معاشرا کا دنیاہ الخ یعنی حضرت عباس و جناب امیر و حضرت سیدہ حدیث  
 پیش کردہ ابو بکر سے انکار کر کے فرمایا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت تم سے اسکا بیان  
 کو میں جبکا کوئی تعلق ابو بکر کی وراثت سے نہیں ہے۔ اور ہم سے نہ کہیں کہ جبکہ اس  
 وراثت سے خصوصیت ہے۔ حضرت پر لازم تھا کہ ہیکہ آگاہ کر دیتے کہ ہمارے متروک  
 میں لغت وراثت نہ ہو گا۔ حقیر جناب حضرت سے بعد ادب پر چلتا ہے ورحالیکہ حضرت ابو بکر  
 کے اجماع میں ابو بکر کی قرآن پاک حدیث ہے و تمت بخش ہوتی ہے تو بخاری شریف  
 صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ و شریف و غیر ہاتوا حضرت کے زمانہ سے ڈیڑھ سو برس یا  
 کچھ زیادہ مدت کے بعد ترتیب پذیر ہوئی ہیں اور یہ کیونکر اختیار ہو سکتا ہے اگر جناب حضرت  
 عامل جنت بکر ہیں اور طلبہ کالج کو بھی اویسی رنگ میں رنگا چاہتے ہیں تو اسیر علی  
 ہاں میں کرسی پر بیٹھ کر پہلے بخاری و مسلم و دیگر صحاح کو پھر بھاڑ کر جلالین و ابن ابی  
 بیس قرآن چھوٹ کر سیرۃ عثمان کی مطابقت کا ثبوت دے اور وقت ہم سمجھیں  
 کہ جناب سیرۃ خلفاء کی پوری اطاعت کرنیوالے ہیں۔ فی زمانہ پنجاب میں جو ایک نیا  
 فرقہ اہل قرآن کا نکلا ہے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اور ان کے کلام  
 سے نفرت کرتا ہے غلاماؤں پر حضرت ابو بکر کے خیالات کا اثر پڑا ہے حضرت ابو بکر  
 و عمر کے باہم چونکہ دوستانہ ربط تھا انہما علیہ اول سننے اپنے زمانہ خلافت میں  
 اور یہ قول عمر کو قوت دی جو کہ بوقت طلبہ داشت و و ات و قلم بردار شاہ نبوی انہوں  
 نے فرمایا اتحاد مبنی کا تپاں میں علامہ مذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مذکورہ بالا کے صفحہ ۱۶ لکھا ہے  
 کہ نوارج حدیث کو نہیں مانتے (مسناب الشیخ) پر و کا عمل ہے معلوم ہوا کہ ابو بکر و عمر  
 صحیح خارجی تھے صرف خارجی ہی نہیں بلکہ خارج کا دادا ان کو لکھتے ہیں اور فرقہ اہل قرآن  
 بھی گروہ خوارج سے ہے۔ بہر حال حضرت طلبہ پر ظاہر ہو گیا کہ ابو بکر کے خیال میں



احادیث کی کوئی وقعت نہ تھی اور اسی لیے اقبالی کی وجہ سے انہوں نے اپنے محبوب  
 اور اہل بیت کو بھونک دیا تھا افسوس ہے کہ حدیث دین مباحثہ الانبیاء، جلالتہ کی  
 کاش یہ بھی بھونک جاتی تو خلیفہ صاحب کی جان عزیز کشا کسی میں نہ پڑتی طالب علموں کے  
 سامنے اک اور بات پیش کرتا ہوں جس سے ثابت ہو جائیگا کہ در واقع سلب وراثت  
 کی حدیث پیش کرنے میں ابو بکر برسرِ راستی نہ تھے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جن کا  
 ذکر اور پرچکا ہے رسالہ ہدایۃ الشیعہ میں لکھتے ہیں جبکہ سیدہ ابو بکر سے تارک کلام نہیں  
 تو وہ اونکے گھر پر گئے اور ناک ناک رگڑی کہ آپ مقدسہ فکر کی ناراضی کو مبدل برضا  
 مندی کرو دیوں مگر انہوں نے خلیفہ صاحب کی بجاہت پر کچھ اعتناء نہ کیا۔ صاحب  
 مدارج النبوة زیادہ صاحب تحفہ لکھتے ہیں کہ ابو بکر و عمر تیز و صوب اور تپتے ہوئے نہیں  
 ورنہ سیدہ پر گئے اور حضرت علیؑ کو اپنا شیخ بنایا کہ باہم صلح و صفائی ہو جائے و پٹی  
 بھریرا محمد صاحب کتاب مہمات الامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ فاطمہ بڑی ہندی اور ہنسی  
 طبیعت والی تھیں۔ ابو بکر نے چہرہ خوشامد کی ناک بھی ٹکائی مگر وہ کسی طرح سہیجی  
 نہ ہوئیں ابو بکر جو ہری کتاب السیفہ میں لکھتے ہیں کہ جب ابو بکر سے فاطمہ بختیہ ہو کر  
 بیمار ہوئیں تو وہ اونکے پاس گئے اور اپنا بریت کے غدرات پیش کئے بجاواب سیدہ نے  
 کہا کہ میں تم سے کبھی کلام نہ کروں گی۔ مصنف یا تمیز اور طلباء ہر و لغز طبیعت پر زور دیکر  
 سوچیں کہ اگر سیدہ حسب توجہات علماء سنیہ نہ کورہ بالادعوی خلافت شرع دار  
 کرتے سے تاہم پوشیمان تھیں اور بکوش نفسانیت بقول فیصل احمد صاحب فیہ لوگوں کے  
 حقوق میں انہوں نے دست برد کرنی چاہی تھی اور ابو بکر کے دامن پر نا انصافی کا کوئی دھم  
 نہ تھا تو حضرت ابو بکر نے یہ تعب کیوں گوارہ فرمایا کہ وہ ڈرتے بھاگتے مانتے لوگوں کو نہ دینی  
 بناتے پھر سے مشاہدے میں آ رہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اذیت و نقصان پہنچا تو اور  
 صدہ سیدہ قریب المرگ ہوتا ہے تو شخص اول الزکر کرنے والے سے کہا کرتا ہے  
 کہ آپ میرا قصور صاف فرما دیجئے کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابو بکر باقرؑ کی  
 ایسی بی بی کے پاس حضورِ عالم کے لئے کیوں گئے جو کہ غرط حجاب و ندامت سے دربارِ فکر

اور مثل او کے دیگر وراثت میں لب کشا ہونے سے توفیق پر محال تھی حضرت ابو بکرؓ بنوی کے بیچ تھے اور کچھ فیصلہ پہ پہلو سے دامن انصاف میں ڈھکا ہوا تھا اور لوگوں کی طرف سے لاقی ہوئی تھی کہ فلان قانون خداوندی مقدمہ دائر کر نوالے شخص کے آگے ناک درگزنے اور ماتھا لکھانے گئے تھے دنیا میں ہر حاکم سے ایک خرق کو جس کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے کچھ نہ کچھ بخیلی ضرور ہوتی ہے مگر آج تک نہیں دیکھا گیا کہ کوئی مجسٹریٹ یا جج یا قاضی کسی فریق مغلوب کے گھر جا کر غدر خواہ ہوا ہو۔ اس موقع پر مولیان ابو بکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ فی الواقع حضرت ابو بکرؓ کو کوئی فعل خلاف انصاف واقع نہ ہوا تھا وہ بہر حال بری الذمہ تھے۔ جس قدر وہ بال تھا وہ برگردن فاطمہؓ تھا مگر انہوں نے رسول کی بیٹی کا احترام نہ نظر فرما کر یہ تصدیق اٹھایا تھا۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ اگر خلیفہ صاحب کو فاطمہ علیہا السلام کی ایسی فاطمہ داری تھی تو لازم تھا کہ بروقت رجوع و جوی ایک جگہ کر کے اصحاب سے کہتے کہ سنو بھائیو قبل از اسلام ہم ایسے ذلیل و خوار تھے کہ کسی شمار میں نہ آتے تھے ابتدائی زمانہ میں کفار کے مظالم برداشت کرتے رہے ابن ربیعہ نے جو میرے ساتھ حرکت کی تھی آپ صاحبو پیر مخفی نہیں باور نہ تو عوام و تارک و پختے بکھوت نے اس زور سے کشتکاری کی تھی کہ دو دو لاشت گریس سر میں پڑے ہوئے ہیں) باخبر مصنف نے بھی سیرت کے صفحہ ۱۰۹ پر تسلیم کیا ہے کہ ابو بکرؓ کو کفار نے اتنا مارا تھا کہ سر چس جگہ ہاتھ رکھا جاتا تھا وہ ان کے بال الٹک ہو جاتے تھے) ہجو جو قدر و منزلت جاہ و ثروت ملا یہ سب فاطمہ کے باپ کی بدولت حاصل ہوا آپؓ دیکھا ہے کہ یہ لڑکی آنحضرتؐ کی پیاری و رایہ حیات تھی حضورؐ اس کی تعلیم کو کھڑے ہو جاتے تھے بجائے فرس اپنی عبا کو بچھا دیتے تھے اس کی ایذا کو اپنی ایذا اور رضامندی کو خوشنودی فرماتے تھے ناز پروردہ ہونے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں ایک نوع کی نہت اور خند واقع ہو گئی ہے۔ کتنی ہے کہ آنحضرتؐ حکم آئیے ذاتی پر وائے ذات و اقدار با حقہ فاک جھکو پیر کر گئے ہیں چار گواہ علی حسنین و ام امین گواہی میں پیش کرتی ہیں منجھ او نکلے علی ایک مرد اور ام امین ایک عورت اور حسنین دو بچے ہیں جلی گواہی بوجہ تابانی قابل سماعت نہیں علاوہ بریں ان لوگوں کے لئے سزا ذاتی کا یہ بھی ظاہر و بے غیب

ہے مقدمہ بہہ غاصح کر دیا تھا اب صاحبزادی صاحبہ فرماتی ہیں کہ ہر گاہ ہر تھارے  
 نزدیک صبح نہیں ہے تو میرے باپ کا رہا جسکی میں تنہا وارث ہوں۔ کچھ گلیات  
 بھی ثبوت وراثت میں پیش کرتی ہیں مجھ سے جو تنہائی میں حضرت نے حدیث ارشاد فرمائی تھی  
 وہ انبیاء کے لئے وراثت کے لینے اور دینے دو دو گونہ منع کرتی ہے اور منقطعہ جو آیات  
 و کلمات ہیں ان کا صاف منشا یہ ہے کہ ہر اولاد اپنے باپ کے مال کی وارث ہوتی ہے  
 چونکہ حکم عمومی یہ ہے کہ ہر شخص کے مقابلہ میں اس کے باپ دادا عزیز و قریب کے حقوق  
 پر نظر کر دین مراعات کے تمہارے نزدیک وہ مستحق سمجھے اور نہ رہا تو نکلوانکی اولاد  
 کے ساتھ مل میں لاؤ صاحبزادی صاحبہ کے پدر بزرگوار نے جو شفقانہ بلکہ مہربانہ برتاؤ  
 ہمارے ساتھ کیا ہے اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ صاحب اجازت دیں اور اپنے  
 حقوق سے دست کش ہوں اور مجھ پر طعنہ زنی نہ کریں تو مقدمہ میں ڈگری عیدوں پر اب  
 خلیفہ صاحب اگر تمام اصحاب یک زبان ہو کر کہتے کہ ہم اپنے حقوق سے دست کش  
 نہ ہونگے ایک دو بیگہ زمین یا پانچ چار کھجور کے درخت ہوسکتے تو صبر کی سہل کلیجہ پر  
 رکھ لیتے لاکھ سوا لاکھ روپیہ کی آمدنی کا علاقہ ہم کیونکر چھوڑ بیٹھیں اگر ایسا ہوتا تو کل  
 اصحاب زیر الزام آسکتے تھے تنہا حضرت ابو بکر کی ذات مقدس پر ناظرین کا قائم نہ ہوتا  
 مگر افسوس ہے کہ خلیفہ صاحب نے کسی سے مشورہ نہ لیا اور نہ ہی اصل فذک سے ایک حبیہ  
 کبیکو دیا۔ داخل خالصہ کر کے سب کو اپنے زیر تصرف فرمایا۔ ایسا ہی عمر صاحب نے  
 کیا۔ عثمان صاحب نے مراحم ضررانہ سے اپنے ساتھی مرواں کی جاگیر میں داخل کر دیا۔ عمر  
 ابن عبد العزیز نے خوف خدا کر کے اپنے زمانہ میں فذک ان محمد کو واپس کیا جسکو عبد الملک  
 نے ضبط کیا اور سکے بعد ابو العباس نے واپس کیا جو کہ منصور عباسی نے لے لیا پھر حمدی  
 منصور مفلح نے سلطنت سے علیحدہ کر کے سادات کو دیا۔ سوئی ہادی نے پھر لے لیا  
 ماموں رشید کے زمانہ میں چوتھی مرتبہ واپسی ہوئی اسوقت ایک شاعر نے چند اشعار لکھے  
 جو کہ تاریخ مستح البلدان میں درج ہیں مطلب اونکا یہ ہے کہ بڑی خوشی ہوئی کہ دنیا  
 حق اربوں رشید نے انکو ویدیا۔ خلفائے ابعد نے فذک سادات کو واپس کر کے فلاح کو کھلا

کہ قلعہ اولیں نے ناظر بنایا تھا اس کا محل ابو بکر صاحب کا حق تعالیٰ کے لئے دروازہ  
 سیدہ پر جاننا اور حضرت امیر کو شفیق بنانا اور موصوفہ کا پر غضب رہنا صاف بتلہا رہا ہے کہ  
 ابو بکر فیصلہ دینے میں راجح پر نہ تھے۔ اسے طلباء ذی وقار میں کما ننگ نسا میں بکریہ  
 لکھ لکھ کر اپنی قوت نظری کو کشاؤں میں بزرگ کی ہیبت پر قدغن ہونے کے لئے ذیہ اسلم  
 مصنف نے آپ کو آنا دیا ہے اور اسکے ایمان کو حضرت امام ابو حنیفہ نہایت کمزور بتلاتے ہیں  
 تاریخی بعد اور مولفہ خطیب بغدادی صحاح و تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ امام موصوف اہل  
 نے فرمایا (ان ایمان ابو بکر الصدیق و ایمان ابلاس و الحد) یعنی ابو بکر اور شیطان کا  
 ایمان ایک قسم کا ہے۔ طلباء راہ زہد کر سکتے ہیں کہ شیطان کا ایمان کما ننگ درجہ و فاضل پر  
 جائز تھا اور سے جلالت ربوبیت کا کچھ لحاظ نہ کیا اپنے نامی اور آدم علیہ السلام کے خاکی  
 ہونے کو دلیل میں لاکر حکم خداوند سے انکار کیا جو لوگ کہ امام عظم کو اپنا امام مذہب جانکر  
 زمرہ متقدمین میں داخل ہیں اور پلازمہ یہ کہ بطاعت ارشاد امام خود حضرت ابو بکر شیطان  
 کے ایمان کو ایک ترازو کا تکرار ہو گئیں۔ اسے افکوس مصنف نے اور طلباء کو جنہوں نے  
 آغوش باد چھوڑ کر کسی درگاہ مذہبی میں تعلیم نہیں پائی پہلا سبق انگریزی کی ابتدائی  
 کتاب (کنگ پائلٹر) میں (اے۔ بی۔ سی۔ ڈی ایچ جی)۔ اوتکے سامنے ایسی تصویر  
 پیش کی ہے جو کہ بعض الوجہ شیطان کی صورت سے مزین سلوکات حاصل کر ہوئی ہے  
 جھکوا سید نہیں ہے کہ فخر بر خیر سے سبق حاصل کر کے کوئی عاقل طالب علم یہ حرق کو جو کہ  
 شیطانی فوٹو سے ملتا جلتا ہوا ہے اپنی کوٹھی کے نمائشی کمرہ میں آویزاں کرے۔ و اقصی  
 بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر آن حضرت کو سچائی نہ جانتے تھے۔ اسلام چھوڑ کر کفر کفر  
 پسٹھ جانا اور ان کے نزدیک کوئی ناگوار بات نہ تھی۔ شعلہ ہدایت مطبوعہ مہول پریس ہلی  
 میں حقیر نے واقعہ اید کیا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا ہے کہ جب سلمان سو بغرار ہوئے اور  
 حضرت امیر کے کوئی شخص انحضرت کے پاس نہ رہا اور شیطان نے آواز دی کہ (قد قتل محمد)  
 یعنی محمد قتل کئے گئے۔ اس بعد اے شیطانی کو صبح باور کر کے ابو بکر و عمر نے کہا کہ حضرت  
 قتل ہو گئے اس امام کا خاتمہ ہو گیا چلو اپنے پڑاے بھائی بنو۔ اس سے ٹوٹا ہوا رشتہ

چنانکت پھر ٹولو حبیب السیر و طبری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹ اور الفاروق کے صو  
 دم پر لکھا ہے کہ انس نے حضرت ابوبکر و عمر سے کہا تھا کہ حضرت قاتل ہو چکے اب لوگ  
 زندہ ہو کر کیا کرو گے میدان جنگ میں جا کر کفار کو قتل کرو یا خود مر جاؤ مگر دونوں بزرگوار  
 گھٹنوں میں گر دیں وے رہے سواے سکوت کچھ جواب نہ دیا۔ غرض کہ جب عام طور پر  
 یہ بات معلوم ہو گئی کہ حضرت زندہ ہیں اور جناب امیر علیہ السلام نے جنگ کو فتح کر لیا  
 تب مغروین واپس ہوئے بسند امام احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ جب حضرت ٹر لو کر  
 لشکر میں آئے تو روستے تھے اور حضرت علی سے کہتے تھے ہکو مخانی دیجئے جناب امیر  
 غرما یا کہ آپتویہ کہتے تھے کہ محمد قتل ہو گئے اپنے پہلے دین کی طرف پھر جاؤ غلیفہ دوم نے کہ اگر  
 حضور بیٹے تو یہ نہ کہا تھا البتہ بھائی ابوبکر کی زبان پر گھڑاٹ میں یہ کلمہ کفر جاری ہو گیا تھا  
 خدا سے پاک اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے وما محمد الا رسول قد خلت من  
 قبلہ الواصل الخ یعنی محمد اور کچھ نہیں ہیں مگر رسول ہیں اگر وہ مر گئے یا قتل ہو گئے تو کیا تم  
 یہ حضرت کرا بیسے ہی کافر ہو جاؤ گے جیسے کہ پہلے تھے۔ سبحان اللہ کلام اتنی کی یہ کیسی نہر  
 ہے جس نے اپنا پورا اثر دکھلادیا۔ تفسیر کشاف و تفسیر جیناوی شریف میں لکھا ہے  
 کہ جب احد میں مسلمان بھاگے تو بعض نے کہا اگر محمد رسول ہو تے تو برگز قتل نہ کئے  
 جاتے اپنے پڑاے بھائی بند و ملکی طرف چلو فالحقوا بدینکم اور ان کے دین سے ملحق  
 ہو جاؤ۔ اور بعض نے کہا کہ ہم ابن ابی کے زریہ سے ابو سفیان کا دامن پکڑ کر طالب  
 اماں ہوتے۔ مفسرین مذکورین بالا نے لفظ بعض سے کام لیا صاف نہ لکھا کہ کس نے  
 دین قدیم اختیار کرنے کی آواز بند کی تھی اور کون کون کس کس کے زیر دامن پناہ کریں  
 ہونا چاہتے تھے مگر حسب صراحت سند امام احمد بن حنبل ثابت ہوا کہ عمر نے حضرت ابوبکر  
 کی نسبت دوا و شہادت کی کہ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرنے کا ارادہ انھوں نے تمام فرمایا  
 تھا۔ حضرت عمر بھی عجب چالاک طبیعت تھے تمام وبال از تہ حضرت ابوبکر کی گردن پر ڈال دیا  
 اور خود کنارے ہو گئے ورنہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ جس بات کا اسادہ ابوبکر کی باتوں  
 میں شریک نہ ہوں۔ حضرت کو جنگ میں گرفتار زرعہ اشقیاء چھوڑ کر چلا جانا کفر تھا چاہے

مذہب کے پیچھے برادری کے ہم کنار ہونا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ملاح النبوۃ ص ۲۶ کے صفحہ (۲۶) پر کلام واقعات احمد لکھے ہیں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حسب سبب اصحاب حضرت کے کنارہ کر گئے تو آپ نے پُر غضب ہو کر دہنی طرف بھاؤ معلوم ہوا کہ علی کھڑے ہیں پوچھا کہ فی اعلیٰ چوں بشد کہ بہاران دیگر ملحق نہ شدی۔ علی جواب داد کہ لا کفر بعد الایمان یعنی میں حضور کو چھوڑ کر کب جا سکتا ہوں۔ کیا بعد اسلام لانیکے کافر ہو جاتا ہوں ان کی ہمت اس قدر ٹھیکہ آپ کے ساتھ ہوا سات ہی (خوش اعتقادی) میں کب حضور کے قدموں سے جدا ہو سکتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ بہ اجتہاد مرتضوی وہ لوگ کافر تھے جو کہ حضرت کے ساتھ کب الگ ہو گئے تھے۔ تعجب ہی کہ جن لوگوں نے حضرت سے غارت کی اور قبر قتل سماعت اور کمر قیدی لنگوئیاروں سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا اونکی لایف نصف باخیر بھولے بھلا بچوں کے کورس میں داخل کرنا چاہتے ہیں جس شخص نے بقول اہل سنت آنحضرت کی نبوت کو تصدیق کر کے صدیق اکبر ہونے کا خطاب جلیل حاصل کیا وہ ایسا غامکار اور کچھ ایمان دار ثابت ہوا کہ احوالہ اسلام سے نکل کر کفر کی تہذیب کو ٹھہری میں جانیکے لئے آمادہ ہو گیا کیوں طلباء آپ پسند فرمائیں گے کہ ایسے شخص کی سیرۃ پر عمل کریں جو کہ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لیا لاہذا اگر آپ میں کچھ دینداری ہو تو مصنف صاحب سے کہئے کہ حضور اکرم حقیقۃ الصدیق نہ دیکھتے اور صرف آپ کی مرتبہ سیرۃ پر عمل کرتے تو دین و دنیا دونوں سے چلے جاتے تھے۔ سیرۃ بالاغت محض اس غرض سے لکھی جاتی ہے کہ اوسکو دیکھ کر دیگر آدمی بھی سبت حاصل کریں۔ ابوبکر صاحب کے جو واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ اول تو وہ قابل استفادہ نہیں ہیں۔ دوم جس بات کو لکھا سر و دم کا نگر لکھا۔ میں انشاء اللہ دوچار موقع بطور نمونہ دکھاؤ گا جو ملاحظہ فرما کر طلباء کہہ سکیں گے کہ مصنف نے دیانت سے کام نہیں لیا۔ مثلاً حضرت ابوبکر کی خوش نسی سیرۃ کے صفحہ پر لکھا ہے کہ ثمرہ بن کعب پر پھونکا آنحضرت کے نسب سے اور کانسب جنہی پشت میں ملتا ہے ہندو مسلمان۔ یہودی۔ نصرانی وغیرہ وغیرہ سب یا یکہ کہ سلسلۃ تانسب رکھتے ہیں پھر اوسکو سیرۃ سے کیا رہ بڑی۔ ابوبکر تو آنحضرت کا حقیقی چچا تھا۔ سلسلۃ نسبی نے اوسکو کیا تہذیب دیا خدا نے کلام پاک میں فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک ذی حرت و بزرگ وہ ہے جو کہ شقی ہو۔ لیکن

اس طرح صنف میں یہ بھی دکھائے دیتا ہوں کہ حضرت ابو بکر کوئی عالی خاندان کا شخص نہ تھے  
 بلکہ ذیل بطن قریش میں ادھار شمار تھا۔ عاصم بن عبد شمس کا گھر کوئی شخص عالی خاندان ہوتا ہے  
 تو اس قوم قبیلہ بلکہ اس قریہ کے آدمی ضرور اس کی تصدیق کیا کرتے ہیں۔ ابو بکر بنی تیم  
 ہیں اور ابوسفیان بنی اسید۔ دونوں قریشی النسب ہیں۔ مگر ابوسفیان باوصف قرأت  
 قریہ حضرت ابو بکر عالی نسب نہ جانتے تھے۔ تاریخ طبری کے صفحہ ۲۰۲ پر لکھا ہے کہ جب  
 ابوسفیان کو یہ خبر پہنچی کہ ابو بکر مملکت اسلام کے مالک ہوئے تو اس نے کہا یا لابی فضل  
 زینتی خلافت نبوی سے اونٹ کے بچہ کے باپ کا کیا تعلق (طلباء انصاف فرمائیں درجہ  
 ابوسفیان جو کہ ابو بکر کے ہم جدی تھا اونکو ایسے دلیل لقب سے یاد کرتا تھا تو حضرت صنف  
 ابو بکر کو خوش نسب بیان کرنے میں کہاں تک سچے سچے جاسکتے ہیں۔ علامہ ابو الفوار محمد امین  
 بغدادی مشہور یہودی کتاب (سبائک الذیب فی معرفت قبائل العرب کے صفحہ ۶ پر ایک  
 طویل دلیل قصہ لکھتے ہیں کہ صاحب الریحان دریعان نے ابوسلمان خطابی سے روایت  
 کیا ہے کہ ایک شب حضرت ابو بکر کا گھر قبیلہ ربیعہ کی طرف ہوا۔ حضرت ابو بکر نے قبیلہ  
 مذکور کے ایک لڑکے سے جس کا نام (وغفل) تھا دربارہ نسب کچھ سوالات کئے جس کا اس نے  
 شائستگی سے جواب دیکر اپنا عالی خاندان ہونا ثابت کیا۔ وغفل مذکور نے ابو بکر سے پوچھا  
 اب آپ بتائیں کہ آپ کس قبیلہ سے ہیں۔ جواب دیا کہ قریش سے۔ اس نے کہا کہ یہ فرماؤ  
 کہ آپ کی شاخ قریش میں کس طرف جلتی ہے۔ جواب دیا گیا کہ (تیم بن مرہ کی طرف) وغفل  
 نے کہا کہ کیا آپ خاندان قحطی سے ہیں (یہ جبر رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہیں) ابو بکر نے کہا کہ نہیں  
 وغفل نے پوچھا کیا تم بنی ہاشم ہو۔ ابو بکر نے انکار کیا۔ وغفل مذکور نے چند سوالات متعلق  
 یہ نسب کئے جن کا تعلق قریش کی اعلیٰ شاخ سے تھا۔ مگر ابو بکر نے ان سب کا جواب نفی میں  
 ارشاد فرمایا۔ کیونکہ ان سب سوالات کا علاوہ آنحضرت کے نسب سے تھا۔ آخر کار ابو بکر نے  
 تنگ آ کر اپنے ناقہ کی جہار چھنی اور چلنے کا ارادہ کیا۔ وغفل نے کہا حضرت ذرا ٹھہرے جب  
 آپ قریش کے معزز گھرانے سے تعلق نہیں رکھتے تو پھر کس خاندان سے ہیں۔ اول آپ نے  
 ہمارا نسب نامہ دریافت کیا جب ہم نے سوال کیا تو یہاں گئے کی سوچی۔ اگر آپ کچھ تو گفت

فرماتے تو میں خود آپ سے کھلا دیتا کہ جناب قریش کے چرواہوں سے ہیں۔ دنیا کی ہم  
 سب سے کہ جب کوئی آدمی عروج پا جاتا ہے تو اوس میں تمام خوبیاں لوگ جمع کر دیا کرتے ہیں  
 یہی کیفیت حضرت ابوبکر و عمر و عیزہ کی ہے۔ سلطنت کے لہجائے سے اونکی ذات میں پیدا  
 نے وہ محاسن جمع کر دیے جسکی اونکو ہوا بھی نہ لگی تھی۔ کوئی فاروق ہوا اور کوئی صدیق  
 ہوا۔ حقیر بطور قتل فرض کر کے کہتا ہے کہ اگر خلیفہ صاحب عالی نسب ہی تھے اور تمام عرب  
 کے اونچے خاندانوں سے دو چار بانس اونچے تھے۔ اس سے نتیجہ کیا پیدا ہو سکتا ہے  
 بحث طلب یہ ہی کہ مسلمان ہونے پر اوہنوں نے فرائض اسلام کو پورے طور پر ادا کیا یا کر اور کیا  
 امتحان میں فیل ہوئے۔ واقعات مصرحہ صدر پر مطلع ہو کر کوئی عاقل نہ کہہ سکے گا کہ اونکی  
 ذات سے شریفانہ افعال کا صدور ہوا۔ تا وقتیکہ عمل صحیح نہ ہو۔ بزرگب زادگی کوئی  
 با وقعت نہیں ہو سکتی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سے ابوبکر زیادہ غش نسب تھے  
 ہاں اگر ان معاصن کی مضبوطی ہو کہ دوران خلافت ان سے وقوع پذیر ہوئے خلیفہ  
 صاحب کی گردن سے نکال دیا جائے تو ہم اونکو عالیخانہ ان والاد و وہان مان لینے کے لئے  
 بصیرت قلب تیار ہیں۔ صفحہ ۱۲ پر لایق مصنف واقعات غار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں  
 (اسی قارئین آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر کی تشفی کیواسطے وہ کلام ارشاد فرمایا تھا جسکی  
 عظمت و شان کے سہا منے آج تک شدید سے شدید دشمنی کا بھی سہرا نہیں ہے۔ یعنی لا  
 تحزن ان اللہ معنا) عمکین نہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہی۔ ہاتھ زیب مصنف نے  
 اس جملہ سے لا تحزن کی عظمت و شان کے سامنے شدید ترین دشمنی کا سرخم ہے کہ کیا تا  
 شیعہ بطنہ زنی کی ہے۔ کیونکہ کسی دوسرے فرقہ والے کو اس سے کیا غرض وہ تو تمام  
 اسلام کا سنگر ہے۔ شیعہ چونکہ مخالف ابوبکر میں لہذا لا تحزن کی جلالت و مرتبت نے  
 بخیال مصنف انکا اظہر بند کر دیا ہے۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ جناب مصنف نے کتب شیعہ  
 کا جو کہ درباب مناظرہ وقت انظار اہل زمانہ کی گئی ہیں معاینہ نہیں فرمایا۔ کاش  
 دیکھا ہوتا تو وہ ایسا نہ کہتے کہ لا تحزن کی خون زدہ صورت نے شیعہ کاسر جھکاتے  
 جھکاتے گھٹنوں میں دبا دیا ہے۔ آیہ ہمارا یک سر کہ لا الہ الا انہما بین شیعہ و



حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ اوس میں خدا نے ابوبکرؓ کی تعریف فرمائی ہے شیعہ کہتے ہیں  
کہ آیا یہ میرا انتہائی مذمت مقرر ہے۔ اکثر کتب مباحثہ میں اسکا ذکر ہوا ہے حقیقت یہ بھی ایک  
رسالہ مسبوط لکھ کر مطبع مقبول پریس ملی میں بحوالہ رسالہ تنویر العینین و الجہان فی اثبات  
خلافت شیعین بن القرآن (مسئلہ) یہ آیات چھوڑا ہے۔ باسٹخ آیات قرآنی جو میں ایک  
یہ غار بھی ہے بحث لگتی ہے۔ اچانکہ جملہ لائحہ عمل کی نسبت کچھ مختصر لکھا جاتا ہے۔  
مختصر حکم دیکھنا ہو رسالہ مذکور میں دیکھئے جملہ موصوفہ بالایں تصفیہ طلب یہ امر ہے کہ  
اوس میں خدا نے ابوبکرؓ صاحب کی تعریف فرمائی یا کچھ کہی۔ حضرت مصطفیٰ در طلباء و تلمیذ  
جنبہ مذہبی سے خالی الذہن ہو کر دیکھیں کہ حقیقت الامر کیا ہے۔ خلیفہ صاحب آنحضرتؐ کے  
رفیق غارتھے۔ لازم تھا کہ اوس پر خطر اور محذوش موقعہ پر اطمینان قلب حضرتؐ کا کیا ساتھ  
دیتے کہ حضورؐ کی تشویش و اشدت کرنی نہ پڑتی۔ اعلیٰ درجہ کا رفیق و صاحب وہ ہی  
ہوتا ہے جو کہ اپنے آقا و سرمدار کی طبیعت کو مکدر نہ ہونے دے۔ ایسے نازک موقعہ پر  
جسکہ کفار و غار پر پھڑے کہہ رہے تھے کہ دوا دہی یہاں تک ضرور آئے۔ آگے یہ شہادت  
کہ کیا ہوئے۔ آسمان پر چلے گئے یا زمین میں دھس گئے۔ دہن غار پر پکڑی کا جالا اتر  
انڈے والی کبوتروں کی غوغا نے اودن کے ذہن کو غار کی طرف خیال دوڑانے سے  
روک دیا۔ حضرت ابوبکرؓ پر لازم تھا کہ وہ بھی یہ متابعت آنحضرتؐ نہایت اطمینان قلب سے  
وہ خود ہو جاتے۔ سانس نہ لیتے۔ لیکن اوصاف نبی و معق پر قطعی ہے احتیاطی کی کہ صفت  
کبوتری کم سے کم سچ کی طرح روں اور ٹوں نوں شروع کو دیا حضرت کو ابوبکرؓ صاحب کے بے محل  
گریہ نے مبتلا سے تعب کیا اوس فعل ناجائز سے روکنے کے لئے آپؐ فرمایا کہ بڑی  
نیاں یہ محل روئے دھسنے کا نہیں۔ دشمن قریب ہو چکے ہیں گریہ روک کر خدا پر نظر رکھی  
وہ ہمارے ساتھ ہی حضرتؐ کے ان اللہ معاف فرماتے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ابوبکرؓ کو فضلی  
حفاظت پر اطمینان نہ تھا۔ اگر ہوتا تو حضرتؐ یہ فرماتے کہ آپؐ گھبر میں نہیں گریہ و بکا  
حرک کر کے خدا پر اعتماد کیجئے وہ ہی ہکو اس جملہ سے نجات دینے والا ہے۔ بڑی حیرت  
ہر ان کی آواز کفار کے گوش زد نہ ہوئی۔ برکت محمدیؐ سے ہوانے کا فوٹ کے

کان تک جو پہنچے نہ ہا۔ اگر وہ لوگ احساس گریہ کر کے اندر ہاتھ ڈالتے اور ابوبکر صاحب  
 کی ٹانگ پر ہاتھ رکھتے دیکھتے تو نہ معلوم کیا صورت پیش آتی۔ ابوبکر صاحب کے منظر اب  
 نے حضرت کے بچڑوانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔ مگر خدانے اپنے خاص تفضل سے  
 اس بلا کو دور کیا جو کہ خلیفہ صاحب کی بدولت صدمت پذیر ہو گئی تھی۔ آیہ غار میں علیؑ نے  
 اپنی اس مرحمت کا ذکر فرمایا ہے جو کہ آنحضرت کے شامل حال ہوئی تھی۔ خدا فرماتا ہے  
 کہ ہم نے اپنے فرستادہ کی اس وقت حفاظت کی جبکہ وہ گھر سے خوف کفار ٹھکر ایک گڈھی  
 میں سے ایک دوسرے آدمی کے پوشیدہ ہوا تھا اور وہ اس کا ساتھی بھی قوی دل  
 تھا۔ جب اس نے وہاں روناد ہونا شروع کیا تو ہمارے نبیؐ نے اس کو روکنے سے  
 منع کیا عقلاً غرض فرمائی کہ حزن ابوبکر اطاعت تھا یا معصیت تھا۔ اگر بے ذلیل اطاعت  
 اس کو لیا جائے تو نبیؐ معلوم فعل مدوح نہ روک نہ تھمتے بہر حال معصیت تھا۔ ایسا  
 واقعات غار پر نظر کرتے ہوئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ۵  
 تراژد ہاگر بو یا رعنا ۶ ازاں بہ کہ جاہل بو غمگسار  
 یعنی جاہل ہمراہی سے میت اثر دہا بھتر ہے۔ مطلب شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ ہے  
 کہ غار قور میں جو سانپ تھا وہ ابوبکر سے بھتر تھا کیونکہ وہ دم دباے ایک روزن میں  
 بیٹھا تھا اور ڈیرہ فینٹ کی سفید داڑھی ہلا ہلا کر صوف بکاتھے۔ لفظ مغامیرہ آئیہ سی  
 اہل سنت یہ مطلب نکالتے ہیں کہ آنحضرت نے ابوبکر سے فرمایا خدا ہمارے ساتھ ہے  
 اس سے خلیفہ صاحب کی منزلت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ایسے عالی مرتبہ تھے کہ خدا ان کے  
 ساتھ تھا۔ یہ بات ہرگز قابل انکار نہیں۔ خدا ہر عیب و شرعی کے ساتھ ہی بخیر اقرب  
 من حبیب الودین سے پہنچتا ہے کہ ہر شخص کی سٹ رگ کے قریب ہی خواہ وہ دوسرے  
 ہو۔ یا کافر۔ کفار کے ساتھ ہی عفتب ہی اور مومن کے ساتھ ہی حجت۔ رضی اللہ عنہما  
 اسکا شاہد ہی۔ ہر شخص کا وہ ہی مالک و رزاق ہے جو حزن و بقرہ ہی پر اہل سنت کی یہ حال ہے  
 ابوبکر صاحب کے خواہ مخواہ مراح بنے ہوئے ہیں۔ اگر موصوفہ الصدرا گڑھے سے  
 ٹھکر دوچار آدمیں کو مار ڈالنے تو اہل سنت اتنا غل چلتے کہ کرو بیان عالم بالا

کے کان بٹ جاتے۔ ابھی قابل ملاحظہ ہے کہ جب ابو بکر دیکھ چکے تھے کہ کمرہ میں  
 نے جال اتار دیا۔ کمرہ میں نے اندر سے دیدے۔ درخت خار دار نے درخت کو چھپا دیا پھر  
 کیوں گھبرا گئے اور اس کی اہلیت یہ ہے کہ اگر یہ خالی ہاتھ ہوتے تو اتنا اضطراب  
 نہ ہوتا۔ آپ کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ نقد تھا جس کو میں آگے مفصل مصنف  
 کے بیان سے انشاء اللہ طلباء کو دکھاؤ گا آپ کو یہ ملے گا کہ ہمارے جان بھی گئی اور  
 مدت العمر میں گزری گا اور ہر ایک غلیفہ صاحب بارچہ فرشتی کیا کرتے تھے چنانچہ  
 حسب خلیفہ ہوئے تو دہوتے کے تہان سر پر کمر باندھیں بازو میں بچنے چلے صحابہ  
 روکا کہ یہ پیشہ چوتھے بیت المال سے اپنی تنخواہ مقرر کر لیجے جو سرمایہ ہم پہنچایا ہوتا  
 وہ بھی تلف ہوا۔ اس پر اطمینان نہ کیا کہ ہم رحمتہ اللعالمین کے ساتھ ہیں۔ ان کی جوتیوں  
 کے نقد ق سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ المختصر قابل مصنف کو ہرگز زیادہ ہوتا  
 کہ وہ شیعہ کو لا محض کے سامنے چمیدہ گردن تھانے۔ یا در کہے فرط ذرات سے اپنے مقابل  
 کے سامنے گردن اودھائی چمکتی ہو جو کہ عاجز و درماندہ ہوتا ہے۔ جو وہ سو برس سے مائیں  
 دیتی باب مناظرہ کھلا ہوا ہے۔ اہلسنت ابتدا کرتے ہیں اور شیعہ جواب دیتے ہیں قواعد عقلی  
 لازم تھا کہ سنی صاحبان اپنی روشدہ کتابوں کا جواب الجواب لکھتے مگر آج تک ممکن نہ ہوا کہ  
 ایک الزام کو اودھا سکیں جو کہ ان کے سر و ظفار پر وار و کئے گئے ہیں۔ مولوی خلیل احصا  
 ساکن انبشہ ضلع سہارن پور نے ہدایات الرشیدیہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ مفاد ابہ ہواللہی اسل  
 و رسولہ بالحدی و دین الحق لیظہم علی الدین کلفہ و لو کفر المشرکین لیکن اہل سنت  
 غالب ہیں اور شیعہ مغلوب اور بوجہ مغلوب ہونے کے شرک ہیں۔ اس کے جواب میں حقیر نے ایک  
 رسالہ سنی بقصور غالب مغلوب لکھ کر مطبع یوسفی دہلی میں طبع کر کر کے دلائل عقلی ثابت کر دیا  
 کہ بوجہ عدم جواب دہی کتب شیعہ اہل سنت مغلوب ہیں اور شیعہ غالب۔ یہ میری تحقیق  
 صاحب رئیس لکھنؤ دلی ضلع مظفر گڑھ پچیس ہزار روپیہ کا اشتہار شائع فرمایا کہ جو شخص  
 بتو مضامین مندرجہ بقصور غالب و مغلوب سنیوں کا منظوم ہو نا ثابت کر دے گا اس کو  
 مبلغ پچیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ بیس بائیس سال سے رسالہ مذکور ہندوستان میں

گشت کر رہا ہے دوسرے یہ بھی شک ہے بلکہ جس کی کثرت ہوگی کہ دوسرے مطلوبیت  
روک کے انعام نہ کر دیکھیں خصوصیت سے حاصل کرتا۔ اس وقت تک صاحب ہدایات  
الرشید بقیہ حیات ہیں۔ اور عقلاً فرض تھا کہ جواب دیتے۔ مگر خاموش ہیں اور قیامت تک  
رہیں گے۔ علاوہ بریں ایک سالہ معروف بہ اشتہار تائید حق نامہ مؤلف حقیر چند مرتبہ جیسا کہ میں  
شیخ حبیب احمد صاحب بہار ندوی کے تیس سوالات سے ثبوت از کتاب اہل سنت پیش کر کے چھا  
تھا کہ جواب دیکر چھو سنبول میں شامل کر دو ورنہ میں نے مذہب امامیہ اختیار کر لیا۔ سادات  
امروہہ نے ادھر ایک لکھ انعام شایں کیا مگر سیکو جرات جواب نہ دی۔ مقبول نہیں ملی سے  
ننگا کر طلباء ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اہل سنت کی مائے فخر و ناز چند کتابیں ہیں۔ اول تحفہ۔ دوم منہجی الکلام۔ سوم ہدیۃ  
چہارم آیات بنیات۔ پنجم مطہر الکرامہ اول کے جواب میں ۶۵ جلدیں دوم کے ۱۰ جلدیں  
سوم کے ایک اور چہارم کی تین جلدیں اور پنجم کی دو جلدیں طبع شدہ موجود ہیں مگر کوئی عالم  
اہل سنت ایک رق کا جامدہ نہیں ہوا۔ یہ سب کتابیں سنیز کی کتابوں کے رد میں ترتیب پذیر  
ہوئی ہیں۔ عقلاً در دا جا اہل سنت پر فرض تھا کہ اپنی رد شدہ کتابوں کا جواب دیتے یا مست  
شیعہ کا اقرار کر کے مذہب امامیہ اختیار فرماتے۔ اس وقت اہل سنت کی تمام کتابیں بچے  
رکھی ہوئی ہیں اور شیعہ کی اوپر چڑھی بیٹھی ہیں۔ ان کتابوں میں آیہ غار کی بحث چند جگہ موجود  
ہے۔ مصنف انصاف فرمائیں کہ ایسے گروہ ولے کب یہ اتحاق رکھتے ہیں۔ کہ بطور شیعہ  
سے فرمائیں کہ لا تحزن کی جلالت شان نے گردنوں کو چمکا کر قدموں سے لگا دیا ہے  
اگر خباب مصنف صحیح القول ہیں تو بمقام علیگڑھ اک مختصر مجمع علمائے شیعہ اور شی کا مہ حکم فرمایا  
ترتیب دیکر ثابت کرا میں کہ لا تحزن ایسا جلیل المرتبہ جملہ ہے کہ جب کی جلالت و ہیبت نے دشمنان  
الوہیکہ کا تپا پانی کر دیا ہے۔ اگر مصنف ایسا کر نیگے تو ہم حینہ ہو کر اونکو جوہ سلام کر لیں گے  
انہوں سے کہ خباب مصنف نے ایک ہی موقع جملہ لا تحزن کی جلالت شان کا دکھایا۔ دوسری  
واردات کا ذکر نہیں کیا جس طرح کہ خلیفہ صاحب غار میں گھبرائے چھے جلائے تھے ایسا  
ایک اور واقعہ پیش آیا تھا۔ مورخین اہل سنت متفق ہیں۔ کہ جب غار سے نکلے حضرت عباسؓ

میں نے اسے (سراقہ) تعاقب کیا اور اس کے گھسٹنے کی بات پر  
 حضرت ابوبکر نے وہی روٹا دیا جیسا چلانا شروع کیا جبکی مشق غار میں کر چکے تھے  
 غور کیا حضرت دشمن ہر پھوپھو پھوپھو کیا۔ عنقریب ہلاک کر دے گا مجھ کو پچائے۔ رحمت اللعالمین  
 نے فرمایا کہ ابوبکر (لا تخون ان الله معنا) مصنف پر لازم تھا۔ طالب علموں کو دکھلا  
 دیتے کہ حضرت ابوبکر ایسے دلیر و پیکر تھے کہ دومرتبہ روٹے بیٹھے اور وہی دفعہ حضرت  
 نے فرمایا (ان الله معنا) اگر مصنف ایسا کرتے تو دشمنان ابوبکر کا اور بھی سیر خیا  
 ہوتا اور دوستوں کو اتنی سربلندی ہوتی کہ کیوان و ثریا سے بھی دو چار گزار دیتے ہو جاتے  
 لا تخون کی تکرار نے صاف ثابت کر دیا کہ ابوبکر صاحب کے اعتقاد میں منجر صادق کا  
 ارشاد کوئی خاص وقت نہ رکھتا تھا۔ نہ اونٹوں کی کے فرمانے پر اعتماد تھا اور نہ خدا کی ہمت  
 پر اور اوثق رکھتے تھے اگر اونا کا قلب مطمئن ہوتا تو ہرگز نہ گھبراتے ایک (سراقہ) کیا اگر  
 ہزار ڈاکو ہوتے تو سب کو پرکاشہ سمجھ لیتے۔ اور خیال کرتے کہ حضرت نے مجھ کو روٹے  
 اور غل چھانٹنے سے منع فرمایا ہے۔ اور مٹھنا سے خدا کو میلہ دگا رہتا یا ہے۔ اب گریہ  
 و اضطراب کی ٹکی ضرورت نہیں اگر مرد تھے تو (سراقہ) کو ڈانٹ ڈیٹ بتلاتے اور خطر  
 ہو کر کہتے کہ اسے مرد داکو اگر اسے بڑا تو کوہ پوری کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ جناب مصنف اور  
 طلباء حقیر کے عرض کرنے سے آزر وہ طبیعت نہیں بلکہ خود سوچیں۔ کہ ایک مرتبہ جس کو  
 حضرت مانعیت گریہ فرما چکے حمایت خدا کا مردہ دے دیا اور سکو سرفہ کی آمد دیکھ کر غلظت  
 کرنا لازم تھا یا کہ اطمینان قلب سے اقل کے مقابلہ پر نیزہ بدست ہو کر امدادہ جنگ ہوتا۔ دیکھئے  
 اگر دشمن ہتھیار کرتے ہوں اور راہ میں اونکو ڈاکو دبا لیں اون دو میں کا ایک حکو اہل عرب ثنائے  
 انہیں کہتے ہیں تزا قوں کی شکل دیکھ کر کہنے لگے کہ ہائے مرگ الٹ گیا اور دوسرے کے  
 بدن سے حکو اچھا کا استقلال چوٹ چائے اور گڑا کر کہے۔ کہ ہا مجھ کو اپنے دامن میں  
 ڈھک لے تو اوس شخص ثانی کو جو کہ مستقل طبیعت والا ہے۔ کس درجہ انتشار ہو گا یہی  
 کہتے ہیں پڑے گا کہ اذ نامر و بزولے خود تو مر اسی تھا اپنے ساتھ مجھ کو بھی گرفتار نہ چھوڑا  
 کر آیا۔ اسی پر قیاس کرنا چاہئے کہ حقیقت حضرت ابوبکر نے دانت نکال کر گڑا یا ہو گا اور

اور حضرت سکینہ بنت جحشؓ کو بھیجا کہ حضورؐ کی کمر سے اپنے ہونٹے لے کر حضرت انسؓ کو دے دیں  
 پیچیدگی ہوئی ہوگی۔ و اسے جان اسرارِ جاہلی کا ساتھ دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اپنے کے دینے  
 پر گئے۔ نیز حضرت ابوبکرؓ کے گھبراہٹ سے شروع ہوئے اور غل جمانے میں سرقہ کو کتنا دیر نہ لایا ہوگا اور  
 سچو لایا ہوگا کہ اب محمدؐ کا مار لینا کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ اولیٰ کا ساتھی نہایت بودہ اور حضورؐ  
 دل کا ہی میری صحت دیکھتے ہی فرط خوف سے چل چل مارتے تھے۔ اگر فضل خدا شامل حال ہوتا  
 اور حضرت کا فرما اے جو انفرادی خود سے تو سخت صدمہ بھرنے کا اندیشہ ہو گیا تھا جس آیت  
 غار میں جملہ (کافرون ان اللہ معنا) ہے اس کے آخر میں یہ ہے فانزل اللہ سکینہ  
 علیہ۔ یعنی خدا نے اپنی سکینہ نازل فرمائی۔ ال سنت فرماتے ہیں کہ یہ سکینہ ابوبکرؓ کے  
 لئے تھی۔ آنحضرتؐ کا اوس سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ ملاحین کا شفی نے بھی تفسیر میں یہ ہی  
 لکھا ہے کہ سکینہ مضطر کا لقب ہے نہ مستقل کو ابوبکرؓ کو کہ اوس موقع پر نایت اضطراب  
 تھا نہ یہ جو حشر بھیجے تھے اس واسطے کہ خدا نے سکینہ نازل فرمایا۔ اور آنحضرتؐ مطمئن تھے لہذا انہی  
 کے حضرت ذہبیؒ نے غارِ چقیر نے رسالہ الآیات مطبوعہ مقبول پریس میں اس قصہ نام لکھا  
 ۲۔ پوری بحث کر کے حقیقت معاملہ دکھائی ہے۔ جو صاحب ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور معلوم ہوا ہے  
 کہ یہ صورت بالائیں کہ درجہ اہانت ابوبکرؓ ظاہر کی گئی ہے۔ علمائے اہلسنت جو فرماتے ہیں  
 کہ سکینہ ابوبکرؓ کے لئے نازل ہوئی نہ کہ آنحضرتؐ کے لئے حضرت مصطفیٰ شمس العلماء رسولی  
 نظیر احمد صاحب مرحوم دہلویؒ دجو کہ کالج علیگڑہ کے رکن تھے) کا ترجمہ کیا ہوا قرآن  
 ہاتھ میں لیں سورہ قیام میں آیہ فار کے معنی ملاحظہ فرمائیں لفظ علیہ پر برکت میں (آنحضرتؐ)  
 نظر آئے گا یعنی جیسے سکینہ نازل ہوا وہ محمدؐ صلعم تھے نہ ابوبکرؓ اگر کوئی بالاضافہ صرف قرآن کو  
 ایمان داری بلا حنیفہ اسے دیکھتے تو مات بول ادمے کہ فضائل و مناقب تو درکنار ابوبکرؓ کو  
 بھی نہ تھے۔ دیکھئے اسی سورہ قیام میں آیہ غار سے چند آیات پہلے یہ عبارت ہے (ثم انزل اللہ  
 سکینہ علی رسولہ و علی المؤمنین) یعنی خدا نے اپنے رسولؐ اور مؤمنین پر  
 سکینہ نازل فرمایا۔ اگر قبول اہلسنت مضطر حق الطینان ہوتا ہے تو اننا پڑے گا کہ آنحضرتؐ  
 بھی ستر نزل ہو گئے تھے اس لئے اوپر نزل سکینہ ہوا۔ چونکہ موقع غار ایسا اشد درجہ کا

سطر خاص اس نسل دہاند کوئی دوسرا مقام نظیر نہیں دکھایا جاسکتا۔ لہذا مندرجہ بالا میں  
 تسکین دیا جائے۔ یعنی ان کے طلب مطاع اور مضبوط کیا جائے جس طرح کہ آیہ بالا میں  
 دو پیش شامل سکینہ کے لئے ہیں۔ اس طرح ابوبکر بھی ہوتے۔ اور بجائے علیہ ہمارا نزل  
 کیا جاتا۔ مگر چونکہ وہ ایمان نہ تھے اور شب بچرت سرائے رذالت و ذنات کے کوئی نمایاں  
 حدیث اس سے نہ ہوئی تھی لہذا مندرجہ تسکین سے خارج کئے گئے۔ کیوں جناب مصنف کیا  
 اب بھی آپ یہ فرمانا پسند کریں گے کہ لا تھوون ایسا عظیم المرتبہ و بلند شان پر جس کے  
 سامنے شریعت سے شدید دشمن ابوبکر کا بھی سر خم ہے۔ براہ کرم فرمائیے اب سہلندی کو  
 ہوئی۔ آپ کو یا ابوبکر صاحب کے دشمنوں کو جلد لا تھوون کی تفسیل و تشریح بوجہ اہم  
 کر کے مصنف و طلباء و کج دست میں عرض کیا جاتا ہے کہ تکلیف گوارا فرما کر اپنے ابوبکر صاحب کے  
 معانات پر کچھ اور نظر کیجئے زان بعد راہ پیائے جادۃ انصاف ہو جسے صفحہ ۱۶ پر مصنف لکھتے ہیں  
 کہ جب ہماجر والد مدینہ ہوئے تو ان کے ٹھہرنے کا کوئی مقام نہ تھا۔ انصار نے یہ مروت کی کرپنا  
 تمام مال دھاندلا اپنے بہائی ہماجر کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ ادہاتم لو اور ادہا میرا۔ دو  
 بیسیویں سے ایک تہا رمی اور ایک ہماجرین کے ساتھ انصار تو یہ مروت فرمائی  
 کہ بی بی بن پیمانہ ہو جائیں اور ہماجرین یہ بے مروتی کریں کہ ادنیٰ خلافت کو بہترین  
 اسلام کہیں خود مصنف صاحب صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں کہ بعد وفات سرور عالم ہماجرین صحابی  
 جمع تھے۔ جزدار نے خبر دی کہ انصار سقیفہ میں فراہم ہو کر درباب خلافت مشہدہ کر رہے ہیں  
 اگر تم لوگ امت کو بچا سکو تو بچا لو۔ منبر کے خبر دینے اور ہماجرین کے اوپر عمل کرنے سے واضح  
 ہوا کہ انصار ایسا کج رائے گروہ تھا کہ اگر ادنیٰ خلافت قائم ہو جاتی تو دین رفوچ کر دیا جاتا  
 سبحان اللہ انصار ہماجرین کو ہر چیز میں ادب کا شریک قرار دیں اور انھیں کی خلافت  
 برہم زن اسلام ہو۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے بھی ہدایات الرشید کے صفحہ ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ اگر  
 ابوبکر و عمر بنی کا جنازہ چھوڑ کر جاتے اور انصار میں خلافت چلی جاتی تو دین دُوب جاتا۔  
 بہر حال اس فقرہ سے کہ انصار نے رضی کا ہماجرین کو شریک کر لیا تھا۔ انصار کی تعریف  
 ظاہر ہوتی ہے۔ نہ ابوبکر کی۔ انصار کی سیرت یہ تھی کہ انہوں نے اپنی اہلک میں افراد کو

حضور داربہا لیا اور ابو بکر کی یہ سیرت تھی کہ اون کو دین اسلام کا وہی ہے والا تجویز کیا  
مصنف صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے مہاجرین کو تاکید فرمائی کہ انصار کے حقوق  
کا لحاظ رکھو۔ طلباء انصاف فرمائیں۔ کہ آنحضرت حقوق انصار کے حفظ کی مہاجرین کا تاکید  
فرمائیں۔ اور مہاجرین صاحب اونکو بدترین نگاہ سمجھیں۔ کیونکہ دین کو ضرر سوائے کافر کو  
دوسرا نہیں بچو پنا سکنا۔

طلباء کو اختیار ہے کہ مہاجرین کا چھاسمجھیں جنہوں نے انصار کو براہ کفندہ ظالمانہ تجویز  
کیا تھا۔ یا آنحضرت کو جنہوں نے انصار کو ممتاز و ذی شرف جانکر مہاجرین کو اذن کے حقوق  
کی پامالی سے روک دینے پر وصیت فرمائی۔ صفحہ ۳۹ پر مصنف نے یہ نظر اظہار قابلیت  
ابو بکر لکھا ہے۔ کہ جب انصار یقین میں درباب خلافت شہر و شبک چکے تو حضرت عمر  
خطبہ دینا چاہا (جبکو وہ پہلے سے سوچ چکے تھے) حضرت ابو بکر نے اونکو روکا اور غور و خطبہ  
انتظار فرمایا الا آخرہ۔ اس تقریر سے واضح ہوا کہ حضرت ابو بکر عمر سے اعلیٰ درجہ کی ثابت  
رکھتے تھے۔ عمر جو معاملہ خلافت میں گفتگو کرنا چاہتے تھے اونکو حضرت ابو بکر نے ناکافی سمجھا  
خود تقریر کی۔ بلکہ اس سے بحث نہیں ہے کہ عمر عدہ مقرر تھے یا ابو بکر۔ مگر ملاحظہ طلب میں  
کہ عمر جو تقریر کرتے وہ بہ ثبوت خلافت کس مرتبہ کی تھی اور ابو بکر نے جو گفتگو کی اس کا کیا  
اقتدار تھا۔ (تبسrali اصول المسامع ال اصول) مطبوعہ مطبع نوکلشور  
صفحہ ۲۳۲ سطر ۱۲ و ۱۵ و ۱۶ پر لکھا ہے عمر نے کہا ابدت ان تکلم فہوت مقالہ  
اعجبتنی یعنی میں نے مکاری سے ایسے کلام کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ جو تعجب انگیز ہوتا  
نزل بعد لکھا ہے کہ جزو دہ بیٹے کیا تھا اوس سے بالاتر بدیرتہ ابو بکر نے کیا۔ اور ایسی تقریر  
کی کہ میرے ذہن سے اسکا بستر بڑا ہوا تھا۔ مصنف نے غضب کیا۔ اس واقعہ پر پردہ ڈالیا  
عمر اپنی اور ابو بکر کی تقریر کو تہ وید سے تعبیر کریں۔ اور مصنف یکیں (کہ جبکو وہ پہلے سے سوچ  
چکے تھے) ملاحظہ طلب یہ ہے کہ جو حال مکاری کا عمر نے پھیلایا تھا اور اوس سے بالاتر  
ابو بکر نے وہ حال وصیقت کیا تھا۔ صفحہ ۴۱ پر مصنف لکھتے ہیں کہ انصار سے ابو بکر نے کہا  
تمہا کہ ہم مہاجرین کو سوائے دیگر فضائل و مناقب کے ایک یہ شرف بھی ہے کہ سب اہل



عالم خلافت کی رسالت پر ایمان لائے اور آنحضرت کے کنبہ سے ہیں اور گروہ انصار حضرت  
کو ترجیح الوجہ قابل تحريم ہے مگر جو شرف کہہنا مجین کو بوجہ سابق الاسلام درستہ داری  
حاصل ہو وہ انصار کو نہیں ہے۔ مناسبت کے کہ امارت ہم سے متعلق ہو اور وزارت آپا بول  
سے عمر و ابو عبیدہ سے حکومت چاہو میں انتخاب کرنے پر تیار ہوں۔ پس شب بیان حضرت  
ابوبکر انصار خلافت نبوی و دہا تو نپر ہوا۔ حضرت ابوبکر کا یہ طالبہ انصار غلط بالاکو خلافت  
سے دالبتہ فرمانا ہرگز چاہتا تھا بلکہ عین حسن و صواب۔ کیونکہ خلافت ہر نبی کے کنبہ میں ہی  
ہوتی آئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو خباب ہارون کے لئے دعا کی تھی اومین  
(من الہی) وار دہو ہے۔ یعنی ہارون میرے کنبہ سے ہی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ ابوبکر کی  
ایسی شایعہ تفریکہ کرنے اپنے مکت سے بڑھا ہوا کیوں بتلایا اسکو زور ہرگز نہیں کہہ سکتے  
بلکہ اس کو سچی تقریر کہنا واجب ہی۔ ہر گاہ ابوبکر خلافت کی نوعیت سابق الاسلامی اور  
نبی کی کنبہ داری سے فرما چکے تھے۔ تو عمر و ابو عبیدہ کے لئے انتخاب خلافت کی انصار کو  
کیوں رائے دی تھی۔ ان دونوں میں نہ کوئی سنی اسلام تھا اور نہ نبی کا کنبہ والا۔ ابو عبیدہ  
اک غیر شخص تھا اور بہت لوگوں کے بعد اسلام لانے والا رہے عمر وہ بھی نبی کے کنبہ والوں میں  
تھے انکا شمار آنحضرت کے سر و میں ہے میں اور لوگ بھی داخل تھے اسلام لانے میں بھی  
انکو کوئی بہت نہ تھی۔ بلکہ دعوت اسلام سے بہت دنوں بعد مجبوراً مسلمان ہوئے تھے۔  
آنحضرت نے عمر کو دیکھی دی تھی کہ تو مسلمان ہو جا ورنہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ تجھ پر وہ  
خوارج و رسوائی نازل ہوگی جو کہ ولید بن مغیرہ و لد الحرام پر ہوئی تھی۔ انوس ہی کہ آنحضرت  
عمر کو اک جملی سے تشبیہ دیں اور ابوبکر اوند کو نبی کے اہل کنبہ سے کہیں۔ رسالہ ہذا میں جس جگہ  
حضرت نے عمر کے واقعات بیان کئے ہیں وہاں کتاب اہل سنت سے ثابت کر دیا ہے  
کہ آنحضرت نے عمر صاحب کو ولید بھی خوش نسبت تشبیہ دی تھی۔ اور وہ بخوف و خضعت  
مسلمان ہوئے تھے کہ اسلام کو حق سمجھ کر۔ اور حضرت کا نبوت میں ہیشہ شک کرتے رہے  
کبھی درجہ یقین حاصل کیا۔ طلبا اور اوراق آئندہ میں ملاحظہ فرما کر کہ دیکھئے کہ بے شبہ  
عقلان ولادت میں ولید اور حضرت عمر اک شان رکھتے تھے الحاصل ابوبکر شرط خلافت

قائم کرنے میں مجھے تھے اور مجھ کو نیز مشروط میں غلط آرا۔ اختیار کئے ہوئے تھے۔ شرط یہ  
 تھی کہ غلطی سابق الاسلام اور نبی کے کنبہ سے ہو۔ اور غلطی نہ تھا کہ عمر و ابوعبیدہ کو خلافت  
 کے لئے منتخب کیا جو کہ نہ سابق الاسلام تھے اور نہ نبی کے کنبہ والوں میں ان کا شمار تھا۔ مصنف  
 صاحب صفحہ ۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ شعیب بن الحجازی کی حبیب بات حیرت خیز ہوئی اور اس نے  
 حقوق ہاجرین (سابق الاسلامی و نبی کا اہل کنبہ ہونا) کو تسلیم کر لیا۔ تب حضرت ابوبکر سے  
 پھر عمر اور ابوعبیدہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تحریک کی۔ یہ رنگ دیکھ کر دونوں پہلے  
 عرض کیا۔ کہ حضور آپ ہم سے افضل ہیں۔ جناب کی موجودگی میں کون سند نبوی پر بیعت کی جائے  
 کہ سکتا ہے۔ ہاتھ ہٹائے ہم بیعت کرتے ہیں۔ غرض کہ بیعت ابوبکر پر لوگ ایسے ڈٹے کہ سب  
 عبادہ کے نکل جانے کا (جو کہ بوجہ بیماری اور جگہ لیٹے ہوئے تھے) احتمال ہوا۔ محکمان اور گھوڑے  
 جو کہ نکل ابرجہوم جہوم کہ خلافت ابوبکر پر ڈٹے پڑتے تھے سخت تعجب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ نکل  
 شرائط تصر کردہ ابوبکر کے کون شرط اسی ادن کی ذات میں موجود تھی جس نے خلافت کو بیعت پر  
 برا لگھتے کیا تھا۔ فیصلہ اول نہ تو آنحضرت کے کنبہ میں تھے اور نہ سب سے پہلے آنحضرت پر ایمان لایا  
 میں ان کا شمار تھا۔ آنحضرت آل ہاشم سے ہیں اور ابوبکر قبیلہ تیم سے ہیں صورت شرط کا ایک  
 نمبر سا قاطع ہو گیا۔ رہی سابق الاسلامی مصنف نے صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے خطبہ پڑھتے  
 ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ ہاجرین کو ابتداء سے اسلام میں سخت مصائب برداشت کئے اور جبکہ  
 روئے زمین پر کوئی خدا پرست نہ تھا اور وقف خدا کی عبادت کی۔ اس سے صاف ثابت ہو گیا  
 کہ سند نبوی پر جلوہ فرما ہونیکے لئے وہ شخص نہ رہا تھا جو کہ نبی کے کنبہ سے ہو۔ نیز سب سے پہلے خدا کی  
 عبادت کی ہو۔ اگر حضرت ابوبکر میں ہر دو صفات محقق تو ابوعبیدہ و عمر بیعت ابوبکر کرنے میں  
 جادہ راستی پہنچے جائینگے بصورت دیگر ان کا شمار غلط کار و نمیں کیا جائے گا۔ تاریخ طبری کے  
 جلد ۲ صفحہ ۱۴ پر یہ عبارت ہے عن محمد بن سعد قال قلت لابی اکان ابوبکر لو کہم  
 را اسلاما فقال۔ لا ولقد اسلام قبلہ اکثر من حمین۔ یعنی محمد بن سعد نے اپنے باپ  
 سے کہا کیا ابوبکر تم سے پہلے اسلام لائے۔ تو کہا نہیں۔ بلکہ اول سے اول پچاس سو سال  
 سے زیادہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ پس اس جگہ یہ بھی ایک بات قابل توجہ ہے کہ ابوبکر

حجتی کتب میں داخل تھے اور ایمان لانے میں سب سے اول اور کاشا کا کیا گیا ہے۔ یہ تمام  
 بڑے معرکہ کا ہے۔ کیونکہ اس بحث کے طے ہو جانے پر۔ بقول حضرت ابوبکر مقدمہ خلافت  
 قطعاً فیصلہ پذیر ہو جیولا ہے۔ واضح رائے ارباب دانش ہو کہ مقدمات فوجداری میں  
 اصلیت استغاثہ پر نظر کرتے ہوئے۔ ابتدائی ریٹ دیکھی جاتی ہے خلافت ریٹ اول  
 درمیان میں جو کارروائی کی گئی ہو وہ باطل سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ مقدمہ خلافت اسلام کا ایک  
 ایسا جاری نزاع ہے کہ جس سے بالاتر کوئی فوجداری نہیں ہو سکتی۔ علامہ شہرستانی کا یہ  
 قول پہلے نقل کیا گیا ہے کہ مابین اہل اسلام جیسی کہ مقدمہ خلافت میں تظاہر علی اسی کسی مسائل میں  
 نہیں علی۔ علامہ مہووت کے ارشاد کا شاہد موجود ہے۔ مسلمانوں میں سوائے مسالہ خلافت  
 کے کوئی دوسرا مسئلہ ہی ایسا نہیں جس میں عداوت فیملیوں کو اسیر جہ شدت ہو۔ تیرہ سو برس  
 سے ہر وقت تک لکھو کھا مسلمان اسی چکرے میں قتل ہو گئے۔ معاویہ و عائشہ نے یہی  
 قصہ پیدا کر کے مسلمانوں کا خون پانی کر دیا۔ شبانہ روز جو چکر پڑے وہ اسی پر ہیں۔ ایک سلام  
 کے تہتر فرقے اسی کی وجہ سے ہو گئے۔ مسلمانوں نے جو ایک دوسرے کو کافر و مرتد کہنے میں ہاتھ  
 کو آزادی دی وہ اسی قصہ کی وجہ سے ہوئی۔ باہمی رشتہ ناتان۔ برادری کا ملنا جلنا  
 بہا جی نوالہ سب کے انقطاع کا یہی سبب ہوا۔ حضرت ابوبکر کا بمقابلہ انصاریہ کھنا کہ جس نے  
 اول زمین پر خدا کی عبادت کی اور نبی کے کتبہ سے ہو وہ ہم ہیں۔ بائیں وجہ کو منکر خلافت نہیں  
 مل سکتی۔ اس کے مستحق ابو عبیدہ جراح یا بہائی عمر ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خلافت کے لئے ہی  
 اعلیٰ درجہ کا استدلال تھا جو بہریت کا ابوبکر نے سقیفہ میں ظاہر کیا۔ جس کو کہ حسب صرحت بالا  
 رزینی مکاری کہا گیا۔ اس کو ابتدائی ریٹ سمجھنا چاہیے۔ علاوہ بریں خلیفہ اول کے ثبوت خلافت  
 میں جو باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ ارباب شعور و سخن ساز لوگوں نے بعد میں اضافہ فرمائی ہیں۔  
 حق طلب لوگ اس بحث کو ایمانی نظر سے دیکھ کر نزاع خلافت کا فیصلہ فرما دیں۔

صحیح ترمذی میں لکھا ہے۔ ابن عباس

کا قول تھا کہ علی میں چار باتیں ایسی ہیں کہ ہجر اول کے اور کسی میں اوس کا اثر نہیں۔ اول یہ کہ وہ

ہر جی دعویٰ سے پہلے آنحضرت کے ساتھ نمازیں شریک ہوئے۔ اول سے پہلے کسی نے  
 مسجد مسجد میں سر نہیں جھکایا۔ دوم یہ کہ ہر جگہ میں شکر اسلام کا علم اُن کے ہاتھ میں  
 رہا۔ سوم یہ کہ اجزاء کا خدا میں آنہوں نے تحقیق کو برداشت کیا چہاں یہ کہ نبی کو عقل  
 بیکر قبر میں رکھا۔ امام نبوی کتاب عجم میں لکھتے ہیں کہ اس صحابی کا قول تھا کہ آنحضرت دوشنبہ  
 کو مبعوث برسالت ہوئے اور سہ شنبہ کو علی نے اُن کے ساتھ نماز پڑھی۔ طبرانی نے تاریخ  
 کبیر میں ابوران سے روایت کی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا علی نے سات سال کئی ماہ میرے  
 ساتھ پوشیدہ خدائی عبادت کی۔ امام احمد و امام نسائی نے تحریر فرمایا ہے کہ  
 حضرت امیر علی الاعلان فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلا شخص ہوں جو اسلام لایا اور حضرت کیساتھ  
 نماز پڑھی۔ امام احمد یہ کتاب مناقب و نسائی فی الخالص۔ حافظ ابوزید عثمان بن ابی شیبہ  
 نے سنہ دابن عاصم و حاکم کتاب مستدرک ابوالنعمان حلیۃ الاولیاء و عقیل و غیرہ نے لکھا ہے  
 عباد بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور  
 اوس کے رسول کا بہائی اور صدیقی کبر ہوں۔ میرے سوا کچھ جوئے کے کوئی اس بات کا دعویٰ  
 نہیں کر سکتا۔ میں نے سب سے اول سات برس تک آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی۔ ویلی نے  
 حضرت ابن عباس و جابر سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا  
 کہ سات برس تک مجھ پر اور علی پر فرشتوں نے در و بچھا۔ بایں وجہ کہ صرف ائمہ علی خدائی عبادت  
 کیا کرتے تھے۔ یا علی النظرہ میں بھی قول بالانقل ہوا ہے نہ ہری کتاب مناقب میں نقیہ  
 ابن المنان نے اور طبرانی قصاص میں اور ابوالنعمان حلیۃ الاولیاء میں مجاہد ابن عباس سے  
 روایت کرتے ہیں کہ آیہ و اقیمو الصلوٰۃ و اقلوا کواۃ و ذکر مع الکعبین۔ خاص کر  
 آنحضرت و جناب امیر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے انہیں دونوں ہما جوئے  
 خدائی عبادت کا شرف حاصل کیا ہے۔ امام احمد نے اپنی سند میں اور جریر طبری نے نقل کیا ہے  
 اخصیف کندی کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مکہ میں حضرت عباس کا ہاں ہوا۔ پشت کعبہ پر ایک  
 جوان اور ایک عورت اور ایک بچہ کو کچ دلاست ہوئے و کچھا دریا نت کرنے پر حضرت عباس  
 نے جواب دیا کہ انہیں ایک عبد اللہ کا بیٹا محمد ہے اور عورت اوس کی بی بی خدیجہ۔ اور

امیرِ علی بن ابی طالبؑ کے ان تین کے اس وقت کوئی عبادت خدا کرنا اور کئے زمین پر نہیں ہے۔ علامہ جریر طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب عقیف اسلام لائے تو انہوں نے کر کے کہا کرتے تھے کہ اگر میں اس وقت مسلمان ہو جاتا تو جو مخالف اسلام میں پاتا۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عقیف یہ کہا کرتے تھے کہ اس وقت میرا مسلمان ہونا علی کے لئے دوسرے درجہ پر چڑھتا۔ ابن سحاق اپنی سیرت میں اور ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب ناز کا وقت آتا تو حضرت محییٰ علیؑ پر علی کو مکہ کے بہادروں میں لیا کرنا ساز پڑا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابوطالب نے دیکھ لیا۔ پوچھا یہ کیا حرکت ہے جواب ملا کہ خدا کا واحد کی عبادت کرتے ہیں۔ ابوطالب نے کہا کہ یہ اچھا کام ہے اور اپنے بیٹے علی کو ہدایت کر محمد صلیح کی اطاعت کرتے رہو۔ جناب سنیف اور ان کے بعد طلباء و توجہ فرمائیں کہ حضرت ابو بکرؓ عہدہ اول کے مسلمانوں میں داخل ہوتے تو حضرت عباس عقیف کنڈی سے یہ کیا کہتے کہ سوائے ان تین کے اور کوئی شخص روئے زمین پر اس مذہب کا نہیں ہے۔ اور خود عقیف موصوفہ بقیام انہوں سے یہ کیوں فرماتے۔ کہ اگر میں اس وقت اسلام لاتا تو علی کے بعد دوسرے نمبر پر نہایت اسلام میں میرا نام لکھا جاتا۔ ان سے بالا خود حضرت امیر علیہ السلام ارشاد فرمادے۔ **سُبْحَتُکُمُ الْاِسْلَامُ طَلَبُ غِلْمًا مَابِلَتْ اَوَّلُ حَلٰی**۔ حضرت امیر علیہ السلام صحابہ کے سامنے بقیام فرماتے ہیں کہ میں نے تم سے اسلام لانے میں اس وقت سبقت کی جبکہ بوجہ کم سنی مجھ کو نیکی نسبت نہ آئی تھی۔ بمقادیرت متفق علیہ (انا و علی بن زرارہ) آنحضرت اور جناب امیر کا ایک لڑکا جرح کہ آنحضرت نے پرستش اعنام نہیں کی۔ اس طرح حضرت علیؑ کے بھی توبہ کے سامنے گردن نہیں جھکاؤ۔ ابن سعد نے طبقات اور ابن عبدالبر نے استجاب میں حسن بن بدائی سے روایت کی ہے کہ ہرگز حضرت نے توبہ کو سجدہ نہیں کیا۔ اس واسطے ان کا خطاب کرم اللہ وجہہ۔ یعنی خدا نے ان کی پیشانی ناپاک خیروں کے سامنے جھکانے سے اپنی حفاظت میں رکھا۔ یہی صفوں سند البوحیفہ میں ہے۔ ابن عدی و ابن عساکر و سیوطی تفسیر و تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا کہ

کہیں نے آنحضرت سے سنا کہ میں حضور نے آن واحد کے لئے کفر کو اختیار نہیں کیا  
 ایک مومن آل یسین۔ دوم آسید زین فدویں سوم علی مرتضیٰ۔ کتاب استیعاب میں ابن  
 عبد البر نے سلمان فارسی سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا سب سے اول جوح کوثر پہلی وار  
 ہوں گے کیونکہ وہ ہی مجھ پر پہلے ایمان لائے ہیں۔ طبری و ذیلی میں سلمان فارسی و ابوذر  
 غفاری سے منقول ہے کہ حضرت صلعم نے علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان  
 لایا اور یہ حق و باطل میں تمیز کرنا والا ہے۔ مومنوں کا محبوب ہی اور قیامت میں سب سے اول مجھے  
 مصافحہ کرے گا۔ اور یہ صدیق اکبر ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ عمر خطاب نے بیان  
 کیا۔ تحقیق آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے۔ تم سے زیادہ  
 کوئی عہد خدا کا پورا کرنے والا نہیں ہو رعیت پر احسان کرنا اور تقیم میں سب مسلمانوں کو برابر  
 جاننا تمہارا خاص حصہ ہے۔ خدا کے نزدیک جو تمہاری منزلت ہو وہ کیسی نہیں۔ کتاب اوقیت  
 میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے نقل ہوا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی نے مجمع صحابہ میں فرمایا  
 تم سب واقف ہو کہ میں سب سے پہلے آنحضرت پر ایمان لایا۔ سو ایسے میرے رسول صلعم کا  
 کوئی بھائی اور وزیر نہیں ہی۔ آپ سب صاحب میرے بعد داخل اسلام ہوئے ہیں میں  
 رسول کا حقیقی چچا زاد اور شریک نسب ہوں۔ مجھے زیادہ کوئی آنحضرت کا قریبی رشتہ والا نہیں  
 ہے۔ میں نبی کے کچھن کا باپ اور سردار زنا کا شوہر ہوں۔ جو مرتب کہ خدا نے مجھ کو عطا فرمایا  
 ہیں وہ آپ صاحبوں میں سے کسی کا حامل نہیں ہیں۔ بحمد اللہ خفیر بدلائل مشافیہ ثابت  
 کر چکا کہ حضرت امیر نے سب سے پہلے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی اور اول ایمان لانے  
 وہ ہی ہیں اور ابو بکر چچا س آدمیوں کے بعد دائر اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت امیر کی  
 سابق الاسلامی ایسی سلمہ ہے کہ جسکو بادیا نیت مصنف نے بھی سیرت کے صفحہ ۶ پر تسلیم  
 فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ سینوں میں قول فیصل یہ ہے کہ لڑکوں میں حضرت علی  
 بالغ مردوں میں حضرت ابو بکر۔ بیویوں میں حضرت خدیجہ و غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ  
 اول اسلام لائے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ پہلے علی مطیع اسلام ہوئے۔ یا ابو بکر  
 بعض علی کو قبل تھے میں بعض ابو بکر کو ہر چند کہ میں قصیر النظر ہوں۔ مگر بارہ میں جہاں شک

کیا اس وقت تک کوئی ضعیف قول بھی نگاہ سے نہیں گذرا جس میں حضرت ابوبکر کا  
 ایمان لانا حضرت علی سے پہلے ظاہر کیا گیا ہو۔ اگر ضعیف صاحب تباہ کلام خود  
 دو چار اقوال علماء دینیہ لکھتے تو بہتر تھا۔ بھر مال حسب تصریحات علماء مذکورہ  
 بالا حضرت امیر اول درجہ کے ایمان لانا لائق میں ہیں۔ اور حضرت ابوبکر کا سبق ہر مسلم  
 ہونا غیر ثابت۔ مگر میں پاس خاطر تسلیم کئے لیتا ہوں۔ کہ ابوبکر و علی و خدیجہ و زید سابق الائمہ  
 مجھے عقل سلیم حکم دیتی ہے کہ یہ چاروں ان واحد میں ہیں ایک سکنہ کاتفاق نہوا ایمان  
 نہ لائے ہوں گے۔ لہذا قدم و اخضر در ہوگا۔ پس ان چاروں میں سے جس نے سبقت  
 لعیادت و قبول اسلام کی وہ حسب شرایط مقرر کردہ ابوبکر لائق خلافت تھا۔ ابن قتیبہ  
 کتاب معارف مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۶ پر لکھتے ہیں۔ محاذہ بنت عبد اللہ ..... روایت  
 کرتی ہیں کہ میں نے جناب علی علیہ السلام کو بصرہ میں ممبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں  
 صدیق اکبر ہوں اور ابوبکر سے پہلے ایمان لایا ہوں۔ حضرت مصنف جو فرماتے ہیں کہ اس میں  
 اختلاف ہو کہ ابوبکر و علی سے کون پہلے مشرف باسلام ہوا۔ یہ ابن قتیبہ کی روایت مذکورہ  
 سے بالکل اٹھکیا۔ سوائے شرف سابق الاسلامی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اُمت محمدی میں  
 صدیق اکبر جو حضرت امیر علیہ السلام کے اور کوئی نہیں۔ حضرت ابوبکر کو جو صدیق کہتے ہیں  
 یہ سنو نیکی طبع زاد اصطلاح ہے جیسا کہ عموماً اہل سنت مانٹھ جاتا کہ وہ یقہ کہتے ہیں اس طرح  
 ..... اور ان کے باب کو صدیق کہنے لگے۔ اہل ایمان سمجھ کر ارشاد فرمائیں کہ جو عورت  
 نفس رسول اور زوج بتول سے لڑی جس نے ہزار ہا مسلمانوں کا خون کر دیا۔ جس نے  
 قتل عثمان پر لوگوں کو بلا نیچھٹا کیا جس نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو جوار نبوی میں  
 دفن ہونے دیا جس نے نواسہ نبی کے جنازہ پر تیر چلائے جس کو رسول صلیم نے  
 محبوب یوسف (مکاح و عورتوں) سے تشبیہ دی وہ صدیقہ کیونکر کہی جاسکتی ہے۔ اگر  
 اسلامی صدیقہ ایسی تھیں تو وہ معلوم کا کس غضب کی ہونگی۔ حضرت ابوبکر و عمر کی صاحبزادی  
 عائشہ حفصہ ایسی با اقبال ہوئیں کہ ماذہ میں قدم رکھتے ہی خاندان کو اچھا لایا۔ ایک  
 کے باب صدیق ہو گئے اور دوسری کے فاروق۔ جہاں اور فضائل و کمالات خاندان

نبوت پر بجا قبضہ کیا تھا وہاں القاب پر بھی ہتہ مارا۔ میں انشاء اللہ اور ثبوت مزید پیش  
 کرتا ہوں۔ جس سے ثابت ہو جائے گا کہ ائمتہ محمدی ہیں سو اے حضرت امیر کے دو سر  
 صدیق و تاروق نہیں ہی۔ کتاب ریاض النظرہ جلد ۲ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۴ پر لکھا  
 ہے کہ آنحضرت کا نام زمانہ جاہلیت میں بھی علی تھا اور کنیت ابو الحسن۔ آنحضرت نے آپ  
 کا نام صدیق رکھا۔ ابوعلی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا صدیق تین ہیں (ایک  
 حبیب بن ماریہ بن آل یسین جسے کہا ہے قوم انبیاء کی اطاعت کرو دوسرے خرقیل بن ماریہ بن آل  
 فزول جسے کہا تھا کہ تم لوگوں کو قتل کرتے ہو جو کہ وحی انیت خدا کا سبق دیتا ہے تیسرے  
 علی بن ابی طالب اور وہ اعلیٰ دو ذوال صدیقین سابقین سے افضل ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے بھی  
 کتاب مناقب میں اسکو تسلیم کیا ہے۔ پھر اسی کتاب میں بفاصلہ قلیل صفحہ ۵۵  
 پر روایت ہے کہ آنحضرت نے یسویب بن ابی سہبہ سے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنا ہے فرماتے  
 تھے کہ اے علی تم صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہو۔ حق و باطل تمہاری وجہ سے تباہ  
 پذیر ہوگا۔ مولوی محمد علی خان محسن الملک کجھانی آیات نبیات میں فرماتے ہیں کہ شبہ  
 حضرت امیر نے فرمایا تھا کہ میں صدیق اکبر ہوں بعد میرے جو یہ دعویٰ کرے وہ جھوٹا  
 ہے مروجہ الشان نے تسلیم فرما کر ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت علی نے جو یہ فرمایا کہ میرے  
 بعد جو صدیق کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہی اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر نے اپنے بعد  
 کے لئے صدیقیت کی نفی کی جو قبل کا اس سے تعلق نہیں۔ ابو بکر چونکہ پہلے صدیق ہیں وہ  
 اس کلام سے مستثنیٰ سمجھے جائیں گے۔ اس کا نہایت معقول و مستشرق جواب فقیر نے  
 رسالہ سیا دیہ مطبوعہ مطبعہ یوسفی دہلی میں دیدیا ہے۔ اس جگہ مختصر عرض کرتا ہوں کہ برداریات  
 معتبرہ اہل سنت حضرت علی نے فرمایا ہی کہ میں صدیق اکبر ہوں (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)



سے یہ خطاب خطا ہو چکا تھا تو در باب جناب امیر یہ کیوں فرمایا کہ صدیق تین ہیں۔ دوا محم  
 سابقہ سے اور ایک علی اور یہ اہل دین دونوں سے افضل ہیں۔ اگر ابو بکر صدیق مانا جائے  
 تو تکذیب ارشاد نبوی لازم آتی ہے۔ جو کہ قطعاً حرام ہے۔ اہل سنت کو اختیار یہی کہ دونوں  
 راستوں میں جس راہ کو چاہیں اختیار کریں۔ اگر خلیفہ صاحب کو صدیق کہیں گے تو نبی کا غلط  
 گو ماننا پڑے گا۔ علاوہ بریں ایک اور امر قابل توجہ ارباب جزو پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ مخزن  
 اہل اوس بات پر کیا جاتا ہے جس کا مثل و نظیر اس وقت میں کوئی نہ ہو۔ حضرت علی نے جو خطاب  
 بہا بات فرمایا کہ انا صدیق کبر در حالیکہ اوس زمانہ میں اور بھی صدیق تھے تو لفظ (انا)  
 کے زمانے کی کیا ضرورت تھی۔ حاضرین جلسہ کہہ سکتے تھے کہ حضرت آپ خود دعائے فرودیت  
 کرتے ہیں یہ زیبا نہیں۔ حضرت ابو بکر بھی صدیق ہیں پھر یہ انانیت کیا معنی رکھتی ہے۔ جاننا  
 چاہئے کہ حضرت ابو بکر و جناب امیر علیہ السلام ہم عصر ہیں اور عین لقبول جہد علیاً انصاحب قبل  
 و بعد کی تفریق نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوا کہ اس وقت ہا القابل کوئی دوسرا صدیق نہ تھا  
 اگر ایسا ہوتا تو نہ آنحضرت تین آدمیوں پر اختصاص فرماتے اور نہ حضرت علی ناگزیر نہ  
 (انا صدیق کبر) کہتے چونکہ ہوائے زمانہ ہمیشہ مخالف حضرت علی چلتی رہی۔ مولا لیان  
 آل اطہار نہایت قلیل اور وہ بھی پامال دہشتہ و در ماندہ رہی ہیں اور تابعین خلفاء  
 ہزار در ہزار اسلام کے سواد اعظم نے جس مصطلح کو کہا میں خود ہا تجوز کر لیا وہ کثرت استعمال  
 سے ایک مستقل کلام ہو گیا۔ بایں وجہ ہر کہ وہ کی زبان پر صدیق۔ صدیق۔ فاروق  
 فاروق۔ نقش کا الجھ ہو گیا۔ جتنی شہادتیں در باب صداقت مرتضوی میں پیش کیں وہ  
 سب زمانہ گزشتہ کے علماء کی ہیں۔ ممکن ہے کہ طلباء کو وہ کتابیں نہ ملیں یا صورت مل جائے  
 مصنف کتاب کو غیر معتد بلا یا جائے لہذا ایک ایسے عالم کا بیان شہادت میں پیش کرتا ہوں جسکو  
 معتبر ہونے میں کبھی سیکو کلام نہیں ہو سکتا۔ وہ بزرگ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ہیں جنھوں  
 تحفہ لشکر بزرگ کلام باغ اسلام سے شیعہ پودہ کا رخ و بنیاد سے اکھاڑا چاھا تھا اور کسی نے  
 لفظ مرتضیٰ کی بابت دریافت کیا اوس کا جواب عالم برصورت قضاوی عزیزیہ کی طبع و دہ میں  
 صفحہ ۸۱ پر جو کہ مطبع مجتہبی دہلی میں چھپی ہے تحریر فرماتے ہیں (تلیق حضرت علی کریم رضی اللہ

مرقزی در احادیث دیدہ نشود در صدر اول این لفظ مستعمل بود و در احادیث صحیح  
کثرت شان بہ البتراب و ابوبکر یا نیت لقب یا نشان بہ زوال قرین و محبوب الدین صدیق  
و فاروق سابق الاسلام و محبوب المؤمنین و محبوب قریش بضمینہ البلد و  
و شریف ہادی و ہمدی و غیرہ مروی و ثابت است

تحریر شاہ صاحب سے ہو یا ہو کہ جناب امیر علیہ السلام کا لقب بہ لقب مرقزی ہونا  
اوہنوں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ البتہ صدیق و فاروق و سابق الاسلام وغیرہ غیر  
بالضرور ہے اور صدیقیت و فاروقیت و سابقیت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ شکر خدا  
کہ حسب اقرار شاہ صاحب جناب مرقزی علیہ السلام صدیق و فاروق سابق الاسلام ہیں  
امر بحث طلب یہی تین لقب تھے جو کہ بلازحمت تسلیم شاہ صاحب سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئے  
اسیہ کیا تھی ہے کہ اب جناب حضرت ابوبکر و عمر کو صدیق و فاروق نہ کہنے اور نہ  
حضرت اول کے سابق الاسلام ہونیکا اعتقاد فرمائیں گے۔ اگر بالکل نہیں تو صفات بوضوح  
بالا میں مرقزی کا شریک حضرت امیر کو بھی سمجھنے لگیں گے۔ لقب مرقزی جس کا احادیث میں شاہ صاحب  
ذکر نہیں لگا اور صدر اول میں اس لقب کی شہرت سے اونکو انکار ہی۔ یہ شاہ صاحب کی  
کو تاہ نظری ہی ورنہ مرقزی ایسا مشہور لقب ہی کہ جس کے سامنے حضرت مرقزی کہا جائے گا۔ وہ  
بے تکلف سمجھ لے گا کہ اس سے مراد علی علیہ السلام ہیں زید و عمر و بکر کی طرف کسی کا خیال  
مستقل نہ ہو گا۔ واضح رائے ارباب دانش ہو کہ تین لفظ ایسے جلیل المرتبہ ہیں کہ جن کی  
مثل کا ہونا ناممکن ہے۔ اربعینوں ہم معنی ہیں۔ اول مصطفیٰ۔ دوم مرقزی۔ سوم مجتبیٰ  
ہر سہ الفاظ موصوفہ اسلام میں حسب ذیل جملے جاتے ہیں۔ محمد مصطفیٰ۔ علی المرسلین  
حسن مجتبیٰ کسی اور نام کے ساتھ یہ الفاظ چپاں نہیں ہو سکتے۔

انہیں بزرگوار اول کے خصوصیت خاصہ کہتی ہیں جو دہ سو برس سے برابر ایک حدیث قدسی  
مسلمانوں میں ایسی شہور چلی آتی ہے کہ جسکو لا الہ الا اللہ کہنے والے کا بچہ چانتا ہے اور جب  
خدا بخواستہ و بادافع ہوتی ہے۔ ہر گھر کے دروازہ پر وہ دعا لگائی جاتی ہے اور لی خستہ  
کے نام سے شہور ہے اوس میں کا ایک مصرعہ یہ ہے (المصطفیٰ والمرقزی وانبائہما وافلا)

معلوم ہے کہ کبھی شاہ صاحب کے گھر میں ہیضہ یا تپ لرزہ وغیرہ کا قدم نہ آیا ہوگا۔ اگر  
 ایسا ہوتا تو ضرور دعا و موصوفات اہل کسے دروازہ پر بھی آویزاں ہوتی ہوتی۔ مرتضیٰ  
 خاں کہ مہیا یہ مصطفیٰ ہے اور اس سے بالاتر کوئی مرتبہ ہو نہیں سکتا۔ شاہ صاحب کو خوف  
 ہوا کہ ادسی لقب کے تسلیم کرنے سے مرتبہ مرتضیٰ حضرت مصطفوی کی برابر ہوتا ہے  
 اس واسطے انکار کر گئے۔ چونکہ ان صاحب نے انکار کیا ہے۔ لہٰذا کسی حدیث میں تعقب مرتضیٰ کا ذکر  
 نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے سچا کرنے کے لئے ایک حدیث نقل کئے دیتا ہوں جسکو مولوی عبد اللہ  
 بسمل امرتسری خفی الذکر نے ارجح المطالب کے صفحہ ۹۵ پر نقل کیا ہے کہ ابن یوسف کبھی نے  
 کتاب کفایت الطالب میں لکھا ہے۔ جناب امیر سے روایت ہے کہ ایک کاتب ہم جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملکستان مدینہ میں بھر رہے تھے۔ ایک درخت نے دوسرے  
 سے کہا یہ نبی مصطفیٰ ہیں اور یہ علی مرتضیٰ ہیں۔ پھر ایک دوسرا درخت تیسرے سے گیا  
 ہوا۔ ایک انہیں سے موسیٰ ہیں اور دوسرے ہاروں۔ ان واقعات کو بیان کر کے مصنف  
 کا ہاتھ پکڑ کر پھر میدان سابق الاسلامی کی طرف گھینٹا ہوں۔ حسب تسلیم ابن قتیبہ مندرجہ بالا حضرت  
 امیر بصرہ میں علی الاعلان فرما رہے ہیں کہ میرا ایمان و اسلام ابو بکر پر قدم ہے اور مصنف  
 لکھتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر اختلافی ہے سیرۃ کے صفحہ (۲) پر مصنف نے اپنی کتاب کا مافذ  
 بارہ کتابوں کو قرار دیا ہے منجملہ ان کے منبر پر معارف ابن قتیبہ کو لکھا ہے معلوم ہوتا ہے  
 کہ قابل مصنف نے کتب مجملہ خود کا ملاحظہ نہیں فرمایا اور نہ ہرگز یہ نہ لکھتے کہ ابو بکر و علی کے  
 پس میں شیخ اسلام لائے ہیں مابین علماء اختلاف ہے۔ تعجب ہے کہ ابن قتیبہ بروایت معاذہ صحیح  
 بیان کریں کہ بصرہ میں حضرت امیر نے سر ممبر ابو بکر سے اسلام لائے میں اپنا تقدم ظاہر فرمایا  
 اور مصنف اس کی تصدیق میں کہ وہ قطعی اختیار کر کے یہ فرمائیں کہ مسئلہ تقدیم اختلافی ہے بعد  
 نحیف نے اہل سنت ہی کی کتابوں سے ثابت کر دیا کہ سب سے پہلے اسلام قبول کر نیوالے  
 حضرت امیر تھے پس جب مکہ مقرر کردہ ابو بکر امر خلافت سوائے آپ کے اور کسی کو زبان نہ تھا مصنف  
 پر واجب ہے کہ کوئی روایت ایسی کھلائیں جس میں چاروں سوہوقین موصوف بالاکا ایمان بوقت واحد  
 ثابت ہو سکے اگر جناب مدوح نہیں و آسمان ایک کر دیں گے تب بھی اسکو ثابت نہ کر سکیں گے

دیکھو اگر چار آدمی ایک نالک ایک ساعت میں رہ گئے عالم بقاء ہوا اور نہیں ایک دوسرے  
 کا وارث ہو سکتا ہو تو درشتا و سکو پہنچگی جس کا آخر میں دم نکلا ہو گا۔ علیٰ فہم چار اشخاص  
 موصوف ہالہ سے پہلا مسلمان وہ سمجھا جائے گا جس نے اذی کبہ پہنچا ہو۔ اس سبقت ایمانی کا  
 خدا نے قرآن میں ایسا ناطق فیصلہ کر دیا ہے کہ جس کے سامنے کسی کو سزا دہانی کی حرارت نہیں ہو سکتی  
 ارشاد باری عز کر (والسابقون السابقون) اولئک المقہودون (یعنی پہلے ایمان لائے ان لوگ  
 جو پہلے ایمان لایا وہ قربان بارگاہ انبندی سے ہی اگر جناب مصطفیٰ قدرت رکھتے ہیں تو ثابت  
 فرمائیں کہ حضرت علی سے پہلے جس نے کلمہ طیب پڑھا وہ البکر تھے جب وہ ایسا ثبوت دیدیں گے  
 (و سوقت مان لیا جائے گا کہ خلیفہ صاحب سابق الایمان تھے۔ حضرت امیر کی سیقت ایمانی  
 کا کتب اسلام میں بہ اس کثرت ثبوت موجود ہے کہ حساباً احصاء اس فقیر کی تحریر میں نہیں ہو سکتا  
 بطور مختصر لکھ دیا گیا۔ بعد ازیں ایک نئی عید کی ثبوت پیش کرتا ہوں جو کہ انشاء اللہ قدر دانوں  
 کی نظر میں با وقعت و تمور ہو گا۔ مطالب الرسول اور ریاض النظرہ میں ابو الحجاج سے نقل ہوا ہے  
 کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں خط پڑا ابو طالب کنبہ دے لے تھے اہل خاندان نے امداد بھیجائے کی لے  
 اونکی اولاد کو پرورش کے واسطے لے لیا۔ آنحضرت نے حضرت امیر کو اپنے دامن دولت میں جگہ  
 عنایت فرمائی ہر طرح کی خورد و پرداخت آنحضرت کرتے رہے۔ تمام اخلاق محمدی کا اقتساب  
 بچپن میں علی المرتضیٰ نے کہا جب حضور مبعوث ہوئے فوراً اونکی رسالت کو تسلیم کیا  
 اہل عقل انصاف فرمائیں کہ حسن شخص نے رسول صلعم کی کنارہ رحمت میں پرورش پائی ہر قسم کے  
 عادات سیکھے ہوں۔ حضرت کے خرق عادات سے پورا اثر حاصل کیا ہوا اس کے مقابلہ میں غیر خدا  
 والادہ شخص جس نے کافروں کی چونچری میں نشوونما پایا ہو چالیس برس تک جوا و شہرہ بچ کھیلنا جو  
 معلومہ جافور کے کباب کہہ لے ہوں وہ کب یہ اتنا زہر پاسکتا ہے کہ پروردہ نبی کے مقابلہ میں  
 ایمان کی گیند اچک لیوے۔ شاہ ولی اللہ ازالتراخضا میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر پر خاص  
 توجہ باری تعالیٰ کی تربیت کے لئے قدرت نے وہ اتالیق ہم پہنچایا جس کے اخلاق  
 حسنہ نے خلائق کو بتلادیا کہ محاسن کس چیز کا نام ہی۔ پس بوجہ بات صدر ثابت ہو گیا کہ حضرت  
 امیر سابق الاسلام تھے۔ آج گیدہ بات بیان کر دینے کے قابل ہی کہ حضرت علی کی نسبت جو کہ کیا

کہ وہ پہلے ایمان لائے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اول اول اونکا کوئی اور مذہب تھا  
 جسکو ترک کر کے اسلام قبول فرمایا اور اسکی اصلیت یہ ہو کہ بغاوت حدیث (ازنا علی من فوجہ)  
 علی دینی کی بددلیش ایک نور سے ہے۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ میں اسوقت بنی مخاصبہ کہ  
 آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں تھے پس نبوت آنحضرت کی ازلی وابدی تھی اور اظہار اس کا چاہر  
 برس کی عمر میں ہوا۔ علیؑ ہذا حضرت امیر لوجہ اتحاد و نزہت نبوی اسی حالت میں تھے جس کہ نبی تھے  
 اونکی نبوت چالیس سال کی عمر میں ظاہر ہوئی اور علیؑ کا ایمان سات برس کی عمر میں قبل از اظہار  
 نبوت جو حالت نبی کی تھی مدہ ہی علیؑ کی تھی دونوں بزرگ بلکہ تمام مذاہب و ملت ابراہیم علیہ السلام کا  
 پیرو تھا آنحضرت بقول مصنف دو باتیں مخاصبہ ابو بکر رضاع کے سامنے آتی پیش ہوئی تھیں کہ  
 جن کا دفعیہ انصاف کر سکے اور آخر کار انکو خلافت سے دست بردار ہونا پڑا اور حضرت ابو بکر کا  
 حق مرج قرار کر لے فیض نزع ہو گیا اونیں ایک سابق الاسلامی تھی اور دوم بنی کارشتہ دار  
 ہونا امر اول کی نسبت ظاہر کیا گیا کہ ابو بکر ہرگز سابق الاسلام نہ تھے۔ رہا بنی کارشتہ دار اور اونکو  
 اہل سے ہونا اس شرف میں بھی اونکو کوئی حصہ نہ تھا۔ یہ عزت بھی خدا نے اوسکو مرحمت فرمائی تھی  
 اگر کہ خلعت سابق الاسلامی سے آراستہ تھا (علیؑ) رسالہ ہدایہ کے صفحہ ۱۰۹ چھپنے پر وفیہ الاحباب  
 جلد ۲ صفحہ ۲۳ کا وہ مضمون پیش کیا ہے جسکو مزاجیرت دہلوی نے اپنے مولف رسالہ خلافت  
 شیخین کے صفحہ ۸ پراردو میں ترجمہ کیا ہے۔ گو کہ طلباء اور مصنف اوسکو دیکھ چکے ہیں مگر یادداشت  
 تازہ کرنے کے لئے مختصر آکچھ لکھتا ہوں۔ (سقیفہ میں امر بیعت سے فراغت ہا کر جب حضرت  
 ابو بکر اور اونکی خلافت کے منہ و منہار عام حضرت عمر وار و مدینہ ہوئے تو علیؑ امر لرضی کو بیعت کے  
 لئے طلب کیا۔ آپنے فرمایا کہ جس محبت سابق الاسلامی اور بنی کی رشتہ داری سے تمنے انصار  
 کے مقابل میں تفریق حاصل کیا وہی دلیل میں آپ کے سامنے ..... پیش کرتا ہوں اگر وجہ  
 قریشی النسب ہوئی تے آپ نبی کے ہم قوم ہیں تو میں اونکا ایسا رشتہ دار ہوں کہ جسپر کسیکو فوقیت  
 حاصل نہیں ہو سکتی۔ سوائے قرابت قرینہ قرآن ہمارے گھر میں نازلی المہبط وحی الہی ہم ہیں و صناع  
 شریعت اور مصالح امرت کو ہم بہتر کوئی جاننے والا نہیں ہو سکتا۔ خدا سے ڈرو اور صاحبان  
 حقوق کے حق کو تلف نہ کرو حضرت عمر نے بہ درشتی کہا کہ ہم کوئی دلیل سننے کے لئے تیار نہیں۔

جب تک آپ بیعت نہ کریں گے ہم آپ کو نہ چھوئیں گے حضرت علیؑ نے غر صاحب کے  
کلمات سخت و درشت سنا یہ جواب دیا کہ میں تمہارے دو جگہ سے ہرگز نہیں ہرتا  
جب تک میری جان باقی ہو اپنے حق سے دست کش نہیں ہوں گا امیر ابو عبیدہؓ سرخ  
سقیفہ بولے کہ اے ابوالحسن آپ کی فضیلت اور بیعت ایمان ہم سب پر واجب ہے  
آپ کو خدا نے وہ مرتبہ عظیم عنایت فرمایا ہے کہ اگر خلافت سے بالآخر بھی کوئی منصب  
ہو اس کا استحقاق بھی آپ پر ہے مگر اس وقت اس مفید ریش پر لوگوں نے اتفاق کر لیا  
ہے۔ جناب بھی اس کو خلافت تسلیم کر لیں حضرت ابوبکرؓ نے جو جناب امیر علیؑ کے  
مقابلہ میں گفتگو کی اس کے متعلق یہ وقت الاحباب پیش کجاتی ہے (ابوبکرؓ کی یہ کلمات  
علیؑ کو حکم و دستور دہر کر آیا تھا مقابلہ حدیث علیؑ نہ راست ازراہ رفی و مہار  
دراودہ گفت اے ابوالحسن مرا گمان نہ ہو کہ تو دریں اثرا میں موافقت نہ خواہی کرد اور اگر  
خیارت والا سے چند باتیں ظاہر ہوئیں۔ اول یہ کہ حضرت امیرؑ نے بہ اثبات استحقاق خود  
اوسے بات کو پیش کیا جسکو ابوبکر صاحب نے انصار کے سامنے کیا تھا (قرابت) اور  
حضرت امیرؑ کی دلائل ایسی قوی و محکمہ دستور نہیں کہ جن کا جواب سوائے خوشامد کے  
ابوبکرؓ کے پاس کچھ نہ تھا۔ ..... دوم حضرت عمرؓ کے پاس کوئی  
قابل تسلیم بات درباب خلافت ایسی نہ تھی کہ حضرت امیرؑ کے حقوق کو باطل کر دینی بلکہ سختی  
و درشتی سے وہ حضرت علیؑ کو سلسلہ بیعت میں داخل کرنا چاہتے تھے یہ ہم یہ کہ حضرت  
امیرؑ کو اپنے مستحق پر خلافت ہونے کا اس درجہ دثوق تھا کہ صاف کہہ دیا جب تک میرے  
دم میں دم باقی ہو بیعت نہ کروں گا۔ چہاں ہم یہ کہ ابوبکرؓ نے حضرت کی سابق الاسلامی کو  
تسلیم کر کے کہہ دیا کہ خلافت کیا حقیقت رکھتی ہے اس سے ہزار درجہ کے مراتب اعلیٰ پر  
آپ کو استحقاق حاصل ہے نہایت شکر یہ کامی ہو کہ قرابت نبوی و سابق الاسلامی دونوں  
باتوں کا رابستہ فیض نے خدا و اقرار کر لیا سمجھنا چاہیے کہ حضرت امیر ابو بکرؓ وغیرہ کو کسی طرح  
لائی خلافت نہ جانتے تھے چنانچہ شراح متا صدد لکھتے ہیں کہ لین علی و عمر باب بیعت  
سخت گفتگو میں آخر کار علیؑ نے رضی یہ کہہ کر اوٹھ کھڑے ہوئے ہار کہ اے جیسا ساقی د

اور یہی ہے ابو بکر و عمر و عثمان و علی علیہ السلام کی ملاقات سہارنک کر کے جیسے آپ ہمارے ہوں گے  
 کیا اور جو کہ انہوں نے اس جگہ کی ملاقات اور باب ہم سمجھ سکتے ہیں انہوں نے یہ کہ عالموں کو ایسے  
 شخص کی سیرت پر عمل کرنے کے لئے مضائقہ آتا ہے کہ اس نے خلافت استحقاق سفید میں  
 گفتگو کر کے بطور ناجائز خلافت کو حاصل کیا۔ چونکہ اس وقت خلافت ہمیں رہی جو  
 ہوتا تھا وہ جو وہ سو برس پہلے ہوا اگر اہل سنت کا فرمانے انصاف ہوں تو صرف اتنا  
 ہی تسلیم کر لیں کہ ابو بکر و عمر و عثمان و علی علیہ السلام تھے ان کی سیرت اس قابل نہ تھی کہ کوئی سچا  
 مسلمان اس پر عمل کرے جیسا کہ حسب اندراج بخاری مسلم حضرت امیر ابو بکر کو جو نابالغ ایمان  
 دیا تھا جانتے تھے وہ وحییت ایسے ہی تھے۔ حضرت امیر کی سابق الاسلامی کے متعلق جو  
 مینے والے دیئے ہیں طلباء کو لازم ہے کہ ارجح المطالب مؤلف مولوی عبید اللہ صاحب  
 تخلص نسل ام تیری کو از صفحہ (۴۴۷) تا (۴۶۶) دیکھ جائیں انشاء اللہ تحفیر کی  
 تمام تقریر کو صحیح پائیں گے اب میں اپنی تقریر سابق الاسلامی کو ختم کر کے عرض کرتا ہوں  
 درحالیہ حضرت امیر علیہ السلام تمام مجاہدین کے حامل تھے۔ پھر کیا وجہ ہوئی کہ لوگ ان کے  
 برکت سے امام دینی فرماتے ہیں کہ سید بن عمر اور سعید بن العاص نے عبداللہ بن عباس  
 بن بریمہ سے پوچھا کہ آپ گاہ فرمائیں کہ لوگ علی سے کیوں مخالفت رکھتے تھے اس نے  
 جواب دیا کہ علی کی مثل علم و فضل و دیگر کمالات میں کوئی شخص نہ تھا خوش نسب ایسے کہ ان کے  
 دینی کے نسب میں طلق جدائی نہ تھی۔ مزید بیان حضرت کے داماد اور اسلام میں سب سے سابق علم  
 قرآن و سنت کا جانتے والا ان کی برابر کوئی نہ تھا راہ خدا میں جو جہاد و انہوں نے کیا اس سے  
 اسلام کی پشت قوی ہو گئی جو و بخشش کا مادہ انہیں خدا نے ودیعت فرمایا تھا اسی کی فی  
 اوکائنات ملک و سرزمین تھا۔ شیخ عبدالحی محمد دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ نام شامی سے دریافت  
 کیا گیا کہ علی کے دشمن کہ مانعین ہجرت کس لئے ہیں انہوں نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ علی کے فضائل  
 و کمالات خوش فہمی عالم علوم دینی ہونا ان کے لئے ایسا ضرر رساں ہوا کہ خلائق دشمنی پر تیار ہو  
 زنا رزنا پر نظر کرنے سے تہمت ملتا ہے کہ ذی عزت آدمی کے نامہ تجار و بدشتار لوگ خواہ  
 مخواہ دشمن ہو جاتے ہیں دیکھو بی بی عزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیسے کونین

جو کہا ہے دنیا دار لوگ اہل حق کے ساتھ مخالفت کیا کرے میں اس طرح ہزار ہا انسانوں کی  
 جفا ہوئے۔ اس طرح خاندان نبوت کو جیفہ خواران و نیانے تباہ کر دیا۔ علامہ تقی الدینی کا  
 شرح تھامد سے جو بیان اور قلمبند کیا گیا ہے اس کو پھر دیکھنا چاہیے وہ کہتے ہیں کہ اصحاب  
 نبوی صلوٰۃ علیہ وسلم و جوار پر پھونچ گئے تھے۔ اہلبیت کے ساتھ اوغول نے وہ دہر داریاں کیں  
 کہ جن کے سننے کا کوئی قلب تحمل نہیں کر سکتا آسمان پھٹ جائے زمین حق ہو جائے نباتات  
 و جمادات ادن مظالم کی پیش خدا گواہی دیں گے جو کہ مسلمانوں نے رسول کی ذریعہ سے  
 کئے تھے۔ آنحضرت کے وفات پاتے ہی اس وقت کے لوگوں نے جن کو مصنف بہترین ظالمین  
 اور اخلایق اسلامی کی جسم تصویر بیان کیا ہے۔ اسی رنگت بدلی تھی کہ حضرت امیر سے بجز عدم عینیت  
 ابوبکر کفلم مخالفت ہو گئے تھے چنانچہ جمع بن الصغیر و جامع الاصول میں لکھا ہے کہ حیات فاطمہ  
 علیہ السلام میں لوگ حضرت امیر کی فی الجملہ آبرو کرتے تھے جب وہ وفات پا گئیں تو سب  
 لوگ برکت نہ ہو گئے اور دفعتاً سب روئے توجہ پھر علی علی ایسے مضطرب ہوئے کہ ابوبکر کو یامہ  
 کہ تم مجھے علی کی بی بی کہہ کر تمہارے ساتھ نہ ہوں اور نہ منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر  
 عمر کی صحبت دیکھنا مکروہ جانتے تھے۔ علی ایسے شریف نسب و جامع کمالات و باذل کریم و  
 عالم علوم آہی و واقف آداب شریعت و معنی سے لوگوں کا روئے توجہ پھر کمال مخالفت پر آگیا  
 ہو جانا باکسی دلیل کے اسبات کو ثابت کرتا ہی کہ وہ لوگ شریف الطبع نہ تھے اور نہ مذہب اہل  
 پرستی تھا ایسے شخص کی خلافت پر اجماع کر لیا جو کہ نہ سابق الاسلام تھا اور نہ نبی کے اہل کنبہ  
 میں اس کا شمار تھا مثل مشہور ہے کہ۔

کنت یحبس باہجنس پر داز بکوتہ باکوتہ باز باز

جو لوگ کہ اعلیٰ درجہ کے خاندانی تھے اوغول نے حضرت علی کی اطاعت اختیار کی یعنی  
 (بنی ہاشم) چنانچہ مولوی شبلی صاحب نے الفاروق میں لکھا ہے کہ عمر نے علی سے زور  
 بیعت لینی چاہی مگر بنی ہاشم سے کسی نے سوائے علی کے اگر کسی کے آگے سر نہ جھکایا اور  
 نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کے دو گروہ ہو گئے ایک شریف پرست زدم زریل پرست دیکھ لو اسکا  
 اثر اتنا کہ موجود ہی اور ناختم دنیا رہیگا۔ خاندان نبوت کے مطیع و منقاد اکثر سادات





کو ایک دن چمن نہ لینے دیا۔ اون کے لشکر میں بغاوت پھیلادی۔ آخر کار دوسرا کر شہید کیا۔ علامہ  
 ممبر دہر خطیبوں سے حضرت امیر و جناب سیدہ وحشی کو نکال لیاں دلائیں اور خود دس۔ دیم  
 نے پینٹل نہر اسلام آباد کا خون عرب کے جنگل میں شل رو کو ہی بہا دیا امام حسن کو جارجی میں  
 دفن ہونے دیا۔ اون کے جنازہ کو تیروں سے خراب کر دیا۔ ان دوشید دشمنان اہل بیت  
 کے دوست تمام تر اہل سنت ہیں۔ جن سے پوچھا جائے کہ آپ امیر معاویہ و عائشہ صاحبہ  
 کو کیسا جانتے ہیں۔ جواب دیا جائے گا کہ ہم اسی اون کے معاملات، خانہ دانی میں داخل رہے  
 کر نیکے جاز نہیں ہیں۔ ایک طرف ام المؤمنین اور دوسری سمت نبی کے داماد اور بہائی  
 ہیں۔ ہماری مجال نہیں کہ کسی ایک کو بھی ترجیحی نظر سے دیکھ سکیں۔ رہے امیر معاویہ اونکی  
 بہن آنحضرت کے عقد میں تھی۔ علاوہ ہمیں وہ آونکے بیٹے زید صاحب مہجوب حدیث ظافراً  
 اثنا عشر آنحضرت کے خلفاء میں نمبر ۶ کی کرسی پر جلوہ فرما ہیں۔ ہم اہلبیت و عائشہ و امیر  
 معاویہ کے سلامی ہیں۔ دانشمند غور فرمائیں کہ دو دشمنوں کا ایک شخص محبت خالص نہیں ہو سکتا  
 یہ بات محالمت عقلی میں داخل ہی۔ پیش ثابت ہو گیا کہ رو سے زمین کے وہ بگل جو کہ اپنے آپ کو  
 سستی جتاتے ہیں بوجہ اتحاد دشمنان اہلبیت آل نبی کے پکے دشمن ہیں۔ لطف یہ ہے کہ کلام  
 اہل سنت کو خود اقرار ہے کہ ہم اہلبیت کے دشمنوں سے دوستی رکھنے والے ہیں۔ تحفہ مطبوعہ مطبع غفر  
 لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۶ سطر ۱۲ پر شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں (اہل سنت کہ دشمنان اہلبیت  
 را دوست دارند بحیثیت دشمنی اہلبیت دوست ندارند۔ نہ تا محمد و آلہ) طلبا و شاہ صاحب  
 کی روح با اون کے تقلد دل سے پوچھیں کہ حضرت وہ دشمنان اہلبیت کون لوگ ہیں جن کو سنبول  
 نے عشتہ اتحاد قائم کیا اور کافہ اکون ہی رسول کون ہے۔ کتاب کیا ہے۔ امام مزایا کیا نام ہے  
 نماز کدھ طرح پڑھتے ہیں۔ وراثت و دین کے مقدمات کس امام کے حکم سے طے ہوئے ہیں۔ آخر وہ  
 بزرگوار کس قوم و قبیلہ کے ہیں جن کو دشمن اہلبیت سمجھ کر شنی صاحب دعوائے مواللت کرتے ہیں  
 ہر گاہ خود علماء اہلبیت کو اقرار ہے کہ ہم دشمنان اہلبیت کے ساتھ ہمدردی و سخاوت پر عمل کرتے  
 دوستی و محبت کے تعزید گئے ہیں ڈالے ہوئے ہیں تو صفات ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمن  
 اہلبیت ہو کر فرد اسلام سے خارج ہیں۔

کسی نے کیا اچھا اثر ہوا کہ اگلے دن اسے آل محمد سے پریشانی کر کے دفتر اسلام سے اپنا نام  
 خارج کر لیا۔ اور یہ لطف مصنون سماعت فرمائے۔ صاحب نے اپنے مذہب کی چند  
 حدیثیں نقل کی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ دشمن اہلیت قطعی جنہیں میں خباثت لکھتے ہیں۔ طبری  
 احکام نے روایت کی ہے من مات و ہوا مبعوض الکل محمد دخل النار وان صلی وصلاً  
 یعنی جو شخص بعض آل محمد پر مرادہ جہنمی ہے۔ اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔ ترمذی  
 سے لکھا ہے کہ جو شخص اہلیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔ پھر طبری سے ایک روایت  
 حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص اہلیت سے محرم رکھیں گا وہ بدو قیامت تازیانہ آتش کہلے گا  
 حکیم ترمذی کا قول کتاب نوادر الاصول فی اخبار رسول سے اس عبارت تحریر فرمایا ہے کہ  
 ابن اسود نے روایت کی کہ معرفت آل محمد سے برائت ناسوتی ہے اور اس کی عین  
 سے خبر کے نہیں ملدو دیتی ہے اور عذاب خدا سے اونکی ولایت کا اقرار پناہیں  
 لکھتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص کسی سے دوستی رکھے گا اس کا حشر  
 اوسیکے ساتھ ہوگا۔ اگرچہ اسے سیکو حسن عقیدت ہے تو اس میں ہرگز ساتھ محشر ہوگا  
 اہل سنت محدثین خاندان رسول سے حسب تلم شاہ صاحب بغیر رکھتے ہیں۔ اور  
 وہ کہ وہ باوصف نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے قطعاً جہنمی ہے۔ تو اب شیول تھے جہنمی  
 ہوئے ہیں کیا حکام رہا۔ جہاں ان کے دوست دشمنان اہلیت ہو گئے۔ وہیں شیول کا  
 ذریعہ حشر لگا ہوا ہوگا۔ باتینہ مضمت اور طلباء علی گڑھ اپنے آل پر خیر فرما کر ہر جہلہ  
 اس گمراہ سے نکل آئیں جہیں باہنفل اونکا نواوی ہلنگ لگا ہوا ہے۔ سطور ابتدائی میں غیب  
 نے بیان کیا ہے کہ یہ مقام نہایت مترگ و بزرگ و مہکتا آرا ہے۔ کیونکہ فیصلہ خلافت  
 حسب قیود مقرر کردہ ابوبکر صاحب سابق الاسلامی دینی سے ہم کینہ ہونے پر موقوف و  
 منحصر ہے۔ منجملہ دو صفات کے ایک صفت متعلق بقربت ایسی ہے کہ جس پر سیکو چوں کہ اگر کسی  
 مجال نہیں۔ یہی صفت ثانی سبقت بہ اسلام اوسکا بھی اتنا ثبوت دیا گیا کہ جس کی  
 ابطال پر کوئی قادر نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ ابوبکر صاحب نے حسب تصریح بالا استدلال قرضی  
 کے سامنے گردن نیچی کر لی اور غایت در ماندگی سے یہی کہا کہ اسے ابوالحسن آپ کی تقریر

ایسی شکر و استوار ہی کہ جلو مجال دم زدن نہیں۔ مگر چونکہ قبول شہر مدعی سمیت گواہ حجت  
 مقلدین ابابکر وہی مرعی کی ایک ٹانگ تھلائے جاتے ہیں کہ ابوبکر کی خلافت برسرِ طاقت  
 آدمی اور ہستیاں قوم کا اجماع ہو گیا تھا وہ نبی کے جائز جانشین تھے لہذا انکی تسکین خاطر  
 کے لئے سوا اسے سابق الاسلامی ایک اور ایسی بات دکھانا ہوں کہ جس پر مرعی نظر ڈالنے  
 سے ہر عاقل کہہ دے گا کہ ابتدا سے آفرینش عالم سے جبکہ در باب خدا شناسی و عمل  
 ذات مرقدی سے واقف ہوا وہ کسی سے نہیں ہوا۔ اگر اودنے ہم پر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ  
 نبی مرسل ہے ورنہ نہیں۔ بفضلِ نبوت میں نے اعجازِ اودوی میں کی ہے۔ اسکا مختصر عرض کرتا ہوں  
 مامول رشید نے اسحاق سے جبکہ اوس زمانہ کے شیخ الاسلام دسر آمد علما تھے دریافت کیا  
 کہ جس روز خدا نے آنحضرت کے سر مقدس پر تاج نبوت رکھا اوس دن بہترین عمل کیا تھا  
 عالم اضرانے جواب دیا کہ اس سے بہتر کوئی عمل نہ تھا کہ آنحضرت کو سچا فرستادہ خدا کا  
 ایمان برصالت لایا جاتا۔ مامول رشید نے پوچھا کہ اس عمل خیر کبھی سے روزِ نبوت  
 بجاوردت کی یا نہیں۔ اسان نے جواب دیا کہ علی المرتضیٰ نے سب سے اول رسالت کی  
 تصدیق کی۔

مامول رشید ہر گاہ تم خود شہید کرتے ہو کہ مصدق نبوت آنحضرت پر در بشت علی المرتضیٰ  
 تھے تو ایسے شخص کو نبی کا جانشین بلا فضل کبوں نہ مانا جائے۔ یہ بچہ کی بات سنکر اسان  
 جھبر سے۔ فرمانے لگے کہ علی بچے تھے و بطورِ نیز کا نہ پہنچے تھے۔ لڑکپن کا اہان قابل  
 اعتبار نہ تھا۔ اسواسطے اونکو ہر اول کا خلیفہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور ابوبکر جالیس برس  
 کی عمر میں ایمان نہ لائے تھے۔ اور وقت انسانِ صحیح الحواس اور مستقل طبیعت والا ہوتا  
 ہے جس بات کو کڑا ہی اوس کے تشبہ و فراز پر پوری نظر ڈال لیتا ہے۔ یہ بچہ  
 ہم خلیفہ صاحب کو اسلام کا رکنِ عظیم جانتے ہیں۔

مامول رشید میں انہار می گفتہ کہ اس کیسے کہتا ہوں کہ علی جو بچپن میں اسلام لائے ہوئے  
 تین دہائیوں پہنچے ہیں۔ وجہ اول یہ کہ نبی نے علی سے کہا کہ خدا وعدہ لائے کہ ایک ہوا  
 اوس کے جنگو خدا کہا جاتا ہے وہ لایق پرستش نہیں ہیں۔ وجہ دوم یہ کہ خدا نے اپنے



ایک ذرہ فرق نہا جا چکا۔ کیونکہ جس شان سے خدا نے آنحضرت کو خلعت نبوت عطا فرمایا  
 اسی ترکہ شان سے علی کو اس کی تصدیق کے لئے تیار کیا۔ مہر مگر کہا جائے کہ نہ خدا نے  
 الہام کیا اور نہ ہی نے دعوت دی بلکہ وہ بلا تعلیم احسنہ والسا بقون السالقیون  
 کے خوشامخت پر جلوہ افروز ہوئے تو بلا چون و چرا مانا پڑے گا کہ علی با وصف نابالغی  
 ایسے بالغ العقل تھے کہ اپنی روشن دماغی سے مذہبی و عذابیت اہل آنحضرت کی رسالت  
 کو خدا و آخرت کا قوی ذریعہ سمجھ لیا۔ یہ توجہات و لائل سنگم اسحاق صاحب ایسے خاص  
 ہوئے کہ جیسے کیسے گلے میں ہڈی اٹک جاتی ہے اور وہ بولنے پر توجہ نہیں دیتا جو شخص  
 مامول رشید و اسحاق کی گفتگو پر نظر سرسری نہ ڈالے گا۔ بلکہ کچھ غور و فکر کرے گا تو وہ  
 بلا کسی دلیل کے سمجھ جائیگا کہ علی کی شل دمانند اصحاب محمدی ہیں ایک شخص نہ خدا و سب  
 ہادی و پیغمبر تھے اور تمام اصحاب چاہے ابو بکر و چاہے عمر و ادنیٰ کے لیے تھے کہ جیسے ہدای  
 و غار کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہوتا ہے۔ طلباء و طفل نابالغ کے امتحان کا حال تو معلوم کر چکے  
 ذرہ اس درجہ کی طرف بھی توجہ فرمائیں جس نے مقتضائے کہن ساگی بقول اسحاق بیچ  
 سمجھ کر بالغ اسلام کی روش اور پیرائے غم و گشت کی تھی اگر حضرت اول و دل سے ایمان  
 خدا و رسول اللہ سے ہوتے تو غار میں خوف کا مار سے با وصف محبت آنحضرت جناب پیغمبر  
 کر کے (لا تعزن) کی جہر کی نہ کھاتے حضرت کو زعمہ اشقیاء میں تنہا چھوڑ کر فرار کرتے جنگ  
 احادیث آئے انقلاب علی الاعقاب پر ٹل کر کے یہ سرک اسلام کفر اختیار کرنے پر آمادہ نہ ہوتے  
 (اس کا ذکر تفصیلی طور پر اوراقِ میندہ میں بلکہ واقعاتِ عمرائے گاناظیرین نظر رہیں)۔ مگر  
 او کو شرک خفی کا حامل نہ بولتے شہدائے احد پر دعائے مغفرت کرتے ہوئے اور ان کے بالائے  
 ہونے پر ادائے شہادت سے مفادِ نفرتانے شرک لشکرِ اسامہ سے بغاوت حکم نبوی  
 سرتابی کر کے تازیانہ یعنی نہ کھلتے و نہ قلم کے نقیصہ میں بہر زبان عمر جو کر تو مرغی۔  
 (او مٹھا و میرے پاس سے) کا پر غضب کلمہ زبان نبوی سے نہ سنتے حضرت کے جسم اطہر کو  
 بے دفن چھوڑ کر سقیقہ میں نہ جاتے انصار کے سامنے اپنا سابق الاسلام و نبی کا رشتہ دار  
 قرہی ہونا ظاہر کر کے حصولِ خلافت کے لئے دامِ مکاری نہ بھیلاتے حضرت امیر کے سامنے

خودیاری سے بیعت کے لئے نہ ہو کر اسے کشت دروازہ میدہ کر کے وقت مرگ اپنی سختی  
 پر حاسست نہ ہوتے جاسے ایسا نہایت چھوڑ کر شکل کا ادب بننے کی خواہش نہ کر کے قلباً و  
 سے مسند نبوی پر بیٹھ کر اپنی خلافت کو شراہ جہان ساز کا خطاب رکھا عمر یہ سے نہ دلائے ملا  
 نامہ ہو کر اقامت بیعت نہ کرتے (یعنی خلافت سے استغفار نہ دیتے وغیرہ وغیرہ) کام و انعام  
 کا ذکر اور پراچکا ہے) ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے سوائے اپنی ذات  
 کے کسی کو حق خلافت نہیں سمجھا۔ ابو بکر صاحب کی بیعت ہرگز نہ کی عمر کے دیرانے دیکھ کائے  
 کا انداز کوئی اثر نہ ہوا عاف کہدیا کہ جب تک میری جان باقی ہے دعوئے خلافت سے  
 دست بردار ہو کر شمارے حلقہ اطاعت میں داخل نہ ہو گا علی ہذا تمام بنی ہاشم و خویش ہی  
 آنحضرت خلافت بکریہ سے کارہ و دلائلک رہے سوائے انہیں دوا و رضی اللہ عنہم  
 ہمیش کرتا ہوں جن کے ذی رتبہ ماننے میں کسی خارجی کو بھی تامل نہ ہو گا۔ انہوں نے بھی ابو بکر  
 و عمر کو اپنی خلافت نہیں سمجھا۔ رسالہ اصل الحقیقت بہرہ و تحقیق میں تحریر نے بڑی بحث  
 کو کے دکھلادیا ہے کہ یہ روایت و واقعاتی و چند دیگر علمائے سنیہ امام بن علیہ السلام نے  
 ابو بکر صاحب سے جبکہ وہ ممبر نبوی پر بیٹھے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے فرمایا کہ اے ابو بکر مجھے اور تو کو  
 یہ جگہ تمہارے اجلاس کوئی نہیں ہے۔ بلکہ یہ مقام میرے باپ کی نشست کا ہے خلیفہ  
 صاحب نے عرض کیا کہ شانہ ہاؤسے آپ سچ فرماتے ہیں و تحقیق یہ مقدس موقع ابو بکر  
 ہی کا ہے یہ کہہ دیجئے اور اے اور امام حسن کو گویں بھاکر یا کرنے لگے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا  
 کہ اے ابو بکر خدا کی قسم میں نے حسن کو تعلیم نہ دی تھی کہ سر علیہ آپ کو ذلیل کو سے یہ کلمہ جو  
 انہوں نے کہا کسی کے سہکھانے سے نہیں کہا ابو بکر نے جواب دیا کہ اے علی میں آپ کو اس  
 بات میں متہم نہیں کرتا اسی طرح جناب امام حسین علیہ السلام نے حضرت عمر سے اس کے بعد  
 میں کہا نہ بھی اثر مار دیجئے اور اے اس وقت بھی حضرت امیر نے عمر سے ہی کہا تھا کہ میں  
 حسین کو تعلیم نہیں دی اس لئے اپنی طبیعت سے یہ نہ کہنی کی ہے (حضرت امیر نے جواب دیا  
 لا علی کا کار کیا اتنا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے ابو بکر و عمر کو جتلا دیا کہ انہی خلافت ایسی کا  
 ہے کہ انہوں نے نہ بھی جبکہ بنیاد جاوے آپ کو ممبر سے بچے اترین کی ہدایت کرتے ہیں۔

(جو کہ یہ معاملہ دونوں خلفاء کے لئے نہایت شرمناک اور قانع بنیاد تھا)۔  
 مادی النظر میں سمجھا جاسکتا ہے۔ لہذا اختلاف صاحب نے محمد کے باب دوم میں مادی النظر  
 علیہ السلام کی گفتگو کا ذکر کر کے تجلیات خلیفہ صاحب فرمایا ہے کہ حسن علیہ السلام کا ایسا  
 کہنا غفلت نہ حرکات میں داخل ہوا انہوں نے ابو بکر کو غیر حق غلامت سمجھ کر ایسا نہ کیا تھا  
 بلکہ انہیں سے ایک لادبالی بات کہہ دی تھی جس کا غفلت کی نظر میں کوئی دفاع نہیں ہو سکتا  
 جس زمانہ میں باسن ابو بکر صاحب دامام حسن علیہ السلام یہ معاملہ رو بہ کار ہوا اس وقت  
 شاہزادے کی عمر تقریباً چھ سال کی تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ دونوں صاحبزادوں  
 باوصف مندرستی تمام عادت نبوی و جمیع احکام شرعی پر عبور رکھ چکے تھے اور لوح محفوظ  
 ادن کے سامنے ایسی تھی کہ بطرح ناظر کے پیش نظر اوراق کتاب ہوتے ہیں۔ طلباء انھیں  
 فرمائیں کہ جن بچوں کے گھر میں قرآن نازل ہوا جنہوں نے آثار وحی مشاہدہ کئے جن کے  
 گہوارہ کی جبریل علیہ السلام نے دوری ہائی جن کے واسطے فرشتگان بارگاہ ایندوئی نلمات  
 جنت لائے جنہوں نے فاطمہ علیہ السلام کی کنار عاطفت میں پرورش پائی جن کو رسول مسلم  
 نے گمان ہے ہر چہ ایاہنکی اطاعت کا بروئے حدیث تعلیم حکم فرمایا دینا کے سوا ہے بلکہ  
 نیزا پار کرنے کو جن کے لئے سفید سج کا خطاب دیا جنہوں نے زمانہ کودکی میں ہزارا اکتاد  
 نبوی و جمیع شرائط دینی کی غبطہ و تحمل کیا جو کہ لوح محفوظ بچیم حال مطالعہ کرتے تھے ایسے حدیث  
 اکبری کو شاہ صاحب عامہ خلیاتی کے بچوں کی برابر عاجز اور ان کے اعراض کو محمول ہر حرکات و  
 فرمانے میں (اگر امام حسن خلیفہ اقل کے سامنے اعراض کرتے وقت چہ برس کے تھے تو امام حسن  
 علیہ السلام حکیمانہ انہوں نے عمر کو عمر سے نیچے اور نیکی ہدایت فرمائی تھی بارہ سال کے تھے تو کیا  
 ان کو بھی بچہ ہی سمجھا جاسکتا) ہر حال یہ بات ثابت ہوگئی کہ خاندان رسالت حضرت ابو بکر و عمر  
 کو جوئے خلافت میں صحیح القول نہ جانتا تھا۔ انہوں نے کہ غلبہ خلافت کا بنیادی پتھر سرزمین  
 سے ساڑھے تین ہاتھ اوپر رکھا ہوا ہے اور کئی سیرہ پر قدم قدم چلنے کے لئے مصطفیٰ نے  
 طلبہ کو ہدایت فرمائی تھیں یہ مدد خدا و لائل شافیت سے ثابت کر دیا کہ حضرت ابو بکر و عمر  
 حال ادوات مذکورہ تھے امداد کی خلافت محض ہے بنیاد و ملاحقان جائز فاضل نہ تھی



حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں زیادہ قسطنطینوس کی ضرورت نہ تھی مگر سیرۃ  
 میں ابن مسعودؓ نے چند باتیں اور ایسی دکھائی ہیں جن سے حضرت ابوبکرؓ کا انتہائی  
 اوس کے نزدیک ثابت ہوتا ہے لہذا مناسب جہاں مختصر ان کی حقیقت بھی دکھائی جاتی ہے  
 سیرۃ کے صفحہ پندرہ و خلیفہ اول کی دولت مندی کا اظہار کرتے ہوئے ہاقدار مصنف نے  
 لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اسلام لانے کے وقت چالیس ہزار کے سرمایہ دار تھے وہ سب مال  
 خدمت اسلام میں صرف کر دی ہجرت کے وقت اوس میں سے کل پانچ ہزار لے گیا تھا وہ اپنے  
 ساتھ لے گئے۔ مصنف نے بدانت خدیوہ نیچو نکالا ہے کہ ابوبکرؓ ایک دو گنزدہ شخص تھے  
 کسی دنیاوی طبع سے مطیع الاسلام نہ ہوتے تھے ان کے پاس جو کچھ تھا وہ سب تحمیل امور  
 میں صرف فرمایا پانچ ہزار روپیہ مگر ہلا کر ہجرت کی یہی مضمون کتاب رحمت العالمین جلد اول  
 معروف بہ سیرۃ النبی مطبوعہ سیٹم پریس امرتسر مولفہ قاضی محمد سلیمان صاحب المتخلص بہ سلیمان  
 پیش کشی ہے جلد اول ریاست پٹنہ کے صفحہ ۸۲ پر جو ارد ابن ہشام لکھا ہے اس موقع پر  
 بات قابل ملاحظہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ قبل از اسلام کیا حیثیت تھے اور راہ خدا میں انھوں نے  
 کس کس درجہ سے اور کون کون سے کیا اور پانچ ہزار روپیہ وقت ہجرت مگر پلا کر یا ہمایاں چھڑوں پر  
 بانڈ کر یا گھڑی سر پر رکھ کر طرح لے گئے۔

## قبل از اسلام حضرت ابوبکرؓ کی کیا حیثیت تھی

تیسرے الفصل الی جامع الاصول کے صفحہ ۸۸ پر لکھا ہے کہ ابوبکرؓ عمر ایسے شخص تھے کہ عسرت  
 و فداکیت سے تنگ آکر گھر پر گھر و دنیاں کھانے پھر کرنے تھے۔ کتاب بالاعمال سنت کی کتب  
 سترہ میں داخل ہے و تعجب ہے کہ مولف کتاب اپنے پیشوایان دین کا افلاس ظاہر کیا اور  
 نے بھلاؤں عالموں کو پانچ ہزار روپیہ عزاں سے کہ لایں مصنف اور قاضی محمد سلیمان نے خلیفہ  
 صاحب کی دولت مندی کو ظاہر کیا ہے اوس کے قبول کرنے کے لئے دنیا میں کسی ایک شخص کا نہیں  
 بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ لہذا بعلم باشارہ امتیازی روشنی کے مالی دماغ میں وہ مرجع کہ پانچ ہزار  
 روپیہ میں وجہ کشا تھا ہے اگر فی روپیہ ساڑھے گیارہ ماشہ وزن مانا جائے تو بارہ ٹھہری

اور اگر پانچ روزہ کی سزا کا حکم سن کر کیا جائے تو جو کلمہ درہم ساڑھے تین  
 ماہوں کے لئے اس کا حساب چار دہری چاندی ہوئی خلیفہ صاحب کی شب بھریت روٹی  
 بجھے کر کیا تھی۔ خوف کفار سے اپنی جان بچا کر نہایت پوشگی سے خائف و زماں  
 سفر کر رہے ہیں ایسی حدت میں تنہا اپنے تن بدن کی حفاظت شکل ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ  
 زر کثیر بھی ساتھ ہو۔ ایک آدی ساڑھے بارہ دہری یا چار دہری روپیہ ہرگز نہیں لجا سکتا  
 بغرض حال اگر خلیفہ صاحب اس عالم اضطراب میں روپیہ لے بھی گئے ہوں تو سوائے تین طرح کے  
 اور کوئی جگہ خیال میں نہیں آ سکتی۔ اول گہری باندھ کر سر پر رکھا ہو دو مکرچ کھینچا سو مہینہ بدست  
 سے پیشاؤ اگر مصنف صاحب طیار کے سامنے پانچ روپیہ خواتین کے لئے تعلیم پر رکھ کر تو نہ ہوگا  
 بنائیں تو یقین کر لیا جائے گا کہ خلیفہ صاحب بھی اس عالم جمہوری میں گھر سے روپیہ کر سکیں  
 یہاں تک کہ نہ صرف ہر گھری رکتے بلکہ سے پینے کھڑے ہوں گے۔ اگر ناچار ہر سر پر  
 رکھنے سے مصنف صاحب کی گردن نہ چھکی یا کر برلاسٹے سے آٹا خریدگی ظاہر ہوئے تو ہم اپنی  
 دعوے استغناء و تعجب سے دست کش ہو کر اقرار کر لیں گے کہ بے شبہ خلیفہ صاحب بڑے بارکش تھے  
 اور ہاں خود آیا اہل سنت فرمایا کرتے ہیں کہ ابو بکر نے راستہ میں آنحضرت کو اپنی پیٹھ پر بٹا کر رکھے  
 کسی کو س تک چھو نہ پایا۔ پس ابو بکر نے وہ بوجہ اومٹا ہے ایک کئی دہری چاندی دوسرا آنحضرت  
 جو وقت مصنف صاحب کے لئے لڑکوں کے سامنے کھڑے ہوں لازم ہے کہ کسی جماعت کی  
 کو بھی دو چار کون بیکر بہا گئیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مصنف صاحب ابو بکر کی پوری تصویر بن گئے  
 اس تماشہ کے لئے عیدان کا لچ بہتر ہوگا اگر ضامن سمجھیں تو دو چار شیعہ اور خلیفہ کو بھی طلب فرمائیں  
 تاکہ چار چوبیس ہمدی کے ہم شبیہ ابو بکر کی زیارت کر لیا جائے۔ ہاتھوں پر کہ علماء اہل سنت خلفاء  
 کے فیزی و غیر ذاتی فضائل بیان کرنے میں ایسی باتیں و نفع سے آوارستہ ہیں خلکو یا سچ برس کا  
 بچہ بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ لیکن ہے کہ طلباء جناب مصنف سے دریافت فرمائیں کہ حضور اس  
 بے نیکی اور بعید القیاس بلکہ نامکن و محال بات سے تو بالکل ظاہر کر دیا کہ خلفاء کے بارہ میں  
 جو کچھ کہا جاتا ہے وہ ایسا چوٹ ہوتا ہے جس کے تسلیم کرنے میں جوئے کو بھی اک نوع کی  
 چکچکیا ہوتی ہے۔ جسے کسی مہدی میں ٹھنک کر لی لگی داسے تعلیم سے تعلیم نہیں پائی۔ تاہل سڑ

اور طاعت کے سدا فتح پر و غیروں کے ہمارے دماغ میں اللہ تعالیٰ کا نام سے روشنی  
 پیدا ہوتی ہے۔ ہم ایسی بے سرو پا بات کو جو مذہب کی بنیادوں میں کی نیت سے زیادہ نہیں  
 سمجھتے اور اگر جواب اپنے دعوے میں پہنچے ہیں اور فی الواقع حضرت ابو بکر یا خیر اور پیہ  
 اور حضرت کو کہہ کر دیکھ کر یہاں گئے تو براہ کرم کالج کے احاطہ میں ایک کتابی بنکر جو بھی نظر آئے گا دیکھ کر  
 تاکہ شاہد حضور کی تحریر کو صحیح باور کرنے میں مدد دے۔ ممکن نہیں کہ تہ بند یا مذکور مصنف  
 صاحب اپنے دعوے کو درجہ صداقت پر پہنچانے کے لئے اکھاڑے میں آئیں۔ پس طلب علم  
 سمجھیں کہ یہ بزرگ فقہوری کی مسجد میں کسی بیانیہ سے ورتی گردانی کتب ہوئے ہیں۔  
 چوتھا اور سکو یا دیکھا عقل کو دخل نہیں دیا۔ محقق کا یہ کام ہے کہ ہر واقعہ پر تنقیدی نظر ڈالے  
 نال بعد نہایت لطافت سے معاملہ کو طے کرے حضرت ابو بکر کا متحمل ہونا اور پھر اس کو مستحق  
 دو تہندی سے فالصواب و جہ امتداد اسلام کرنا اس قابل ہے کہ اوپر محققانہ و مستندانہ انداز پر  
 تحقیقات کر کے سے معلوم ہو کہ امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اعادیت نبوی کے لئے کیا کیا  
 ایسی طبعی ہوئی اور بزرگ و شہین ہیں کہ جن کے پرزے رنگ آلود نہیں ہوئے۔ بلا امتداد اس پر  
 اور کہیں تیزی سے کہو گشت رہی ہے کہ تازہ نظر کو اس کے چار پر موقع لینے کا نہیں ملا۔  
 چوتھا ایجا و ام الضرورت ہی لہذا جب کوئی ہم پیش آئے محض وہ ہے کہ زبان میں کوئی لفظ  
 اور نہایت صاف و ستہری جو کور حدیث و باکر خیر یا رسول کے پاس بھدی دہاں ہاںوں چاہے  
 ایسی فروخت ہوئی کہ ہر گھر کے اچھے طاق میں مثل تصاویر لگا دیتی۔ مطلب یہ ہے کہ ہا زار  
 نسبت میں متبول ہو کر ہر سنی کی کتاب و تفسیر داخل ہوگی۔ و قرآن اسلام کے معانی سے معلوم ہوا  
 کہ حضرت ابو بکر کی دو تہندی ہی اسی سانچہ کی ڈلی ہوئی ہے جس میں زہرا یا اعادیت حضرت عائشہ نے  
 کیا کر کے خلیفہ فرمائیں ہیں کتاب السراج الواجه مولفہ صدیق صوفان قزوینی کے صفحہ ۴۴ و ۴۵ پر  
 لکھا ہے جناب عائشہ نے فرمایا کہ ابو بکر نے چالیس زہرا در دم رسول اللہ کی اعانت میں جنت فرمائی  
 جو ان سے بیٹی باپ کی گواہ بنکر انہیں پوری کو ثروت سے بدل رہی ہے دنیا کا کوئی عقلمند  
 ہرگز اس کو تسلیم نہ کرے گا۔ ظاہر ہے کہ انچہ اقتدار ثابت کر کے لئے ام المؤمنین نے دماغ سباز  
 پر زور ڈال کر یہ عقلموں تک شامہ صبر کر قبول مصنف یا خیر اور یہ لیکر ابو بکر کا حجت کرنا تو ہر



حضرت ابوبکر فقیر تھے یا امیر اور بصورت امیر ہونے کے  
انہوں نے راہ خدا میں کچھ صرف کیا یا کہ ضرورت دولت  
پر علیگدہ کا بنا ہوا بیماری قفل چڑھا رہا۔

جناب حدیث نے انہما میں پارہ سورہ حشر میں ارشاد فرمایا ہے لَفَقَا الْمُهَاجِرِينَ  
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ أَلَمْ يَأْخُذُوا... -

یعنی یہ مال ان فجار مہاجرین کہے جو کہ اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ چونکہ ابوبکر مہاجرین  
اولین سے ہیں اور بقول اہلسنت پیچھے گھر سے نکال دیے گئے۔ مصنف صاحب ارشاد فرمایا  
کہ وہ داخل فقر آئے تھے یا کہ فہرست اغنیاء میں ان کا نام لکھا ہوا تھا جو شخص کئی دہری چاندی  
اپنے سر پر رکھ کر گھر سے چلے وہ (مہاجرین دیارہم) کی صف میں آسکتے  
یہ فقر میں اوس کا شمار ہو سکتا ہے۔ بخاری شریف میں تسلیم کیا گیا ہے کہ ابوبکر فقر مہاجرین  
میں داخل تھے چنانچہ لکھا ہے۔ ہا صلبا قب المہاجرین وفضلناہم معنہم ابوبکر  
المنعہ۔

جیکہ حضرت ابوبکر کا شمار فقر میں تھا تو کوئی ساقی کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ ادنیٰ رکھ کر بھی

ہزار روپے کی حق جہیز سے بعد خج و اخراجات پانچ ہزار روپیہ لیکر عازم ہجرت ہوئے تھے پس  
عادت ہوا کہ وہ فقیر تھے نہ کہ امیر۔ ہشتاد روایات ادنیٰ دو ہفتہ کی تعلق بیان کی گئی ہیں  
وہ سب ہوا خاں ان دوست کی سنگہرت تیں۔ دو موقع طلباء کو دکھلاتا ہوں جن سے حضرت  
ابوبکر کا راہ خلا میں مال مرت کرنا ظاہر ہو جائے گا۔ ازاں بعد ایک مقدمہ بخوبی ہے اور وہ  
آنحضرت کے ساتھ ہجرت حضرت ابوبکر کے اوتار کا فرشتہ کرنا ہر دو اس کے  
تایید پر نظر کر کے اہل و عیال کو یونہی کہے کہ خلیفہ اول نے بدل اموال میں کہا تھا کہ غنائم  
دکھائی۔

امرا دل متعلق بہ یہ نجومی

پوری آیت یہ ہے یا ایہا الذین آمنوا انما نأجیتم الرسول فقد صودا

بن دلی بخو کہ صدقہ علامہ بیوطی کی تفسیر درمنثور جلد ۶ کے صفحہ ۱۸۵ پر ہے حال  
 سے روایت کی گئی ہے کہ اغیارا مارا آنحضرت کے پاس بھیج کر سرگرم مشورت ہوتے تھے  
 وچارے فقر کو عرض حاجات اور مسئلہ مسائل کی پوچھ گچھ کا موقع ملتا تھا حضرت کریم  
 ناگوار گزری۔ چونکہ خداوند عالم کو اس نے حبیب کفاطر واری از بس منظور تھی اور امتحان امار  
 بھی حضرت باری کو مد نظر تھا۔ حکم ہوا کہ اسے محمدان لوگوں سے کہہ دو کہ جب تم سے کچھ مشورہ  
 کیا کریں تو پہلے یقیناً دیدار کریں۔ جب اس کا اعلان کیا گیا مالدار لوگوں نے حضرت کے  
 پاس آجا ناچھوڑ دیا۔ باب کلمہ وکلام ہل خد ہو گیا۔ سوائے حضرت امیر علیہ السلام کے اور کسی  
 شخص نے صدقہ دیکر رسالتا بصلی اللہ علیہ وآلہ سے گفتگو نہ کی دس روز تک یہ حکم جاری  
 رہا۔ جب امتحان آہی پورا ہو گیا اور لوگوں کی قلبی کھل گئی خدا نے دوسرا آیہ نازل فرمایا کہ  
 اصحاب محمد تم راہ خدا میں صدقہ دینے سے ڈر گئے بہنے شفقت سے اپنا حکم ادا حالیا  
 سعید بن منصور بنی راہبہ ابن شیبہ عبد بن حمید بن المنذر بن ابی قاتم ابن مردویہ سے حکم  
 نے بسنہ صحیح روایت کیا ہے کہ پیچہ حضرت امیر کے آئے موصوفہ بالا پر عمل نہیں کیا۔ اور ان کے  
 پاس ایک دینار تھا دس درہم ہوا دس کا خوردہ کر کے دس مسئلہ آنحضرت سے دریافت کیا  
 اگر حضرت ابوبکر صدیق علیہ السلام کے عادی تھے اور جان و مال سب وقف کر رکھا  
 تھا تو اس موقع پر نہ جوتے۔ کم از کم ایک دینار ہی پھلہ ہزار بارویہ کھجے کر ڈالتے۔ انوس کی  
 کہ جس شخص نے اپنے مال کو اس طرح ضبط کیا ہو کہ آیہ قرآن پر عمل کرنے سے معطل رہا ہو اس کی  
 نسبت کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ چالیس ہزار کی پھلیاں ایک دم کھول دی تھیں آدمی کا حال  
 امتحان کے وقت معلوم ہوتا ہے آیہ بخوئی کے نزول پر لایفیل ہوئے کہ پھر صنف امتحان  
 میں نہ ہوا۔ گئے جناب حضرت صاحب سچ ذرا سے اس صورت میں اب عقلمانیہ کہنے کا حق  
 رکھتے ہیں کہ ابوبکرؓ سے باذل و کریم دعا دتھے آپ کو لازم ہے کہ کالج میں جا کر طلباء  
 سے غور کیجئے کہ میں نے سخت غلطی کی ہے اب معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ ایسے انجل الناس تھے  
 کہ باوعدت حکم خدا ایک پانی خج نہ کر سکتے تھے چنانچہ کہنا کہ اس دس دن تک کوئی شرعی  
 مسئلہ بھی نہ پوچھا۔

## امروہیم اوٹھول کا ذکر

شیخ عبدالرحمن محدث دہلوی ملبج النبوة جلد دوم صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں کہ ابو بکر نے چار سو  
 روہیم کو دواؤں سے خریدے تھے اور خوب دانا گھاس کھلا کر انکو فریہ کر کے گاؤں تک پہنچا  
 کر دیا جب آنحضرت فائز سفر ہوئے تو ابو بکر نے عرض کیا کہ اونٹ حاضر ہیں حضور نے فرمایا  
 کہ اگر تیرے تو میں نے سنا ہوں تو سو روہیم پر معاملہ طے ہو گیا۔ محدث برصوفت لکھتے ہیں کہ  
 کہ اونٹ صنعت اس لئے نہ لیا گیا تھا کہ حضرت کی نظر اس آیت مبارک پر تھی (لا تَزْكُ  
 السَّادَةَ رَبَّهَا) یعنی عبادت خدا میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اس روایت پہلے گھری  
 نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ابو بکر کے ساتھ اونٹ کی خرید کا معاملہ بالکل غیر صحیح ہے بلکہ  
 کہا وراثتیں متعلق بہ فضائل ابو بکر بنائی گئی ہیں اس طرح کا یہ قصہ ہے اصلیت یہ ہے کہ جب  
 امیر علیہ السلام نے حکم آنحضرت اوٹھول کا انتظام کیا تھا چنانچہ تفسیر دشنور مطبوعہ مصر جلد دو  
 کے صفحہ ۲۲۰ اور تاریخ طبری جلد دوم کے صفحہ ۲۲۲ پر لکھا ہے کہ حضرت امیر عامر بن ابیہ  
 کے ذریعہ سے آنحضرت کو کہا جاتا ہے کہ جو روہیم کے سودا گروں سے اونٹ خرید کر حضرت  
 کی خدمت میں حاضر کئے جہاں آنحضرت ابو بکر کے مدینہ ہوئے اٹالہ اسی بات کو صحیح مان لیا جائے  
 کہ دواؤں سے متعلق بہ شتر حضرت ابو بکر سے ہوئی تھی تو بڑے فنوس کی بات ہے کہ آنحضرت سے  
 ایسے نازک وقت میں جبکہ وہ مضطربانہ سفر کر رہے تھے انکا کثیر نفع لیا کہ دوسروں کے خرید کردہ  
 اونٹ پر سات سو روہیم منافع حاصل کیا اگر حضرت ابو بکر راہ خدا میں بدل احوال کر نیکی مانی  
 تھے اور اداۃ خاوت اورین ضرورت سے زیادہ تھا تو دست ادب باتم کر عرض کرتے کہ حضور  
 اکرم آپ ہر یہ حقیر قبول فرمائیے نہیں کرتے تو ذوق و اہم دیدتے جو کہ جس سے بچنے کے ہیں  
 بچنے گردن کر کے دوسری جگہ توڑ چھنا چہن گنا کر خوب پرکھ لے اس وقت ہاتھ سے نکھل  
 چھوڑی چونکہ یہ موقع سخت اہم تھا اس لئے کہ ہے لہذا عبدالحق صاحب حفظ ماتقدم سے کہہ دیا کہ  
 دانا گھاس کھلا کر انکو فریہ کیا تھا گویا وہ سات سو چرائی کھلائی بلائی کا حق تھا اگر تھار لوگ  
 ایسا کریں کہ دواؤں کو خریدیں اور سات سو چرائی کی خدا کال میں اونٹنیں تو چار روہیم میں دواؤں کا

اسلام علی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمایا تو ان کے ساتھ جو لوگ تھے ان کے ساتھ ایک عورت بھی تھی تو کچھ یقین ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے ابوبکر کو یہ وقت اتفاقاً تمام تر دوستی اور اسلام میں جمع کر دیا تھا۔ اس موقع پر یہ بات بھی ظاہر کر دینے کے قابل ہے کہ آنحضرت نے ابوبکر کے دونوں اونٹوں کو خرید کر ان سے بھی جن کو انہوں نے چاروں کو لے لیا تھا یا کہ ایک اونٹ کو خرید کر لیا گیا۔ صحیح بخاری جلد ۲ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۰ پر حالت سے روایت ہے کہ ابوبکر نے آنحضرت سے کہا کہ دو اونٹوں سے ایک اونٹ آپ لے لیں حضور نے فرمایا بقیہ لے سکتا ہوں چنانچہ قیمت دی گئی گویا ایک اونٹ دوسرے پر کہ خریدنا جو اسات سے کثرت پر فروخت ہو گیا طلباء وغیرہ فرمائیں کہ میں شخص نے اس عالم اضطراب میں حضرت سے ایسا سخت معاملہ کیا اس کی نسبت کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ کسی دینی عالم کی اس نے رویت سے مدد کی ہوگی ابن ابی الحدید نے شرح نہجۃ البلاغۃ میں بمقام ذکر آیہ بخاری دو کسبیلوں کا ذکر کیا ہے ضرورت موقع پر نظر کر کے اس کو نقل کیا جاتا ہے ان میں سے ایک کا نام جاحظ ہے اور دوسرے کا جعفر اسکا فی دونوں میں سنی ہی نہیں بلکہ بڑے عالم ہیں جاحظ نے کہا کہ ابوبکر نے چالیس ہزار دینار اسلام میں صرف کئے حالانکہ عیال کا بار بھی اسی پر ذمہ تھا وہ "الین" کے بھی خرید گئے تھے۔ اسکا فی نے کہا کہ براہ مہربانی یہ تو فرمائے ابوبکر نے اسلام کی کس کس ضرورت میں یہ پیسہ صرف کیا۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ اتنی بڑی رقم صرف ہوا اور اس کا صرف یہ کیا ہوا ہے۔ جس شخص نے بوقت نزول آیہ بخاری ایک جہت بیچ نیکی اور بوقت ہجرت کہ از بس نازک وقت تھا اپنے آت اور معزلی سے کثیر نفع اونٹ پر لیا اس کی نسبت کو یقین کیا جاسکتا ہو کہ خزانہ کے صندوق فوشو دی خدا و رسول کے لئے کھول دیتے تھے۔ ان کے ماں باپ ابن جعفران کی مزدوری کر کے اپنا پیٹ بھرتے تھے اور ان کے دسترخوان کی کھیاں اڑا کر دے تھے اگر ابو بکر ماں باپ کے خرید گئے ہوتے تو وہ یہ چارے در بدر مارے کیوں بھرتے جبکہ تو ہی امید ہے کہ مصنف اپنے دعوے سے دست کش ہو کر عجب نہیں کہ نہ دست زدہ ہو جائیں۔ عالی فہم مصنف ہی کتاب کے صفحہ ۱۶ سطر ۵ پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت جب دار مدینہ پر گئے تو سات مہینہ تک ابوالوسب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔ جلال بن



اس شریف کو سجدے کے لئے ابوبکر کے مال سے خریدی گئی۔ جناب حضرت نے ابوبکر کا  
 مال ظاہر کرنے سے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے کہ حضرت ابوبکر ایسے صاحبِ فیر تھے کہ سجدہ  
 نبوی کی بنیاد بھی انھیں کی دولت سے قائم ہوئی۔ کمالِ تعجب ہے کہ جس شخص نے وقتوں  
 و رسم کے اونٹ پر سات سو درہم نفع حاصل کیا اس نے اشرفیاء کیونکر دیدیں جو زمین  
 کہ مسجد کے لئے لگی تھی اور جس قدر اقل مدینہ میں خدا کا گھر یعنی عبادت خانہ بنا یا گیا وہ سجدہ  
 نبوی کھلاتی ہے سخت حیرت ہے کہ ابوبکر و سیدہ لکھن میں اور نام نہان ملت آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا ہو اگر حضرت خلیفہ اول کے ہاجم ایسی بے تکلفی تھی تو جو وقت بدتر یا انھوں نے اونٹ  
 پیش کیا تھا اس وقت حضرت نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ میں بلا قیمت نہیں لے سکتا ایک ساؤتھ  
 کے معاملہ میں تو حضرت یہ احتیاط فرمائیں کہ آئیہ مبارک (لا تشکر لبعبا و تہر بہرہ)  
 پر بقول عبدالحق صاحب نظر فرما کر عبادت خدا میں کسی دوسرے کا مددگار ہونا پسند  
 فرمائیں اور عبادتِ خدا میں بے احتیاطی کریں کہ خود ایک کوڑی دین دار خود آغوا غلط  
 طور پر سجدہ رسول شہور کرائیں۔ اہل سنت پر لازم ہے کہ مدینہ منورہ کی مسجد کا نام بدل کر سجدہ  
 ابوبکر کہا کریں حضرت اہل سنت بخاری شریف کو زیادہ مقبر جانتے ہیں اس کی جاویدیم  
 مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۰۵ پر اہل طوائف مضمون متعلق یہ ہجرت لکھا ہے اور میں کا ایک جملہ  
 یہ ہے کہ جب حضور رونق افروز ہے مدینہ ہوئے تو آپ کا اونٹ اسی جگہ بیٹھ گیا  
 جہاں اب سجدہ وہ مقام سہل و سہیل و یتیم کو کوئی ملکیت میں تھا کہ اسعد بن زرارہ  
 کے پاس پرورش پاتے تھے حضرت نے اونکو بلا کر سجدہ کے لئے زمین کی خواہش کی  
 اور اسعد و مئندوں نے کہا کہ حضور بنو قریظ سے اسجہ عبادت خانہ بنائیں ہم بلا سادہ حق  
 مہیہ کئے دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں کسی بار احسان دینی معاملات میں اٹھانا نہیں  
 چاہتا رہو۔ اور زمین دو غرضوں کے واسطے دیا گیا۔ عبارت بخاری میں یہ بھی لکھا ہے کہ انھیں  
 کی نسبت لکھا ہے۔ حضرت ابوبکر کا کہیں بھولے سے بھی اس داد و ستد میں ذکر نہیں  
 ہے طلباء جو فرمائیں کہ آنحضرت مالکان زمین سے مفت لینا پسند نہ فرمایا ابوبکر کی  
 کمر سے اس اشرفیاء کھلو کر تمام مسلمانوں اور اپنی گردن پر قیامت تک ابوبکر کا ایسا

رہا تھا میں نے کبھی سیرت میں نہیں اسکا اس اہل سنت نے خبر کیا کہ اس میں کیا ہو کر ہے اس میں  
 چھیننے اور اسلام میں صحت کر کے آنحضرت کو منوں منت بنایا دیا یہ عقل اور فطرت  
 سبباً وہ ربہ احدی) پر پھر نظر لائی فرمائی۔ آنحضرت نہ تو بلا قیامت اور نہ سبب  
 کی زمین پر نہ صرف لائیں اور ابو بکر کی ساری کمائی خرچ کرادیں جو لوگ ایسا اعتقاد  
 رکھتے ہیں اور کوشش کرنا چاہے گا کہ آنحضرت نے آیہ قرآن کے خلاف عمل کیا جس کا  
 یہ عقیدہ ہو گا اور حکومت پر سیاہان کا فرستیم کرنے میں تامل ہو کرے گا۔ پس بوجہات حدیث ثابت  
 ہو گا کہ نہ ابو بکر وہ نہ ہندو تھے نہ کبھی راہ خدا میں اور انہوں نے دھڑی خرچ کی وہ ایسے عقل  
 تھے کہ لوگوں کے گھر و بٹیاں کھاتے پھرتے تھے۔ اور کچھ ماں باپ مزدوری کرتے  
 تھے۔ انہیں جذعان کے دسترخوان کی گھیاں پکایا کرتے تھے۔ ذی لیاقت حضرت  
 حضرت ابو بکر کا زہد و سستی ہونا ظاہر کرنے کے لئے لکھا ہے کہ انہوں نے ایامِ جہالت میں  
 بھی کبھی شراب نہ پی تھی۔ یہ بات چنداں قابلِ تعریف نہیں دیں دلائل شراب کی اس حد  
 پر زور والی ہے کہ جس کا بیان نہیں مگر نہ ار کا آثار اب بھی ایسے پائے جائیں گے کہ جہالت  
 نے قبل کا مال نہیں کھوٹا عقلی شاعری نے ابو بکر کے شراب نہ پینے کے لئے عقل  
 پر تعجب ظاہر کیا ہے مطلب یہ کہ کون مراد کے لئے بحالت کوشش شراب کے نہ پینے کا باعث  
 ہوا تھا۔ کیونکہ قبل اسلام ہر لوگ مسلمان ہوئے وہ سب ماہِ جہالت میں سوکھتا رہے نوش  
 تھے اگر قبولِ صفت جو عقائدانی نے قابلِ وثوق تھے اب بکر نے شراب نہ پی ہوا ایک دوسرا  
 نسل ایسا کرتے تھے جو قرآن پاک میں (محمّد بن علی الشیطان) کہا گیا ہے یہ ایک عقائد  
 اول و دومت دیگر اصحاب قبا بازی کرتے تھے جواری کے لئے شرابی ہذا ضروری ہے جسے بازو  
 بند ریحہ حرام حاصل کرتے ہیں وہ قبولے مال حرام بوجہ حرام دقت شراب خواری اور مذہبی بازی  
 میں صحت کروا کرتے ہیں حضرت ابو بکر و عمر ملی دوست تھے ہم یا لہ وہم نوالہ ہذا دونوں بزرگواران  
 اہل سنت کا سلامت اسلام سے ہے اوراقِ اول میں عرض کیا گیا ہے کہ حضرت عمر ایسے ہماری  
 شراب خوار تھے وقتِ آخر کافر نے بھی بوجہ عادی ہو چکے شراب ہی تجویز کی بس کا ذکر مولیٰ شعلی  
 صاحب نے بھی الفاروق میں کیا ہے۔ مگر یہ رعایت عمر صاحب یہ لکھا ہے کہ شراب خواران کو

لائی گئی وہ ان کے بیٹے میں حضرت علیؓ کی اسی شہادت کے حصے میں حضرت عمرؓ کی شہادت کے حصے میں  
 حضرت علیؓ کی شہادت کے حصے میں حضرت علیؓ کی شہادت کے حصے میں حضرت علیؓ کی شہادت کے حصے میں  
 تعلقات رکھتے تھے اور ایک جگہ بیٹھ کر جو اٹھیا کرتے تھے مگر نہیں کہ دونوں دوست کبھی غائب ہو جاتے  
 میں شریک نہ ہوتے ہوں مگر شریکین طلباء وہ ثبوت بھی پیش کئے دیتا ہوں جو کہ شیخین کی جوئے بازی  
 کے علاوہ رکھتا ہے محدث شمرانی صاحب کشف العزم عن جمیع الامت نے صفحہ (۱۵۴) جلد دوم  
 میں بقام تحریم التعارض کیا ہے وہاں حکم مہر رضی اللہ عنہ یقول کان ابوبکر رضی اللہ  
 عنہ نقار ابی بن خلف وھذا من الشیو کین قبل ان یحرم القمار یعنی حضرت ابوبکر  
 شریکین کے ساتھ حالت اسلام میں حرمت قمار سے پہلے جو اٹھیا کرتے تھے کہیں جناب جیسے  
 معمول آپ کے زمانہ بھالت میں شراب نہ پی وہ صدیق اکبر کا خطاب اگر حالت اسلام میں شرکوں  
 کے ساتھ قمار بازی کیا کرتا تھا وہ کیا اچھے خلیفہ تھے۔ اسلام طاری کا بھی لحاظ نہ کیا۔ کیوں طلباء  
 آپؐ پسند فرمائیں گے کہ ایک عمار کی سیرۃ پر عمل کریں اگر آپؐ اسکو اچھا سمجھیں تو گوشت میں ایک  
 مرغداشت پیش کریں کہ بطرح ہندوؤں کو زمانہ دیوانی میں ایک درویش کے لئے جو اٹھیلنے کی اپارٹ  
 دی جاتی ہو اسی طرح ہو گیا نہیں شریعت کے موقع پر عمارت ہو جائے تاکہ ہم اپنے پیشوایان دین شیخین  
 کرام کی سیرۃ پر پورے عمل کر سکیں ثابت ہو جائیں حضرات خلفاء مرت جہاڑی نکھیلنے تھے بلکہ شطرنج  
 بازی میں بھی اونکو کمال تھا حواہ ایمان جلد ۲۰ ص ۱۱۶ مطبوعہ مطبع شریعہ مدینہ منورہ نے چند صحابہ  
 مثل ابوبکرؓ پر یہ نسبت لکھا ہے کہ یہ لوگ شطرنج کھیلا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ نے اس کے براج  
 اور جانچنے کا فتوے دیدیا تھا مصنف صاحب نے جتنی باتیں بہ ثبوت فضائل ابوبکرؓ لکھی ہیں  
 سب ستراسر غلط اور بے بنیاد ہیں ایک موقع طلباء عالی خیال کو دکھلاتا ہوں اوراق اولین  
 میں خضیر لکھ چکا ہے کہ صلح حدیبیہ پر حضرت عمرؓ بہت نیلے نیلے ہوئے اور حضرت کے نبی و جرنی  
 ہونے میں ہر دو انکار کیا جسکی نسبت مولوی شبلی صاحب نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ اوس رضی اللہ  
 عنہما سے عمرؓ نے یہ نام ہوئے کہ کفارہ میں روزے رکھے تو اقل نہیں غلام آزاد کئے  
 اوس واقع کو مصنف صاحب نے صفحہ (۲۵) سطر آخر پر ان لفظوں میں لکھا کہ صلح اسے کبیدہ  
 ہو کر عمرؓ کو ابوبکرؓ کے پاس آئے اور فاروقیؓ بھی میں اپنا خیال ظاہر کیا ابوبکرؓ نے کہا

کہ اس کی کتاب تہلکۂ مسیحی اور انجیل انسان پر مرقدا حضرت کے سامنے لایا حال  
 کیا حضور نے جواب دیا کہ مطابق دینی کردار ہر اصل صفت کی یہ ایسی سستہ دھوکہ بازی ہے کہ  
 سالہ ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ فاروقی لہجہ کیا تھا۔ اور کتاب تہلکے رہو سے کیا مطلب تھا  
 اور حضرت کے سامنے باوصفیکہ ابوبکر سے کتاب تہلکے رہنے کی بابت چال کر چکے تھے یا  
 خیال اس خزان سے ظاہر کیا گئے والہاجب کاٹ تراش کر کسی واقعہ کو بیان کرے گا وہ ایسا عجیب  
 ہو جائے گا جیسا کہ مصنف کا کلام ہے اس موقع پر دو باتیں قابل غور ہیں اول لہجہ فاروقی دوم آپ کی  
 کتاب تہلکے رہو دونوں باتوں کی تصریح کئے دیتا ہوں۔

## فقرہ اول لہجہ فاروقی

مصنف کی تحریر سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ لہجہ فاروقی کیا شان رکھتا تھا اگر اس زمانہ میں لوگوں  
 کو اتنا جہاں اور بوجہ خوش گو ہو چکے کوئی رکاوٹ ان کے لہجہ کا سدھار گیا ہوتا تو مصنف یہ بات کہنے  
 تھے کہ یہی آنکھ بند کے ہوئے ہماگ جہری ہندی یا سدا بخیریت کے گھر چلے جاؤ جہاں اور جہاں  
 رہو اور یہاں نہ رہو اپنی آواز کی جی ہے اور میں لہجہ فاروقی ضبط کیا گیا ہے یہ جہاں  
 کہنا یقین مقامات موصوفہ پر چلا کر لہجہ فاروقی سے بہرہ یاب ہوتے مگر جو نہ غلط فہم قرار دیا  
 کہ آواز عام دارالافتاء ہو گئے لہذا اب لہجہ کا پتہ ملنا دشوار ملکہ ناممکن ہو گیا۔ ہاں ایک موقع  
 سے امکان رکھتا ہے کہ علما نے اہل سنت سے اس لہجہ کو بوجہ غیب و غیب بہتے کے  
 نقل تراوت قرآن ضبط طبیعت کیا ہو اور سلسلہ سلسلہ مصنف نے اس کے ادا کرنے  
 میں مشق ہم ہو چکی ہو اگر کوئی پرچ نہ ہو تو حشم الیہ ایک تاریخ مقرر فرما کر حقیقہ کو اطلاع دیں  
 تاکہ خیف اور س پاخ اور شایقین اس علم میں شریک ہوں جہاں لہجہ فاروقی میں  
 مصنف کی زبان مبارک سے سنیں جو کہ حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ اور چچا حضرت کے سامنے  
 داکئے تھے مگر یہ بات محال معلوم ہوتی ہے کہ مصنف کوئی ایسا تامل نہ دکھلائی کہ غرض سے  
 علمہ قائم کریں لہذا میں لہجہ فاروقی کی بہار دکھلا تا چل اداق پندہ میں حقیقہ سے کچھ مختصر  
 بات حضرت عمرؓ کے لکھے میں اور کچھ مختصر طلباء و معلم فرما لکھئے کہ ان کے مشورے سے مذہب

سبب پاک و معنی قبیلہ کے کہ اس کی عادت اور عہدہ کی اول والی تھی اسی  
 سے اس کے ساتھ پرشوت بھیجیں ملام کیا تھا صفت کہ الفاظ افرامی و طبیعت کی  
 صفات میں شرم آئی فاروقی ایچ لکھکر اصلیت کو تاریک میں ڈال دیا۔ سمجھیں نہیں آتا  
 کہ کیا راز اور مکر باطنی اور کون کیا سمجھتے ہوں گے شاید دھرت یا عیسویں یا انکار یا حرم  
 خیال کیا ہو صفت عناصر جیاد میں اگر آئندہ حضرت ظلالین دلیس یا معاویہ دیرینہ  
 مردان وغیرہ کی سیرت تحریر میں لوگراں و بھل دیے یعنی الفاظ زبان اطمینان لائیں صفت  
 نے ہر چند کہ یہی ظہور کو دیا چھپایا۔ کیا گاہ کیا اہانت گہکار و شہر ملک متعلق ہو جائے  
 خود ہی طرح سمجھا کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں فرق کرنے کی وجہ سے فاروقی  
 جاسے میں ابتدا و غول نے اپنے لیے ایچ کا خود مفید کر لیا وہ کہ کفار میں روشہ رکھنے والی  
 ہے ملام آزاد کرتے سے ظاہر ہو گیا کہ اول کا ایچ خود ان کی انکسار و جوت سے  
 وابستہ تھا جسکی توفیق فقرہ دوم در کتاب تھلے رہو سے کیا جاتی ہے۔

جبکہ حضرت عمرؓ سے صلح سے آئندہ ہو کر حضرت ابو بکرؓ کا خیال ظاہر کیا تو انھوں نے جواب دیا (آپ کی کتاب تمہارے ہو) اس سے چند دنوں بعد کہ کتاب تمہارے ہو سے معذرت کا کیا منشا ہے آیا جناب رسول خداؐ سارے جنت سے توبہ سنا نہیں ہو کر کتاب تمہارے رہے تھے یا کچھ اور معلوم ہوتا ہے کہ اگر خدا حبشہ لے لیتے تو کتبہ ان کے ہاتھ میں اپنا خیال ظاہر کیا تھا جس سے وہ بچ گئے کتاب یہ حضرت اسلام سے پہلے اور کافروں پر عیسائیوں سے اور انھوں نے جواب دیا کہ یہاں تو اس صلح سے دس گھنٹہ پہلے کہ انھوں نے کتاب بھرنے پر آمادہ ہوئے تھے اور انھوں نے ابو بکرؓ صاحب کے کہنے پر کچھ اعتبار نہ کیا اور اسی طرح عقیقہ کے جہاں کہیں میں بھرنے پر حضرت سے جا بھرنے وہاں جا کر جس چیز پر رونق کی بہاؤ دیکھائی ہو گی وہ آنحضرتؐ کے جواب کے نمایاں ہی کہنے فرمایا کہ تو رونق عداوت کیلئے دیا ہے باہر جو ہے جاتے ہو سے معاملات آپ ہی رہے ہیں جتنے جو ملے آتی ہے اور میرا کیا جاتا ہے حضرت عمرؓ نے ان کی طبیعت ازل سے جیسا

کہ اگر اس کی نسبت بال بچوں کے ہوتے تو ان کو کہتے ہیں کہ اس کا نسب سے پہلے اس کے  
 اپنے کافر ہونے سے پہلے اس کا نسب سے پہلے اس کے کافر ہونے سے پہلے اس کے کافر ہونے سے پہلے اس کے  
 کے حالات لکھے ہیں وہاں کہ قبائل منت سے ثابت کیا گیا ہے کہ جنگ عین بنو مصلح عین  
 سے آبل واقع ہوئی جو چہ سلمان کا گھست ہوئی اور حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ  
 میں مگر ابو بکرؓ سر پرٹ جانے کے تو دو وقت شطان نے قتل محمدؐ کی کھجور کی دو دن  
 صاحبوں نے کہا اب محمدؐ تو مر گئے مسلمان رہ گئے کیا کہیں گے چلو اپنے پرانے یہاں بندوں سے  
 تو مارا رشتہ اتحاد کا نہ تھو لیوں جن لوگوں کو حدیث و فاروق کہا جاتا ہے ان کی بخشی  
 ایمان کی یہ حالت تھی کہ اوسنے ان کی باتوں سے اسلام چھوڑنے سے نہ کہرتے تھے  
 تھے اگر مصنف صاحب طبع پر لکھتے کہ مصلح حدیب سے ناراض ہو کر حضرت عمرؓ سے جواب دہ  
 وگستاخانہ گفتگو کی اور کتاب سادات انساب چھوڑ کر زمین کفر پر لوٹ جانے کا اعلان کر لیا  
 تھا تو طلباء علیحدہ علیحدہ چونکہ عاقل و فرزادہ میں صاف کہہ دیتے کہ ہم ایسے کچھ طبیعت والے  
 کو کبھی سلمان تسلیم نہ کریں گے جو کہ کافر ہو چکے تھے ہر وقت کربانہ سے رہتا تھا جناب مصنف  
 نے طلباء کی یہی سی ودانشمندی سے طرف کھا کر ایسے عیدہ الفاظ کا استعمال کیا جس سے  
 اصیقت حاصل ہو گئی مدغنی نہ پڑی بلکہ تاریکی بھی بالکل اٹھ گئی مصنف صفحہ (۳۳) پر لکھتے ہیں  
 کہ آنحضرتؐ نے قریب فوات حکم دیا کہ بعد رکعتوں کے دروازہ مہینے میں وہ سب  
 بند کر دیئے جائیں مگر ابو بکرؓ کا دروازہ بیکسٹور کھلا رہے معلوم ہوتا ہے کہ جو وقت جناب مصنف  
 نے کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تھا اس وقت خدا سے عہد کر لیا تھا کہ میں ایک بات پوری  
 (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰)  
 کرتے تھے جس پر آنحضرتؐ نے اتفاق فرمایا اور اس شب بھی حضرت اہل اوس کی مکان میں  
 استراحت فرماتے تھے مصنف نے دو نزل ہا تو گواہی نامزدانہ کیفیت میں بیان کیا ہے  
 چونکہ یہ بحث سب ابواب سے متعلق ہے بنا برہاں عرض کیا جاتا ہے کہ رسالہ مذکور کے صفحہ  
 (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰)  
 کہ ابن عباسؓ نے فرمایا علیؓ میں دس باتیں ایسی تھیں جن کا اثر کسی دوسری ذات میں تھا

سطر اول اس کے ساؤں بات یہ ہے۔ آنحضرت کے حکم صاحب دکن کے دربار  
 مسجد کی طرف سے بند کر دیئے جائیں۔ صرف ہمارا اور علی مرتضیٰ کا کھلا ہی جھڑجھڑ  
 موسیٰ اور ہاروں اور فریت ہاروں کو داخلہ مسجد کا حکم تھا۔ اسمی طرح علی اور اولاد علی  
 مسجد میں آمد و شد رکھنے کا استحقاق رکھتے ہیں (علاوہ ہین برج المطالب کے صفحہ ۱۷۴  
 ۱۸۵) مکتب اہل سنت کے وہ مضامین نقل ہوئے ہیں جو سید ابوالکلام کے علاوہ رکھتے ہیں  
 سیرخی یہ دیکھی ہو کہ جناب امیر کے دروازہ کے ساتھ تمام صحابہ کے دروازے مسجد نبوی میں سے  
 بند ہو جاتے (جسکو شوق و صلوات والا میں دیکھا ہو ہے)۔ حضرت امیر کے دروازہ کے  
 مشعل اس قدر روایات نقل ہوئی ہیں کہ دیکھنے والے کی آنکھیں روغن ہو جائیں۔ اس جگہ  
 دو ایک مضمون نقل کیئے دیتا ہوں۔ امام احمد بن حنبل و امام نسائی و امام نے زید بن ارقم  
 و یار ابن یازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ چند صحابہ کے دروازے مسجد  
 کی طرف تھے ایک آنحضرت کے حکم دیا کہ سوائے علی کے اور سب صحابہ کے دروازے بند کر دیئے  
 جائیں۔ اور اسی خطبہ میں ارشاد ہوا کہ یہ میری تجویز نہیں۔ خدا نے اسمی طرح حکم دیا ہے۔  
 انصاف سے کہ مصنف نے اپنی مذہبی کتابیں بالکل نہیں دیکھیں اگر دیکھتے تو ہرگز ایسا  
 نہ لکھتے نہ ان کو لازم ہو کہ ملاحظہ مکتب فرما کر طلباء و طلبہ جلد فراموشی کہ مینے واقعہ کے بیان  
 کرتے ہیں بلکہ اہم ثنائی جو یاقین کہ حضرت امیر کی خصوصیات سے ہیں۔ جناب مصنف اور انکو  
 ایک شخص کے ترعیں ذکر مالک بن عمر دیتے ہیں، مگر ہرگز ایسا ہو گا جو شخص مالک بن عمر میں یا  
 داخلیت کرے گا وہ باہر اور اللہ سے کمال دیا جائیگا۔ اگر مصنف لپٹے ہوئے میں سچے ہیں تو جنت  
 پیش کر دے حقیر کی بے اعتباری اور لپٹے مضمون کا سلسلہ یقیناً ان کو ایسا جواب ثابت فرمائیں  
 نظر اطمینان طلبا کتاب ۲۷۴ سے اور ایک روایت نقل کیئے دیتا ہوں۔ امام احمد بن  
 حنبل نے اپنی سند میں لکھا ہے کہ سہیل بن جراح اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ  
 عنہ کہتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کو تین باتیں خدا نے ایسی عنایت فرمائیں۔ اگر  
 وہ جگہ حاصل ہو تیں تو سورج بنم والے اور سدا سے زیادہ محبوب ہو تیں۔ اول مسجد رسول کی قیادت  
 دوم جنگ خیبر کی علم ہداری۔ سوم کا طبع علیہ السلام کا شعر ہر روز مصنف صاحب کو شرم فرماتا تھا۔ کہ ہر

حضرت عمرؓ آپ کی تحریر سے جان لے رہا ہے۔ ہمارے ہاں مصنف کا نام مشہور ہے۔  
 کے صفحہ ۳۳ سطور ۱۰ میں ایک حدیث لکھتے ہیں جو کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔  
 خلاصہ معنوں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا (اگر میں کسی کو قتل دیتا تو اسے مار دیتا اور اگر کوئی مارا)  
 حضرات طلباء و دیگر ناظرین اس حق کو بظریق دیکھیں۔ کیونکہ یہ مقام بڑے سحر و کلبہ ہے  
 عبارت بخاری شریف میں لکھا کہ مصنف سے ہو رہا ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ کے ساتھ  
 رشتہ محبت قائم فرمایا تھا۔ اہل سنت چاہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے نزدیک سوائے  
 ابوبکرؓ کے کوئی دوسرا محبوب نہ تھا یہ بالکل غلط ہوا۔ حضرت مصنف لکھتے ہیں کہ اگر کوئی دوسرا  
 کہ اس معنوں کو جو مائل دیکھنے کا وہ سمجھ جائے گا۔ کہ آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ کے احباب  
 میں داخل کیا تھا لہذا انھوں نے صفحہ مذکور بالا کے حاشیہ پر ایک نوٹ بھی منسلک دیا۔  
 (ابوبکرؓ و صاحبین کے قلوب میں جو عظمت اور محبت خدا و تعالیٰ کی ہوتی ہے اس کے ساتھ  
 کسی دوسری محبت کی بالکل گنجائش نہیں رہتی۔ دوسری چیزوں سے اگر کسی درجہ پر محبت ہوتی  
 ہے تو وہ بھی محبت الہی کا الگ شعبہ اور اس کے تابع ہوتی ہے) مصنف کے نوٹ سے  
 جبکہ اتفاق ہے۔ اہل اللہ کا قلب خدا کی محبت کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ اولاد و  
 احباب کی محبت بھی قلب انسان میں ضرور ہوتی ہے۔ فطرت کے قلوب کو ان کی محبت پر سخن  
 کر دیا ہے۔ صاحبان ایمان و ابواب ایمان اور ان کی محبت کو بھی جو کہ فطرتی ہوتی ہے وہاں  
 خدا کا شعبہ جانتے ہیں اگر کسی غیر کی محبت منع ہوتی تو قرآن پاک میں یہ ارشاد تھا کہ (و  
 يتخذ المؤمنون الاولياء من دن واللومنین۔ الی آخرہ۔ یعنی مومنین  
 لو جائے کہ سوائے مومنین کے کسی دوسرے سے محبت نہ کریں حضرت کے ارشاد کا صاف و  
 یح یہ مطلب ہے کہ اپنے ابوبکرؓ کو یا کسی اور کو اپنا خلیل بنی قرار نہیں دیا عبارت عربی جو کہ مصنف  
 ہے فانی نو کہنت متخذ خلیلاً لا يتخذ اباً بلکہ خلیلاً یعنی بلکہ کسی سے محبت  
 صداقت کرتا اور ابوبکرؓ سے کرتا۔ اس جملہ میں خاص عام دونوں سے نفی پائی جاتی ہے۔  
 یوں کہ گھبرا کر مصنف نے دوسرے نوٹ دیدیا ہے حضرت مصنف ارشاد فرماتے ہیں کہ جبکہ  
 ماد آیہ بالا احباب ا حدیث خدا و ارشاد فرماتا ہے کہ مومنین سوائے مومنین کے اولاد



کسی کو حضرت پر اہم تھا کہ ملاحت یا ابوبکر سے محبت کرنے اور کئے طویل بنائے سے  
اخبار فرمائے۔ معلوم ہو کہ ابوبکر یوں دیکھے اگرچہ سنے تو حضرت معلوم اول کے ساتھ وہی حال  
کے جسکا حکم ہر الفاظ واضح آیت میں دیا گیا ہے۔ علاوہ بریں مضمون نوٹ سے جو یہاں  
ہے کہ جیسے آنحضرت نے ابوبکر کو اپنا محبوب و اق نہ بنایا تھا اسی طرح ابوبکر کے قلب میں بھی آنحضرت  
کی محبت و محبتی و محبت صفت کے نوٹ کا یہ جملہ را بنیاء و معانی میں کے قلب میں جو عظمت اور  
عشرت خداوند تعالیٰ کی ہوتی ہے وہیں کسی دوسرے کی محبت کی بالکل گنجائش نہیں ہوتی  
چونکہ ابوبکر عند اللہ بنو صدیقین میں داخل ہیں اور یہ لفظ صدیقین عموماً سنی صحابہ ان دنوں کا نام  
نہی رہا ہر جاری فرمائے ہیں۔ لہذا ان کے قلب میں بھی سوائے خدا کے اور کسی کی محبت نہ  
چاہئے۔ انہیں ہے کہ حضرت قرآن کو چھو نہیں پڑا جناب حدیث اپنے مقدس کلام میں  
ارشاد فرماتا ہے قل لا استلکم علیہ اسجوا الا الہود و قی القریٰ یعنی لے کر  
اپنی امت کے کہہ دو کہ میں تمہیں رسالت کا کوئی اجورہ تم سے طلب نہیں کرتا اگر یہ کہہ کر سے اقرار ہے  
محبت و مودت اختیار کرو۔ اگر خلعت و مصداققت من ہوتی تو جناب باری مودت و مودت  
امت کو ہدایت فرماتا۔ ذہن شمس صفت براہ کرم فرمائیں کہ اقرار ہے رسول کی محبت کو محبت  
و صاحب خصوص حضرت صدیق سفیر نبی طبعیت میں جگہ دی یا نہیں۔ اگر محبت اہل بیت داخل  
لے اختیار کی تو ان کے قلب میں کہاں گنجائش تھی کہ محبت خدا کے ساتھ کسی دوسری محبت کر  
سکتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ وہ تعمیل یہ سے ہے نصیب رسے خدا پر خدا و امت اللہ نام  
دار و چھو سکتے کہ اس نے ایسی خدمت پر امت کو قبول کر لیا جو کہ ناقابل التعمیل تھی حضرت  
صاحب سے جو ہے جگہ ایسی باتیں کہہ دینے ہیں۔ جن کی سرسری نظر و جملہ است ہر اتفاق  
معامرہ خیر کے وقت آنحضرت نے فرمایا تھا کہ کل یہ ظلم او کو دیا جائے گا جبکہ خدا و رسول دست  
رکتے ہیں اور وہ خدا و رسول کو درست رکھتا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ انبیاء کو سوائے خدا  
کے کسی دوسرے کی محبت نہیں ہوتی اسکا مصداق ثابت ہے کہ آنحضرت نے پیر کو دست رکتے  
تھے۔ اس سے معلوم ہو کہ آنحضرت نے ابوبکر سے مصداققت نہیں کی اگر چاہتے تو کر سکتے  
تھے جیسا کہ علی کے ساتھ کیا راجح المطالب کے صفحہ (۲۸۸) کو طالب اور جناب حضرت ملاحظہ

طائیں علی تسلیم سے ہو سکتی وقت نظر ہوگی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عالم ان  
 میں حضرت فاطمہ علیہا السلام کا منصب ہونا اگر سوائے خدا کے کسی شخص پر سے بطور جائز محبت کرنا  
 مروج نہ ہو تاہم حضرت جناب سیدہ سے کہیں گفت کرتے ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے  
 کہ ابیہامہ بن زید کہتے تھے آنحضرت سے اکثر فرمایا کہ تمام الہیہات سے میرے نزدیک فاطمہ محبوب  
 تر ہے اس جملہ سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت کو تمام الہیہات سے محبت تھی مگر گفت سیدہ کا بغیر شہادہ اور  
 تھا اوس ہی کا آنحضرت باوصف قدمت ابو بکر دست رکھنے کے لئے اپنے کلبے پہنچے تھے  
 حبیبہ کو بھی وقت شکر کے بھیجے سنائی دیکھ ترمذی واسعیاب علامہ ابن عبد البر بھی بن عمر ویر  
 سے نقل جو ہے کہ آنحضرت عمر بن خطاب فاطمہ اور مروان بن الحنفی سے زیادہ کسی کو دوست نہ کر  
 گئے۔ ویلی نے بھی فردوس الاخبار میں اس معنی کو لکھا ہے۔ بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ کسی سے  
 بطور جائز محبت رکھنا کوئی عذر شرعی یا دنیاوی نہ کر سکتا۔ سب تعلیم صفت یہ امر بھی بخیر ہو گیا کہ آنحضرت  
 سے ابو بکر کو اپنے احباب کی خیریت میں مجھ نہ دی تھی۔ طلباء کو اسکا وصیت الیخیر واقع دکھلا دیا  
 جس سے وہ سمجھ جائیں گے کہ جس طرح آنحضرت کا ابو بکر سے محبت تھی اس طرح ابو بکر کے دیگر محبت  
 مصطفوی کا کوئی اثر نہ تھا۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شدید بیمار ہو جائے اور اس پر درگئی قطع ہو جاتی  
 ہے تو عزیز قریب و بچا۔ مگر یہ نہ بھی مریض سے ملکہ نہیں ہوتے۔ ہر وقت اسکی حالت کے  
 انگوٹوں میں شہ ہیں اور ہاتھوں میں اس اور ستر ایسے ہیں ان ہوتے ہیں کہ جس کا باپان نہیں کر سکتا  
 بیوی کے رانہ نہ ہونے سہاگ بگٹنے نہ لگے میں آگ لگنے کا سخت اندیشہ جو اسے حضرت ابو بکر  
 کی کسی بیوی یا آنحضرت کی وفات سے نہ شاید کا وہ عظیم کرنے والا تھا آج یہاں کے لئے کا  
 چوراندیت۔ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی بہر حضرت ابو بکر کو لازم تھا کہ ایک م حضرت سے ملکہ نہ ہوتے  
 مگر واقعات کچھ اور بتلائے ہیں حضرت اول جیسے بنی کا جنازہ چھوڑ کر بلاد بنی و کنن کے علاقے  
 آکر شہر کو انتخاب عمر عبیدہ کے لئے دوست لینے یا اپنے واسطے ان دونوں سے اپنے  
 کے لئے شقیہ بنی باعدہ میں چلے گئے تھے۔ اس طرح حضرت کو اوس آخری شبیات  
 میں جس کی صبح کو آنحضرت رحلت فرمائی۔ فرش باری پر دم کوڑا ہوا چھوڑ کر شہر سے دو تین میل  
 کے فاصلہ پر شہر بنی کے گئے۔ چنانچہ ذیل صفت ہے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے ابو بکر نے عرض کیا

کہ حضور درویش کی زوجہ بنت فارحہ جو کہ حمل (سرخ) میں رہتی تھی اس کے پاس شہب باشر  
 جسے کی یہ شب و عروسہ اگر اجازت ہو تو چلا جاؤں مصنف سے جان و مال ایسے خلیفہ پر ہر طور  
 بار تصدق ہو جائیں جس نے نبی کے مرنے کی کچھ پروا نہ کر کے بی بی کی شب و صلت کو منافع نہ ہونے  
 دیا حضرات طلباء جبکہ ادائے باتو میں بوجہ نہری کی ومانائی کھٹک جاتے ہیں حضور یہ خیال فرمائیں کہ  
 کیا رویہ کیا شخص تھا کہ داماد کو ایسی خطرناک حالتیں محسوس کر دے جو اس سے ہم آغوش ہونے کے لئے چلا گیا  
 حضرات طلباء رجب نفرائیں جلد بزرگواران اہل سنت کو نواف کے نیچے کے حقیر پر پورا قابو نہ تھا  
 (مراد از عضو تناسل) ادراک یا بندہ میں جگہ حقیر نے حضرت عثمان کے حالات لکھے ہیں وہاں  
 طلباء کو معلوم ہو جائے گا کہ جس شب رقصہ زوجہ عثمان نے (جس کو اہل سنت نبی کی بی بی یکن کرتے  
 ہیں تضاک) تو حضرت ثالث نے کچھ پرانہ لگی کہ میں میت (اور وہ بھی نبی کی محترم و دختر) تھی  
 ہوئی ہے تمام رات ایک لڑائی کو لئے ٹپ رہے۔ چونکہ مصنف نے نہایت جا بجا ہی سو  
 سیرۃ الصدیق لکھ کر طلباء کے لئے ایک ہدایت نامہ تیار کیا ہے نظر جہاں میں طالب علموں سے  
 بغیر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ایسے کو کوئی سیرۃ پر کار بند جو ناپسند کیجئے جہنوں نے وقت کفر  
 نبی کے کنارہ کر کے و دایک میل کے فاصلہ پر بی بی سے خط نفاق اوٹھایا اور کچھ پروا نہ کی کہ  
 میرے خداوند صفت میرے ہادی میرے پیشوا میرے داماد کی روح پر کیا القب ہوگا ابھی  
 کے گھر میں کیسا کراہی رہا ہوگا ہائے یہ بھی خیال نہ ہوا کہ عائشہ کس اضطراب و پھینسی سے  
 سرگرائی ہوگی کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ اس رات نبی کے گھر کا جو کہ گرم ہوا ہو یا کوئی ہوا  
 ٹپک پر لپٹا ہو مصنف نے لکھا ہے کہ انبیاء و صادقین کے ولیوں سوائے خدا کے کسی دوسرے  
 کی محبت نہیں ہوتی حضرت ابوبکر کو اگر اپنی زوجہ سے انتہائی الفت نہ تھی تو نبی کو ہمسایہ مرگ  
 چھوڑ کر حملہ (سرخ) میں ہگز نہ جاتے۔ اگر ابوبکر کو اپنی اہلیہ سے ایسی ہی محبت تھی کہ بے ادب کے  
 رات کا منی دشوار تھی تو لازم تھا کہ ہنہا جو کہ رات بولی صبح در دولت پر حاضر ہو جاتے مگر آپ حضرت  
 کے مصال سے بہت دیر بعد وارد مدینہ ہوئے چنانچہ مصنف صفحہ (۳۵) سطر پندرہ پر لکھتے  
 ہیں کہ (۱۲) ریسع الاول یوم در شنبہ بوقت چاشت آنحضرت نے رحلت فرمائی صدق  
 ہے اس واقعہ پر غور فرمائی جائے کہ جو خبر سنی تو غور اٹھو اسے پر سوار ہو کر اسے طلباء و ناظرین اپنا

نظر فرمائیں اربع الاول روزہ اور اس کی شام کو حضرت ابو بکرؓ اپنی زوجہ بنت خاریجہ کے اشتیاق  
 میں آنحضرتؐ کو رومی حالت میں چھڑ کر محلہ راسخ کو روانہ ہوئے تمام رات عیش و آرام میں بسر  
 طالع صبح سے تا وقت عیاشی یعنی ان کے آہٹ بجے تک اہلیہ سے سرگرم اختلاط ہے جب آنحضرتؐ  
 نے اربع الاول کو وفات پائی تو مدینہ سے ہر کارہ چھڑا کہ آنحضرتؐ کا وصال ہو گیا گھنٹہ بھر میں  
 وہ ہانکنا پانتا سر پہ خاک ڈالتا روتا پیشانی پر گھٹا ہوا چھوچھا ہو گا کہ لے یا نثار رسول کے وصالی  
 صما جزادی نے نہتہ چوٹیاں ٹھنڈی کر دیں اودا پا جامہ اور لالہ دھڑلہ پہنیک کر منشا الیہ  
 فرمایا ساقی بنی کا پیچھا چھوڑنے سے قبل چلے اذوقت انھوں نے سائیس کو حکم دیا ہو گا کہ گھولنا تیار  
 کرو ورنہ صی انتظامات سے قانع ہو کر خزانہ خزانہ میں چھپنے ہو گئے حسابی طریقہ سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ تقریباً اٹھارہ گھنٹہ میں غلیف کی داپسی ہوئی کیونکہ بارہ گھنٹہ رات اور چھ گھنٹہ دن اس ہی ٹول ہو گا  
 ایسے کہ حضرات طلباء و مقررہ سچہ جائیں گے کہ خلی سیرہ پر کار بند ہو چکے لئے مصنف نے انکو  
 آمادہ کیا ہے وہ انہماکے عیش پرست اور نفس کے بل تھے انکے دلیس آنحضرتؐ کی محبت الہی ہی  
 زنجی کہ جتنا دامن بڑھتا ہے بلکہ اسات کے مترصد تھے کہ نبی طبع میں قوم آزادی کے ساتھ  
 لڑاؤ دینا سے بہرہ یاب ہوں تب تک کہ آنحضرتؐ مبتلائے مرض الموت ہوئے اور ایسے متع پر ابو بکرؓ  
 اٹھارہ گھنٹہ تک بچ کر نہ دیکھیں کہ ہمارے ہادی پر کیا گزری اگر جزیر گندہ نہ ہوتی تو نہ مسلم کتاب  
 الہی زبور بنت خاریجہ سے دست و بغل رہتے اہل سنت مخیر بہ کہا کرتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے دنیا و  
 بی کسی کو دوست نہ کہتے تھے اہل الضاف ارشاد فرماتے کہ دوست الہی ہی ہو کرتے ہیں  
 کہ ایک دوست سفر آخرت کے لئے اسباب ہاندہ ہا ہے اور دوسری بی سے ہم آغوش ہو کر  
 بڑھاپے میں جوانی کے فرسے لے لیا ہے اس واقعہ عجیب و غریب کی نظیر میں سوائے حضرت  
 ابو بکرؓ کے کوئی دوسرا دوست پیش نہیں کیا جاسکتا۔ طلباء اور دیگر الضاف پسندنا ظہری کو  
 ایک اور معاملہ دکھاتا ہوں جس سے تمام رسالہ سیرۃ اور مصنف صاحب کی صدق کلامی ظاہر  
 ہو کر ثابت ہو جائے گا کہ اہل سنت اعلیٰ بے جز باتیں کر سکتا ہے مذہب کی بے اقتداری خود بخود  
 تائید کر دیتے ہیں مصنف صفحہ ۴۴ میں رقمطراز ہیں کہ جب حضرتؐ کے مرض کو شفت ہوئی  
 تو حکم دیا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں ہمارے لئے فرمایا کہ ہندی کے والد نہتہ مذہبیت میں توان پڑھنا

پڑھتے دیکھتے ہیں وہ امام کا بارہ نوٹا کیسے حضرت ابو بکرؓ کی پیشانی پر تھامے  
 نے امام بکرؓ کو غلبہ کی صبح تک آنحضرتؐ کی حیات میں شرعہ نمازیں پڑھیں یہی بکرؓ کو لازم  
 پڑا رہا ہے جسے کہ آنحضرتؐ پر وہ دشمن کر باہر تشریف لائے اچانک بکرؓ کے نمازیں جانب چلی گئیں  
 اور ہر ایسی اپنا فائدہ سے وقف کیا کہ اس کے باہر تک آواز جاتی تھی حضرت ابوبکرؓ کی حیات میں حضرت  
 کا امام جماعت بنانا ناخوشایند و ناخوش گذرے کہ جبکہ عدیل و نظیر کوئی دوسرا شرف نہ نہیں ہر سنگ  
 جس اہل سنت سے صاحب خلافت گھٹ کر گئے یہی کہے گا کہ حضرت ابوبکرؓ کی آنحضرتؐ کے آخر  
 حقیقہ حیات میں پیش نمازی ادنیٰ خلافت کو روح خداقت پر جو پڑا تھا اس سے میں اس کی کچھ  
 کرنا داخل طاعت سمجھتا ہوں کہ یہ وقت پیش نمازی کیا چیز ہے ایسا اس کی کوئی اصلیت ہے نہیں  
 اس میں اس قدر اختلافات ہیں کہ جن کا بیان نہیں۔ امام مہدی شامی بخاری نے جو کہ سترہ بی بی  
 اہل سنت میں داخل ہیں سالہ پیش نمازی کے واقعات اور اس کے اختلافات کو بہت شرح  
 کے ساتھ بیان کیے ہیں اگر اس کتاب طالع جبرائیل کو ایک اور سالہ کا تہہ دیا جائے اور وہ  
 بھی غامض کالی کا جناب بروہی شیخ ذہابین صاحب پر و فیر کالج علی گڑھ نے ایک رسالہ  
 امامت ابوبکرؓ کی محنت اور غیر محنت متعلق لکھا ہے اور اصلاح نمبر ۳ جلد ۱۲۸۰ بصرہ الاول  
 پھر میں اس کی اشاعت ہوئی ہے حضرات علماء واد کو ملاحظہ فرما کر کہہ دیں گے کہ معرفت بارہ نوٹا  
 کھڑا ہوا معنوں سے اصل ہے بنیاد ہے بل ازین کہ حضرات علماء کتب ہو کر بالاکو ملاحظہ فرمائیں۔  
 دیگر وجہ عقلی سے باطل کرتا ہوں۔ بقول مصنف شرعہ فقہ کی نمازیں حضرت ابوبکرؓ نے پڑھیں  
 ان اوقات میں صبح صحابہ موجودہ مدینہ اور دیگر اطراف و مقامات کے مسلمان شریک جماعت  
 ہوتے ہوں گے سپہوں نے نیت نماز یہی کی ہوگی کہ نماز پڑھتے ہیں ہم جیسے ابوبکر صدیقؓ کے جواب  
 قرآن الا اللہ مگر انہوں نے کہ سوائے حضرت عائشہ صدیقہ اور فلیحہ ازل کے محبوب علی  
 انس بن مالک کے اس عظیم کالیک گواہ نہیں جھگے دیکھو امامت کے متعلق (قال عائشہ)  
 وقت نظر ہوگا اگر زنا خانہ کے متعلق کوئی اور بڑا تو سمجھ لیا جائے کہ ہر وہ کسی بات پر مدد والے جانتے  
 ہیں۔ نماز تو مسجد میں پڑھائی جاتی تھی جس میں شریک ہونے والے ہزار ہا آدمی تھے تعجب نہ ہے  
 کہ اس نئی امامت کی گواہ صرف ایک عورت اور وہ بھی امام زادی اور بھی ایسی کا اٹھاؤ

واللہ علی سبیلہ منی سعادۃ فی الدنیا والآخرۃ من حبیب الحق صاحب الاستقامۃ صاحب الوفاء  
 حکام عورت کا خطاب ہائے نبویؐ جو کچھ سعادۃ نامت نہایت اہم اور حرم کا مقام ہے لہذا اور سکر  
 انشاء اللہ ایسی صفاتی کہ کھلا دیکھا کہ ارباب شعور کہ وہ سب کے کہ قواعد عقلی سے کیسے پتہ پاتے ہیں  
 نہیں ہو سکتی کہ آنحضرتؐ نے عہد امامت حضرت ابوبکرؓ کے عہد کے لوگوں کو قائم مقام و جانشین  
 فرمایا تھا ہر عقلی توجہ یہاں تک کہ وہ کچھ کہے تھے تاں کہ ہر جگہ کہ محض اقرار ابوبکرؓ ثابت کرنے کے  
 لئے یہ مضمون تراشا گیا۔

## توجہ اول

اور اوراق اول میں مضمون بشرح دکھایا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے وفات تک جاوید و زبیل  
 شدت بیماری میں حکم دیا کہ سولہ علی المرتضیٰ کل مسلمان اور بالخصوص ابوبکرؓ و عمرؓ باقی  
 رسول کے مقابلہ چلے جائیں کہ ہم مدینہ میں نہیں ہیں اس پر شرف قریش نے غل جاپاک  
 ہم کو غلام زادہ کا ماتحت کیا جاتا ہی اپنے فرمایا کہ وہ مرکز و یک تم مضرین سے افضل ہے  
 بلا اعتراض چلے جاؤ اور جو شخص کہ میرے حکم سے تخلف کریں وہ میری لعنت ہو جس نے  
 بھی صفحہ ۸۱۸ البس پر تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ مضرین وفات میں اپنی اسامہ ایک لکڑی لٹا دی  
 کا حکم دیا تھا ہمیں مدینہ و یثرب نہ دینے کہ نہ آدمی نافر ہو جو کہے کہ آپ کی شدت علالت اور وفات  
 ابوجہ سے روانگی ہی ہوگی البس ثابت ہوا کہ ابوبکرؓ عین زمانہ وفات میں جبکہ آنحضرتؐ پر شدت  
 مضرین تھا اک غلام کے ماتحت بنا کر مدینہ سے باہر جانے کے لئے مامور کئے گئے تھے یہ ہر ہنسوجی حکم  
 اقل عہدہ نماز اذ تکو ب دیا گیا مولیان ابوبکرؓ پر لازم ہے کہ اس بات کو آنحضرتؐ کے کسی حکم  
 سے دکھلائیں کہ بالفعل رد انکی فکر تلوی کی جاتی ہے مامورین سے ابوبکرؓ کو کمال کرم و محراب سبب  
 نماز پڑھانے کے کہ اگر دیا جائے مصنف ارشاد فرمائیں کہ یہاں سے زمانہ میں ناکیدی حکم ہوا گاہ  
 نبویؐ سے صادر ہو کہ سولہ علی مرتضیٰ کے سبب چاہیں جب صحابہ کو اراض کریں کہ ہم شریعت میں  
 اور اس غلام زادہ او سوقت آنحضرتؐ فرمائیں کہ یہ شخص میرے نزدیک سے اعلیٰ و افضل ہے کہ  
 آج ہی غلام کی ذلت ماتحتی اختیار نہیں کی اس سے پہلے اسامہ کے پانویں بعد اری کا عندہ تھا

میں سے اگر اب بھی تم لوگ روکنے اور میرے حکم کو اٹا کر تو میری خدمت کی نعمت ہوگی  
کوئی مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرت اپنے وقت وفات کے واقف نہ تھے  
کیونکہ وہ نبی شکر سے پہلے دوات و قلم کے مقصد میں آپ لفظ وجد ہی فرما کر اپنے وصال سے  
خبردار کر چکے تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاننے والے ہونے کے سوائے ابو بکر کے کوئی دوسرا  
امامت نہیں کر سکتا تو تین روز قبل از وفات آنحضرت سے گل جانے اور علی المرتضیٰ کے پاس سے  
کا کیوں حکم دیا جانا واقعہ صلی یہ کہ دوات و قلم کے پیش میں جب ابو بکر اور عمر اور ان کے سازش  
نے باہمی سازش کر کے نبی کو امر حق کے ظہار سے روک دیا تو حضرت نے حکم دیا کہ دو موغنی (میرے سے  
اوجھ جائے چونکہ انکا اخراج نہ نظر تھا اس قضیہ کے بعد حرم سرور سے بھی شدت بباری میں یہ  
رو بکار نکالا کہ سب بندہ چور کر فوراً نکل جائیں کر یہ لوگ رو حکم نبوی مدینہ سے باہر نہ گئے دیر اور دیر  
مثل عجمان استہارہ چیتے پہرائے جب حضرت کی وفات ہو گئی فوراً اکھاڑے میں آکر دسے وقت  
اخراج سے آخر حیات تک آنکھوں کے روتے منور پر نظر کر نیکام و قح ہی نہیں مابہر حکوم بامامت  
ہو کرے اور منت کی ناز پر ہا کیونکر ہو سکتا ہی حضرت مصنف پہلے خارجہ چون کا داخل ہونا ثابت کر لیں  
زان بعد صلیہ درست کریں طالب علم بیاری حقایق معلوم کو کیا جانیں اون کے سامنے ایک خرز  
آدمی نے کوٹ بنیوں پہن کر جو کہدیا اسکو حکم آسانی سمجھ کر لوح طبعیت پر نقش کر لیا نازک خیالی  
طلباء پر لازم ہو کہ مصنف صاحب کے ولت خانہ پر جا کر دریا فت فرمائیں کہ حضور دوات قلم کی طلبہ  
سے پہلے رو انکی شکر آسمان کا حکم یا گیا تھا یا کہ بعد اگر ان میں یا گیا تھا تو یہ لوگ کیوں شریک نہ ہوئے  
کیا کوئی امتناعی حکم حضرت نے شایع فرما دیا تھا کہ بالفعل لکے ہو گا رد اب کر وادھو حضرت  
ابو بکر و عمر کو حضور صلیہ کی تجہیز و تکفین نواز و غیرہ میں ہی شریک نہیں ہوئی پھر انہوں نے مدینہ  
میں رہ کر کس خدمت اسلامی کو انجام دیا ہو کہ تعجب معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت وفات سے تین دن  
پہلے ابو بکر صاحب کو اسامہ کماخت کہے خارج البلد ہو گیا حکم میں بصورت عدم میل متعلقین چٹا نیا  
نوعن لکائین اور پھر بلا منسوخی حکم خود عہد امامت دئی پھر فرما کر خود ہی اقتدار میں بر لکھو کم کسی  
شائستہ تفر سے اسکو ہماری زمین میں کر دیکھئے مرنہ ہم آج کو اور لکے مذہب کو غلط اور بے بنیاد سمجھ کر  
اول لوگوں سے جا کر ہاتھ ملائیے جو کہ معاملہ امامت ابو بکر کو بدلان شایہ غلط بتلائیے ہیں

## توحید دوم

کسی وجہ خاص کے تمام علماؤں کی عادت تھی کہ بچکانہ نازاً آنحضرتؐ کی تائید و توثیق میں جو کہیں سے نہ ملے  
صرف ایک ہی تھی ناز پر پا کر نے تھے جبکہ حضرت یار و یاروں نے قبول المسبت ہو کر جھٹلایا۔ اوقت کی ناز پر  
ان ناز و یمن انصار ہی ضرور شریک تھے ہونے ابو بکر کو بقائم مقامی حضور پر نور ناز پر پا ہوا ہوگا کہ  
اوپر یوں یہ منہ لیا ہوگا کہ کسی بزرگ کو لائق جانشین سمجھ کر حضرت نے عہد امامت عطا فرمایا ہو جس پر  
انصار نے ایسی ظاہری علامت دیکھ کر خود دعویٰ خلافت کیوں کیا اگر حضرت ازل کے ہی وقت میں انصار  
ہوئی اور حضرت نے ہی اول کیا مقتدی ہو کر پڑی ہوئی تو وہ گروہ انصار کی تعریف و تائید میں موجود بھی ہو  
خلافت میں اپنے علیہ لیری نہ کرنا اور دنیا کی انصار کا بکیش و دنیا کی کوش ہونا ثابت کیا جاوے تو دوسری بات  
نہیں ہی سکتی علاوہ بریں یہ بات ایک آدمی کے معاشقہ کی نہ تھی اسکے گروہ ناز و دہر نہ ہو سکتے تھے کہ کسی انصار  
سے لکھا جاتا ہو کہ ایسے بزرگ کی طرح ایک گروہ اور وہ ہی عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر دیکھ لیا جس نے اپنی رامت نہیں

## توحید سوم

ہر مقرر کا قاعدہ ہے کہ اپنے مخالف کے سامنے ایسی بات پیش کیا کرنا ہو کہ جس کا جواب بجز سکوت  
اوس کے پاس کچھ نہ ہو جبکہ سید میں انصار نے نصیف خلاف کے لئے کہا دیا اور حضرت ابو بکر و  
عمر اس کے ڈوبنے والی کشتی تھی کہ خلافت انصار سے اب پر پہنچ جاتی جہاں بخ مصنف نے صفحہ  
۱۳۷ پر لکھا ہے کہ انصار سقیف میں درباب خلافت کھٹک کر رہے تھے خبر دار لے ابو بکر و عمر کو خبر ہو گیا  
کہ اگر امامت کے بجا نیکی ضرورت ہو تو بجا تو ہیں اس کے کہ کام واقعہ سے نکل کر ابو بکر و عمر  
کو روانہ ہو گئے اور ابو بکر و عمر امامت تو دے انصار سے کہتے کہ کیا لوگ کی  
بات ہوئے حکم آن سرور امامت ناز کی وہ ہی ابو بکر نہیں بلکہ اوقت آج جا شریک ہوئی اور  
اقتدار کیا حتی کہ خود شاہ کون و مکان نے میرے عجیبی ناز پر ہی میری امامت تو نبوت پر فضیلت  
کہہتی ہے آخر میں عالم سے کوئی مقتدی مقتدا کا مقتدا اس لئے میرے نہیں ہو کسی نبی  
نے اپنے صحابی کے پیچھے منہ نہیں پڑھی خدائے بے شرف اس حق پر ہی کو عتاب غوا ہے



علیؑ حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دین نبوتؐ کی ہر بات پر ہمارا کہنے  
اور آپ سابق الاسلام ضرور ہیں نبی کے رشتہ داروں میں ہی آپ سے زیادہ کوئی اقرب نہیں  
مگر ناز جس کا پرانا مخصوص آنحضرتؐ تھا وہ بندہ ہی سے متعلق کی گئی تھی آپ نے اور خود حضور  
صلعم نے میرے پیچھے ناز پر ہی اوس سب کو بٹھلا دیا موم ہو کر امام بننا چاہتے ہو اگر حضرت ابو بکر  
یہ نظر کر کے لو خطاب امیر کے پاس بظاہر اس کا کوئی جواب نہ تھا ابو بکر صاحب کا اپنی امامت  
کو محبت میں نہ لانا صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ یہ مصنفوں یا رولن نے ضرورت سمجھ کر  
بعد میں گڑھ لیا ہے جس طرح کہ ان کو غلط طور پر صدیق اور عمر کو فاروقی کیا اسی طرح ان کے  
سمر پہنچ امامت رکھ دیا۔

## توحید چہارم

یہ توحید ایسی قوی ہے کہ اگر تمام عالم کے علماء و مشائخ صنف کے مددگار ہو جائیں تب بھی حق  
کی گرفت سے اوکونہیں چھڑا سکتے۔

مصنف اپنے ہی کلام سے لے کر خدا و خیمہ عقولیت جو ہے اس کا اثبات اللہ صوائے نہایت  
کوئی چارہ کار نہ ہو گا واضح رائے اور باب دانش ہو کہ آنحضرتؐ کی علامات کو زیادہ طوالت  
تہیں ہوئی کچھ دنوں یا زیادہ کر بخشنہ کو حضور نے وفات و علم طلب فرمایا اوس کے نہ ملنے پر  
آپ از بس دل تنگ ہوئے اوس واقعہ سے ایک دور و اولیٰ فکر انسان کی تیاری کا حکم دیا  
عد مشنبہ کو کچھ دن چڑھے اسی جنت ہو گئے اسی مدت میں بیماری وفات کا مرحلہ طے ہو گئے صاحب  
صراحت بلال ابو بکر صاحب نے امانت کی جو کہ بقل مصنف مندرجہ صحیحہ مندرجہ بخشنہ  
یعنی سب جہوں کی عشاء شروع ہو کر وہ بخشنہ کی صبح تک ختم ہو جاتی ہو مصنف صاحب تحریر  
فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ دو شبہ کو بوقت چاشت فرمائی اس وقت ابو بکر صاحب کو مجھ (سخ)  
میں خبر وفات پہنچائی وہ وہاں سے سو رہے کہ ہم میں تشریف لائی چونکہ ابو بکر انوار کی  
شام کو حضرت سے رخصت ہو کر گئے تھے اور میرے روز آٹھ توہم کے واپس تشریف لائے تو  
دو شبہ کا خبر پڑی اور نماز صبح کئے پڑائی امانت میں سے میں کو تو فرقی کیا جائے تو چہ راہ

رہتی ہیں۔ طلباء و طالبات مصنف سے پوچھیں کہ اگر بغیر منی محالی ابو بکر صاحب  
نے امامت کی تو چودہ وقت کی آپ ستر گیس حساب سے فرماتے ہیں۔  
کالج میں چونکہ ریاضی اعلیٰ پیادہ پڑھائی جاتی ہے طالب علم سلیٹ لے کر  
تفریض حقیر کی جامع کر سکتے ہیں ہمیشہ عشاء سے انوار کی طہیرین تک جب  
طلباء حساب لگا لیں گے انشاء اللہ چودہ وقت سے زیادہ پناہ لیں گے۔

ناظرین گہرا بین نہیں اس سے ہی تیز تر مضمون پیش کرنا جو ن تحریر باتیں  
سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دو شنبہ کو حضرت نے قضا کی اوسیر و زکی صبح  
کار استیلا کو مصنف یہ واقعہ صفحہ ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ ابو بکر نماز صبح پڑھا ہے  
کہ آنحضرت پردہ اٹھا کر باہر نکلے اور ابو بکر کے داہنی طرف بیٹھ کر نماز  
پڑھی اور اس زور سے وعظ کیا کہ مسجد سے باہر تک آواز گئی عقلائے اہل سنت  
سے بکلف پوچھتا ہوں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ جو شخص ستر بخوری پر ستر عشاء سے  
پڑا ہوا ہو نماز پڑھانے کے لئے بوجہ بیطاقتی اپنا قایم مقام مقرر کر دے  
وہ مرنے سے دو گنہہ پہلے گہرا پردہ ہٹا کر مسجد میں چلا آئے نماز پڑھے  
چلا کر وعظ کہے اور پھر گہر میں جا کر مرے۔

مصنف پھر فرماتے ہیں کہ ابو بکر حضرت سے رخصت ہو کر محمد  
دستخ میں چلے گئے رات بہرنی بی کے ساتھ مشغول عیش و راحت ہوئے  
دو شنبہ کو بوقت چاشت جلالت فرما گئے تو اذن کو اطلاع دی گئی  
وہاں سے سوار ہو کر وارد عسرا خانہ ہوئے تبوڑی دیوہ ہٹ کر اُمت  
کی غرق ہونے والی کشتی کو بچانے کے لئے سفیف میں چلے گئے اب فرمائیے  
کہ صبح کی نماز کون تھا یا تھا جس کے داہیں جانب بیٹھ کر حضرت  
نے نماز پڑھی سچ ایک فطری بات ہے اوس میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی  
اور جھوٹ چونکہ خلاف فطرت ہے کیا ہی سمجھ کر بولا جائے کوئی نہ  
رخت ضرور پڑ جاتا ہے اس پر اسنے شریعت نے.....

صاحب دلاء علی گدہ میں کسی مکمل کو مضمون متعلق یہ نماز دکھلائیں اگر وہ میری جرح کو  
 باطل کر کے ثابت فرمادینگے بقول مصنف ہو سکتا ہے کہ ابو بکر صبح کے وقت محمد (سبح)  
 میں ہی ہوں اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھائی تو میں اپنی جرح واپس لیاؤنگا عجیب نہیں اس  
 واقعہ خلاف عقل کو صدیق کا سحرہ سمجھا جائیگا کہ ابو بکر صاحب کی لادت کا معاملہ سرحد پر تھا اور  
 بنیاد اگر مصنف کچھ اضافہ فرمائیں گے تو جیسی ہرانی میں غزنی بخیر امت ہو کر کبریٰ کی لادت  
 لکھنے کے لئے قلم بدست نہونگے ۔

## توجہ

مسلم و بخاری جو کہ ائمہ کے یہاں معتبر ترین کتب سے ہوتی ہیں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ  
 ابو بکر امام تھے اور آنحضرت با موم البتہ صحیح لسانی و ترمذی وغیرہ میں ایسی روایتیں وارد  
 ہوئی ہیں کہ رسول خدا نے ابو بکر کے پیچھے عرض الموت میں نماز پڑھی کہ امام عینی شارح بخاری  
 لکھتے ہیں اس میں بھی بہت اختلاف ہی شعبہ اور زایدہ بن قدامہ واقعہ نماز کے راوی ہیں  
 او نہیں جو اختلاف ہی شبہ کہتے ہیں کہ آنحضرت مقتدی تھے زاید کہتے ہیں نہیں وہ امام تھے  
 عاصم راوی ناقل ہیں کہ ابو بکر با موم تھے نعم کہتا ہے کہ امام تھے ابو جہل کا بیان ہے کہ رسول خدا  
 کو دو کنیز زنا خانہ سے دروازہ تک بین وہاں سے حضرت عباس و جناب امیر نے حضرت  
 کو مسجد میں پہنچایا اور قطعی اپنی سنن میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا کو آسمانہ اور فضل مسجد میں لائے  
 سہیلی نے بھی یہی ذکر کیا ہے مشرق نے جو حدیث نقل کی ہے اس کا یہ مضمون ہے کہ برید  
 اور نوبہ حضرت کو لایا امام سلم اپنی صحیح میں انس سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول خدا  
 رسول خدا با ہر نصیب ہی نہیں لائے جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو ابو بکر امام بن کر جماعت  
 کراتے تھے اور حضرت لیٹے لیٹے پردہ اٹھا کر دیکھ لیا کرتے تھے تاہن کہ آپ نے ایسی حالت میں  
 انتقال فرمایا مصنف لکھتے ہیں کہ دو شبہ کی صحیح کو حضرت پڑھا تھا کہ سجدہ میں گئے اور بہت  
 زور سے وعظ کیا اور اوسے دو شبہ کو وفات ہوئی مگر شہد پریشان خواب میں رکھتے تھے

حسب مسائل میں قضا خلافت روایا اور لوگوں میں کاوش کی گئی ہے۔

## توجیہ ششم

بپاس خاطر مصنف میں تسلیم کیے جاتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی تھی تو اس سے اوّل کا  
 خلیفہ ہونا کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے قبل از امامت ابو بکرؓ میں مکثوم صحابی کو جو کہ نابینا ہی تھے بہ  
 روایات اہل سنت حضرتؓ نے نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا اور وہ پڑھاتے تھے کہ آج تک کسی  
 سنی نے منائے امامت اوّل کی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا سو اسی ازیں اوّل اور ابوبکرؓ میں  
 جن میں صحابہ کرام جاتے تھے آنحضرتؐ مدینہ منورہ میں رہتے تھے جکو دوسرے کہتے ہیں اوّل  
 میں کون نماز پڑھاتا تھا بہر حال صحابہ جو وہ میدان جنگ کوئی کوئی امام ہو جاتا تھا  
 قریات و قصبات و دیگر مواقع بیرون مدینہ میں جو مسلمان رہتے تھے وہاں ہی عبادت کرتی  
 تھی عہد خلیفہ میں خالد بن ولید اور سعد بن وقاص و دیگر سرداران لشکر نے نماز پڑھائی ہے  
 بہ این تقدیر سب کو سنی خلافت سمجھنا چاہا مگر اس وقت تک کسی سنی نے یہ دعویٰ پیش نہیں  
 کیا کہ اٹھارویں صدی کے بعد خلافت اہل سنت کا یہ سیدھی صلہ و خلف کل ہو فاجوینی  
 نماز جماعت ہو خواہ امام سنی و پرہیزگار ہو یا ایسے زنا سبھا رنجیت کہ حضرت مصنفؒ و دیگر اہل  
 البی خفیہ اور دیگر علامت سے ابو بکر صاحب کے سر مقدس پر انما تھری اور ریاست عظمیٰ  
 کا تاج رکھنا چاہیں صفحہ دوم ۳۱ پر حسب طرحت اول مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ دو شبہ  
 کی گفالت سے بچہ دیر پہلے آنحضرتؐ نے بہت جھج اور جبار کو عطا فرمایا وہ وعظیہ تھار کہ اے  
 لوگو آگ روشن ہوگی اور فتنے اندمیری رات کی ٹھون طرح چلائے ہیں بخدا اپنے تبلیغ  
 رسالت میں کمی نہیں کی حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام وضع کر کے مبتلا دیا میرے ذمہ  
 کوئی مطالبہ نہیں، علی خال طالب علم اور دانائے روزگار مصنف میرے عرض کرنے سے  
 نہیں خود غور فرمائیں آنحضرتؐ سفر آخرت کر رہے ہیں صاحب کو سمجھاتے ہیں کہ میں جس خدمت  
 پر مامور ہوا تھا اسکو پورے طور پر انجام دے دیا کسی بالکوبیان کرنے سمجھانے سے اوٹھا نہیں لکھا  
 مہربان کوئی مطالبہ مجھ پر نہیں ہے جو آنش فتنہ کو روشن ہوئی ہو اور اسکے دل کے مثل ....

سارن بہادرون کی گٹھائے اترے ہوئے بدل چکے آئے ہیں اگر تلوک کاسوس لگ میں کر کے اور  
قدح کی تار کی لئے نگہ انداز کر کے جاہ خلافت میں ڈال دیا اوس کا ذریعہ دار میں نہیں ہوں  
مخبر خود خدا کے سامنے جوابدہ ہو گئے کیونکہ میں نے ہر خشک تر سے تم کو آگاہ کروا چو نکہ اوس  
روز تبدیل امامت ہو کر اسلام کا ہدایت گیر رونق افروزے مصلے ہوا تھا مقتضائے وقت تو  
پہنچا کہ اوس وقت کو آنحضرت مملوہ از اوار الہی بیان کرتے نہ کہ اسے مسلمانوں لگ  
روشن ہو گئی اور اس کوہ آتش فشان سے فتنہ و فساد کی چکاریاں اندھیری رات کے  
گڑبڑوں کی طرح نمایاں ہو نیوالی میں جناب مصنف اور طلباء و الضاف فرامین کہ اول لکھ  
طعن ڈال کا جن کی خبر آنحضرت نے دی تھی وقوع ہوا یا نہیں! وراں ہوا تو وہ تاریکی کیا تھی  
جو کہ لور نبوت مثل ہر سپاہ چھا گئی حقیر نے رسالہ ہذ کے دوران ابتدائی میں وہ چند باتیں  
لکھ دی ہیں جن کو آنحضرت نے خرمن اسلام کا چلائو لا تھا یا ہے ہر خشک وہ بہت  
باتیں ہیں سبکدینا ظہر بن ملاحظہ فرما چکے ہیں اعادہ کرنیکی حاجت نہیں صرف ایک  
بات لکھ رہا ہوں حذیفہ اور ابوذر غفاری و حضرت امیر سے آنحضرت نے ہر دال  
صحاح و خصوص صحیح مسلم بیان فرمایا کہ عنقریب شیطان مسلط ہونے والے ہیں  
وہ لوگ خلافت کو بد راہ کر کے ہلاکت کے تاریک گدھے میں ڈال دینگے مسلمانوں کو لازم ہے  
کہ اول شیاطین کے مقابلہ میں صف رائی کریں ہٹھٹھ ل سے اچکی جرو نقدی کا کوہ ططم  
اپنے سر پہلو و تھالیں مصنف و طلباء و ارشاد فرمائیں کہ وہ کوئی شیطان ہے جسکی خبر خدا تعالیٰ نے  
دی تھی ہر چند کہ میں پورے طور پر اوراق الہین میں ثابت کرتا ہوں کہ وہ سلطان سیران  
انسان صورت ہی بزرگوار ہے جو کہ خلافت استحقاق بعد نبی مسند اسلام کے بال کر نیوالے ہوں  
بظہر توضیح مطلب اس موقع پر دو ایک باتیں اور لکھ دیتا ہوں صاحب شکوہ المصلح نے سلم و  
بخاری کے حوالے سے صفحہ ۵۴ پر عقیقہ بن عمر سے روایت کی ہے آنحضرت نے اپنی اصحاب سے  
فرمایا مجھ کو یہ خوف نہیں ہے کہ بعد میرے تم مشرک ہو کر بتوں کو پوجے گلو گے کہ خوف یہی کہ جس  
دنیا تمہاری طرف دئے تو جو کر لی تو تم افسانیت سے ایک دوسرے کے قتل پر کھڑے ہو  
جائے ایسے ہی کتاب الرافق کے صفحہ ۵۹ (۳) پر عمر بن عوف سے نقل ہوا ہے

حضرات اہل سنت کی عادت یہ کہ اپنے ہمدرد صوفی خلفاء کے بجائے کے واسطے جھگڑا کرتے ہیں  
 کہتے ہیں کہ ان اخبار سے فرید و دیگر اشعار پر مبنی اشعار میں لفظ مذبح گھسے کے  
 لئے صحیح مسلم سے ایک ایسی حدیث نقل کئے جوتاہوں کہ جس سے ہر جاہل مان سنے گا کہ  
 تمام اخبارات جن میں شیاطین اور اہل فتنہ و منافق جبریں مار رہی ہیں اور کافرانہ  
 فرید وغیرہ سے نہیں ہے بلکہ خاص حضرت ابو بکر و عمر و عثمان سے صحیح مسلم و ابن عبد البر  
 العاص سے مروی ہے (ان رسول اللہ صائم قال اذا فتحت علیک خزان ذاریں والروم ہی  
 قوم اثم قال عبد الرحمن بن عوف کما امرنا اللہ تعالیٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلاہل فتنوں تم  
 متحاشی کروں تم نہ بدوں تم متباہضوں) اور ایک روایت میں ہے (تم تطلقون الی سائیکم  
 المهاجرین فقلوب فقلوب بعض علی بعض یعنی آنحضرتؐ فرمایا کہ اے عبد الرحمن جبکہ  
 ایران و روم کو خزانے تمہارے ہاتھ میں آجائیں گے اس وقت تم لوگوں کی کیا حالت ہوگی  
 اس نے جواب دیا کہ جو اللہ کا حکم ملے اس کی اطاعت کریں گے حضرت نے جواب دیا کہ تم  
 ہرگز اس وقت جادۂ ایمان پر قائم نہ رہو گے بلکہ بائیکاہ و جھگڑا و بغاوت و فتنہ  
 کر کے فرماؤ مهاجرین کے گھر و پنجرہ جاؤ گے اور ایک دوسرے کی گردن مارنے پر آمادہ ہو جاؤ  
 طلباء و مصنف کتب تاریخ و احادیث کا ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ ملک دم و فتنہ کس  
 زمانے میں فتح ہوا جن اوقات میں ممالک مذکورہ بالا عروسہ اسلام میں داخل ہوئے وہی تو  
 مسلمانوں کی ان حرکات کا سچا ذکر صحیح مسلم سے اوپر کیا گیا جو صاحب تحقیقات فرمایا  
 اوپر واضح ہو جائے گا کہ ممالک مذکورہ بالا خلیفہ اول و دوم کے زمانے میں اہل اسلام  
 زیر تصرف آئے ہیں اب انگریز مانتا ہے کہ جن فتنوں کی آنحضرتؐ نے جبردی تھی وہ سب  
 انہیں کے اوقات حکومت میں وقوع پذیر ہوئیں یہ اسد کرتا ہوں کہ حضرت طلباء و مصنف  
 کہہ دیجئے کہ حضرت ہاشمی مرتبہ سیرۂ کوماس بیٹھے ابو بکر و عمر و عیسیٰ کی سرحد پر علی کرنا و سکو  
 زیر باب ہے جبکہ شیطانی ہنسی کی ضرورت ہو۔ ہم پیش خدا و رسول اہل غلو کے ساتھ جانا  
 میں کہ جس پر انھیں روم و ایران نے خزانے پر تصرف ہو کر باطل و ظلمانیان کشادہ کیوں  
 تھے

حضرت علیؓ و خیر بنی امیہ نے علیؓ کی نصرت و حمایت پر نظر کر کے فیصلہ فرمایا  
 جو تباہ کن کثرت نے بنا رکھے ہیں وہ ہی اوس کے علامے آعلام نے لکھے ہیں امام غزالیؒ  
 رازی تفسیر کبیر کی جلد چہارم میں صفحہ (۵۶۳) پر جو عربی عبارت لکھتے ہیں اوس کا اردو میں  
 خلاصہ یہ ہے جب آنحضرتؐ صوبہ بدر میں تھے تو اپنے خدا کی عبادت اور عبادت  
 نیک اختیار کر کے مسلمانوں کو ہدایت کی سبھوں نے حضرت کی اطاعت اختیار کر کے  
 باہمی عداوت اور دشمنیت کو چھوڑ دیا۔ مگر بعد وفات آنحضرتؐ جب ابواب دنیا و دین پر کشادہ  
 ہوئے تو اپنی قدیم چال پر پلٹ کر غریزی کرنے لگے یہی مضمحل امام غزالیؒ  
 نے ستر عالم میں لکھا ہے کہ جب اصحاب نے مالک کا قلع ہونا خائن کا باہر سے آنا دیکھا  
 تو اہل کی آنکھیں کھلیں۔ عجمی کو لوڑ کر خواہش فغانی کے تابع ہو گئے۔ علامہ تفتازانی بھی یہی  
 لکھا ہے کہ اصحاب نے بغیر سے حد و ظلم پر بھونچ گئے تھے۔ علامہ بیہونی نے اوس مظلوم طبقہ میں  
 اہل بیت کو پیش کر کے لکھا ہے کہ سوائے دیگر تباہ کن و فتنانہ عمل اصحابؓ کا خدا نال  
 نہ کرے کیا اوس کی گواہی جمادات و نباتات دیتے کے لئے ..... تیار ہو جائیں گے  
 کیونکہ وہ ایسے علانیہ ستم ہیں جنکو کوئی پوشیدہ نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوبکرؓ کے اس موقع تک کچھ مختصر حالات لکھے گئے اور انشاء اللہ آگے لکھے جائیں گے  
 مگر چونکہ مصنف نے تحریر فرمایا ہے کہ قرن اول کے مسلمانوں کے حالات قید قلم میں لائے  
 جائیں کیونکہ وہ لوگ بہترین مخلوق تھے اونکی سیر دی ہر مسلمان پر فرض ہے وہ بزرگوار  
 ان نباتات سے محفوظ تھے جس زمانہ حال کے سلطان مبتلا ہیں۔ مختصر کیا یہ دعویٰ ہے کہ موت  
 کے اکثر مسلمان حکم (دائرہ نما ستقین) بدترین غلامی تھے آئیں صاحبان ایمان بہت کم تھے  
 اور دیندار اقل قلیل جب قدر اسلام میں خرابیاں ہوئیں اور تاقیامت ہوں گی وہ سب انہیں سلاوا  
 کے اہتمام سے ہوئیں جن کو بائیس مصنف اسلام علی کا منظر بتلاتے ہیں۔ طلباء چند ورق مولف کے  
 دیکھ لیں آنحضرتؐ کو لڑائیوں میں چھوڑ کر اوس وقت کے مسلمان بھاگے۔ دینی لڑائیوں میں انہیں  
 بزرگوار دل نے کوئی حقیقت نہ لیا۔ اولاد کفار جو کہ بعد میں مسلمان ہوئی۔ بوجہ عدم قتل کفار انہیں  
 لوگوں سے پیوستہ رہی جنہوں نے دینی لڑائیوں میں کوئی غایاں کام نہ کیا تھا۔ تقسیم سوال

احکام میں وہ ہی لوگ حضرت کو غیر عادل کہتے والے تھے۔ جب تک انہیں اسلام قبول نہ کر لیا  
 جائے والے بھی وہ ہی حضرات تھے۔ وصیت آخری کی روک لاکھیں سے منع ہوئی۔ رسول  
 کو یہ وہ کہنے والے وہ ہی لوگ تھے۔ حضرت کو بے یمن و وعین چھوڑ دینا انہیں کا فعل تھا۔  
 بے لگ لیکھ لایا نہ ان کے حضرات تھے۔ بخلاف حدیث ثقلین اہل بیت رسول کو حکوم بنائے جن وہ  
 ہی بزرگوار و کوشاں ہوتے جنس کو آل نبی سے ضبط کر نیوالے وہ ہی قرار پائے اولاد رسول کو  
 بجا لغت احکام قرآن وراثت نبوی سے محروم کر نیوالے وہ ہی صاحب تجویز ہوتے قرآن و  
 احادیث رسول انہیں کے اہتمام سے آگ کی نذر ہوئے۔ تبرسیدہ انہیں کی حکومت میں  
 نظر ظالم سے بھٹی گئی۔ امام حسن علیہ السلام کے خازنہ پر تیروں کا مینہ اویس وقت برسا یا گیا  
 حضرت علی سے اسی زمانہ کے لوگ برسر پیکار ہوئے آنحضرتؐ کی صبر و ادب سے جس کا نتیجہ  
 قیامت میں ندامت ہو انہیں کو کچھ بتلایا۔ انسان صورت و شیطاں سیرت کا خطاب بالگاہ  
 نبوی سے انہیں کے لئے دیا گیا۔ شرک خفی کا حامل انہیں کو آنحضرتؐ بتلایا۔ حضرت  
 خدیجہ و حضرت ابوذر غفاری و جناب امیر علیہ السلام کو انہیں کے اوقات حکومت میں امر  
 بصیر کیا گیا۔ بہر روایت بخاری اسی زمانہ کو خدیجہ نے دور کفر کے ساتھ تعبیر کیا یہ مثل  
 شہدائے اُحد جن لوگوں کے بایمان مرنے پر آئے شہادت کے آنحضرتؐ سے معاف فرمایا  
 وہ اسی قرن کے ذی فترت مسلمان تھے۔ بنی کا خاندان کر بلا میں اویس وقت برہا ہوا۔ رسول کے  
 گھرانے کی عورتیں سر بازار اسی وقت پھرائی گئیں۔ کعبہ معظمہ اسی مبارک قرن میں حلا گیا۔  
 مسجد رسول۔ دوش و کلاب کا مسکن بھی ہوئی۔ ایک نہر ان کا تختہ الٹ کیا اہل مدینہ کی آبی  
 وقت میں حال حل حرام ہوئی۔ اسی وقت کے مسلمانوں کو جو کہ صحابہ رسول کہے جاتے ہیں  
 فرشتے ہوئے۔ کسان جنہم میں لیجائیں گے۔ روم اور ایران فتح کر کے وہ ہی لوگ جانشین اسلام  
 کے چاک کرنے والے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حملہ باخلاقیاں مسلمانوں کے طبایع میں  
 اویس وقت مرتکز ہوئی تھیں کہ باقیہ مصنف ایسے پر مکر و فریب زمانہ کو بوجہ یاد فرما کر  
 ہا واقف طلباء کو جہالت کے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں گو کہ اس تحریر کا علاوہ حضرت ابو بکر  
 کی ذات مخفیہ صفات سے ہے مگر میں نے بہ نظر توہینج مطلب معصنا حضرت عثمان و دیگر



صحابہ و شیخان کے حالات بھی عجیب و غریب بیان کر دیے ہیں مگر کتب میں ان کے کمال نہیں ملتا  
 جس میں موبیل کہے جاتا ہے۔ لہذا یہ نظر و توجہ طلب ہے اور حالات صحابہ کرام  
 ہمارے بچوں کی واضح رہ جائے کہ باخبر مصنف کس درجہ قرن اول کے لوگوں کی مطابقت پر مبالغہ نہ کرے  
 ائمہ و فرامی کے لئے برسرِ راستی ہیں ہر جہ کہ حضرت عمرؓ کے اکثر معاملات میں حضرت اول کے غالب  
 شریک ہیں جبکہ زیادتیان خاندان نبوت پر نہیں آئیں ابو بکر و عمر ایک دوسرے کے مشورے  
 تھے مگر بعض باتیں خاص حضرت عمرؓ سے ملتا ہے کہ ان کی خصوصیات اور دیگر خصوصیات  
 کے بعض حالات محال نہ رہا ہوں۔ قاعدہ یہ کہ جب کسی کا کوئی عزیز ہوتا ہے تو حکم طبیعت  
 اور کد و ناظر و ناظر ہے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے انتقال فرمایا تو ان کی بہن ام زکریاؓ کے حبیب  
 روزنا شروع کیا اس وقت حضرت عمرؓ تخت خلافت پر جلوہ فرما رہے تھے تاج پوشی  
 و مسند نشینی کے وقت وہ گریہ بہ گونگی معلوم ہوا اول مخالفت کی گئی کہ اس وقت رفاہ ہونا  
 موقوف کرو مگر جب وہ روئے سے نہڑی ہشام کو حکم دیا کہ تم میں سے کون سا لادے چنانچہ ایسا ہی  
 ہوا مصنف عزائے اشکارا کر اتنا مارا کہ اس کا دل جانتا ہو گا دیکھو جلد دوم تاریخ کامل صفحہ (۶۱)  
 حضرت عمرؓ کو اس بارہ میں کچھ تمام تھا کہ کوئی عزیز مردہ میت کے گریہ و زاری نہ کرے رسالہ الشہس  
 جلد پنجم نمبر پانچ کے صفحہ (۳۶) پر لکھا ہے کہ بخاری شریف کے صفحہ (۱۴۵) پر درج ہے  
 کہ حضرت عمرؓ میں شخص کو عسا سے مارنے اور منہ پر تیر تیر تو جو کہ اپنے یگانہ کے رہنے پر رفا تھا  
 طلباء و اوراقِ باد لب میں دیکھ چکے ہیں کہ جناب سیدہ کے رونے پر مسلمانوں نے بہ این شدت  
 گراہت کی تھی کہ آخر کار ان کو گھر چھوڑ کر بیرون مدینہ روئے کیواسطے جاتا ہوا جس کا نشان  
 زبیر بن عیینہ منورہ کے لئے اب تک بیت الاحزان موجود ہے ہمارے جس قرن کے لوگوں کو  
 انتخاب کر کے مصنف نے طلباء کے سامنے پیش کیا ہے وہ زیادہ اور اہل زیادہ ایسے تھے  
 کہ ان کے اوقات حکومت میں بہ تقضائے بشریت میت پر بھی کوئی ذل جہر کے نہ رہتا تھا  
 تھا وجہ یہ تھی کہ جو لوگ بعد اوقات آنحضرتؐ سر پر آراء و مخالفت ہوتے وہ خدا اور رسول  
 کے بناتے ہوئے غلیلہ نہ تھے بلکہ ایسے لوگوں نے اپنے اتفاق کر لیا تھا کہ جو دینی اہل اصول  
 میں کامیابی حاصل کرنے والوں سے ناراض تھے اور جن بزرگواروں نے کوئی دینی خدمت

دوسری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے ہل رہا تھا کہ ایک شخص نے اسے روک دیا  
 اس شخص نے کہا کہ میں نے یہاں سے ثابت کر دیا کہ تم نے یہاں سے ثابت کر دیا کہ تم نے یہاں سے ثابت کر دیا  
 کہ تم نے یہاں سے ثابت کر دیا کہ تم نے یہاں سے ثابت کر دیا کہ تم نے یہاں سے ثابت کر دیا کہ تم نے یہاں سے ثابت کر دیا  
 امیر کو نظر محبت نہ دیتے تھے پس جن لوگوں کی خلافت میں اللہ تعالیٰ کو کوئی دخل نہ ہو سکا  
 ایسا ہی یہی ہم خود سر ہونا چاہتے کہ نظریات (سیاست پر دانا) سے علین کہ وہیں  
 صحیح مسلم مطبوعہ بیروت کے صفحہ (۱۲۰) صحیح بخاری کے صفحہ (۱۰۵۸) پر لکھا ہے کہ حضرت  
 عمر سے ان کے صاحبزادے عبداللہ صاحب عرس کیا کہ حضور اپنے ہاتھ سے کسی کو خلافت  
 کا چارج دینے میں اور انہوں سے فرمایا کہ میں نے یوں اپنا نام تمام کروں یا کہ تخت خلافت کو  
 خلافت پوش کیا ہوا چوڑوں بہر دو صورت۔ مابور و متاب جو سکتا ہوں اگر چاہا  
 کسی کو نہ کروں تو گویا میں نے آنحضرت کی سنت پر عمل کیا کیونکہ حضور نے کسی کو خلافت  
 سے نادر نہ فرمایا تھا اور اگر کسی کے ہاتھ میں کچھری کا سکہ و دات دیدوں تو ابوبکر کی  
 پیروی کرنے والا نہایت ہل گا۔ کیونکہ انہوں نے مجاہد خلیفہ کیا تھا لیکن میں دونوں راستے  
 چھوڑ کر شوق ثالث اختیار کرتا ہوں وہ یہ کہ مشورہ پر چور سے دستا ہوں بھر حال یہ ثابت  
 ہو گیا کہ حضرت ابوبکر نے مسند نبوی کے خلافت عمر صاحب کو خلیفہ کیا جو بات کہ سنت  
 کے خلافت ہو وہ بدعت کہلاتی ہے جس کا مرتکب ضلال و ضل دگرہ و گمراہ کر بیٹا  
 ہوتا ہے یہ ابن عنوان ابوبکر بدعتی ہوئے اور عمرؓ بدعت کیوں طلبا و آپ نے دیکھا  
 کہ حضرت ابوبکر و عمر کس پایہ و اقتدار کے اشخاص تھے ہر چند کہ نہایت اہلی اور روشن  
 دلیل سے یحییٰ کرام کی خلافت درجہ عزت سے بمراتب دور ہو گئی لیکن حقیر ایک  
 دوسری بات یہ بھی ثابت کرنا چاہتا ہے کہ خلیفہ دوم کی خلافت اصول مقرر کردہ اہل سنت  
 بالکل خلاف تھی۔ شاہ صاحب رحمہ کے باب ہفتم میں لکھتے ہیں کہ اجماع اہل سنت  
 امیر ہے کہ خدا کسی کو اپنے حکم سے خلیفہ مقرر نہیں کر سکتا اور اگر وہ ایسا کرے تو منفرد  
 برپا ہو کر نظام عباد و امن خرابی واقع ہو جائے خلیفہ رسول وہی ہو سکتا ہے چہر  
 اہل اسلام اتفاق کو لیں۔ کیونکہ اپنی ضروریات پر انسان خود اچھی طرح مطلع ہوتا ہے

جسکو اپنے کام کا آدمی سمجھا ہے۔ اوسے کو حکومت کے لئے بن کر لیا ہے۔ اسکا  
 خدائے اس منصب کو آدمی بنی رائے پر چھوڑ دیا ہے کہ جسکو اپنے مناسب حال تجویز  
 حاکم مقرر کر لیں مگر حضرت عمر کے حالات پر نظر کرنے سے واضح ہوا کہ اُنکی خلافت پر سلطان  
 نے ابتدا و ردنا سندی ظاہر نہ کی تھی۔ بلکہ ابوبکر صاحب پر اعتراض کیا تھا کہ آپ نے ہمہ  
 ایسا شخص تجویز کیا جو کہ نہایت مخدو و بد مزاج ہے چند کتب اہل سنت میں یہ واقعہ درج  
 ہے۔ یاض ابراہیمی و موانع محرقہ و کنز العمال علی متنی و تاریخ و اقدی و ازالۃ النہا  
 شاہ ولی اللہ میں لکھا ہے کہ جو قت ابوبکر نے عمر کے نام پر وصیت نامہ لکھا تو ایک گروہ  
 صحابہ نے جنہیں طلحہ بھی داخل تھے ابوبکر سے کہا کہ حضور آپ تو دنیا سے چلے اور پھر ایسا  
 شخص حاکم چھوڑا جو کہ شدیدہ کا نظارہ غلط (مخدو و بد مزاج) ہے جس سے طبائع متغیر  
 اور نفوس متغیر و متقبض ہیں۔ فردا جب ہم خدائے شکوہ کریں گے تو آپ کیا جواب دیں گے  
 ابوبکر نے کہا کہ تم اطمینان رکھو خدائی مواخذہ کا بار میرے ذمہ ہے کتب مجملہ بالا کا دیکھنا  
 اگر طلباء کو معتذر ہو تو ایک جدید کتاب پتہ دیتا ہوں سنہ ۱۳۱۸ ہجری میں مولوی عبدالقادر  
 صاحب خلیفہ بیفیع الدین صاحب مدرس خوجہ ساکن گنڈا ولی ضلع بلند شہر نے ایک رسالہ  
 سسلی بہ مباحثہ ہدیہ لکھکر مطبع بن پکا ش ضلع صدر میں چھپوایا ہے اس کے صفحہ ۷۵  
 سطر اول پر یہ عبارت ہے۔ عمر کے خلیفہ کرنے پر لوگوں نے کراہت کی اور ابوبکر سے کہا کہ  
 کیا جواب دو گے۔ خدا کو اس بات کا کہ ہمیر مستعد کیا تم نے ایک مرد سخت کور ممکن ہے کہ  
 رسالہ بخت ہدیہ تملی تو ایسی کتاب کا پتہ دیتا ہوں جو کہ داخل کورس ہے۔ مولوی شبلی  
 صاحب کی انوار دق کا صفحہ (۲۰) ملاحظہ کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عمر کی سخت  
 طبیعت اور بد مزاج تھے جن لوگوں کے خقیار میں انتخاب خلافت تھا۔ جبکہ وہ ہی لوگ  
 نارضا مند تھے تو حسب اصول مقرر کردہ اہل سنت خلافت عمریہ قطعاً باطل ہوئی۔ حضرت  
 عمر فی الواقع نہایت بد مزاج اور درشت طبیعت تھے معذابن و قاص جو کہ عند الشک فیہ  
 جلیل القدر میں داخل تھے ادن کے جوتیر و شیر حضرت عمر نے درہ بہ این جرم لگایا کہ  
 وہ اُنکی تعظیم کو نہ اُٹھے تھے ابوبن کہ جسے بہ این الزام کوڑے لگوائے گئے کہ وہ آگے

آگے جاتے تھے اور ان کے پیچھے اور چڑادی تھے دیگر نایاب جنس جلد دوم صفحہ (۲۰۲) کتاب سیرۃ القاروق کے صفحہ (۳۷) پر ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابوالہلال کل جو میں نے کہا تھا وہ صحیح نہ تھا میرا وہ کہنا کتاب اللہ اور وعدہ خداوندی کے خلاف تھا ابن روز بہان عالم کامل نے کتاب الباطل الباطل میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ حلب عام میں ان کی شیطانا پھر بنی واتی زعت فاستقیہونی یعنی اسے حضرات اسلام ہمیں ایک شیطنت کا بہت طرز تھا ہے جب تم اسکو میری گردن پر چڑھاؤ گا دیکھو تو جھگو اٹھ کے پیچھے نکال کر سیدی راہ پر ڈال دو جو شخص کہ تنہا ہے اور سخت مزاج ہوتا ہے اس پر ہر وقت غصہ کا دیو سوار رہتا ہے۔ چونکہ حضرت دوم کی طبیعت میں غلاطت و غلاطت از بس کئی لہذا انتہا کی راستبازی سے اپنے اندر فی حالات کا نقش پیش کر دیا حضرت عمرؓ نے ایک روز سر مبارک فرمایا اللہم ان شدد یل واتی حنیف فقونی واتی بخیل وانی یعنی خدا یا میں سخت دشمن ہوں میرے دل کو نرم کر دے میرا ایمان حنیف ہے انہیں قوت دیدے میری طبیعت میں نجاست از بس ہے انہیں مادہ سخاوت غایت فرمایا جائے۔ ہر سہ تہا تذکرہ بالاکا فیضی و لشریح حقیر نے اپنے رسالہ در بے ہما مطبوعہ پریس لاہور کے صفحہ (۲۳) سے تا صفحہ (۷۹) پر دے طور پر کر دی ہے جو صاحب ملاحظہ فرمائیں گے انکو لطف ہے اندازہ حاصل ہوگا۔ طلباء فیضی فرمائیں کہ جو شخص ایسی صفات تہذیب و ذمیرہ کا حامل ہو دیکھا بیشوائے مذہب تسلیم کیا جاسکتا ہے جب صراحت اولی ابوبکر صاحب کی خلافت کے یہی بزرگ مہتمم گورٹ تھے تو کہہ کر خیال ہو سکتا ہے کہ اس کے احکام و مواہب میں شیطان کو کوئی دخل نہ تھا مذہب اہل سنت کی بنا تمام تر بخیر و نفاذ و فی پر مہم ہے۔ اندرین صورت کو نہ کہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ تدوین ملت اہل سنت اور شیطانی سے محفوظ ہے۔ کثر الحال علی بنی کی کتاب الطہارت میں جو کہ جلد پنجم میں ہے صفحہ (۳۷۷) پر لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے جو کہ بیشاب کیا کرتے تھے انکا قول تھا کہ بیشاب کرنے سے متعدد پسلی اور خلگی ہوجاتی ہے اور کھڑے ہو کر موتے سے تنگ و متعقب رہتی ہے۔ اس کی پوری وجہ حقیر نے

سادہ کوارس بالو یاس بیان کر دی ہیں کہ کفر سے شکستہ پیشاب کرنا طاعت ہے  
 انسانی ہے لہذا علامہ اہل سنت نے غلط کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کو ایک ایسا عارضہ  
 لاحق ہو گیا تھا کہ جبکی وجہ سے وہ مثل حیوانات پیشاب کرنے کے عادی تھے یا یہ  
 کہ آیام حیات سے جطرح ہوتے کی عادت تھی اسی روش پر اسلام میں بھی ہوتے  
 رہے۔ دیکھو ترجمہ صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۸۰ (۴۰۶) و حق شکوہ تھا  
 عبدالحق دہلوی و بیامنی ابراہیمی وغیرہ شرح معانی میں لکھا ہے کہ بیشاب  
 کرنے سے ادن کی کاغذ غل پڑتی تھی۔ واقعات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ کسی غیر معمولی صدمہ سے حضرت عمرؓ کا مقام معروف ہو گیا تھا امام غزالی  
 صفحہ ۱۱ کتاب محاضرات میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ مہر پر بیٹھ رہے  
 غلیظہ شہر سے تھے دفعتاً ادن کا گوز نکل نکلا۔ ناچاری سب کچھ سگرائی۔ سب دن نکل  
 دیا تھا حضرت عمرؓ ابراہیم غلیظہ کو زناگ پر بھی نہ بیٹھے دیتا تھا مہر پر پڑی شرفا  
 حرکت کا مرتکب ہونا ادنیٰ سبب زور واقع ایسی ڈیسی ہو گئی تھی جس سے بادشہ کی  
 روک تھام ادنیٰ کے قابو سے نکل گئی تھی۔ عقلاء غور فرمائیں کہ جو شخص مہر پر بیٹھ کر  
 گوز بازی کرے اور جو کھل حیوانات کھڑا ہو کر پیشاب کرنا ہو اسکو کون قتل کرے  
 امام کہہ سکتا ہے اہل سنت کا مدارس سائل ناروقی یہ ہے مگر حضرت عمرؓ ایسے جاہل  
 تھے کہ میراث ہذہ میں تقریباً سو حکم دینے چکے باہر قضا قاض تھے۔ دیکھو کنز العمال  
 و طبقات محمد سعید و شرح تجاری ابن حجر عسقلانی و شرح تہذیبی ابن ملطین و شرح فرہار  
 سراجیہ علامہ جوہانی و شرح موطاء امام مالک ملا علی قاری وغیرہ آپ نے ایک خبر کے  
 جنگ سار کرنے کا حکم دیا حضرت امیرؓ نے فرمایا کہ بجا بن تا و قنیکہ قتل صحیح حاصل کریں  
 سزا سے شرعی سے مستثنیٰ ہیں علامہ ایک عالمہ عورت کے رجم کرنے کا غریب صاحب  
 نے حکم دیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تا و قنیکہ حل و اختتام عدت شیر خوارگی اس سزا  
 نہیں دیا سکتی دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ (۱) و شرح سواقف و کثر الداعی و رجال  
 مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ سوائے ازیں بہت احکام حضرت عمرؓ سے

حضرت عمرؓ نے خود سے ایسے نافذ فرمائے کہ جب کسی اصلاح حضرت امیرؓ کی خلیفہ دوم  
 سے بار بار فرمایا کہ لو کا علی طحاٹک عیسیٰ اگر علی نہ ہوئے عمرؓ مانگ ہوتا تا۔ دیکھو  
 ان اللہ الخفا مقصد دوم صفحہ (۱۵۹) و تاریخ الخلفاء صفحہ (۱۷۰) وسیۃ القاروق  
 (۱۷۱) جن میں پر سبائل ضروریہ دین و احبات و مستحبات نماز و روزہ نماز تا ایسا ضروری ہو  
 کہ بلا درس کے کوئی عبادت صحیح نہیں ہو سکتی۔ مگر حضرت عمرؓ کی مسئلہ والی اسیر ختم ہو گئی تھی  
 کہ آپؓ کے احکام سے بھی آگاہ نہ تھے دیکھو جلد اول صحیح بخاری مطبوعہ میرٹھ صفحہ (۲۰۵)  
 و ضروریہ مقدمات نماز میں داخل بناد ملک عرب میں تبیم کی ضرورت اکثر مواقع پر ہوتی ہے  
 معلوم حضرت دوم اس وقت کیا عمل کرتے ہیں گئے جبکہ ریگستان عرب میں پانی میسر  
 نہ تھا ہو گا صحیح بخاری جلد اول کے صفحہ (۲۰۶) پر ایک طو لانی مصمون پر جس کا حاصل یہ ہے کہ  
 عمرؓ تبیم کے منکر تھے و انکا اجتہاد یہ تھا کہ جب تک غسل نہ کرے نماز نہ پڑھے۔ شقیق بن سلمہؓ کی ہیں  
 کہ عبد اللہ ابن مسعودؓ اور ابو موسیٰؓ کے باہم در باب تبیم گفتگو تھی ابن مسعودؓ کہتے تھے کہ جب  
 تک پانی نہ ملے نماز نہ پڑھنی چاہیئے ابو موسیٰؓ جواب دہ ہوئے کہ آنحضرتؐ نے عمارؓ یا سرورؓ عمرؓ  
 کا حکم دیا تھا ابن مسعودؓ نے کہا یہ سب صحیح ہی طرح عمرؓ کا اجتہاد اس کے خلاف تھا حافظ امام  
 ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ (۱۶۲) پر یہ مقام مسئلہ طہارت عن الجنہ سب ایک  
 حدیث نقل کی ہے جو کہ ابن عمرؓ و عمارؓ یا سرورؓ یا تبیم واقع ہوئی خلاصہ یہ ہے عمارؓ یا سرورؓ نے خلیفہ  
 دوم سے کہا کہ ایک مرتبہ میں ورتھم جہا میں تھے دونوں کو جنابت واقع ہوئی آپؐ نے نماز  
 پڑھنی اور میں نے تبیم کیے پڑھ لی۔ جب حضرت کے سامنے ذکر ہوا تو حضورؐ نے میرے غسل  
 کی تائید کی اور آپؐ کا فضل ناقابل قبول ہوا یہ سن کر عمرؓ عمارؓ کو ڈرایا کہ نبیؐ دار اس کا ذکر  
 نہ کرنا۔ عمارؓ نے کہا کہ میں نہ کہوں گا طلبا اپنے دل میں سوچیں کہ ایسا اولو الغرم خلیفہ  
 جس کے مدونہ مسائل براہ سنت کا مذہب خلیل سہا ہی البیہا مائل نہ تھا کہ نماز تک کرنا ہوتا  
 مگر تبیم کے پاس نہ جاتا تھا عمارؓ نے اگر ایک واقعہ کا ذکر کیا تو اس کو دیکھا یا کہ خبر دار اسکا  
 ذکر نہ کرنا۔ علامہ ابن کثیر شافعیؒ نے اپنی کتاب تاریخ میں صالح بن ابی الاحضرؓ سے نقل کیا ہے  
 قال سمعت اباہریرۃ یقول ما لانا نستطیع ان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکذا الخ

جس میں اس پر یہ کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے بیان کے لیے یہ قرار دیتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور  
 فرما ہے جب تک کہ عمر کی روح فانی نہ ہوئی تب تک اس کا شمار عمر سے ہے کتاب الاصول میں نقل  
 کیا ہے کہ عمر نے کتب الاختیار سے کہا کہ عمر رسول سے احادیث کا نقل کرنا ترک کر دو ورنہ میں  
 محکوم اس جنگ میں ہوں گا جہاں بندگان کا سکون ہو علاوہ ازیں صاحب نور اللوار نے  
 باب الاجتماع میں نقل کیا ہے و مسند عون میں ابن عباس نے فتویٰ عمر سے اختلاف کیا  
 لوگوں نے کہا کہ آپ عمر سے یہ کیوں نہ کہا اور انہوں نے جواب دیا کہ مہبت عمر بہ اور ان کے ورثہ  
 کے خوف نے مجھ کو حق بات کہنے سے روک دیا تھا۔ طلباء و ذہیند معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت عمرؓ  
 شہید النفس تھے کہ ان کے رعب سے نہ اصحاب رسول نقل حدیث کر سکتے تھے اور نہ کسی مسند  
 کو جو کہ ان کے خلاف مرضی ہوتا تھا بیان کر سکتے تھے ورنہ عمری کی لچک بالکل ایسی ہی جیسی  
 کہ حاج ابن ربیع مشہور ظالم کی تیار خاچا جلد ۱۲ صفحہ ۶۰ شرح بیع البلاء میں ابن ابی العزیز  
 نے لکھا کہ ورنہ عمرؓ اب من سبغ الحجاج یعنی عمر کا ورنہ حجاج کی تلوار سے زیادہ ضرر رسان  
 تھا اگر حضرت عمرؓ کا تازیانہ مدح ہوتا تو بیس موسوی سے مثال میں نہیں کیا جاتا اگرچہ ایک دوس کا استیفاء  
 حاکم و ظالم طریقہ سے ہی ہی مجملہ ہوتا تھا لہذا ظالم حجاج کی نسبت ظلم کے ساتھ تشبیہ  
 کیا۔ میں کہان تک حضرت عمرؓ کے فضائل بیان کروں ایک ضخیم کتاب بھی اور سیکھنے لانی نہیں۔  
 یہ کہتی کہ خاطر دار رہی طلباء و مصنف ضروری ہوں لہذا کچھ اور حالات ہدیہ نظر کرتا ہوں۔  
 کنز العمال میں ہے کہ عمرؓ شراب خواری کی حد یعنی نہ اسے شرعی سے ناواقفیت تھیں  
 تھی استطاعت حل کے ذریعہ سے بھی عمر صاحب ناواقف تھے از البتہ الخفا میں ہے  
 کہ عمرؓ نے سائل میں اس قدر غلطیاں کی ہیں کہ جن کا احصاء نہیں ہو سکتا شرح بیع البلاء  
 ابن ابی الحدید و کنز العمال علی متقی و تحفہ شاہ صاحب کے صفحہ ۳۰۶ پر ہے کہ ایک مرتبہ  
 صاحب گشتی رو بہ کار جاری کرنا چاہا کہ جو عورت ان کا رویہ سے زیادہ ہاتھ پیر کر گئی وہ اس سے  
 لیکر بیت المال میں پتی سرکاریا ہر کر لیا جائیگا ایک عورت نے یہ الفاظ سن کر کہا کہ حضور ﷺ قرآن کریم  
 حکم دیتے ہیں جناب باری اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہو و اتوھن صدقھن مخلد  
 یعنی عورت کو وہ ہر دنیا چاہے جسکو وہ منظور و تسلیم کر لیں دوسرے موقع پر حضرت اقدس

نے حکم دیا ہے و ان ائمتہ ہم اصداف فی ظلال افلاک احد و منہن شب سہا  
 طلب یہ ہے کہ اگر کتنے کس عورت کو سونیکا ڈھیر ہی دینا ہے تو اس سے واپس نہ لو  
 انقل العقل عورت سے یہ جملہ سکر خلیفہ صاحب کی آنکھ کھلی غایت انصاف سے فرمایا اہل البانی  
 افقد من عمر حتی المحدثات فی الحال العینی تمام آدمی امور فقہ میں مجہد عمر سے زیادہ جانتا  
 والے میں یہاں تک کہ پڑھنشین عورت بھی اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھتی ہیں جو شخص کہ دینی معاملات  
 میں اس درجہ باہر دست ہو کہ جسکو پڑھنشینے والی عورت الزام دیکیں جیسے کہ ایک  
 جماعت اسلام کے دینی معاملات اسکی ذات سے وابستہ ہوں حضرات اہلسنت فرماتے ہیں عادلانہ  
 احکام صادر کرنے میں عمر یا ناظر تیرکتے تھے اسباب سے انکو فاروق اعظم کہا جاتا ہے اہل دانش  
 کو توجہ فرمائی جاچے کہ اہلی خطاب ہی ہے جو کہ کسی بادشاہ کے حضور سے بصلہ خضات کی بکھڑاوا  
 ہو چاروخو و غرض اگر کسیکو خوشامد سے اپنی اغراض ذاتی پر نظر کر کے خطاب یہ دیوں تو وہ لائق  
 اعتنا نہیں ہوتا رسالتنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضور سے اگر عمر صاحب کو فاروق کا  
 خطاب ملتا تو قابل قدر سمجھا جاتا۔ رسالہ سچا دینیں نقل عبارت وحوالہ کتاب بخف نے ثابت کر دیا  
 ہے کہ یہودیون نے عمر کو فاروق کہا تھا اوسوقت سے سنی صاحبان ان کو ابس خطاب جلیل  
 سے یاد فرمائے گئے جو لوگ کہ خلیفہ صاحب کو فاروق اعظم کہتے ہیں وہ یہودیون کی اطاعت  
 کرتے ہیں۔ ایک مقدمہ اہل دانش کے سامنے پیش کرتا ہوں اوسکے فیصلہ پر نظر کیے صاحبان  
 مشہور تہلادینگ کہ حضرت دوم کیسے منصف مزاج تھے۔ حضرت عمر کے منبرہ ایک دوست تھے  
 اوکسی صوبہ کی حکومت بھی اہل سے متعلق تھی شوقین مزاج ازلیس ہوا ام جہل ایک عورت سے  
 مرکب بے احتیاطی ہوئے اونپر مقدمہ زنا خلیفہ صاحب کی کچھری میں دائر کیا گیا معائنہ کے  
 جاگواہ پیش ہوئے۔ ابو بکر غلام رسول اللہ - تابع بن کلدہ - ذیاد بن ربیعہ - بل بن سعید بن ابی  
 نے حسب قیود شرعی سلائی اور سرمدانی کی طرح معائنہ کیا گیا خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ نصیب پینہ طاحیج  
 و اختلاف پورا ہو گیا چوتھی گواہی گند جانے پر جلداد اور شہرہ دوست ایک دیگر معاملہ پر داہنوں کے جھوٹ  
 جو تھگواہ زبانشین ہو خلیفہ صاحب کو کو دیکر فرمائیے گئے کہ اسوقت میں ایسی صورت کا  
 نظر رکھ رہا ہوں جو کہ ایک مہاجر کو رسوائی سے بچانے جائیگا گواہ صاحب سمجھ گئے کہ خلیفہ کا



کوشتہ خاطر غم کی رہائی پر جو اس نے وقوع نماز پر کو اپنی تو پوری دینی کیسے مدد دی  
 نیسے مردوں کے ساتھ سے انکار کیا دلائل قیاسی سے مثبت بنا ہوا خلیفہ صاحب کو چاہا دینی  
 کے ایک بابہ ٹوٹ جانے سے از بس ستر ہوئی فوراً تین گواہوں پر مجرم شہادت کا ذبح  
 وقوع نماز کا قیام کر کے مجرم کے ہاتھ سے انسی انسی کوڑوں کی سزا دلائی گئی خلیفہ  
 صلوات معاملہ سے آگاہ تھے اکثر سفیرہ سے کہا کرتے تھے کہ دوست تم نے ام جمیلہ کی پردہ  
 وری ضرور کی تھی میں مسلمانوں کو بہتاری وجہ سے ناحق سزا دی گئی جب میں تم کو دیکھتا ہوں  
 تو عذاب الہی سے خوف کر کے خیال کرتا ہوں کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پہنچ کر پڑے تاریخ  
 ابن خلکان و تاریخ طبری میں تمام واقعہ درج ہے تفسیر المطاعن جو کہ تھک کے باب دہم  
 کا جواب ہے اور جس کا تنجک کوئی عالم اہل سنت جواب نہ نہیں ہوا اور نہ قیامت ہو گا اور جس  
 سفیرہ دام جمیل کے حالات بہت وضاحت کیسا تھہ بیان کئے ہیں مصنف مطالعلم کتاب  
 موصوفہ کو دیکھ کر اگر پہر ہی عمر کو فاروق کہیں گے تو قیامت ہو جائے گی یہ امر مستحاج  
 بیان نہیں کہ حضرت عمر انتہا کے بد مزاج و قہر طبیعت تھے رسالتا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 سے گستاخانہ پیش کرتا ان کے خصائل میں داخل تھا بجا مقام بدر نشینہائے کفار کی طرف جو کہ  
 ایک کنوئیں میں ڈبی ہوئی تھیں آنحضرت نے خطاب کر کے انکے بال بیک کی تسمیہ لکچہ لہ نہاد فرمایا  
 خلیفہ صاحب کو اپنے کافر بھائی بنو نہ کی سہر رشتہ آگوار معلوم ہوئی درشت لہجہ میں حضرت سے  
 کہنے لگے کہ مردہ ہو غائب کرنا اس پر حنی درج النبوة جلد دوم کے صفحہ (۲۱۲) پر اس  
 واقعہ کے متعلق یہ جملہ لکھا ہے دگھٹو کیسی اڑا جیا بیجان، ابی بن کعب کے جنازہ کی آنحضرت  
 نماز پڑھا ہے تھے کہیں سے جلتے پھرنے ہوئے حضرت عمر ہی آگئے حضرت کا دامن کپڑا کھینچ  
 لیا اور کہا کہ آپ ایسے شخص کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں جو کہ سہرا درشتا فقہن تھا درج النبوة  
 میں اس کے متعلق یہ عبارت ہے ولس کشید عمر ابن خطاب عمامہ آنحضرت را گفت نماز بخوانی  
 شخصہ کہ بنو اس رئیس بنافقان بود پس کشید آنحضرت عمامہ خود را از دست عمر و گفت و درود  
 عمر از من و این آید را تلاوت فرمود کہ اتبعوا ما یحیی الی یعنی مجھ پر جو حی نازل ہوئی  
 ہے میں اسکی متابعت کرتا ہوں مولوی شبلی صاحب الفاروق کے صفحہ (۲۷۳) پر لکھتے ہیں

کہ یہ سب اس موقع پر پیش آئے کہ رسول خدا نے جو کام کرنا چاہا اور ان کے خلاف عمر نے رائے ظاہر کی  
 خدا نے پاک قرآن میں فرمایا ہے کہ یہی مسلمانوں کو لازم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 سے راہ مخالفت اختیار نہ کریں طلباء انصاف فرمائیں کہ جو شخص آنحضرت سے راہ مخالفت  
 اختیار کر کے ہر قول و فعل رسول پر معترض ہو چکیا کہ ان کہیں تو وہ رات بتلائے ایسا آدمی  
 کب یہ قابلیت کہتا ہے کہ اسکو خلیفہ رسول و پیشوائے مذہب سمجھا جائے شاہ عبدالغفر نے  
 اپنی تفسیر معروف فی بیئ الغزنی کے صفحہ (۴۳۶) پر لکھتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام  
 نے آنحضرت کو غسل اپور دیا اور اسے تنہا کرنے کا طریقہ سکھایا ام المؤمنین عائشہ فرماتی  
 ہیں کہ آنحضرت خود بھی پانی پیتے تنہا کرتے تھے اور لوگوں کو حکم بھی اسیکا دیتے تھے دیکھو  
 سند احمد بن حنبل سنن بیہقی سنن ابن ماجہ و بخاری شریف باب الاستنجاء باب غسل و شرب  
 باب الہلیل علی جناح سئل ابول وغیرہ وغیرہ تفسیر عالم التنزیل میں بھی یہی لکھا ہے کہ استنجا  
 پانی سے درست ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ پاک کرنا پانی ہے دوسری چیز اسکی فایہقام  
 میں ہو سکتی حضرت عمر نے شریعت محمدی کے خلاف حکم جاری کیا کہ ہماری مقلد و پیروں سے پیشا  
 گاہ رکڑا کر میں چنانچہ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا کے مقصد چہارم میں صفحہ (۸۷) پر لکھتے ہیں  
 کہ استنجا یا کلوخ بعد از پیشاب سنت عمر است و حلیۃ الاولیاء ابو نعیم و او سططیرانی میں لکھا ہے  
 کہ آنحضرت بعد از پیشاب پانی سے صاف کرتے تھے دھیانہ لیتے تھے عمر بعد از فراغ بہرہ راجحاک سے طلبا  
 فرماتے تھے مولوی عبدالحی صاحب نے بھی شریح وقایہ کے حاشیہ پر بحوالہ عبدالرزاق اسس مضمون  
 کو لکھا ہے طلباء جو از ارباب ائمہ ذال ارشاد پیر احاطہ کالج میں پیشاب گاہ کو کو داتے اور چلتے  
 بھرتے ہوئے یا آنکہ اپنے مذہب کے دھنہ جولاہوں کو کھینچو و سائل یا تھ میں پکڑے پڑے  
 گلیوں میں پھلتے ہوئے دیکھا ہو گا وہ اپنے مذہب کی نوعیت قایم کر کے بتلائیں کہ محمدی ہیں  
 یا عمری۔ عمر صاحب کے طریقہ پر پیشاب کرنا ابالضرورہ بعین عمر سے شمار کیا جائیگا خلیفہ  
 دوم کے مسلمان ہو چکیا ہی عجیب کیفیت ہے قبل از اسلام ابو جوشون شیشی سخت مزاجی یہ بزرگ  
 مسلمانوں کو بہت سنانے دیتے تھے چہرہ الفاروق کے صفحہ (۲۷۲) پر لکھا ہے کہ آنحضرت  
 نے فرمایا کہ اے عمر تو ہماری تکلیف دہی سے اوسوقت تک سر کش نہ ہو گا جب تک

بسبب اس کے خدا پر عذاب شدید نازل نہ کرے گا جو کہ خدا کے حضرت دوم پر نازل ہوا اور اس کو  
 میں نے سالہ تحقیق جدید میں جو کہ گنہ گار خلیفہ خلیفہ محمد بن خواجہ بشیر حسین صاحب کے مطبع میں  
 طبع ہوا اور مفصل لکھا ہے اس کا محض عرض کرنا ہوں جبکہ حضرت عمر کی شورش زیادہ بڑھی اور وحش  
 کفر ترقی ہو چڑھا تو خلیفہ صاحب تلوار لگے میں ڈاکٹر رسول صلعم کے قتل کرنے کے واسطے دندو  
 پر نشہ لائے حضرت امیر حمزہ و طلحہ و ابو بکر ہی موجود تھے اول ان سے جھپٹ ہوئی یہ شور و  
 غل سر کر حضرت اندر سے برآمد ہو کر اور حضرت خلیفہ صاحب سے فسایا کہ تم مسلمان  
 ہو جاؤ ورنہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ تم پر وہی خواری و رسوائی نازل ہوگی جو کہ ولید  
 بن مغیرہ پر ہوئی تھی پس سرگرم کاتب گئے تلوار ہاتھ سے کر لگی مجبوراً کلمہ توحید پڑھا حضرت  
 کی نبوت پر اور ان شہادت کی جس خون سے عمر صاحب مسلمان ہوئے تھے اوس کی حالت دیکھائی  
 حاتی ہے ولید بن مغیرہ جس کے آنحضرت نے عمر کو مشابہ فرمایا تھا فطی نطفہ حرام تھا نفسیر  
 کشف و نفسیر دار حسینی وغیرہ میں لکھا ہے کہ مغیرہ پر ولید محض نام و تہاد و ملت و ثروت  
 اسکے پاس بہت تھی اوسکی زوجہ نے ایک گلہ بان سے آشنائی پیدا کی اٹھارہ برس کے بعد  
 مشہور نے اسکو اپنا فرزند قرار دے لیا خالد جو کہ اہلسنت کے بیان ٹبرے بہسا در اوپر چیل  
 اسلام و سیف اللہ کہے جاتے ہیں وہ اسی لید کے فرزند ارجمند تھے جس کا باب اٹھارہ برس  
 بعد پیدا ہوا یہ معنی ظاہر طالب علم اور جناب مصنف سیف اللہ کی خوش نشی پر گہری  
 نظر فرمائیں یہ سچان اللہ ایک نامی پہلوان جس کے فتوحات پر سنہو نکو ناز ہے ایک جڑ واپے  
 کا ناجائز میا تھا سورگادن میں درباب ولید پر خالد یہ آید نازل ہوئی والی قطع کل محل  
 جہد میں لکھ لینی نہ کہا مان ہر ایک قسم کہاں والے ذیل کا غیبت کرنا والہ جیل خوش کرنا والا  
 امر خیر سے حدود والی سے گذر جائیو والا نہ گار بدو سنوٹ گو مزید برآں غلط حرام چونکہ آنحضرت نے  
 فرمایا تھا کہ اے عمر تو اگر اسلام ملایا تو وہ ہی خواری و رسوائی تیرے لئے آسمان سے نازل ہوگی جو کہ ولید  
 پر قہر الہی ٹوٹا تھا۔ فرض کر لو کہ اگر عمر اسلام ملائے تو حسب شاد نبوی ضرران کے بارے میں کچھ  
 آیات حسین زول باتیں جو کہ ولید کے معاملہ سے ملتی جلتی ہوئی ہوتیں ولید میں خدا نے دش عیب  
 بیان فرمایا ہیں از انجملہ لو ان کا فعلی اخلاق و عادات کے ہوا اور ہر ایک کا سب سے جی عادت

حصال اسما سکتا حال ولید تھا حسب ارشاد آنحضرت لازم کیا کہ وہ سب بائیں ہاتھ  
 حضرت دوم کی ذات اقدس میں صرح ہوں بجلد نو عید یوں کے تذکرے اور شرف کوئی ہی کر اس  
 اقرار حسب صراحت اہلسنت کے علماء کا ملین کو ہی عمر صاحب اشرف جہ کے قطیظ و غلیظ طبعہ  
 نے خلیفہ دوم اوصاف ولید کے پورے حامل نہیں ہر دس صفات میں ایک ہی ایسی نہ تھی  
 جو کہ خلیفہ صاحب میں نہ پائی جاتی ہو حتیٰ کہ عورات مدینہ ہی اذن کی بد اخلاقوں سے بوندی  
 واقفیت کہ تھی نہیں تاریخ کامل جلد سوم کے صفحہ (۲۱) پر لکھا ہے کہ ایک عورت سے عمر صاحب نے  
 کلج کر اچا اداوس نے انکار کر کے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز عقد نہ کر دیتی ہوں مگر خبر کو منع کرنا  
 ہے اور مال کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے روکنا ہی ہر وقت نبوری چڑاے رہتا ہوگی  
 شگفتہ خاطر ہی سے کسی کے ساتھ پیش نہیں آتا اوسو فی کی عبارت ہے یہ یخلق باہم  
 و یمنع خیرہ و یدخل السبا و یخرجہا السبا سواؤ ازین میں نے رسالہ تحقیق حسب پند  
 بالاین تفصیل ثابت کر دیا ہے کہ تمام عیب حضرت عمر کی ذات میں جمع ہو گئے تھے اب  
 دسواں عیب یعنی ولید کا دلدادہ الحرام ہوتا یہ تمام عیبوں سے بالاتر ہے چونکہ آنحضرت نے  
 عمر صاحب کو حامل اوصاف ولید فرمایا تھا لہذا جو لوگ کہ آنحضرت کو مخبر صادق جانتے ہوں  
 اور جن کے اعتقاد میں ہر وہ کلمہ جو کہ زبان نبوی پر جاری ہو میں وہی ہو اذن ہر حکم مذہب  
 واجب بلکہ واجب ہے کہ حضرت عمر کو دیا ہی خوش نسب سمجھیں جن کی خبر قرآن میں ولید کے  
 وار د ہوئی ہے اگر حسن عقیقت سے یہ خیال کیا جائے کہ ایسا نامور خلیفہ دائرہ نسب میں کوئی  
 نام نہ نہ وہ حضرت خالد بن ولید کے نسب نامہ نظر کریں علاوہ ہرین آنحضرت پر و دسم کے  
 اگر آم وار د ہو سکتے ہیں اول یہ کہ عمر صاحب کے نسب نامہ پر کسی کی مباحہ مہر نہ لگی ہوئی تھی تو حق  
 نے ایک موضوع سن اللہ جہی سے انکو کیوں مشابہ کیا آئین حضرت پر نسبہ نافع دینے کا  
 الزام عاید ہو سکتا ہے دوم یہ کہ کوئی الواقع حسب معمول اپنا اصل نام باپ سے عید ہونے  
 سے تو بتی صلعم نے انکو ایسی صفت سے کیوں خوف دلایا جو کہ ان کی ذات میں نہ تھی میں حضرت  
 طلباء علی گڑھ اور مصنف سیر الصمدین سے پوچھا ہوں کہ کیا آپ اسکو بدل پسند فرمائیے  
 کہ عرصہ مختصر میں حکم یوم میں عوکل ناس یا سامہم آپ ایسا نام کے دامن گرفتہ ہوں کہ

اس کے سبب سے ہر کسی کے سبب سے اس کے ہونے میں جو اہل انوار میں سے ہونے کا  
 حق رکھتے ہیں کہ فی الواقع قبل از اسلام عمر کسی ہی پر احاطہ نہیں کا جامعہ سبب بدن فرما  
 ہوئے تھے جبکہ انشان آنحضرت نے یا تھا کہ سیدہ سلیمان ہونے کے روز اہل انوار کی طبیعت سے ہونے  
 تھے احاطہ اسلام میں اہل ہو کر تمام برائیاں ان کے اس طرح دور ہو گئیں نہیں کہ جیسے سابقہ  
 کے بدن کے پہلے جانی ہے میں اس کو ضرور تسلیم کروں گا کہ درحقیقت اسلام ایسا ہی پاک و  
 نورانی ہے کہ اگر طبیعت پڑھتے ہی آدمی کی طبیعت بدل جاتی ہے اور کفر و کفر آئینہ قلب پر ایمان کی  
 قلبی ہو جاتی ہے اگر نعمت و انہیں کو مستر ہوئی ہے جو کہ جسم قلب ایمان لانے ہیں نہ وہ کہ جو  
 بنیوت فیض سلیمان ہوئی ہوں جس کے حضرت عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت کے نبی برحق ہو چکا ہے یقین  
 ہی نہ ہوا۔ ویکہ و اوقات حدیث یہ مذکورہ بالا ایسے لوگوں کا ایمان ظاہر ہے کہ کفر سے مجاہد ہوا  
 ہوتا ہے ولید کی برائیوں میں سے ایک بد مزاجی و خشونت طبیعت ہی قرآن میں بیان کی گئی ہے کہ  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ایمان بجا اور رسول لانے تو کم از کم ان سے ایک ہی صفت زائل ہو جاتی ہے کہ  
 وہ تو مسلمان ہونے ہی ایسے سخت مزاج ہوئی کہ جس پر کل علمائے اہل سنت کا حسب حضرت  
 اتفاق ہی جو نیک آنحضرت نے ایک حرامی سے تشبیہ دی ہے لہذا یہ حیثیت اسلام پر فرض  
 ہے کہ اپنے نبی کو صادق القول ثابت کرنے کے لئے ایسے شواہد بطور ثبوت فرمادیں کہ جس  
 سے ظاہر ہو جائے کہ آنحضرت کا فرمانا بالکل صحیح تھا عمر یا اعتبار و احوال ایسے ہی تھے جبکہ  
 ولید تھا شرح کنسر کنوم فی حل عقد کلنوم میں بوضاحت تمام ثابت کر دیا گیا ہے کہ عمر صاحب  
 النسب میں خدیجہ کی زبان واقع ہوئی پہل و نکی والدہ ایک طریقہ سے پہنچے ہوئے تھے اور ان کے  
 عزیزہ کی صفت ان میں باقی جانی ہے علیٰ ہذا ان کے باپ کا خطاب بھی سید ہے طریقہ سے  
 باپ تھے ان میں بھی خدیجہ پر ہے ہوتے ہیں سوائے باپ ہونے کے وہ اپنے ذی لبانت بیٹے  
 کے نام اور امون ہی ہوتے تھے یہ الٹی سلسلے بات کسی کی سمجھ میں جب تک کہ شرح کنسر کنوم  
 کا صفحہ نہ دیکھے گا ہرگز نہ آئیگی۔ کتاب معارف و تاریخ ابن کثیر شامی و مثالب کلی کے  
 دیکھنے والے ان کو نسب فیصلہ کر سکتے ہیں قاعدہ ہے کہ جس شخص کا باپ مجہول ہوتا ہے تو  
 اس کو ان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شرفا سند و ستان میں جو لوگ بیان ہوئی ہیں ان کا

محل یاہ بہت کم ہوتا ہے اکثر غنم غلات ہوتی ہیں اونٹنے چار اور اونٹنی سے اوس ماہ سے  
 نام سے پکارا جاتا ہے۔ مثلاً گرس و چمیلی و ہینڈ کلی ورا سے میل و سنگورن و فرزانہ  
 وغیرہ وغیرہ کتابنا اسطرح حضرت عمر ابنی والدہ ماجدہ مساقۃ جنتیہ کے نام سے  
 معروف تھے عرب کے بد نسب آدمی بھی حضرت عمر کو اونکی والدہ کے نام یاد کرتے تھے۔  
 خالد بن ولید بن کلاب قطعی حرامی تھا وہ بھی حضرت عمر کو ابن جنتہ کہا کرتے تھے سند نام  
 ابی حنیفہ مرویہ جصفی کتاب الفضائل میں لکھا ہے کہ عمر ابنی والدہ جنتہ کے نام سے معروف  
 تھے ابن خطاب کوئی نہ کہتا تھا ابن جنتہ کہے جاتے تھے سوائے خالد امک اور ابی اس  
 پیش کرتا ہوں جو کہ نزار حرامی کا تھا۔ مگر وہ بھی حضرت عمر کے نسب پر متضرع رہا کرتا تھا امیر  
 معاویہ کے وزیر ابی سفیان صاحب سلم صاحب نے اوس کا حضرت عمر ابن العاص شخص  
 واحد کے فرزند نہ تھے بلکہ مثل آچا خند آلن کے پانچ بابے جب یہ بزرگ پیرا ہوئے  
 تو ہر پنج شخصوں نے دعوی کیا کہ یہ لوگ ہمارے ہیں جب حذر دیا تو نہیں جھگڑا ہوا تو اونکی مادر  
 گرامی بقیہ نزاع کی محضر الیہ قرار پائی انہوں نے فرمایا کہ میرا حملاہ عیان مولود سے تعلق  
 رہا ہے سب کیسے یاد گیرے سواری گانٹھتے رہتے ہیں میں قطعی نصیب نہیں دیکھتی کہ یہ  
 میرا چاند دراصل کس کا نطفہ ہی صورت ملا جو جس سے نقشہ ملتا ہوا دیکھا جھوٹا نظر باز دقتاً  
 شناس لوگوں نے عاص کا ہم شبیبہ بتلایا اوس وقت سے آپ ابن العاص کہے گئے اس  
 موقع پر عرض طلب یہ ہے کہ جب ایسے بد نسب عمر کے نسب میں قح کرنے والے تھے تو دیگر  
 شرفاء و نجباء عرب اونکو کیسا سمجھتے ہوں گے عمر ابن العاص کی نظر میں خلیفہ دوم السی و اقلید  
 تھے کہ اونکو خلیفہ نہ کہتے تھے بلکہ کہا کرتے تھے کہ خدا اوس دن پلعت کرے کہ میں عمر کا بھتی  
 ہو کر اوسکی جانتے کہیں کا حاکم ہوں خدا کی قسم میں نے اوس کو اس ذلت و خواری میں  
 دیکھا ہے کہ دونوں کے بدن پر کپڑا نہ تھا صرف ایک قطران ہوتا تھا قطران ایک کم درجہ  
 کا کپڑا ہوتا جس سے گھیزون کی گردیاں بنائی جاتی ہیں جس سے وہ آگے پیچھے کو نہ  
 ڈبک سکتے تھے اسی حیثیت سے گلی گلی لکڑیاں بچے بچے کر کے تھے اور میرا باب عاص با سہا  
 سریر و دیا کا استعمال کرتا تھا ازالۃ الخفاء کے مقصد دوم میں صفحہ (۱۸۳) پر یہ ملاحظہ

کہلایا وہ میں ہوا ایک انداز کا جس سے ہودی اور میں عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جاننے سے  
 سنا تھا کہ ان کے عمر کا چارہ و چلن دیکھ کر کہ خدا کی قدرت ختمہ کا لڑا اعمیر سے عمر بنا اور عمر  
 سے امیر المؤمنین آئندہ دیکھنے لیا خطاب یا ایک کا دیکھو اذالت الخلفاء کا صفحہ ۵۵۰ القین  
 کیا جاتا ہے کہ ولید کے ساتھ آنحضرت کا عمر کو تشبیہ دینا طلباء کو ضرر و تشویش میں ڈالے گا  
 کہ ایسا نامور و جلیل طبیعت خلیفہ اگر زاد و ولد میں مثل ولید نہ تھا تو حضور صلعم نے ایک مخصوص  
 سن القرآن ترمیمی کیا تھا کہ کو کون سا کیا لہذا اونکا وضع وہم کرنے کے لئے عرض کیا جاتا ہے  
 کہ آپ کوئی شک و شبہ فرمایا آپ کے حضرت عمر کی پیدائش بالکل ایسی ہی تھی جیسے کہ ولید  
 کی بلکہ ولید ایک نوع سے اچھا تھا کہ اس کے پدر و مادر زانی و زانیہ تھے اور مثل خطاب  
 ختمہ ایک لڑکی تھی ناجائز رشتہ کہنے والے تھے سالہ تحقیق جدید یا شرح کثر کثوم مؤلفہ خیر  
 کو جب طلباء و عینک لگا کر دیکھینگے ان شاء اللہ تمام واقعات آپ کے سامنے آجائیں گے تمام  
 عالم کے و میوں کا خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ بیٹھی ہوں یا نصرانی یا کسی دوسری قوم کے سپر  
 اتفاق ہی کہ ولید الحرام بدترین خلائق ہوتا ہی لیکن علماء اہلسنت نے صرف اس خیال سے کہ  
 اولیٰ کے پیشوا یا دین پر کوئی الزام نہ آئے صاف قوی دیدیا کہ ولید الحرام ہونا کوئی  
 عیب نہیں جرمی کے اور وہ پدر مجرم ہیں اور وہ بذات خود پاک پاکیزہ ہی مسند رک  
 حاکم میں ہی عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلعم لیس علی ولید الزمانہ منی و ز  
 بیہ شیخ کا تندرۃ و ز آخری ہذا الحدیث صحیح الامتداد یعنی حضرت عائشہ  
 فرماتی ہیں کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ ولید الزمانہ کے ان باپ کے گناہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا  
 چنانچہ خدا نے فرمایا ہی کہ بوجہ اہل بیت والادوسر کا بوجہ نہیں اٹھا سکتا اس حدیث  
 کے اثنا صحیح بین المسلم العلماء ابوبکر محمد حشری کتاب الاصول میں لکھتے ہیں کہ بوجہ برہ ولید الحرام  
 کو شتر النسلۃ یعنی دو بین کا تیسرا بنایا کرتے تھے جب پھر عائشہ کو پہونچی تو انہوں نے فرمایا ہر  
 لگاویا نہیں ہی خدا نے فرمایا ہی ہذا زارة و ز آخری یعنی ایک بوجہ اٹھا ہوا  
 دوسرے کے بار حمل نہیں کر سکتا تا علی بنی کثر اعمال میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر  
 حرامی کو خیر النسلۃ یعنی دو بین کا تیسرا بنک بتلایا کرتے تھے علامہ سیوطی کی کتاب .....

لائی مفسرین کے ہاں کہ اس میں تالیف تروید میں بیان کیا ہے کہ فقہائے بعد اوحرامی  
 کے اپنے ہونے پر اتفاق نہ کیا کہ ان کی تالیف شرع تو قطع میں ہی لکھا ہے کہ حرامی کی تروید و  
 تہجین کے لئے کوئی عقلی قرینہ قائم نہیں ہو سکتا جن مدارج عالیہ یعنی امامت خلافت و اجتہاد و  
 خوشبخت و قطبیت پر لکھ کر ام فائز ہوتا کہ ایہ نہیں مرانب علیہ برنطہ نا یقین پہنچے سکتا ہے طلباء  
 ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے ذہبی علماء نے حرامی کی کس وجہ پاسداری کی ہے امامت و ولایت کسا ونگے  
 لئے جو ترک کردی اور حضرت عائشہ و عبد اللہ ابن عمر نے اس کے خیر اٹھانے ہونے کا قوی دہیا  
 ہے علماء اہلسنت نے حرامی پر انکشاف نہیں کیا کہ حرامی کو اجہا ہی بتلایا ہو بلکہ یہاں تک عقب  
 کیا ہے کہ تالیف پر حرامی کو فوق دیا ہے چنانچہ علامہ قطب الدین شیرازی نے ترجمہ القلوب  
 میں اور امام ابوالقاسم راغب اصفہانی نے محاصرۃ میں لکھا ہے۔ ولدا الزناء فقد انجب  
 الی الرجال من غیر شہوة فیدخروہ ولدا کاملا و صابکون من الحلال فنقصہ الکر  
 الی المراء کا یعنی جب آدمی آمادہ نہ ہوتا ہی تو قوت نہیں ہوتی زور بر ہوتی ہے جانیہ  
 کی رگشتہاں پہنچتی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسوقت جو نطفہ جنت و جہنم کے داخل ہوجاتا  
 ہے وہ قوی بچہ کے پیدا ہوجانیکا سبب بنجاتا ہے اور اپنی شکوہ سے آدمی جب سرگرم بنجاتا  
 ہوتا ہے تو منقر و زمانہ سے طبیعت سیر ہوتی ہے نہ پورے طور پر نہ نطفہ ہوتا ہے اھل  
 نطفہ میں علی درجہ کی اوچل کو دہوتی ہے اس عنوان سے جو مولود ہوتا ہے وہ کچھ لہجہ اور  
 زولیدہ اور میطافٹ پایا گیا ہے علماء اہلسنت نے امیر معاویہ عمر ابن العاص کو دہاۃ الناس  
 یعنی اعلیٰ درجہ کا عقلمند اسواسطے کہا ہے کہ دونوں بزرگ غیر معمولی طریقے سے رونق دہ  
 عالم ہونے پر یہ کہہ فرماتے القلوب لوی حید علی صاحب فیض آبادی نے الکلام کے صفحہ  
 ۵۵۵ لکھا ہے۔ الحمد للہ کہ متقدمین اہل حق از تحریج روایات مذمت اولاد زنا مبرا  
 اند یعنی شکر خدا کہ اہل سنت کے علماء و کالمین و متقدمین حرامیوں کے برا جاننے والوں  
 میں نہیں ہیں طلباء و انصاف فرمائیں کہ ان کے ذہبی علماء حرامی کی طرف ذاری میں کیسی دل  
 منطقہ و حکمہ و فلسفہ پیش فرماتے ہیں کوئی اونکو جواب دہ نہ کہتا ہو کوئی دہاۃ الناس کہہ کر عقل و  
 دانش اوس کی ملکیت بتلاتا ہے کوئی امیر معاویہ و عمر ابن العاص کو عقلمند



میں نے اس کی وجہ سے کہا ہے کہ اگر وہ ملک یا مکتبہ کو فروغ دے اور اس  
 کے لئے ہرگز نہ ہونے دے۔ اگر حضرت اہل اسلام صحاح بیادہ پور کر گشت ہو جائیں  
 تو سب حرامی بلے ہو کر عقل و فہم و دانائے روزگار بن جائیں اور سب کے سب پلکانِ نظر  
 آئے لگیں۔ معلوم ہوا کہ کسی عزت و ادب پھیر والے دلدارِ ناجائز کی حمایتِ اہلسنت کے  
 علماء کو ان دلائل کے پیدا کرنے میں امداد فرمائی ہے۔ اہل سوائے ان اوصاف و حمیدہ کے  
 حضرت عمر کی دیانت بھی حد کمال پر پہنچی ہوئی تھی بلکہ ۹۹ ہزار روپیہ و تفاوتِ قضا  
 بیت المال کے خزانہ دار سے منگاتے رہے مرنے دم تک ادا نہ کیا۔ پشیمانے عبداللہ بن مسعود  
 کی کہ جو طرح ممکن ہو سکے اس کی کو پورا کر کے عذاب الدین کے مظلمے سے محکوم یا ناگوار مسنون  
 سوائے دلہ صالح کے باپ کی نصیحت پر کون عمل کرتا ہے۔ وہ بھی ٹال گئے۔ خلیفہ کی راجح  
 اتنا کہ محاسبانِ قضا و قدر کے شکنجہ میں پھنسی ہوئی ہے تاریخ الخلفاء و فتح الباری میں شرح  
 بخاری و وصیۃ الاحباب کے سایہ سے تمام حالت ظاہر ہو جائے گی۔ ملک فاروق ہزار و تین  
 سے جو مال آیا تھا اوس میں تمام سلمان حصہ دار تھے حضرت عمر سب کو بھگت کر گئے دیکھو مناجات  
 ابن شہر آشوب بر نایا تمام شافعی و امام ابو حنیفہ۔ فذلک کی جہد و آمدنی ہوئی بخلیفہ صفا  
 تمام اپنے تصرف میں لائے دیکھو صحیح مسلم جلد پہلے صفحہ (۱۵۴) میری قلم میں طاقت  
 نہیں ہے کہ حضرت عمر کے تمام حالات ضبط تحریر کر سکے چند باتیں اور اوراق ابتدائی اس طلبہ کے  
 وقتِ نظر کی گئیں اور چند باتیں اس موقع پر دکھائی گئیں کچھ آئندہ انشاء اللہ ہدیہ نظر  
 ہوں گی مگر ایک اور بات دکھائی دیتا ہوں جس سے تمام اقتدارِ عمر صاحبِ اول  
 منقلدوں پر ظاہر ہو جائیگا۔ ہر سلمان ناز و جگہ نہ میں یہ ہی دکھا کرتا۔ ہے کہ خدایا انجامِ بخیر  
 کرنا۔ مگر حضرت عمر نے اپنے زمانہ حکومت میں جو بے احتیاطی کی تھی اوس سے تاج  
 ہوتا ہے کہ اونکا انجامِ بخیر نہیں ہوا۔ ناظرین رسالہ نہ گویا و بزرگا کہ حضرت ابو بکر نے  
 بوقت وفات خود شہادتِ کرب و یحییٰ میں چند افسوس کئے تھے اس طرح جب  
 حضرت عمر کے ابو و کارِ زحم کاری لگا اور آثارِ مرگ نمایاں ہوئے تو انہوں نے  
 ٹھنڈی سانس بھر کر کچھ افسوس کئے جس کا ذکر کیا جاتا ہے سوئی نے کتاب فی الجہنم لکھا

وقت اتفاقاً حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور اسے کاش میں ناطقہ کے طور پر  
 جاگراؤ کا رخندہ ہوتا یا بیچ کا بل ابن اشیر کی جلد دوم میں صفحہ ۱۱۲ اور ثالثہ الخفا سے  
 بمقتضیٰ دوم میں صفحہ (۱۶۴) لکھا ہے کہ جب خلیفہ دوم کا وقت وفات قریب ہو چکا  
 تو زمانے لگے کہ اگر تمام دسے زمین طلاء خالص کی ہو کر مسکے رقبہ میں آجائے تو میں اس  
 سب کو اس عذاب کے بدلے میں جو کہ تجھ پر ہو رہا ہے نقدی کر دوں۔ ابن عباسؓ نے  
 کہا کہ آپؓ رسول اللہؐ کی صحبت اونٹھائی۔ ابوبکرؓ کی ذات گرامی سے استفادہ کیا  
 پھر ایسے مضطر بنائے کہ کلمات کیوں کئے جاتے ہیں۔ فرماتے لگے کہ یہ سب اضطرار تھا  
 صاحب (علیہ السلام) کی وجہ سے ہی۔ تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی مطبوعہ مطبع زمیندار  
 واقع لاہور کے صفحہ (۷۷) مطبوعہ تاریخ لغات ۲۸۷ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کاش میں  
 دہن ہوتا تو مجھے کھلا بلا کر ایسا منوایا جاتا کہ لوگ مجھے دیکھنے آتے پھر مجھ پر بیج کر دالتے۔ اور میری  
 گوشت کا قیہ کرتے پھر حصہ کا شور بہ چاکر کہا جاتے مگر میں انسان ہوتا اور اقلین میں  
 طلباء معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی یہی فرمایا تھا کہ میں راستہ کا رخت ہوتا  
 شہکو اونٹ کھا کر مینگیں کر دیتا یہی استدعا حضرت عمرؓ کی ہوئی کہ میں دہن ہوتا  
 معلوم ہوا کہ وہ بھی مثل حضرت ابوبکرؓ مذہب ہندو کا پہلو دبائے ہوئے تھے۔ کیونکہ ہندو  
 عقیدہ ہے کہ آدمی۔ سور۔ کتابیل۔ بھینس۔ بھیر۔ بھری۔ کھنڈل۔ بھیر۔ سب کچھ ہوتا ہے  
 مصنف صاحب از حضرات طلباء ارشاد فرمائی کہ ایسے باجاہ و جلال خلیفہ سے جس نے  
 فتوحات کر کے ممالک کفار کو محمدؐ سلام میں داخل کیا عادلانہ روش اختیار کر کے فاروقؓ  
 کا اقتدار حاصل کیا اوس سے ایسی کیا خطا واقع ہوئی تھی کہ جو قبائے انسانیت اذکار کھینچ  
 بکریوں کی پوتین زیریں بدن کر کے کی خواہش کرتا تھا۔ فاروقؓ اعظمؓ کے کچھ اور حیرت انگیز  
 واقعات طلباء کو دکھاتا ہوں جس کے سلسلہ سے حضرت عمرؓ کی قابلیت ظاہر ہوگی حضرت  
 اہل سنت شیعہ پر اعتراض فرمایا کرتے ہیں کہ امامیہ رجعت امام علیہ السلام کے مقتدر میں ایسی  
 عبدالمعز بن قیس نے تھیں اس سے متعلق بڑا شور مچایا ہے۔ نیز دیگر طلباء نے بھی لکھا ہے  
 مگر ادھر خبر ہے کہ حدیث سے اول کے ہادی ملت و بانی مذہب حضرت عمرؓ کا بھی یہی

منقولہ ہمارے ہر مریض ہے صاحبِ رحمت ابوابت نے یہی کتاب کے صفحہ ۳۲ پر لکھا  
 ہے کہ آنحضرت کی وفات پانچاٹھ گھنٹے کے بعد ہوئی نہ تباہ گہرے ہوئے گہرے  
 ہے کہ منافق کہتے ہیں کہ آنحضرت نے وفات پائی واللہ وہ ہرگز وفات نہیں ہوئے بلکہ  
 جیسے مولیٰ غائب ہو گیا ہم روز کے بعد واپس ہوئے تھے اسی طرح آنحضرت  
 مراجعت کر کے اون لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹینگے جن کو اون کے مرنے کا یقین ہے  
 نہ معلوم جناب مصنف جس طرح عقیدہ رحبت میں شیعہ کی تحقیر العقل سمجھ کر مذاق و دریا  
 کرتے ہیں اسی طرح حضرت عمر کو تحقیر العقل و باہم سمجھنے کے باوجود مری رپورٹیاں سننا گراؤ کی فالتھ  
 نہ لائینگے۔ علاوہ انہیں حضرت عمر کو قرآن پڑھتی ہیں ہی عجب بلکہ حامل تھا مصنف صاحب  
 سیرۃ کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں کہ حیووت ابو بکر نے دروازہ آنحضرت پر عمر کو  
 سنکر وفات پائی دیکھا تو کہا اسے عمر سننے والی دیکھو خدا قرآن میں فرماتا ہے وما تمحل اوکون  
 قد خلت من قبلہ الارسل فان مات او قتل ان قلب انقلبتم علی اعقابکم انہم جزئیکم  
 آیت نجر مرگے نبوی ہی عمر کہتے ہیں کہ میرے پاؤں کو مجھے زمین پر گر گیا مجھ کو یقین ہو گیا کہ یقین  
 حضور مر گئے گویا ہم کو یہ آیت یاد ہی نہ تھی کہ وار و قرآن ہوئی ہے (اے سبحان اللہ یاد و را  
 یہ اور دعویٰ وہ کہ حسب کتاب اللہ مصنف صفحہ ۲۷) کے آخر پر ایک نوٹ دیا ہے  
 جس کے معانی سے طلباء پر واضح ہو جائیگا کہ حضرت عمر کیسے تیر فرمادے معانی قرآن کے سمجھنے  
 والے تھے وہوذا رخلیفہ عمر نے اپنے زائد خلافت میں ابن عباس سے بیان کیا کہ وفات رسول  
 کے دن جو میرا کلام تھا اپنی انکار ز وفات نبی (اور سن کا منشاء آیت تھی) وکذلت جعلنا  
 کم وسطا لکون مشہدا علی الناس انہم میں اس آیت کے یہ معنی سمجھا تھا کہ آنحضرت آخر  
 کہ نہ رہ کر امت کے اعمال کی شہادت و افراٹینگے قرآن کے متعلق جو حضرت عمر کا کلام تھا  
 وہ تو طالب علموں پر ظاہر ہو گیا کہ بعض آیات کے نسبت اوکو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ  
 مضمون وار و قرآن ہوا ہے اور بعض کے سننے اور نہ ہونے کا بھی خلا کچھ سمجھ نہ کر لے تھے  
 لیکن میں اہل عقل کے سامنے ایسی باتیں پیش کرنا ہوں کہ جن کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا  
 کہ وہ اپنے کسی بیان میں بے ہوشی سے لے تھے عمر صاحب کا یہ قول درہم نقل کیا گیا ہے

کہ جب ابو بکرؓ آپہ و ما محل آکر سول پڑا تو وہ ستر شہر پر گئے اور ان کے باطن  
 ٹوٹ گئے و پھر سے زمین پر گر پڑے اور سمجھ گئے کہ میں غلطی پر تھا کہ حضور صلعم گذر گئے  
 یا دیکھنا چاہیے کہ ایسی خبر ہو جس پر اگر جسکو پہلے نہ سنا ہو اور دفعہ کو شش زد ہو جائے  
 تو سننے والا ہکا بھکا رہ جائے اور البتہ غم و الم طاری ہو تا ہے کہ بعض موقع پر  
 لوگ مر بھی گئے ہیں۔ اگر حضرت عمرؓ مرگ نبوی سے مطلع نہ ہوتے اور اچانک یہ بات اون  
 کے کان میں پڑی ہوتی کہ حضور وفات پا گئے تو ممکن تھا کہ وہ فرط محبت سے ادس کا  
 یقین نہ کرتے اور بجائے پیر ٹوٹنے اور دھم سے گر جانے کے اگر وہ دیوانہ وار و درازی  
 کرنے لگتے تب بھی جذبان لائق استبعاد نہ تھا مگر غضب یہ ہے کہ مرگ نبوی کی خبر سے اون کے  
 کانوں کو کبریات و مرآت آشنائی ہوئی تھی و ایک دفعہ دیکھا ہی دیتا ہوں یہ اتفاق اہمیت  
 آنحضرتؐ نے مجمع صحابہ میں فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں جیو تا ہوں ایک کتاب اللہ و دم  
 اپنی عزت اگر بعد میرے اندون کی اطاعت کر دے تو میرے گمراہ نہو گے جن لوگوں نے یہ  
 کلام سنا ہو گا سمجھ گئے ہونگے کہ حضرت اپنی وفات سے پہلے آگاہ کر کے الہد کا انتظام فرماتے ہیں  
 حیوقت حضرت عمرؓ نے خود زبان رسول سے یہ جملہ سنا تھا مقتضائے محبت تو یہ تھا کہ اس وقت  
 کلبہ میں چہرہ کی گھبرائیت و دیوار سے سر نہ کرے کہ ہو پڑی سر نہ کرے تو کیسے کہہ دے ایسی ایک قسم  
 ہو جاتے مسلمان اون کو سچا عاشق رسول سمجھ کر قیامت تک نو چند ہی جمعرات کو فاتحہ دلاتے  
 رہتے اس سے کچھ اور بڑا جبرامضمون سنئے حب اللہ و حب رسالہ و دیگر صحاح آنحضرتؐ  
 نے وفات سے تین چار دن پہلے اپنے صحابہ مخصوصین سے فرمایا کہ دو اقل حاضر کر دیں مگر ایک نہ  
 دئے دیتا ہوں کہ بعد میرے غلوگ و آدمی ہلاکت و مخالفت میں نہ پڑو گے ایسے مواقع پر جب کوئی  
 شدید مرض نضال کیا کرتا ہی تو انا سمجھنے والا ہی یہ ہی سمجھا کرتا ہی کہ لباس کا وقت آخری  
 اپنے بعد کے لئے کچھ نصیب دین وصیت کرنا ہی کہ انفسوس کہ حضرت عمرؓ انتہائے دانشمندی  
 سے یہ نہ سمجھے کہ حضرت عتقریبؓ فاتحانہ ہوتے ہیں ہمارے ہدایت و مکر ہی سے بچنے کے لئے  
 بوجہ شفقت فروری ہدایات کو قید قلم میں لانا چاہتے ہیں حضرت نے تو یہ الفاظ واضح  
 فرمادیا تھا کہ ان تصلو بعدی یعنی وہ ایسی تحریر ہوگی کہ محفوظ طبعیت کرنے سے۔

آج اس سید میرے کراہے میں کے معلوم کرنا حسب لفظ (لہدی) کو لیا  
 سمجھے ہوں گے۔ غالباً یہ سمجھے ہوں کہ حضرت تا کیام قیامت امت کو احتمال کی  
 شہادت کے لئے زندہ رہیں گے۔ صحیح میں تو یہ معقول وار د ہوتا ہے کہ بوقت طلوع  
 رات و قریب حضرت عمر نے یہ فرمایا تھا کہ ان السحاب لہم و لینی شخص (انکسرت  
 منہ و ذکر میں بہکی بہکی باتیں کرتا ہے جو حالت کہ وہ ترب میں بیمار کو مال بہ ہدیہ ان  
 کرتی ہے وہی صورت ان کی ہی۔ تم کو ان سے کسی دشا و نہ کے لینے کی ضرورت نہیں  
 حسبنا کتاب اللہ خدا کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے۔ کیا اب بھی کوئی عقائد رکھ سکتا ہے  
 کہ حضرت عمر کے عازر جنت ہوتے سے بے خبر تھے۔ اسی طلباء و طلبہ آپ کے شہادت  
 عمر کی قسم دیکر پوچھتا ہوں سلج فرمانا ان واقعہ پر نظر فرما کر کہہ سکتے ہیں کہ حضرت وہم نما  
 نبوی سے بے خبر تھے اور حضرت ابوبکر کی زبان مہارک سے آہ انقلاب علی الاعقاب  
 سکران کے کہنے ڈٹ گئی اور بخیر دہو کر زمین پر گر پڑے۔ حضرت مصطفیٰ بہ تحریر فرمایا ہے  
 کہ آریہ موصوفہ بالا سکر عمر چونکہ اس دھٹے کے محکوم یا نہ تھا کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت بھی  
 جس سے دھال مصطفیٰ کا تہ لگ سکتا ہو ایسے شخص کو عالم قرآن کہا جائے گا یا کہ جاہل  
 احکام باری کا اوس کو خطاب دیا جائیگا۔ آپ چونکہ آزاد و طبیعت و انصاف پسند میں عمر  
 و بکر کی رعایا نہیں جو خواہ مخواہ ردی انصاف پر خاک ڈالنے کے لئے ریگہ کے ٹیلہ پر ہاتھ  
 بڑھائیں ضرور ہے کہ اصناف فرما دیں گے کہ کسی مجنوں کو بھی اس کا بار نہیں ہو سکتا کہ عمر نے  
 اچانک اور ذلتہ نبی کے مرنے کی خبر سنی تھی وہ پہلے سے پوری اطلاع رکھتے تھے اور ان کا  
 حسبہ بیان نقل کیا گیا ہے وہ تواتر غیر صحیح ہے اور احکام قرآن و سنی آیات سمجھنے کیلئے  
 ادنیٰ دماغ بالکل کمزور بلکہ معطل تھا اہل سنت بڑے مناظر میں ہیں جو کہ حضرت عمر کو اعلیٰ  
 درجہ کے خلفاء میں شمار کر کے ادھونہ ہی سہ دار جانتے ہیں اور انکو احمد دینی سے کوئی تعلق  
 نہ تھا بلکہ وہ اسلامی سید تھے جن کو سوائے اللہ کے دوسرا کام نہیں ہوتا کثر العمال  
 وحصل مصفیٰ و ازالتہ الخنا میں بمقام ذکر تاثر عمر ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے خطبہ میں ارشاد  
 فرمایا اگر کسی کو قرآن کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہو وہ ابی بن کعب سے پوچھے طلال دھرام

[illegible]

نکاحہ النکاح والے والا کہہ دیا کہ حضرت اسکل بندہ زرتہ قرآن پاک میں منکر  
 میں برید الدنیا و منکر من بیدار کا خیر انہیں کی شان میں نازل ہوا ہے یہ سہا  
 احکام قرآن کا پر حکم نبوی و دات و قلم کے تفسیر میں یہ کہنا کہ حسب کتاب البہ نہایت  
 ہی عجیب و غریب جو شخص بازاروں میں دو گئے جو گئے کرنے کی نیت سے پہنچا رہا ہو کہ ہی قرآن  
 کی باریکوں پر نظر نہ کی ہو اس سے یہ دعویٰ کہ ہم کو قرآن کافی ہے نوشتہ نبوی کی کوئی  
 ضرورت نہیں انہما درجہ کا بیل لکھا مال امر ہے یہ بزرگ ایسے جامع اور تریر نہایت ہے کہ انھیں  
 کو نمازیں کھڑے ہو کر صوف خالی کر کے بازار میں دوڑ جاتے تھے سورہ جمعہ میں جو  
 ترکوت قابجا وارد ہوا ہے وہ انہیں کی شان میں ہے شاہ صاحب تھیں لکھتے ہیں  
 کہ زمانہ قحط کا تھا اور صحابہ پورے طور پر آداب شریعت آگاہ نہ تھے جب وہ غلہ کے اونٹوں  
 کی آمد محسوس کرتے تھے تو یہ ابن خیال کہ اگر ہم کو معبود میں پہنچے رہے تو خریدنے والے خرید  
 لینے کو مانج و دیگر اسباب ضروری گران ملین گی یہاں یہ جو نماز قطع کر کے بازار میں  
 چلے جاتے تھے حضرت عمرؓ کی لکھا دین جدا گانہ رنگ کہتی تھیں آپ اپنی زوجہ سے بطور  
 سحر کس صحبت کیا کرتے تھے جس طرح کہ برج کو زبند و قہر پہلی طرف سے کار توس  
 ٹھوسنا جاتا ہے یہ ہی جلیفہ صاحب کی طرز مباشرت تھی۔ تفسیر کے متعلق میں نے ایک قسم  
 میں سطور سال لکھا ہوا اس میں چند کتب اہلسنت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی بیٹی کا رو  
 کے ازبیشاق تھی صحیح ترمذی کی کتاب القف جلد دوم صفحہ ۳۲۳ پر یہ ثابت ابن عباس  
 مروی ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ ٹھکانے گھر گئے تھے حضرت کے پاس آئے اور عرض کیا  
 یا رسول اللہ میں ہاں ہوا رات میں نے اپنی زوجہ سے خلاف فطرت عمل کیا ابن عباس کہتے  
 ہیں کہ سیدقت یہ بیت نازل ہوئی الفساح و الفساح لکھ یعنی عورتیں تمہاری کہتی ہیں اخیان  
 کہتے ہو جس طرف سے جا ہو استعمال میں لاؤ یعنی قبل و بعد تفسیر باب النقول فی اسباب  
 السنوہ میں ہی ابو سعید خدری سے ابن جری و ابوالہیاء ابن مردودہ نے حسب تصریح  
 ابوالہیاء بیان کیا ہے حضرت عمرؓ کی جس جگہ سادات تھیں ان سب کا رنگ نرا تھا آپ ایسے پہنچتے  
 اور خوشامی طبعیت کے شخص تھے کہ جا بھی اگر بند کہول دیتے تھے روزے میں ہی عا و عجب جگہ

سے نہ جو کہتے تھے جانیجہ فتح الباری شریعہ بخاری کے صحفہ ۳۷۹۰ کتاب التفسیر میں لکھا ہے  
 وجہ صوم رمضان کا حکم ہوا تو تمام ماہ مبارک عورتوں کے پاس جانے کا حکم نہ تھا  
 لیکن بعض صحابہ حکم خدا میں خیانت کر کے اپنی ازواج سے ہم بستر ہونے تھے پس خدا نے یہ آیت  
 نازل فرمائی **عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ تَخْتَلُونَ الْأُنثَىٰ كُلَّ مَمْسَاةٍ عَلَيْهِ حَكْمٌ مِّنْ رَبِّهِ**  
 جان لیا کہ تم اپنی نفسوں میں خیانت کرتے ہو۔ پس وحی تمہاری توبہ قبول کی گئی آپس میں کسب کا  
 نام نہیں ہے کہ وہ کوئی صحابہ جو کہ حالت صوم میں حکم خدا سے سترائی کر کے اپنے نفسوں پر  
 خیانت کرتے تھے لیکن مغیر بن نے ان کے نام ہی بتلائے ہیں سہی امن ہوا۔ **وَعَمْرُو كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ**  
**رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ** یعنی جن لوگوں نے حکم باری سے انحراف کر کے خیانت کی تھی وہ عمر اور  
 اور کعب بن مالک تھے حضرت فاروق کی چند ازواج تھیں جو کہ اپنے اپنی عمر کے مختلف  
 حصوں میں داخل ہوں گی انہیں اگر اس پر بھی شوق طبیعت کم نہ ہوتا تھا لہذا ان کے باندیوں  
 سے ہم نابل ہو جاتے تھے باوصفیکہ وزرے میں گمر نہ کھولنے سے خابن عیس کے ممتاز خطاب  
 سے بہرور ہو چکے تھے مگر پہرہی محتاط نہ تھے عین حالت میں بے احتیاطی کر بیٹھتے تھے وہ بھی  
 جائز نہیں بلکہ نہایت نا واجب طریقہ سے جانیجہ کنز العمال کی کتاب الصوم میں سعید بن  
 المسیب سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر صحابہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ ابہا الناس  
 آپس میں کیا فرماتے ہیں آج ایک باکرہ کیس میرے پاس سے گذری اس کے ناز و عشوہ نے  
 میری طبیعت پر چارہ مستقیم پر تمام نہ رہنے دیا بے اختیار اس سے ہم آغوش ہو کر آخر کار اس  
 نتیجہ پر پہنچا جہاں پہنچنا چاہیے تھا درخت کا ٹھیکہ میں روز دار تھا اصحاب کو یہ سن کر  
 تعجب ہوا۔ احباب حاضر میں حضرت عمر کچھ ایسے بے احتیاط ہو گئے تھے کہ ان کی ازواج کو بھی  
 اعتبار نہ رہا تھا جانیجہ مسیحی نے تاریخ اختلاف کے صفحہ ۹۷ پر جابر بن عبد اللہ انصاری  
 سے روایت کی ہے کہ جب عمر کھر سے باہر جایا کرتے تھے تو اون کی بیبیاں کہا کرتی تھیں کہ تم  
 فلان عورت سے دید بازی کرتے جاتے ہو طلبا معلوم کر چکے ہیں کہ باوند سب اہل سنت و ہدایت  
 فاروقی پر ہے جو حکم او نہیں نے دیا وہ عین حکم خدا و رسول سمجھا لیا جو فعل اون سے واقع  
 ہوا اس کو سہرت سے منسوب کیا گیا چونکہ خلیفہ صاحب اپنی زوجہ و بی بی الدبر کیا کرتے



۱۔ اس مسئلہ میں یہ مسئلہ جاری ہو گئی ہے۔ بہت سے علما نے حضرت علامہ ابن عمر  
ماحولیات خود اس کے مادی ہے اور اس کی نوکری دایت کرتے رہے کہ النساء و حرم  
ل حکم میں یہی حکم ہے کہ عورت کی دہریں آدو دوہر دیکھا کروند یہاں بہت میں حضرت  
عمر کی بدولت اسد رجبہ و طی فی الدبر کا رواج ہوا کہ امام مالک عام طور پر اس مسئلہ کے مفتی  
ہو گئے امام عینی نے شرح بخاری کی کتاب التفسیر میں لکھا ہے۔ محمد بن سعید نے ابی سلیمان  
مخبر جانی سے روایت کی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ میں امام مالک کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک شخص  
نے و طی فی الدبر کی نسبت پوچھا امام موصوف نے فرمایا کہ میں ابھی فارغ ہو کر آیا ہوں  
شرح مذکورہ بالا میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام مالک نے فرمایا مائیک أحدًا اقتدل  
بہ بنی و بنیہ مشک فیہ انه حلال یعنی و طی المراء فی دہریا یعنی جو شخص  
کہ امور دہریں بیرونی کرنا ہے اس کی نسبت مجھ کو ہشک نہیں ہے کہ وہ و طی  
فی الدبر نسوان کے مسئلہ میں نال کرنا ہو تفسیر و منشور میں ہے کہ امام شافعی سے  
دباب و طی فی الدبر فتویٰ طلب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سبغہ خدا نے نہ اس  
فعل کی حرمت بیان کی نہ حلت اور نہ ہی حلت نہ لہذا میں اس کو حلال جانتا ہوں تفسیر  
مذکورہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے استاد دفعہ عبدالرحمن بن قاسم و ابن ابی لیلیہ  
یہ سب نفقہ و عادل کہو بات صحیح ہے ہیں علامہ حضرت ابن فضل کے عامل اور فتوے دینے  
والے تھے ابن ابی لیلیہ سے پوچھا گیا کہ حضور اس مقدمہ میں کیا فرمانے ہیں جواب دیا کہ شب  
گندہ شستہ میں خود جب آلودہ و طی ہوا تنگی بالغ دخول ہوئی عضو متاسیل پر نسل چڑھ کر  
اجزا کا کیا علاوہ برین امام عینی نے شرح مابہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ  
یا لوطی یا غلام سے و طی فی الدبر کرے تو اس پر حد یعنی سنائے شرعی کچھ نہیں ہے اگر  
فعلیہ یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اس فعل کے فاعل کو انزال نہ ہوا و خشک مقام برآمد نہ ہو غسل  
کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس عنوان سے وضو کی مضبوطی میں بھی کوئی فرق  
نہیں آتا کیونکہ بعض صحابہ و تبع تابعین و طی فی الدبر کے عامل تھے اور اس کے جواز  
پر فتوے دیتے تھے کتاب شریعہ الامتساب مطبوعہ حیدرآباد میں لکھا ہے کہ

عثمان پر جو یہ طعن کیا جاتا ہے کہ اس نے زوجه کے مرنے کی کوئی پروا نہ کی اور یہ بڑا  
 لودھی ہے دست و پا دل رہا اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے وہ بزرگ و نامور آدمی جو سن  
 شہوت میں لسی بانوں کی کوئی پروا نہ کرتے تھے چاہے تاج اچھلے اور نفقہ مسیح الزمان  
 صاحب میں ہے کہ نمید بن ولید بن عبد الملک بن مروان دیکھ کر بارہ خلفاء رسول  
 سے ایک خلیفہ ہونا کی جپ مشغول ہو گئے تو ایک ہفتہ تک اس کے ساتھ مجامعت کرتا رہا اگر  
 دروازے کا تختہ پر چڑھ کر نہ ہزار دقت اور سکود فن کر آیا درجہ عرب کو ان بہن محرمات  
 شرعیہ اور میت و بہائم کیسا تھے ہی ولی کر سکی عادت تھی لہذا فقہانے اس کے جواز  
 بر فداوائے شایع کئے اہل فقاہت اس سے مطلب یہ تھا کہ اگر لوگوں کو روکا گیا تو عادت  
 قدیم کا جو کہ صدیوں سے جاری ہے ترک کرنا ناگزیر ہے گا اور وہ اسلامی دائرہ  
 کو تنگ سمجھ کر اپنے مذہب آبائی کی طرف عود کر جائینگے یعنی کافر ہو جائینگے اس  
 واسطے ان کو یہ ضرورت داعی ہوئی کہ جن بانوں کے صحابہ تابعین کیسے وقت سے لوگ  
 عادی تھے ان کی خوبی دکھائی جائے تاکہ اسلام کو یہ تعجب و شریعت پر حملہ جھک خلا  
 اس سے بچے پورستہ ہی اس میں واسطے فتاویٰ قاضی خان جلد اول کتاب الصوم میں یہ صفحہ  
 ۱۵۱ لکھا ہے ان کو کچھ بھپتہ اور صبتہ ولم یزل لا یفسد صومہ وکالینہ  
 الغسل یعنی بہائم و میت کیسا تھے فعل کرنے سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے نہ غسل کر سکی  
 حاجت ہوتی ہے لف حریم کی نسبت لکھا ہے کہ یہ ترکیبی جماع دو وجہ سے کیا  
 جاتا تھا ایک یہ کہ عورت کے مقام پر رزہ لگنے سے کوئی مرض مثل آشک وغیرہ  
 نہ ہوا انکہ حرمت مصاہرت سے حفاظت ہے یعنی یہ جب حرام سے بد فعلی کرنی  
 منظور ہو تو کثیر البیٹ لیا جائے تاکہ فریقین کے مغلط ایک دوسرے سے  
 ملتی نہوں ایک کی رطوبت دوسرے سے نہ ملنے پائے جب اس ترکیب سے جماع کیا  
 جائیگا تو مان بہن حلال رہی فتاویٰ عالمگیری جلد اول فصل سوم فی المعانی جوب  
 الغسل میں لکھا ہے اگر ذکر پر کثیر البیٹ کر جماع کیا جائے اور نزال نہ ہو تو اس کی  
 نسبت بعض نے لکھا کہ غسل واجب ہوتا ہی اور بعض نے کہا کہ نہیں ہوتا اور صحیح

یہ بات ہے کہ باریک کپڑا اس طرح پہنا جائے کہ جس طرح کی حرارت اور لذت محسوس  
ہو تو غسل واجب ہو ورنہ نہیں ہوتا انتہی کلامہ سبحان اللہ کیا پاکیزہ مذہب ہے کیسی  
سہولت کر دیجی ہو اگر کسی کی مان جوان ہو تو بیباک ایک ملل لپیٹ کر بخوبی مطلب اوری  
کر سکتا ہے علی ایذا بی بی ہن اور دیگر محرمات شرعیہ سے حفاظت فی اوٹھا سکتا ہے مسئلہ الف  
محرر جب کو اہل سنت شیعہ کے یہاں صرف لبرڈ ہونے سے بلا عواہ کتاب بتلایا کر فیہیں  
اوس کی حقیقت بھی ظاہر ہو گئی کہ قصود ان کا تانے نہیہ خط اپنی کل آئی جا کر طلب  
کو یہ کتابیں نہ ملین تو اسلامی مدرسہ علی گڑھ سے جامع الیوم مؤلف علامہ شمس الدین  
فہستانی مطبوعہ نول کشور کو تنگالین ہر مدرسہ عربی سے یہ کتاب بہ آسانی مل سکتی  
ہے کیونکہ کتب و رسات میں داخل ہے اوس کے صفحہ ۲۰ کو دیکھیں انشا اللہ  
یہ عبارت نظر آئیگی۔ اولفت الحشفہ بنوب او غیرہ لم یحبیب العنسل کافی  
الجلالی یعنی اگر سر ذکر پر کپڑا لپیٹ کر مباشرت کی جائے تو فاعل پر غسل واجب  
نہیں ہوتا جلالی میں اسطرح ہے اسی کتاب کی سمجھ مہتمم جو الکامیہ لکھا ہے کہ اگر  
ذکر پر کپڑا لپیٹا جائے کہ مقام مخصوص کی حرارت محسوس نہ ہو تو روضہ پر کھانڈ نہیں ہو سکتا  
عبارت یہ ہو لی لفظ لکھ من خرقہ ما لعنة للحراۃ لم یحبیب خراب صنف  
اور طلبا دیکھیں کہ صرف حضرت عمر کے تصدیب فصل کے لئے اون کے فقہاء نے وطن  
فی الدبر اور مان ہیں سب کو حلال کر دیا حضرت عمر سواؤ دیگر فضائل کمالات کے مہذب  
ہی انتہا درجہ کے تھے تاریخ الخلفاء و سبوطی کے صفحہ ۹۰ پر ہے کہ حضرت عمر  
ایک شب گشت کر رہے تھے آپ نے ایک عورت اپنے شوہر کی جدائی سے بقرار ہو کر  
عاشقانہ و زندانہ اشعار پوری ہے پوچھنے سے معلوم ہوا کہ وہ سکا شوہر جگت ہے خلیف  
صاحب کہا کہ تو اطمینان رکھ ہم انتظام کئے دیتے ہیں گہرا کر انہی طبی خضصہ سے کہا کہ  
جان پر دیہ و کہ عورت لئے دونوں ملا شوہر صبر و استقلال سے بسر کر سکتی ہے طبی نے  
باب کے اس سوال پر شرمندگی سے سبزی کر لیا جب امر ہو کہ شرع میں شرم کیا ہی اور سہوت  
اس نے زبان سے تو مجھ نہ کہا اول تمن اور چار اٹھلیان اٹھا کر تپایا کہ تمن یا چار مہدیک

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جادہ عصمت پر غالب ہو گئی تھی اس زمانہ پر لوگوں کی فوج کرنے کا بیڑ  
 نہیں کر صرف اتنا کہ خلیفہ صاحب سہاگو اپنی ازواج سے دریافت کر سکتے تھے جو ان کا  
 اور وہ بھی بیوہ اور سس ایسی شہزادیاں دریا کرتی کب نہیا ہی جاب مصنف  
 اور طلباء فرما یں کہ کوئی شریف آدمی بڑا بڑی سے ایسی بات پوچھ سکتا ہے یہ چند  
 باتیں بطور غلط فہم متعلق حوالہ قلم کی گئیں دنیا کا کوئی عقل مند حالات مذکورہ کو  
 دیکھ کر ہرگز نہ کہہ سکیگا کہ ایسے اشخاص پیشوائے دین ہونے کی قابلیت کہتے تھے اور  
 باتیں مصنف اور لوگوں کو اسلام اصلی کا مظہر بتاتے ہیں صحیح القول نہیں ہیں بلکہ حق  
 یہ ہے کہ ایسے ہی لوگوں کی حرکات نے دامن اسلام پر دہریہ لگا دیا فقیر نے خلیفہ صاحب کے  
 حالات بہت اختصار سے طلباء کے سامنے پیش کئے ہیں ان کے حقائق واقعی جو اب سیرۃ الفائق  
 اور الفرق جواب البغراق میں دیکھائی گئیں ہیں حضرات طلباء تمام معاملات پر گہری نظر کر کے  
 بجائے خود فیصلہ فرمائیں کہ ان کا مذہب کس اصول عقلی سے مطابقت رکھتا ہے بعد ان میں  
 حضرت عثمان کی نسبت کچھ طلباء کو طلبا نامناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی قرن ابتدائی کے  
 مقتدر حضرات میں داخل ہیں سائلہ مذاکے اول میں طلباء کچھ حالات عثمان دیکھ چکے ہیں اور  
 کچھ اب کہتا ہیں کہ حضرت عثمان نے تحت خلافت نہ قدم دیا ہے ہی وہ بد عنوانیان  
 کہیں کہ نباء عبد ابن مسعود جلیل القدر صحابی کو اتنا بڑا یا کہ بڑا بان ٹوٹ گئیں عمار یا سر کو دربار  
 میں بے عزت کیا ابو ذر غفاری کو دینے سے نکلوا دیا الکاشغر کو جلا وطن کیا کعب بن عجرہ  
 النہدی عامر بن عبد قیس وغیرہ وغیرہ کو خارج البلد کر دیا نہراہ افغان سے نقیبر رسول پہلو کر  
 مروان زائدہ درگاہ رسول کو قلعہ ان وزارت حوالہ کیا بنی مہیکے ہاتھ میں اعوان انتظام  
 مذہبی حارث بن حکم کو مذہب کے بازار کی چوڑی ہرٹ عطا فرمائی دسوان حصہ و س کمال کی فردی پر  
 قاجم کر دیا عائشہ صاحبہ کی پیشین بند کردی جس پر بیچ کہا کہ انہوں نے خلیفہ صاحب کے  
 قتل پر لوگوں کو برا بکھڑا کر کے قتل نامہ پراگوشے کا نشان لگا دیا حمید یا سیر اور نایب احمد  
 کو فی میں لکھا ہے کہ عثمان کی بد علیوں نے عام مسلمانوں کو خوشخوار بنا دیا تھا یہ ننگ دیکھ کر  
 بی بی صاحبہ نے لوگوں کو اوپر لہر شروع کیا اکثر کہا کرتی تھیں کہ حضرت کا گفن بھی مسیلا

عثمان بن عفان نے شریعت کو اٹھ دیا اور اس کے واسطے لوگوں میں بڑے سنا کر  
 من و راہ راہ الدین میں جو کہ جب سے پہلے تھا کہ لازم سفر کے ہو کہ میں تو مرد و ان کے کہ  
 حضور راہی ایک لگا چلیں جو کہیں بچتے علی نہیں ہوا اگر نری حویج و اسٹکس لکھا  
 ہے کہ عائشہ اپنے بہائی محمد بن ابی بکر کو قتل عثمان پر آدم کرتی رہتی نہیں آخر کار وہ  
 ترکہ حیدر و زمین عثمان کے سر پر تنگ پڑا عثم کوئی لکھتے ہیں کہ جب عائشہ کو قتل  
 عثمان کی خبر ملی تو نہایت مسرور ہوئیں کمال انبساط سے فرمایا اعدہ اللہ ما قدمت  
 ہدایہ الحدیث الذی قبلہ کتاب عقد الفریض میں بن عبد ربیع نے لکھا ہے مسند  
 ابن وقاص سے بوجہ گیا کہ عثمان کو گس نے قتل کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جس تلوار کو  
 عائشہ نے کہینچا اور طلحہ نے اوس پر آپ خبر پائی اور مسفل کیا اور علی نے زہر کے بانی میں  
 بچھاؤ دیا ابن قتیبہ نے بھی یہی مضمون لکھا ہے بلکہ انشا اضافہ کیا ہے کہ عثمان کی عذبت  
 بدل گئیں نہیں وہ نیکیوں کی جگہ برے کام کرنے لگے تھے عبداللہ بن سواد جو مصریوں کا  
 سردار اور نہایت نیک شخصیت تھا اوس کا یہی قول تھا کہ عثمان سلمان نہ تھا سلاؤن  
 کے قبرستان میں اوس کو ہرگز نہ دفن ہو نہ دنگا کیونکہ یہ مرثیہ ہو چکا ہے کہ اوس کے زمانہ  
 خلافت میں ایک روز ابوسفیان نے علی الاعلان کہا یا بنی امیہ تلقوها تلقف الکفرہ  
 الذی یحلف ابوسفیان ما من علی ذلک لا خیار لک لا تھول ولا یبش ولا قیامہ  
 یعنی اے بنی امیہ اس بادشاہت کو حاصل کرو نہ غدا کوئی شے ہے نہ حساب قیامت  
 نہ دوزخ وغیرہ وغیرہ عثمان پر لازم تھا کہ اوس پر جہاد شرع جاری کرنا یا قتل کر دینا  
 مگر اوس نے خلاف اس کے قرآنہ عامر سے دوا لکھ و سپاہ و سکوا العام ثابا علاوہ ازیں  
 ایک مورخ اگر نری کتاب داسیر طاسلام کے صفحہ ۱۵۴ پر لکھا ہے خلیفہ عثمان  
 کی حیثیت ہرگز اس قابل نہ تھی کہ اؤ کو خلافت کے لئے منتخب کیا جاتا وہ کسی قابلیت  
 اور استعداد کے محض نہ تھے وہ خطبہ شہادت کی لکھا قیامت شرکتے تھے اؤ کو یہ بھی خبر  
 نہ تھی کہ خطبہ کفر شرع کیا جاتا ہوا و کچا حکم اؤ اس کا بیٹا مروان اس سلطنت کے  
 اصلی فرمانروا تھے عثمان کو خلیفہ کا لقب برائے نام دے دیا رکھا تھا صحیحہ عثمان کرتا ہے

حضرت عثمان نے حالات کو ایسے نفرت دلانے والے ہیں کہ اہل سنت کو بھی اذیت  
چندان دل آید ہی نہیں ہے مگر چونکہ یہ سلسلہ خلافت وہ بزرگ علیہ صلوٰۃ علیہ وسلم ہیں  
بطور سنی اذن سے محبت رکھتے ہیں تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت نے  
خواب دیکھا کہ اذن کے مہر پر بندہ کرتے اور چیلنے خلافت کو بدراہ کرتے ہیں۔ اس خواب کے  
متعلق مسلمانوں کے مختلف خیال ہیں شیعہ کہتے ہیں کہ بعد آنحضرت جو لوگ فرماندار ہوئے  
وہ بظہر تھے اہل سنت حضور حضرت خدیفہ۔ ابوذر غفاری و حضرت امیر علیہ السلام  
کو خبر دیکھتے تھے کہ بعد ہمارے ثنائین ملک اسلام کے مالک ہو جائینگے۔ حضرت اہل سنت  
فرماتے ہیں کہ جو بندہ حضرت کو دکھلائے گئے تھے وہ امیر اے بنی امیہ تھے قرآن میں  
اس کے متعلق یہ آیا آیا ہے وما جعلنا الریاء اللہی اذینک الا فتنۃ للناک  
والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ جو فخر ملعون  
قرآن میں ہے وہ بنی امیہ ہیں حضرت عثمان اسی مبارک قبیلہ کے سردار ہیں جو کہ ملعون  
کہا گیا ہے صواعقہ معرقہ مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر ایک دوسری کتاب سنی پتہ بطور  
ابن حجر کی مصنفہ طبع ہوئی ہے اوس میں لکھا ہے کہ آنحضرت کا فرمایا میرے مہر پر ایک  
شخص خیار بن بنی امیہ سے علوہ فرمایا ہو گا اس جاسکی مشاخصت یہ ہوگی کہ جو وقت وہ  
زیب وہ مہر ہو گا رعایت میں مبتلا ہو جائیگا تاریخ الخلفاء اور وضعۃ الاحباب بخاری  
میں بہ مقام مناقب زبیر بن العوام لکھا ہے کہ جو وقت عثمان صاحب مہر رسول ہو گئے  
اونکی ملک سے ایسا رطافت (دکھیر) جاری ہوا کہ امید زندگی قطع ہو گئی تھی۔ ایسا  
کہ طلباء و حیلہ و الیان عثمان سچہ جا میں گئے کہ اذن کے معزز و محترم خلیفہ ایک ملعون  
ورخت کی خراسم میں نامیوں تھے (بندہ) نتیجہ یہ ہوا کہ قرن اول کے مسلمانوں نے  
جن کا شمار صحابہ رسول یا طبقہ تابعین میں ہے اتفاق کر کے اذن کو قتل کر دیا اور اس  
حسن و فاشاکر ناباک کے انبار پر ڈال دیا۔ قاسم خوارزی جو کہ اہل سنت کے نزدیک  
صدر الافاضل و اعظم علماء ہیں داخل ہیں کتا د خرم السقط شرح دیوان ابی العطار  
کے صفحہ (۹۱) پر لکھتے ہیں کہ وہ قدی نے بیان کیا کہ عثمان مسندہ پھر میں باہ

اور سو برس کی عمر میں قتل ہوئے تھے۔ میں روز نکساہن کی بخش کوڑے پر بڑی رہی  
 (دعا ایک کہنے لگا کہ جو خوف فتنہ اور نئی قبر کا نشان شادو گیا حضرت عثمان شہیدین علیہ السلام  
 تھے عورت سے آپ کو نہایت دلچسپی تھی چنانچہ سیوطی نے حضایں کبرے طبع اول  
 صفحہ (۱۳۱) پر لکھا ہے کہ عثمان کا سبب ایمان عورت کی عشق بازی تھا جو ان کا  
 بیان ہے کہ ہم ایک روز خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہاں شہنا کہ محمد صلعم نے اپنی  
 بیٹی رقیہ کا عقد حبیبہ بن ابولہب سے کر دیا یہ سن کر حکو بڑا انوس ہوا کہ اسے میں پہلے  
 میں نے سلمان ہوا اگر ایسا ہوتا تو رقیہ کا عقد مجھے ہوتا اس نکاح کو دیکھ کر وہ انشد  
 کہد گا کہ حضرت عثمان خدا و رسول کو سچا باور کر کے ایمان نہ لائے تھے بلکہ عہد فتن کی محبت  
 نے ان کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے راعب کیا تھا۔ طاب علو کو ایک ایسی نکاح تھا  
 ہوں جو دیکھ کر انگشت بہ دندان ہو جائیں گئے تاریخ صغیر امام بخاری مطبوعہ مصر انوار محمدی  
 الم آباد کے صفحہ (۱۱) پر ہے کہ جو وقت رقیہ بنت آنحضرت سے انتقال کیا تو عثمان ایک  
 کینز سے ہم آغوش تھے گھر میں ایک بی بی مری ہوئی تھی مگر یہ ایسے شو قین طبع اور  
 حریف جماع تھے کہ اس وقت بھی جماعت سے نہ باز رہے۔ انس بن مالک کہتے ہیں  
 کہ جب رقیہ کو دفن کرنے لگے تو بوجہ محرم ہونے کے قبر میں اترنا عثمان کے لئے  
 ضروری تھا آنحضرت نے فرمایا کہ وہ شخص قبر میں جاسکتا ہے جس نے اس شب میں  
 بتقاہیت نہ کی ہو یہ شرط عثمان وہاں سے پیچھے ہٹ گئے ابو طلحہ نے کہا کہ یا حضرت  
 میری رات خالی گئی ہے آخر کار اسی نے خدات قبر کو انجام دیا جلد اول بخاری  
 شریف مطبوعہ مصر کے صفحہ (۱۶۸) پر بھی اس عنوان کی روایت موجود ہے امام  
 طاہری جو کہ اپنی سنت کے بڑے عامل کامل ہیں ادنون نے تعجب ظاہر کر کے  
 فرمایا ہے کہ عثمان سے ایسی ضعیف حرکت کا واقع ہونا اتنا کاحیرت انگیز ہے کہ جس  
 گھر میں بی بی کا جنازہ رکھا ہو اسی گھر میں عثمان کو ندی سے سرگرم ہوس دیکھا ہو  
 حضرت طلہاء بن ابی عمارت نہ کورہ بالا کو سمجھیں آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا تھا  
 کہ وہ شخص قبر میں جائے جس نے آج جماع نہ کیا ہو ظاہر مطلب یہ معلوم ہوتا ہے

کہ عہد خلافت پر ظاہر ہوا ہے کہ عثمان ایسے حریص جماع ہیں کہ گھر میں میت پڑی  
رہی مگر یہ اپنے کمرے سے باز نہ آئے۔

اس موقع تک بالخصوص حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کے حالات کچھ مختصر بیان کئے گئے  
اور سننا دیگر حضرات کا بھی جو کہ صحابی کہے جاتے ہیں ذکر فرمایا گیا۔ جو یہ طلباء و مصنف

صاحب اوراق بالا کا پورے طور پر ملاحظہ فرما چکے ہیں لہذا تنقیح اول کے مطالب  
پر نظر فرما کر یہ نتیجہ برآمد فرمائیں کہ حضرات خلفاء اوس صفت کے مسلمانوں میں داخل

ہو سکتے ہیں یا نہیں جبکہ نقشہ حنیث امام بخاری نے یہ بتلایا ہے کہ مسلمان وہ ہے  
کہ جس کے دست و زبان سے مسلمانوں کو کوئی حرنہ پہنچے۔ اگر حضرت عیسیٰ نے ایک کیسی

میں جو کہ علمائے شنی و شیعہ دیگر مذاہب کے اہل دانش سے آراستہ ہو گئی۔ بات  
ثابت کرادی کہ ابو بکر و عمر و عثمان و دیگر صحابہ زیشان کے افعال و کردار و زبان و

ماہیت سے اہل اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں کی جملہ حرکات مسلمانوں اور خصوصاً  
خاندان نبوت کے لئے فائدہ رساں تھیں اور حسب ترمذی مقرر کردہ امام بخاری وہ مسلمان

تھے اگر وہ شیعہ کو ان کے مسلمان تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا جب مصنف کیسی  
کیسی کر کے کامیابی حاصل کر لیں گے تو ان کو پانچزار روپیہ نقد عین جلیہ میں کسی رئیس

شیعہ سے دلایا جائے گا۔ طلبہ بوجہ کم سنی و نوخیزی چونکہ ایک نزع غریبی مزاج تھے  
عجب نہیں کہ مصنف صاحب کا دامن پکڑ کر کہیں کہ حضور ہمارے پیشوایان دین مسلمان ہوں

جب تک امام بخاری ثابت کر کے شیعہ سے پانچزار روپیہ لیکر کالج کے کسی کام میں صرف  
کئے ورنہ ہنگام حازت دیجئے کہ ان کو گونہ مسلمان سمجھ کر اوس کھڑکی تلاش کریں جہاں

ہے اسلام نکلا ہے۔ میں طلباء کی طمانیت خاطر کے لئے حق و ناحق کی جانچ کر اسطرح ایک  
معیار تیار کرتا ہوں اگر مصنف صاحب نے خلفاء کا اسلام

کرنے کی کئی قیام کر کے کی رائے کو پاس کیا اور کالیانی حاصل کر لیں تو سمجھ لیں  
کہ وہ مذہب جبریل پر مبنی ہے مگر میں بہ آواز بلند کہتا ہوں کہ اگر تمام عرب و ہندوستان

کے علماء و ذہیزت مصنف کے مدکار بچائیں گے تب بھی وہ میدان میں نہ آئیں گے



سچ سمجھ کر سوائے خاموشی کچھ نہ کہہ سکیں گے۔ طلباء جب مصنف صاحب کو فرمایا  
 اور متصل پائیں سنت کی کوئی پہچانی سوائے سے اسباب اوٹھا کر قلعہ شیعہ میں  
 چلے آئیں جو جو مصنف نے صفحہ ۲ پر دعوائے کیا ہے کہ قرآن ابتدائی کے مسلمان  
 بہترین منظر اسلام تھے اور ان کا اقتدار پیر دی ہر مسلمان کے لئے مزید ہے۔ لہذا  
 مناسب سمجھا گیا کہ اس وقت کے مسلمانوں کے کچھ اہم حالات طلباء کو دکھلا دیے  
 جائیں جنکو ذیقرت مصنف نے اسلام پہلی کا نمونہ بتلایا ہے اس زمانہ کے سربراہ اور  
 مسلمانوں میں حضرت فاروق بن ابی ولید علیہ السلام درجہ کے ذیوقار تسلیم کئے گئے ہیں حضرت  
 ابوبکر نے بوجہ کثرت فتوحات اور کھوسیف اللہ کا خطاب دیا تھا۔ اور ان کے والد  
 ناجد مغیرہ کے فرضی بیٹے تھے۔ قرآن میں اور ان کے دل عیب بیان کئے گئے  
 آخر میں خدا نے لفظ زینم (فرمایا ہے۔ یعنی سوائے نو عبید کے اور انہیں  
 زمانہ راہگی کی بھی صفت تھی۔ ایسے باپ کا بیٹا جقدر محبوب ہو وہ تہوار ہے یہ بزر  
 عجب خیرہ سچے مسلمانوں کا تھا کہ ان کا ان کا نزدیک ایسا تھا کہ جیسے تین  
 چاقو سے سامنے گا جا اور مولیٰ ہوتی ہے (کتاب ابی والاسلام) مؤلفہ ڈاکٹر  
 محمد عبدالحمیم خالص صاحب (ایم۔ اے) کے صفحہ (۳۳) سطر ۱۰ مطبوعہ سنیم  
 پریس پبلشر ہے۔

نخلہ سے واپس ہوتے ہوئے خالد نے بنی خذیمہ کے چند مسلمانوں کو غلطی سے دشمن  
 سمجھ کر مار ڈالا۔ اس واقعہ سے بنی صلم کو سخت رنج ہوا آپ نے دونوں ہاتھ آسمان  
 کی طرف بلند کر کے عرض کیا اے خداوند عالم! خذیمہ جو کیا میں ماوس کا ذمہ دار نہیں ہوں  
 بخاری شریف میں بھی یہ صوفی وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اللہم ارحم الراحمین  
 الیہک جہا صنع خالد ابن ولید یعنی خدا یا خالد کے فعل سے میں بری ہوں۔ اگر  
 بقول ڈاکٹر صاحب دیدہ و دانستہ نہیں بلکہ غلطی سے خالد صاحب نے چند مسلمانوں  
 سیف اللہ چلائی تھی تو آنحضرت کا آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے یہ عرض کرنا  
 کہ خدا یا میں فعل خالد کا ذمہ دار نہیں کیا معنی رکھتا ہے غلطی سے اگر کوئی گناہ

سرزد ہو جائے تو وہ قابل معافی ہوتا ہے نہ کہ لایق سزا نشی اگر بدانت اخذت  
 وہ فعل نیک بنتی سے خالد نے کیا ہوتا تو حضور دعا مغفرت کرتے۔ نہ کہ اوس کے  
 فعل سے اپنی برأت ظاہر فرماتے اہل سنت کو چونکہ خالد سے محبت از بس ہے۔ لہذا  
 ڈاکٹر صاحب نے لکھی یا کہ غلطی سے خالد نے مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا تھا۔ سبحان اللہ مسلمان  
 ایسے ہی ہوتے ہیں اگر امام بخاری کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا جائے تو نہ معلوم جب  
 کلیہ مقرر کردہ خود خالد صاحب کو مسلمان ہونے کا سارٹیفکیٹ عطا فرمائیں گے یا کہ  
 اون کے مذہب کی کوئی اور نوعیت قائم کریں گے۔ حضرت خالد ہمیشہ ایسی ہی  
 زیادتیاں کرتے تھے جیسا کہ ایک جنگ جو سرننگ آدمی کی عادت ہوتی ہے حضرت  
 عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں انکو پٹوا بھی دیا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب  
 مذکورہ بالا کے صفحہ (۵۶۶) پر حضرت عمر صاحب کی عدالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے  
 ہیں کہ حضرت عمر ایسے عادل تھے کہ خالد جیسے بیظربہا رو کو بھی ارکاب جہاد پر بلا  
 سزا دیئے نہیں جوڑا۔ چونکہ بد نسل آدمی سے سوائے بڑی باتوں کے کبھی کوئی نیک بات  
 سرزد نہیں ہوتی۔ لہذا خالد صاحب سے ہمیشہ ایسے ہی واقعات رویہ اظہار ہوئے۔  
 کبھی کسی ناحق قتل کیا کبھی کسی کی زوجہ پر تصرف ہو گئے۔ ایک گروہ اہل اسلام کو  
 جو کہ روزہ دار نماز گزار تھا۔ مگر ابو بکر کو خلیفہ ناجائز سمجھ کر زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا  
 تھا اوسکو نہ بدستی قتل کر کے اوسی شب اس مرد مومن کی زوجہ سے بچر زنا کیا۔ کہا  
 اوس عورت پر کیا قلعی گزرا ہوگا ایک طرف اوس کے شوہر اور دوسرے جانب صدمہ  
 عزیز عزیز مسلمانوں کی لغزشیں بیدقن پڑی ہوئی تھیں تمام بستی آگ سے خاکستر  
 ہو گئی تھی اور ایک سمت ایک وحشی آدمی اوس کے ساتھ بدکاری میں مشغول تھا۔ مالک  
 بن نویدہ کا قصہ مشہور عالم ہے۔ صدمہ کتا ہوں میں اس کا ذکر ہے۔ کثر العمال جمع الجوا  
 سیوطی و تبویب و تاریخ ابن خلکان وغیرہ چاند کتا ہوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر  
 عمر صاحب نے عرض کیا کہ خالد کو ٹسکا کر دینا چاہیے۔ کیونکہ اس نے مالک کو  
 قتل کر کے اوس کی زوجہ سے زنا کر کیا ہے عبارت یہ ہے فبلغ عمر قتلہ مالک

و فرمودہ اصرار تھا کہ اللہ تعالیٰ بکرا نہ دے گا۔ اسی کے بعد اس نے فرمایا کہ  
 کسی نہ کسی کتاب میں دیکھا کہ بعض خاصے مسلمان نماز گزاروں کا خون بعض زکوٰۃ دہنے  
 دینے سے گریجا جائے مالک کو ادا کرے زکوٰۃ سے انکار نہ تھا بلکہ یہ کہتا تھا کہ ہرگز  
 نے مخالفت ابوبکر کی اطلاع نہیں دی۔ علی المرتضیٰ کی وجہ کی میں ہم سیکر امام تسلیم  
 نہیں کرتے۔ ابن خرم نے کتاب میں اس ضمن میں کہ مفصل لکھا ہے نیز فرمادی ہے  
 تفسیر کبیر میں مالک بن نذیرہ کے واقعات بیان کر کے لکھا ہے کہ وہ ابوبکر کو مستجاب  
 الدعوات نہ مانتے تھے۔ یہ ابن وجہ زکوٰۃ دینے سے ادنیٰ انکار تھا۔ چونکہ اوس زمانہ  
 کے مسلمانوں کے سامنے علی المرتضیٰ کا نام نہ ابھر رہا تھا۔ اچھے بچے مسلمانوں کو  
 مرتد قرار دیکر قتل کر دیا۔ جیسے و اخورہ نسل ہوا کہ مقتولین خالد بن ولید تھے بلکہ اوس کی  
 بستیوں سے آواز آواز سنائی گئی اوس وقت اچانک کوٹ کر کے بیت المال سے  
 قتل شدہ جماعت کا خون ہوا لایا کتبہ منظرہ میں سب کچھ موجود تھی حضرت خالد بن ولید  
 کہا گیا کہ عمر صاحب خیال تھا دس برس روز کے بے سحر کر کے گھر میں بٹھا کر  
 کہنے ابوبکر کے زیر حمایت رکھ دینے کی گلیوں میں دھنڈا تے پھر کئے اوس وقت کے اشرافیہ  
 ہی مسلمان تھے جنکو مختلف اسلام اصلی کا منظر تھا ہے۔ خالد بالکل ایسی طبیعت کے  
 شخص تھے کہ جیسے کہ پٹ ہے کہہ کو زعفرانی سپاہی ہوتے ہیں شہو آگے پیچھے کی کچھ خبر  
 نہیں ہوتی۔ کتاب مستطاب ذوالفقار حیدر کہ جو کہ جناب مولانا فخر الشکلیں مولوی علی  
 انظر صاحب رئیس کچھ ضلع سارن کی تالیف سے ہے ظہار فرمائیں گے تو حضرت  
 خالد کی زیادتیوں کا حال ظاہر ہو جائے گا سخت تعجب ہے کہ اہل سنت ایسے شخص پر دلدادہ  
 ہیں کہ جن کا گناہ و گنہگار میں حامل حضایل رفیعہ و خبیثہ و مزید بآں حرامی بیان  
 کیا گیا ہے رسالہ نما میں بہ ذیل حالات عمر ولید کی بدنسبی کا پورے طور پر ذکر کیا گیا ہے  
 مسلمانوں کو حیا کرنی چاہئے کہ وہ کیسے بدشعبے ساتھ خدا وادب باطن رکھنے والے  
 ہیں اگر خالہ بنات خود دلچسپی میں تو مضائقہ نہیں مگر ایک سے القرآن سرائی  
 کے تحت جگہ فرماتے۔ خالد صاحب ہر سے اہل قرآن ہر وقت زواہش ہر سے

اس کے راجی صفت ذر ہے۔ اومیں اتنا مادہ بھی نہ تھا کہ مواظفہ سے ترویج و اتقا  
 اسلام کر سکتے۔ چنانچہ ذوقار صنف نے صفحہ (۵۲) پر لکھا ہے کہ جبہ ہینہنگ  
 یمن میں حضرت خالد بن ولید سے تبلیغ اسلام کی مگر کھڑا نہ ہوا۔ آنحضرت نے حضرت  
 علی کو اہل یمن کی ہدایت کیواسطے بھیجا۔ شیر خدا کی جبر سرگشت سیمینی لوگ استقبال کو آئے  
 آپ نے نماز جمعہ پڑھا کر آنحضرت کا فرمان اہل یمن کو سنایا اور قفقین اسلام کی اُسکا یہ اثر ہوا  
 کہ اوسے روز تمام قبیلہ ہمدان سلمان ہو گیا۔ ملک یمن میں تبلیغ کے اثر سے اشاعت اسلام  
 ہوئی الخ اسوقت میں بالافاض طلباء کا مضبوطی کے ساتھ دامن پکڑ کر کہتا ہوں کہ جس  
 شخص کی زبان میں یہ اثر تھا کہ ایک گھنٹہ میں صرف دغذ سے ملک کے ملک کو مطیع اسلام  
 بنا دیا وہ شخص اگر بعد بی شکمن سہرہ غلالت ہوتا تو صرف مواظفہ سے کتنے کفار کو  
 مطیع اسلام بناتا اسلام پر چرچہ و رتلوار پھیلنے کا خلفا نے ہر نادہتہ لگا دیا ہے۔ یہ ہرگز  
 نہ لگتا۔ دیکھو یہ ایسا اعجاز بیان اسپیکر تھا کہ جو کام خالد ابن ولید جبہ ہینہ میں نہ کر سکے  
 وہ اس ظہیر اللسان نے دو گھنٹہ میں کر کے دکھلادیا۔ حضرت عمر کو جب کوئی دینی دریاوی  
 مشکل پیش آتی تھی اوسکا اہل اسی سرشتہ میں ہوتا تھا وہ حضرت دوم نے بار بار فرمایا ہے  
 کہ اگر علی نہ جیتے تو میں ہاک ہوتا جو شخص کہ تیغ کمر سے تیغ زبان خیز رکھتا ہوا جنوس  
 کہ قرن اول کے مسلمانوں نے اسکو گھر میں محفل کر کے بٹھا دیا۔ نہ کبھی کسی فوجی خدمت پر مامور  
 کیا نہ ہمالک میں مواظفہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ہائے انوس سعد ابن وقاص و خالد ابن ولید  
 عساکر اسلام کی گمان امنری کرین اور عہد رسول کفاح و قتال۔ یہودیوں کے باغات میں  
 ہر دوری کر کے اپنا پیٹ پاسے حاصل کیا خالد ابن ولید انتہا کا ظالم و سفاک و شہوت پرست  
 و خدا نارس شخص تھا اس نے عہد ابوبکر میں ہزار باسلاخوں کو بھرم و خطا و توار کے گناہات  
 اوقارہ یا چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر جزیری جلد ۲ صفحہ (۱۲۳) پر ہے کہ ابوبکر نے بذریعہ  
 خالد قبیلہ بنی عامر و بنی ہمدان و بنی سہم کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ جس کی نظیر دنیا میں بہ  
 شکل بھی نہیں مل سکتی۔ قبائل ٹلا کے لوگوں کہ ابوبکر نے قتل ہی نہ کرایا تھا ملک او کو  
 شکر لایا یعنی مالکان کٹھائے اور بعض کو جلایا اور بعض کو چہرہوں سے کچلایا اور بعض کو

ہمارے چچا کے گرا دیا اور بعض کو کوئیں میں ڈلوایا۔ حضرت ابوبکر کے ان مظالم کا ذکر تاریخ  
 دینا بکری جلد ۱۲ اور فیاض النظرہ اور فتح الباری شرح بخاری وغیرہ میں بھی ہے اس کے  
 ہا لاتر حضرت ابوبکر کا ظلم دکھلاتا ہوں وہ یہ کہ خلیفہ صاحب نے قیامت تک لوگوں کی سزا کو  
 خراب کر کے اسلام میں ایک بڑا گروہ حراسین کا پیدا کر دیا۔ فتح المبین علیٰ روقہ مذہب المقلدین  
 مولفہ مولوی بدیع الزمان شاگر د مولوی صدیق حسن خان بھوپالی و مولوی سید نظیر حسین  
 محدث دہلوی کے صفحہ (۲۳۶) پر ہے کہ ابوبکر نے اپنے مخالفین خلافت کا قلع و قمع  
 کر کے اون کے اموال و غلام و جود و بیٹی و بہن و بہانچی وغیرہ پر قبضہ کیا اور شل ایلین  
 کفار صحابہ پر تقسیم کر دیا اور انہوں نے بلا مکاح و انتظار عدہ زیر تصرف کیا۔  
 وہ بیمار یا ناکر وہ گناہ صحابہ کے زیر شق رہیں۔ بعض نے بچے بھی جنے۔ جب حضرت عمر  
 نے اپنے زمانہ خلافت میں اون لوگوں کی خطا و معاف کی تو بعض عورات جو خالی گودھنیں  
 وہ واپس دی گئیں۔ اور بعض حاملہ اور صاحب اولاد بدستور صحابہ کے گروں کا چراغ  
 روشن کرتی رہیں۔ جن سے کثیر تعداد تابعین پیدا ہوئے جو کہ قطعی ولید الحرام تھے۔ ہاؤ  
 ابوبکر نے یہ اس پرانہ سالی و تجربہ کاری وہ ظلم مسلمانوں پر بھٹل عدم تبدل خلافت سے  
 کئے کہ جبکہ وہ بھکر چنگیز خاں ہلاکو د حجاج ابن یوسف ایسے مشہور ظالم بھی زمین نہامت  
 میں دھنس جائیں۔ ابوبکر کا ایک ظلم ہوتا تھا اس کا ذکر کیا جائے۔ فتح الباری شرح بخاری  
 میں ہے کہ ابوبکر نے د فجار اسلمی صحابی کو جو کہ جنگ برہنہ آنحضرت کے ساتھ ہوتا  
 مجمع عام میں آگ روشن کر کے جلوا دیا۔ جو ٹکا کہی کچی بات بھی کہہتا ہے۔ گو کہ حق  
 عمر کو حسب تصریح بخاری و مسلم حضرت امیر جو نہا و غیرہ جانتے تھے مگر کہی کہی وہ  
 سچ بھی بول ا د بھتے تھے۔ اون کا ایک اور ارشاد دکھلاتا ہوں جس کا پہلا حصہ  
 سچا ہے اور دوسرا نکرہ جو نہا۔ رسالہ ہدای میں حقیقہ نے پہلے ذکر کیا ہے اور ضرورت  
 ملاحظہ پھر کھتا ہوں کہ صحیح بخاری کی کتاب الامار میں باب رحیم البیہی سعد امام احمد  
 بن حنبل وغیرہ میں درج ہے کہ خلیفہ دوم نے فرمایا ایاہا الناس آگاہ ہو کہ بیعت  
 ابوبکر ناگہانی تھی خدا نے اوس کے شر سے لوگوں کو بچایا اگر بھر کوئی مثل ابوبکر

حصول خلافت میں دست انداز ہوا اسکو قتل کرنا چاہئے۔ حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ خلافت  
 ابوبکر ایک شرارہ جہاںسوز تھی بالکل صحیح و مطابق واقعہ ہے۔ اس کے شراریہ جہانگاہ  
 مجھے بچے ٹھگ کے ٹھگ تباہ کر دیئے۔ مگر خلیفہ صاحب کا یہ فرمانا کہ خلافت ابوبکر کی خلافت  
 کے شر سے مسلمانوں کو بچایا بالکل غلط ہے یہ اسی خلافت کی جنگاریاں تھیں جنہوں سے  
 حسب صراحت بالاسلام ان کے گھروں کو بے چراغ کر کے اونکی عورتوں کو جہراً بلائے زمانیں  
 سبھا کیا تھا اہل سنت حضرت فاروق اعظم کے بڑے مداح ہیں انکے انکو فاروق حق و  
 باطل اعتقاد کئے ہوئے ہیں اور انکا ارشاد وسطہ الامین تاریخ ابن خلکان وکنز العمال وغیرہ سے  
 یہ دکھلایا گیا ہے کہ عمر نے ابوبکر سے کہا کہ خالد بن مالک کو ناحق قتل کر کے اونکی بیوی کو  
 زندہ رکھا ہے اسکو سنگسار کرنا چاہئے۔ ممکن ہے کہ کتب محولہ بالا طلبہ کو باسانی نہ مل سکیں  
 لہذا وہ روشہ الاحباب جلد ۱ کے صفحہ (۲۳۳) کو ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ یہ عبارت  
 مثل سرمہ داخل نظر ہوگی (گویند برادر مالک متمم بن نویرہ رضی اللہ عنہ بہ مدینہ آمد و صورت  
 واقعہ بعرض رسانید و طلب جن برادر و التماس روٹو سہا یا سے فریض کر و عمر بن خطاب  
 متمم براہداد و اسکا ڈوبہ ابوبکر گفت کہ شمسیر خالد بر اہل اسلام کشید و ت اگر بیان این شخص  
 مطابق واقعہ باشد بقصاص باید سانید) ابوبکر نے عمر کی ایک بات نہ سنی۔ خالد کو ویسے  
 ہی سطلق انسان رکھا طلبہ و فرمائیں کہ متمم برادر مالک مقتول کی حمایت عمر نے حق و باطل  
 میں فرق کرنے کے اعتبار سے کی تھی یا کہ اوپر طرح پر نہ معلوم اہل سنت عمر کو قصاص کا راز  
 دینے میں برسر صواب جانتے ہیں یا کہ ابوبکر کو خالد کے آزاد چھوڑے رکھنے میں تاریخ  
 حمینس دیار بکری جلد ۲ صفحہ (۲۳۸) و استیعاب ابن عبد البر و دیات الاعیان  
 ابن خلکان و تاریخ کبیر طبری و مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی و طبقات ابن عساکر وکنز العمال  
 و صحیحین وغیرہ میں یہ قول عمر درج ہے کہ خلیفہ دوم نے خالد کے بڑا کہا کہ اسے شخص نے  
 ایک مرد مسلمان کو قتل کیا اور پھر اسی کی جہد کے ساتھ بغلی کی واعدت میں غلو سنگسار کر دیا  
 اگر طلبہ کو تمام کتابیں نہ ملیں تو تاریخ کبیر طبری کی پانچویں جلد میں تمام واقعہ کو دیکھ لیں  
 جانتا چاہئے کہ مالک بن نویرہ آنحضرت کے اصحاب میں داخل تھے جنہو صلوات اللہ علیہم

اس وقت رسول اللہ کے لئے مقرر فرمایا تھا کہ اس کے قبیلہ کے لوگ تھے خالد بن ولید  
 سے روایہ طلب کی تو انہوں نے یہ بحث پیش کی کہ ابوبکر غنی کا غلط نہیں ہے اس کو سزا  
 نہیں دینے کی بلکہ اس کی وجہ ساقی لیلیٰ بنت سنان نہایت جمیلہ و حسینہ تھی خالد نے  
 اون پر احکام امتداد جاری کر سب کو قتل کر دیا۔ مسلمان بیٹوں کے بدن آگن میں ڈلوادے  
 اور ان کے سروں کے چولے بٹا کر اون پر کھانا پکوا دیا اور لیلیٰ فلک مدی کو جبر اپنی  
 چار پائی پر لے لیا۔ جب دربار خلافت میں اون کے مرتد و مسلم ہونے کی بحث پیش ہوئی  
 تو ابو قتادہ انصاری اور عبداللہ بن عمر نے مشاہوت دی کہ اون کی بستیوں سے آواز  
 آذان سنائی گئی۔ اے انوس ابوبکر صاحب کے کیسی خوش گھڑی میں منہ پر قدم رکھا تھا  
 سب پہلے اسی قضیہ میں نبی کے گھر پر آتش ازوقہ ہوئی پھر اس کے شعلہ ایسے  
 بلند ہوئے کہ ناز گلزار و پرہیزگار مسلمانوں کے نہار باجہ و پیر سے پہنچ گئے یہ واقع  
 میں حضرت عمر کا یہ کہنا کہ خلافت ابوبکر ناگہانی طور پر دفعتاً بلا عذر و فکر کے قائم ہو گئی  
 تھی بہا بن وجہ ایک عالم کو جلا دینے والی تھی نہایت سچا اور قابل قدر ہے جلد  
 میں جو کام ہو رہا ہے وہ شیطانی کہا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے آگے جیسے چلک بالکل نہیں دیکھا  
 جس نے اون کی خلافت کو بے بنیاد بتلایا اسی کے سر پر باجی ظالم شکر گران بھیجا۔ علامہ  
 شہرستانی نے کیا ہی حسی ملی ہوئی بات لکھی ہے کہ جیسی تلوار قضیہ خلافت میں علی کی سی  
 اور اسلامی معاملہ میں خونریزی نہیں ہوئی ڈبچی نذیر احمد صاحب لہوی کا قول کثرت فیض علی  
 سے اول قتل کر چکا ہوں کہ ابوبکر کا تخت خلافت پر قدم رکھنا اس سے اس سے مرے  
 ایک اسلام کا خاتمہ کر گیا اس نبرد نے بوڑھے میں مرث و برس کی حکومت کے لئے وہ مختار  
 نساد بویا جس کے خار و لدہ و خول نے دامن اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے حضرت  
 ابوبکر کے زمانہ میں فتوحات بہت کم ہوئیں۔ کفار سے اٹلنے کا انکو موقع مرث ایک و  
 جبکہ ملازم مسلمانوں سے جو کہ اون کی خلافت کے منکر تھے اور جن کا علم مرث رکھا گیا تھا بھیر کر  
 مرثے کٹتے رہے ایک جنگ یمامہ میں صرف ساٹھ سو عافہ قرآن مارے گئے اور عینہ  
 جانظور کا کوئی شمار نہیں ملے ہذا دوسری طرف کے منکرین خلافت بھی بہ کثرت تہتہ ہوئے

اور حضرت عمرؓ نے لکھا کہ یہاں ابوبکرؓ کو اس کے لئے درجہ جبرجنگ کہاں سے  
حافظ صاحبان ہمارے لئے اگر وہ ایک ہزار روپے تو قرآن و احادیث میں  
سے بالکل اونچے جائیں گے اور اوقات کتب میں بیچ میں۔ جو وقت کہ قبائل عرب ابوبکر  
کو خلیفہ رسول تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا لازم تھا کہ ان کے سامنے یہ ثبوت خلافت خود لای  
جائے یا نبیؐ نہیں کرتے کہ جن کو سنکر وہ مجبوراً اپنی خلافت کو مان لیتے مگر ان کے پاس جو  
شیخ خالد اور کوئی دلیل ہی نہ تھی۔ تاریخ کامل ابن اثیر علیہ السلام (۱۲۸۰ء و ۱۳۵۰ء) میں  
کہا کہ اس پر آشوب حالت میں مسلمانوں کے چار ٹکڑے ہو گئے ایک وہ جو کہ خلافت ابوبکر کا فقط  
مخالفت تھا اور جن سے بازار حرب کی گرا گئی تھی۔ دوم وہ جو کہ صلح و صفائی کو پسند فرماتے  
تھے اور کا قول یہ تھا کہ ان مخالفین سے جنگ نہ کرو کیونکہ یہ اہل قبلہ ہیں ایسے لوگوں سے جنگ  
کرنے کو آنحضرتؐ فصیح فرمایا ہے (حقیر عرض کرتا ہے کہ شکوہ شریف میں اس مضمون  
کی حدیث وارد ہوئی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو ہماری طرح نماز پڑھے اور قیام کی بات سمجھے  
اور ہمارا مذہب کھائے وہ مسلمان ہوگا اور رسول کی ذمہ داری میں ہے) جس میں میں نے حضرت  
سے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہوگی ابوبکرؓ وہاں نہ ہوں گے۔ اس گروہ دوم کے معین و مددگار  
دوسرے اسے حضرت فاروق اعظمؓ و ابوعبیدہ جراحؓ و عثمان غنیؓ و سعد ابن وقاصؓ وغیرہ تھے  
قیصر اگر وہ یہ کہتا تھا کہ مخالفین و دشمنین خلافت سے جنگ نہ کیا جائے۔ مگر اسی میں تباہ کیا  
اور یہ صورتوں کو کوئی غلام بنا کر بے آبرو کیا جائے۔ چوتھا گروہ کہتا تھا کہ مخالفین کی جبر  
لاؤ گا اور کھینک دوں گا کہ وہی کو امن کے ساتھ محل میں لایا جائے۔ ابوبکرؓ اس وقت گروہ  
کے چہم ہی تھے۔ خالد اولؓ تو طباطبائی القاب تھے دوم ابوبکرؓ نے ان کو اپنی خلافت کا  
پورا مددگار سمجھ کر اور بھی تیز کر دیا تھا خالد صاحب نے ہر طرح کی کوشش کر کے آخر میں خلافت  
کا دیکر بجا ہی دیا۔ در واقع سلطنت اسی ہی پاری چہرہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں کسی کے  
مرتبہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اسد الغابہ جلد اول صفحہ (۲۴۷) پر حضرت معاویہؓ کے حالات  
خلافت میں لکھا ہے کہ ان کے حکم سے بشر ابن ہارطہ اصحابی نے قبیلہ ہمدانی پر حملہ کر  
دیا۔ اس کا ایک نمونہ تھا مانت کی اور بعد فتح بابلی مفتوحین کے جو روہینی ہیں وغیرہ پر قبضہ



کیا لشکر کی لوگوں نے اون پر ناجائز تصرف کیا عداوت نے عالم کو ہر پر ہا پہنچے جن کا شمار  
 طبقہ تاج تابعین میں ہوا بطرح کہ مالک بن ابی بکرہ کو خلافت ابوبکر سے انکار تھا یہی کیفیت  
 اہل عبدان کی تھی۔ چونکہ حسب صراحت بالادہ لوگ حضرت امیر علیہ السلام کے مواعظ حسد سے  
 سطح اسلام ہوئے تھے۔ یہ ایں وجہ معاویہ کو خلیفہ حق نہ سمجھتے تھے بسرا بن اوطاۃ مذکور  
 نے یہ ظلم کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کے عبدالرحمن وغیرہ اور بچوں کو اونکی والدہ عائشہ  
 بنت عبداللہ ان کے سامنے ذبح کر ڈالا وہ بی بی اس صدمہ میں اسی دیوانی ہوئی کہ رؤف  
 بازاروں میں بھڑکتی تھی تا انکہ مرگئی۔ حضرت امیر و عائشہ و معاویہ کے باہم بھی اسے  
 خلافت پر تلوار چلی۔ مگر فرق اتنا رہا کہ حضرت علی نے اپنے دشمنوں پر قابو کر لوں کے ساتھ  
 کوئی زیادتی نہ کی نہ کسی کا گھر جلایا نہ مقولین کے اجسام کی اہانت کی نہ عورتوں اور بچوں کو کسی  
 لشکر کی دست ظلم دراز کر سکا۔ چنانچہ خوارج معترض ہوئے کہ آپ نے لشکر کو لوٹ مار کرنے  
 سے روک دیا۔ حضرت نے جواب دیا کہ اگر میں عورتوں کو قید کر کے اپنے عسکر پر بستم کرتا و عائشہ  
 صاحبہ کو لون صاحب اپنے حق میں لیکر اون پر احکام جاری ناؤں فرماتے چنانچہ آپ نے بعد  
 غلبہ بہ احترام ام المومنین کو مدینہ بھیجوا دیا۔ خالص اپنے قاتل کے ساتھ جو معاملہ کیا  
 وہ کسی پر پوشیدہ نہیں اقل شریعت کا پیالہ او سکھ پلایا زان بعد ہو دیا۔ اکثر کتب اہل سنت  
 اور خصوص روضہ حمیدیہ کے صفحہ (۱۴۴) پر اسکا ذکر ہے۔ طالب علم انصاف فرمائیں کہ  
 خلیفہ ابوبکر اور ان کے تابعین کے احکام درباب مخالفین ایسے سخت و شدید ہیں کہ کوئی جہنم  
 شخص اسکو پسند نہیں کر سکتا اور حضرت امیر نے اہل بغاوت سے جو عمل کیا وہ ایسا ہے  
 کہ ہر تہذیب پسند اس کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتا ہے تاریخ کامل جلد ۳ کے صفحہ (۱۰۲)  
 پر ہے کہ حضرت امیر درباب اہل بغاوت پر پیش پر اپنے لشکریوں کو یہ حکم سناتے تھے  
 کہ جو شخص میدان جنگ سے بہار جائے اس کا تاقب نہ کرو تیری سے تبرع نہ ہو کسی کی  
 پرہیز دہی نہ کرو عداوت کی طیف آنکھ دوٹکا کر نہ دیکھو کسی نکال نہ لو۔ روضہ حمیدیہ کے صفحہ  
 (۲۵) پر ہے کہ مسلمانوں نے باغیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں حضرت امیر کا سیدہ و انصاف  
 کیا ہے۔ بقول صاحب روضہ سلمان سیرۃ مرتضوی کو قابل تقلید نہیں اور حضرت صاحب

ہدایت فرامیں کہ سیرۃ صدیق پر عمل کرنا ضروری ہو چکا امید نہیں کہ دنیا کا کوئی بڑا لکھنا اپنے مخالف  
 پر غلبہ پا کر وہ عمل کرے جو کہ ابوبکر نے مسلمانان منکرین خلافت کے ساتھ کیا تھا۔ جب کہ  
 سیرۃ بکر یہ کا ایک جزو قابل عمل نہ رہا تو ان مضامین سیرۃ مطہرہ کے اسے مسلمانوں کو سنا  
 اس کے چارہ نہیں کہ اس بزرگ کی تمام سیرۃ پر عمل کریں جس پر صریح رد فہ مذکورہ  
 بالا اور باب اہل بغاوت مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے (وہ کون علی) حضرت خالد بن ولید  
 نے جو نامہ مذکور کات حکم ابوبکر مسلمانوں کے ساتھ کیا اور انکا ذکر کیا گیا لیکن دل چاہتا ہی  
 کہ طالب علم کو اور ایک درد انگیز کہانی سنا دوں تا بیخ جنس جلد اس کے صفحہ ۲۳۰ پر لکھا ہے  
 (خالد نے جب قوم ظہر پر دھاوا کیا اور انکو قتل کر کے کچھ مرد اور جوڑ تو ٹھوکتے کر لیا تو خدا کر  
 اہل لشکر سے کہا کہ جو شخص کہا نا چکائے یا بانی گرم کرے اذہم ہے کہ مقتولین کا سر کاٹ کر چوبہا  
 بنائے۔ پھر دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ غنیمتیں یعنی گدے کھو دے جائیں اور اس میں آگ دھا کر  
 قیدیوں کو دھکیل دیا جائے۔ یہ تمیل حکم سب کو گڈے میں پھونک دیا یا ان میں غامیہ بن سید  
 صحابی بھی تھے جن کو آنحضرت نے فراموشی تصدیقات کے لئے مامور کیا تھا بعض اہل لشکر  
 اس حکم کی تعمیل سے کچھ ہچکچائے اپنے فوراً جیسے حکمانہ نکال کر دکھلایا جو کہ ابوبکر نے انکو  
 لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اے خدائی تلوار جب تو منظر ہو تو صرف قتل ہی پر اکتفا نہ کرنا  
 بلکہ زندہ گوشت کو آگ میں بھی جلوا دینا یہ فرمان واجب الادا غان سنکر سبہوں نے گردن بھی  
 کر کے گڈے کھو دے کے لئے کدال اور پہاڑ سے اٹھائے سب کو پکڑ کر طبعی ہوئی  
 آگ میں دھکا دیدیا کہ بلا میں جیزی دیوں نے خاندان نبوت سے کیا یہ اسی سنت کی پیروی  
 تھی جو کہ ابوبکر خالفین خلافت کے ساتھ قائم فرما گئے تھے وعلیہ رسول کا طرز عمل پس  
 طلبہ کو دکھلایا ایک کی نسبت تو حسب توضیح بالا یہ بات ثابت ہوئی کہ ادنیوں نے جو منکرین  
 خلافت کے ساتھ عملدرآمد کیا وہ صحیح اور قابل تقلید ہے (علی) دوسرا شخص کس شریعت  
 پایا بند تھا جس نے ایسے احکام جاری کئے جنکو دیکھ کر ایک سچے مسلمان کو حیرت ہوتی ہے  
 اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر نے بچپن سے آنحضرت کے سایہ دولت میں پرورش  
 کی جملہ آداب شریعت آنحضرت سے سیکھے جو تعلیم آپ کو ملی امیر عمل کیا اور حضرت

ابو بکر نے چالیس برس تک کافروں کی صحبت اور بھائی مٹھی جیسا اونٹوں کرتے دیکھا ویسا ہی  
 کیا اونٹوں کا عمل تعلیم دیدہ پر تھا جو کہ کافروں کے وطنہ میں داخل ہے۔ شیخ عبدالغفور بخاری  
 (بی۔ اے) پہلے سنی تھے پھر آریہ مذہب اختیار کر کے دہریال نام لے کر کیا ہر دور  
 میں بود و باش اختیار کی ایک سالہ کالاجس کا نام اندر ہے ذہیر مسلمانہ کے مضمون  
 میں جو کہ صفحہ ۲۷ پر ہے آپ لکھتے ہیں کہ دیدہ کلام خدا نہیں اپنے دعو کو سوای دیا نہ  
 اور ترجمہ ہجرویت سے بل لایں ثابت کیا ہے جو دیکھ کر ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ دیدہ خدا  
 کلام ہے نہ الہامی بلکہ لوگوں کے گیت میں جھکواٹلوں کہا گیا ہے انہیں کا ایک گیت انگڑ  
 میں ملتا کہ سنا تاجروں۔ دہریال صاحب نے ایک سے دس ا طریقہ سے ثابت کیا ہے کہ دیدہ  
 راجہ گونگو یہ ترانہ سنا تا ہے (اے راجہ پرش دہرم کے مخالف لوگوں کو آگ میں جلا دے گا)  
 کے گانوں اور اودو شیر کے منہ میں ڈال دیا پانی میں ڈبو دو) حضرت ابو بکر نے اپنے  
 زمانہ انفر میں جو گھر کی کتابوں میں دیکھا اوپر عمل کیا انہوں نے عرب میں بود و رختان ہونے  
 کے شیر اور دیرا نہیں ہیں۔ ورنہ خالد کو ضرور ہدایت کی جاتی کہ میری خلافت کے شکنجہ  
 کو شیر کے سامنے ڈال دیا جیتے ہوئے پانی میں ڈبو دو۔

جھگو ہرگز یقین نہیں ہو سکتا کہ عالی دماغ طالب علم ایسے شخص کی سیرۂ پر عمل کرنا پسند کریں  
 جو کہ احکام نبوی سے پشت پھر کر دید کا پابند تھا۔ حقیر نے اوپر کے اوراق میں دکھلایا ہے  
 کہ صحابہ نے قرآن سے روگردانی کر کے زوریت سے زیادہ دلچسپی کر لی تھی اور حضرت عمر  
 عثمان تو بالکل اہم سابقہ کی کتابیں ولداہ تھے۔ چونکہ جناب مصنف نے ابتدائی کتابیں  
 تحریر فرمائی ہیں کہ حضرت ابو بکر کی برگزیدہ زندگی دین و دنیا کے لئے عمدہ رہبر تھی۔ مگر  
 انہوں نے کہا ان کے حالات و واقعات بہت کم اہل دین کی نظر کے سامنے لائے گئے  
 ہیں۔ ذیقرت مصنف کو میرا شک یہ ادا کرنا چاہیے کہ اول کے محبوب خلیفہ کے حالات میں  
 اب دو جلدیں مرتب ہو گئیں ایک سیرۃ الصديق مولفہ جناب مصنف و دیگر حقیقۃ الصديق  
 مرتبہ حقیر جو حضرات ملا خط فرمائیں گے اوکو دین و دنیا کے برگزیدہ زندگی کے حالات  
 معلوم ہو جائیں گے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ مصنف کو اس صلہ میں کہ اوہوں نے حضرت

الہی کی بگزیدہ زندگی کے حالات سے پیچ کر کوٹھڑا کر لیا اور حضرت ابو بکر  
 و عمر و عثمان و خالد و معاویہ کا دامن دولت آفتاب محشر سے سر چمکنے کے لئے نکالا  
 ساتھ الیہ رب عنایت ہوا اور مجید ناجید کو ان چند اوراق کے زیر قلم لاسٹ سے جناب فخر  
 پاکی دروازہ امام چہارہ معصوم علیہم الصلوٰۃ والسلام و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ  
 علیہم اجمعین کا بارگاہ حضرت حجت سے عطا ہو۔ حضرت مصنف نے لکھا ہے اہل  
 تصنیف کو چاہئے قرون اولے کے بزرگوں کے واقعات کثرت سے شایع کئے جائیں  
 تاکہ مسلمان اونکو پڑھیں اور سبق حاصل کریں۔ یہ کیر نکو اس دور کے مسلمان فاضل اسلامی  
 تعلیم کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ نظر برائے تعمیل ارشاد مصنف اس ناز کے چند بزرگوں اہل اسلام  
 کے کچھ مختصر حالات تحیف نے لکھ دیئے ہیں اور چند بزرگان مذہب شریفہ کے واقعات  
 اور قلمے دیتا ہے۔ معاویہ و یحییٰ و عمر ابن العاص و ولید و غیر انکی حقیقت زندگی  
 میں مصنف تصدیق ادا تھا میں جب ہم دونوں ملکر کربانہ زمین کے اہل سنت کے  
 بزرگان دین کی بگزیدہ زندگی کا نقشہ پیش نظر ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ ایسی  
 مشہور عالم ہیں کہ جن کے نام سے ہر شی مسلمان بخوبی واقفیت رکھتا ہے مردوں میں ابو  
 ہریرہ اور عورتوں میں حضرت عائشہ اگر اپنی یادداشت سے کام نہ لیتے تو کتب صحاح  
 میں بڑا نقص رہ جاتا۔ دونوں کو ائمہ البخاری و مسلم و دیگر صحاح اگر کہا جائے تو ہرگز  
 بیجا نہوگا۔ استیعاب عبدالبر کے صفحہ (۲۴۱) پر لکھا ہے کہ ابو ہریرہ اوس شخص سے  
 بہت محبت رکھتے تھے جو انکا پیش بھر دیتا تھا سیرۃ علیہ میں علی بن برہان الدین چلشیانی  
 لکھتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین و معاویہ میں جنگ ہوئی تو ابو ہریرہ نماز حضرت  
 علی کے ساتھ پڑھتے تھے اور کھانا معاویہ کے دسترخوان پر رکھا یا کرتے تھے اور لڑائی کا تاثر  
 ایک نیلہ پریشیکر دیکھا کرتے تھے۔ کتاب عقد الفرید بمعجم الادباء و معجم بلدان میں لکھا ہے  
 کہ ابو ہریرہ نے جبکہ وہ امیر بحرین ہوئے۔ بیت المال کا غلبہ کیا حضرت عمرؓ نے اونکو  
 چور کا خطاب دیا زمانہ معاویہ میں اونکو حدیف سازی کی خدمت عطا ہوئی مگر دیکھو شرح  
 بیحی البلاغہ و رسالہ افراہن عباس مولفہ مولوی عبدالحی لکھنوی۔ حضرت عمرؓ نے نیٹے ترا

واصل کی احادیث سے اس کو ابو ہریرہ سے کہا کہ تم اکثر اہل بدعتی چھوڑ دو اور فقہ  
 مدین کے بہادر زمین کو مسجد بنا جائے گا۔ شاہ ولی اللہ انالہ افکار میں لکھتے ہیں کہ  
 ابو ہریرہ مدینہ میں مسلمان ہوئے آنحضرتؐ اور ابو ہریرہ کا ساتھ صرف تین برس  
 رہا ہے۔ اس مدت قلیل میں اون سے پنچھزار احادیث نقل ہوئی ہیں اور بعض کا بیان ہے  
 کہ پنچھزار آدمی نے اون سے احادیث کو نقل کیا ہے اتنی حدیثیں نہ یحییٰ سے لی گئی ہیں  
 نہ جناب امیر سے حضرت عمرؓ نے جو ابو ہریرہ کو ڈانٹ بتلائی تھی کہ احادیث نقل نہ کیا کرو  
 ورنہ جلا وطن کر دیے جاؤ گے اس مخالفت پر اتنی کثیر التعداد احادیث کا نقل ہونا اون سے  
 بیان کیا گیا ہے اگر عمرؓ مخالفت نہ فرماتے تو یقیناً پانچ لاکھ احادیث ان کے دفتر یادداشت  
 بنام ہو جیں۔ علامہ ابن کثیر شافعی بسند صالح بن ابی الاضرہ لکھتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ کا یہ کہتے  
 تھے کہ ہم زمانہ عمرؓ میں اس بات پر قادر نہ تھے عجمیہ کہہ سکتے کہ آنحضرتؐ نے ایسا فرمایا ہے و اتم  
 عمر کا اور اوراق صدیقؓ میں جہاں ذکر کیا گیا ہے وہاں ابو ہریرہؓ کا بیان ہوا لکھ دیا گیا ہے نتیجہ  
 یہ ہوا کہ عمر صاحبؓ کے زمانہ میں یہ ستراجِ ہادیان اہل سنت زبان کھولنے سے روک دیئے گئے  
 تھے مصنف دیکھیں کہ ابو ہریرہؓ حدیث ساؤ کس قرن کے لوگوں میں شامل تھے ان کا شمار  
 خدا نخواستہ اوس زمانہ کے حضرات میں تو نہ تھا جن کو بہترین مذہب منظر اسلام کا  
 نمونہ مصنف نے بتلایا ہے۔ نیز ان الاعمال کے صفحہ (۱۷۳) پر لکھا ہے کہ علامہ معجم میری  
 ابو ہریرہؓ کو کاذب جانتے تھے کتاب اعلام الاخبار کند ہی میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا  
 کہ اگر میرا قول مخالف اصحابؓ کہیں دیکھا جائے تو اوس کو ترک کر کے اصحاب کے ارشاد  
 پر عمل کیا جائے۔ مگر تین حضرات کے مقابلہ میں مجھ کو ترجیح دو ایک ابو ہریرہؓ دوم انس  
 بن مالک سوم سمرہ بن جندب جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ابو ہریرہؓ صاحب کو نقل احادیث  
 کرنے سے روکا تھا یہی واقعہ حضرت عائشہؓ صاحبہ سے پیش آیا۔ احادیث سازی  
 میں چونکہ منقطع بھی سوائے ابو ہریرہؓ اناثانی نہ رکھتی تھیں۔ بعض نبی اقسام کا احادیث  
 جو محدومہ کے گوشِ زوہ میں اون کو ناگوار گزارا کہ یہ عرب صحرائی ہم سے سخن سازی میں  
 بڑا جاہل ہے۔ مستدرک حاکم کی جلد دوم صفحہ (۲۱۱) پر باب المناقب میں ہے

کہ امام المؤمنین نے ابیہریرہ صاحب کو بلا کر کہا کہ یہاں کیسی احادیث میں جو آپ کے  
 کو سنائے ہیں اگر انکا کچھ وجود ہوتا تو کیا ہم نہ سنتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے ابا  
 ہریران آپ کو کتنی ہی سترہ دانی اور بناؤ سنگھار سے کب فرصت ہوتی تھی جو احادیث نبوی  
 پر مطلع ہوتیں میرے لئے کوئی چیز مانے نہ تھی ہر وقت حاضر و بار بار ہر حضرت کے کلام بلا  
 نظام سے شرف اندوز ہوتا رہتا تھا۔ یقین کیا جاتا ہے کہ جناب مصنف اب فرور سمجھ چکے  
 کہ جس بلائے گوناگوں میں مسلمان اب مبتلا ہیں اس سے زیادہ ابتلا لوگوں کو پہلے تھا۔  
 مسلمانانِ قرنِ اول کو جو روشن نگاہ مصنف کے اسلامِ اصلی کا منظر بتلایا ہے یہ بالکل غلط  
 واقعہ ہے ایک جید محدث ابیہریرہ کے حالات مختصر احوالِ علم کئے گئے۔ اگر دیگر صحابہ کے  
 فرداً فرداً واقعات لکھے جائیں تو دفتر چھ جائے۔ مگر بہ نظر سنگین طلباء و مصنف و دیگر  
 ناظرین کچھ اور حالات عرض کرنا ہوں بخاری شریف میں وارد ہر سہے {سیبے کہا کہ میں  
 ایک مرتبہ تبرا بن عازب صحابی جلیل القدر سے ملا اور عرض کیا کہ خوش نصیب آپ کے کہ  
 آنحضرت کی صحبت سے فیض اٹھایا اور زیرِ رحمت آنحضرت کے ہاتھ پر بیعت کی تبار و موصوف  
 نے یہ سنکر بعد ورجو ابد کیا کہ بھائی تم آگاہ نہیں ہو کہ بعد نبی ہم نے دین میں کیا احادیث  
 کیا۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کی صحبت اور بیعت رضواں نے ہر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا  
 کیونکہ ہم لوگوں نے اپنی نفسی سے دین خدا کو متغیر کر دیا۔ طلباء کو یاد دلانا ہوں غلط  
 امام مالک سے صدرِ مالہ میں لکھا گیا ہے کہ آنحضرت نے جبکہ شہداء کے احد کے ایمان  
 مرنے پر گواہی دی ..... تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ حضور ہم  
 بھی تو ایسے مسلمان ہیں جیسے کہ یہ منجورین تھے۔ آپ ہمارے ایمان دار ہونے کی بھی شہادت  
 ادا کر سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مہاں ابوبکر میں آپ کے ایمان کا کوئی شک نہ ہو  
 ہوں۔ بلکہ کیا معلوم ہے کہ آپ دینِ خدا میں اپنی رائے کو دخل دیکر کیا کیا ایجاد کر گئے  
 یہ سنکر ابوبکر روئے اور کہا کہ ہائے ہم ایسا بڑا طریقہ جاری کر رہے ہوں گے۔ کمال  
 تعجب یہ کہ تو ان ابتدائی کے مسلمان محدث بدعات ہو چکا اپنی زبان سے اقرار کریں  
 صلی اللہ علیہ وسلم انوں کے منہ پر کہیں کہ میں تمہارے ایمان مرنے کی تصدیق نہیں

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو یہ بات فرمائی کہ ان لوگوں کی رسول پر قدم رکھنا چاہئے  
 کیونکہ وہ اسلام اصل کی جہم تصور کرتے حضرت حضرت برادر کرم اور مضاہیں مصر  
 الا یہی نظر ڈالیں جن کو میں نے احادیث جو میں کے پیش سے بیان کیا ہے اور جن کا خلاصہ  
 یہ ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ہر دو قیامت میں سے ایک صاحب کفر شے پکڑ کر لائیں گے  
 اور کہیں گے کہ بعد اکیس یہ لوگ یا حق سے تجاوز کر گئے انکو جہنم میں ڈال دینے کا حکم ہوا  
 ہے۔ میں کہوں گا کہ جب تک میں انہیں رہا رکھتا ہوں کہ تا زمانہ بعد میرے جو خوابیاں انھوں نے  
 دیں ہیں ڈالیں اسکی مزید یہی ہے کہ انکو جلتی آگ میں جھونک دیا جائے مسلم و بخاری ہر  
 کتب میں احادیث جو میں وارد ہوئی ہیں امام النوادی نے جو مسلم شریف کی شرح لکھی ہے  
 جلد ۳ میں صفحہ (۲۴۹) و صفحہ (۲۵۰) کے دیکھنے سے سارا حال ظاہر ہو جائے گا۔  
 احادیث جو میں جو مسلم و بخاری میں وارد ہوئی ہیں لہذا ہر جہہ غایت قابل اعتماد ہیں  
 مزید برآں کتاب مفہم شیعہ مسلم میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض نے فرمایا کہ احادیث جو میں  
 جنہیں اصحاب کی گرفتاری اور جہنم میں ڈالنے کا ذکر ہے تراویح میں اور بیابان الانام  
 فرض ہے اور انکی تصدیق ضروری ہے کیونکہ طبقہ صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے اور  
 کہیں اصداش کی نوال کا پورا نشان دیکھا ہوں جنہیں اول درجہ راویوں میں جن کے با بیان  
 کرنے پر آنحضرت نے ادا سے شہادت سے مضایقہ فرمایا لیکن ایک اور مرتبہ انھوں  
 اٹھلا تاہوں البکہ جوہری نے کتاب التبیغ میں ایک لؤلؤی مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے  
 کہ حضرت عائشہ و حفصہ نے عثمان برتر یعنی کی کہ تو نے احکام خدا کو چھوڑ دیا اور عہد خداوندی  
 کے خلاف رفتار اختیار کی عثمان نے کہا کہ یہ دونوں جھٹتیاں ہیں انکو دشنام دینا جائز ہے  
 اسے حد و قاص نے کہا کہ یہ ازواج نبی ہیں انکی شان میں کم و بیش کرنا داخل سوادہی ہے  
 یہ سنکر عثمان نے سعد بن صوف کو جو کہ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں گالیاں دیں اور چاک  
 لیکو مارنے کے لئے اٹھے الی آخر یہ لوہی بلکہ شرح کج البلاغہ میں بھی ابن ابی الحدید نے  
 اسکا ذکر کیا ہے۔ کتب اہل سنت میں چند احادیث وارد ہوئی ہیں مثلاً علیکم تسبیحہ

دست خطاء الراشدین و من سب اصحابی خلیفۃ اللہ علیہ السلام و انما سب  
 اصحابین و غیرہ وارد ہوئی ہیں جن کا حاصل مطلب یہ ہے کہ میری سنت خلفاء راشدین  
 کی سنت پر چلنا مفاد آخرت کا نتیجہ پیدا کرنا لہذا ہے۔ نیز جس نے میرے اصحاب کو گالی دی  
 اس پر خدا و ملائکہ و تمام آدمیوں کی لعنت وارد ہوگی۔ طلباء و مصنف کو تا بھیج الخلفاء سے اٹل  
 رکھنا چاہوں کہ لی کان ابو بکر ستا یا یعنی ابو بکر انتہائی دشنام پا رہے ہیں جلیل و ابو بکر  
 میں کچھ گفتگو تھی۔ ابو بکر نبی گالی گلوچ کرنے والے تھے۔ انہوں نے کچھ پاس نہ کیا  
 کہ عقیل آنحضرت کے رشتہ دار تھی ہیں اور برابر گالیاں دیا کرتے۔ اس کی شکایت عفر  
 کے پاس گئی۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے لی قال قال رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم انکم لایکون لعائنکم یعنی صدیق اکبر کا لعنت کرنا اول میں نہ ہو چکا تھا۔ بخاری  
 میں بمقام حلالہ عقبہ لکھا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا قتل اللہ سعداء یعنی خدا سعد خاندان  
 کو قتل کرے۔ یہ سعد بن مسعود جلیل القدر صحابی گروہ انصار سے تھے۔ انہوں نے ابو بکر  
 سے کسی کی بیعت نہیں کی اور علامہ طبری نے لکھا ہے کہ عمر کی زبان سے یہ کلمہ نکلا تھا  
 لی قتل اللہ منافق یعنی خدا اس منافق کو قتل کرے اور قاموس میں جو کہ سنت کی  
 کتاب ہو قتل اللہ کو سنت اللہ لکھا ہے۔ مطلب یہ کہ عمر نے سعد عبادہ بن زید انصار کو  
 ملعون کہا۔ ابن ابی الحدید نے شرح نفع البلاغہ کی جلد ستم میں لکھا ہے کہ ابو جعفر نقیب  
 نقل کیا ہے کہ عمر نے ابو ہریرہ کو گالیاں دیں مزید یہ کہ بیدیں بتایا ابو ہریرہ بن ابی ہریرہ  
 جرنیل اسلام کو گالیاں بھیجیں اس میں ادفا سن بھی بتلایا ان واقعات پر نظر فرما کر جناب  
 مصنف و طلباء نتیجہ ہمارے کہیں کوئی ایسا بتلائی کے کہ جسے نہ تو اس شخص نے نزدیک ایک  
 دوسرے کو گالی دینا مار پیٹ کرنا ملعون و فاسق کہنا ازواج نبی کو جبریل و جبریتی کہنا  
 اور انکو گالی دینا جائز تھا ہر گاہ آنحضرت کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے میرے صحابہ کو گالی دی  
 وہ ملعون ہے جب کہ اصحاب ایک دوسرے کو گالیاں دیا کرتے تھے اور میں ملعون کہتا  
 کہ اسے گالی دینا جائز تھا ہر گاہ آنحضرت کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے میرے صحابہ کو گالی دی  
 ابائیکم کہ جو علی کرے سے لائق تعظیم بھیجے جائیں یہ کیا انصاف ہے جن لوگوں کو مصنف



اسلام کی جان اور روح سمجھنے میں اور اونکی خلافت کے اعتقاد کو اپنی منفرت کا ذریعہ  
 جانتے ہیں اور کو یہ بھی قیصر نہ تھی کہ ہم سلاطین جبر میں داخل ہیں یا کہ خلفاء و رہنما  
 میں ہوا شامی۔ تاریخ الخلفاء سیوطی میں لکھا ہے کہ خلیفہ دوم نے سلمان فارسی سے پوچھا  
 ۱۲ ملک امام خلیفہ یعنی میں بادشاہ ہوں یا رسول کا جانشین چونکہ خلافت ابوبکر کا بنیادی  
 پتھر بقول عمر مگر اگر ہاکو ذکر نہ رکھا گیا تھا۔ بلکہ اس کا وقوع ہوا تھا یعنی بے سمجھے  
 غور کئے لہذا دونوں صاحب انصاف کا پہلو لیتے تھے تو اپنے غیر متحقی خلافت ہونے کا اقرار  
 کرنا کرتے تھے چنانچہ چند کتب مثل طبری و کتاب السیف ابوبکر جو سری و کتاب سیاست  
 ابن قتیبہ و نہایت العقول امام فخر الدین رازی و کنز العمال علی متقی و مجمع البحار سیوطی  
 وغیرہ میں درج ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ذاتی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 الامم سلاخانہ و ذاتی سال ہل لا انصار فی ہذا الامر یعنی حضرت ابوبکر نے فرمایا  
 کاش میں حضرت سے دریافت کر لیتا کہ خلافت کا کون حدار ہے اگر محکو اسکی خبر مل جاتی  
 تو جھگڑا نہ کرتا اور انصار کے باب میں بھی دریافت کر لیتا کہ یہ لوگ خلافت میں کوئی شان  
 رکھتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ تعجب ہی کہ حضرت ابوبکر کو یہ کھٹکے کیوں ہوا تھا جب وہ امام جماعت  
 کے گئے تھے اور حضرت نے بھی اون کے پیچھے ناز پرہ لی تھی اور وقت اونکو سمجھ لینا چاہا  
 تھا کہ خلیفہ برحق اور امام مطلق سے ہوا اور کوئی نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدیق  
 اکبر نے امامت کو خلافت کا قطعی حیلہ نہیں سمجھا تھا طلباء کو انصاف فرمانا چاہے کہ  
 جن لوگوں کو اپنی خلافت کا خود یقین نہ تھا۔ بلکہ اپنے بادشاہ اور خلیفہ ہونے کا امتیاز و  
 لوگوں سے کرتے تھے اور باہم دشنام بازی و دست درازی کر کے لعنت ملاست  
 کرتے رہتے تھے اور کوئی سیرہ پر عمل کرنا کس حد تک جائز ہے۔ حضرات طلباء کو اور  
 ایک واقعہ زمانہ ابتدائی کے مسلمانوں کا دکھانا ہوں۔ جبکو دیکھکر اگشت بہ دندان ہو کر  
 کہیں گے کہ صحابہ رسول آدمی تھے یا کہ کسی جنگل کے وحشی گرفتار ہو کر آگئے تھے اسباب میں  
 محکو آیات قرآن پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ کلام پاک میں بہ الفاظ  
 مختلفہ اس کا ذکر وارد ہوا ہے کہ اے مسلمانوں! راج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور سے

مگر حضرت صحابہ نے اس میدان میں بھی  
 سب روای کی رسول پاک کی دو بیویوں سے نکاح کر لی لیا۔ حضرت ابوبکر کے بیوی  
 اشیت بن قیس کی بہن سماء قتیلہ سے آنحضرت نے عقد کیا مدارج النبوة جلد دوم  
 کے صفحہ (۶۲۰) پر لکھا ہے کہ جب وہ حرم سرا میں داخل ہوئی چونکہ حسینہ ازبیں تھی  
 ازواج کو رشک ہوا کہ اس کی کمان خیر بچائے گی اور ہماری چیزی ہوئی گا چاہا اور چاہا  
 عایشہ و حفصہ میں مشورہ ہوا کہ کوئی ایسی تدبیر کر دے کہ یہ سولی ننگوڑی حضرت کی نگاہ  
 سے گر جائے۔ بظاہر دونوں نے اظہارِ رشاقت کیا اور حضرت کو خوش کرانے کے لئے  
 کہا کہ ہم اسکو دھن کی شان میں لانا چاہتے ہیں (عائشہ با حفصہ گفت تو اور اجنا بندی  
 کن و من ہوئے سرش را شان کنم آنکھ باوے گفتند کہ چوں آنحضرت با تو خلوت کند  
 با او گو احوال باللہ منک الی آخرہ۔

القیضہ ابن جوی سے بعد وفات حضور عکرمہ بن ابی جہل نے عقد کیا۔ استیاب جلد ۲ کے صفحہ  
 (۷۷۷) پر پورا قضیہ لکھا ہے۔ جب حضرت ابوبکر کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے نہایت  
 غصہ ہو کر فرمایا کہ میں عکرمہ کو سزا دے دوں گا اور سنت حضرت عمرؓ نے فرمایا  
 کہ عکرمہ نے کوئی بیجا حرکت نہیں کی رسول پاک نے اس عورت سے صرون نکاح کیا عفا  
 خلوت صحیح کی نوبت نہ آئی تھی۔ حقیقہ عرض کرتا ہے کہ یہ صرون حضرت عمرؓ کا اجتہاد تھا ورنہ  
 جو عورت آنحضرت کے عقد میں ہو وہ مومن کی مال سمجھی جائے گی۔ خواہ اس کے ساتھ خلوت  
 صحیح واقع ہوئی ہو یا نہ ہو اب استیاب میں جبکہ یہ قضیہ نامرضیہ لکھا ہے اسکی  
 کوئی بحث نہیں کی گئی کہ عمر صاحب کے پاس اس کا کیا ثبوت تھا کہ قتیلہ مذکور کے ساتھ  
 نبی ہم بستہ نہ ہوئے تھے۔ پھر عنوان وہابی کی زوجہ کہلاتی تھی۔ قرآن میں یہ کہیں اجازت  
 نہیں دی گئی کہ جس عورت سے آنحضرت نے مباشرت نہ کی ہو وہ حکم اہیات المومنین سے  
 خارج ہو کر ہر زید و بکر کے نکاح میں آسکتی ہے دیکھو عام لوگوں کے لئے خدا ارشاد فرماتا ہے  
 وَاِنْ تَنكَحُوا مَا نَكَحَ اَبَاكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فَاِنَّكُمْ تَعْلَمُونَ  
 سے تم نہیں کر سکتے جو وہاں نے نکاح کر لینے سے منکوحہ پدری بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے

لہذا وہاں وہاں استعمال میں لایا اور جو وہابی غیر مستطاب کو یہ کہتے تھے کہ جابریہ کی یہ  
حضرت نے ایک غیر مستطاب جلیلہ پر لکھ کر کے عکرمہ کو سزا کے شرعی سے بچا لیا۔ ہاں  
اشعث بن اقل میں وہ اندھیر چلا کہ اسلام کو مضحکہ بنادیا وہ سارا واقعہ حضرت عمر کے  
عہد و ولایت میں ایسا ہی ہوا سماء مستعینہ منکوہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے  
اشعث بن قیس نے جو حضرت ابوبکر کا بہنوئی تھا نکاح کر لیا حضرت عمر نے اسکو شکسار کرنا  
چاہا مگر چونکہ مذکورہ العبد خلیفہ اقل کا بہنوئی تھا۔ اس کے چائے کے لئے چہا طرف سے  
گواہ اور شکسار سے ہوئے کہ حضرت کے مستعینہ کو چہا بھی نہ تھا ویسے ہی بلا سزاقت طلاق  
دیدئے تھے۔ تفسیر بیضاوی میں بہ مقام تفسیر آید مبارکہ الا ان تلک الافواج من جند  
یعنی مسلمانوں کو لازم ہے کہ ازواج نبی سے بعد وفات نبی ابدان نکاح نہ کریں۔ پورا واقعہ  
درج ہے۔ تفسیر موصوف میں لکھا ہے کہ اس عورت کو بخوف سے طلاق دیدی تھی اسواسطہ  
اس کے ساتھ اشعث نے عقد کر لیا تھا۔ علامہ اہل سنت اصحاب کی حبیب پوشی  
قد نظر فرما کر ایسی زوجہات فرماتے رہتے ہیں کہ جس سے اتنا در رسالت گھٹ جائے  
احکام قرآن کی مخالفت ہو۔ مگر اصحاب کے افعال پر اخراصن وارد نہ ہو۔ طلباء، بلا محبت  
قد سب مبنی دین اللہ سوانہ فرمایا کہ قرن اول کے مسلمان ایسی صریح بدعات کے  
مترکب ہوں کہ نبی کی ازواج پر ہاتھ صاف کریں اور بیضت انکا اسلام اصلی کا فوہ بنائیں  
اور مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں تو اس سے نفرت ہوتی ہے جس اشعث نے مستعینہ زدہ  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کیا تھا اس کے حالات بھی ساحت فرمائے۔  
یہ حضرت خلیفہ ابوبکر کے بھائی تھے۔ اسی رشتہ مندی نے حضرت عمر کی زد سے اوٹ  
بچا لیا موصوف القدر کی بی بی ابوبکر کی بہانچی نے جس کا نام جعدہ بنت اشعث ہے  
نام حسن علیہ السلام کو دیا یہ حضرت نبات خود سرگردہ خارج تھے انکا بیٹا حضرت ابوبکر  
کا سگا بہا بنام محبت اشعث مگر کہ بلا میں از جملہ قاتلان کشیدہ اعلیہ السلام تھا جو شخص ایسی  
نفسا بل جلیلہ کا حامل ہو جس کا لحاظ داس عمر صاحب کو ایسا ہی کرنا چاہئے تھا جیسا کہ کیا  
کیا جن لوگوں کو مصنف نے اسلام اصلی کا عکس نقیض تجویز فرمایا ہے وہ ایسے بایان

تھے کہ سبک دہشت نبوی کریمؐ کے نزدیک اس سہل و آسان تھا کہ بقا  
 و حیات لفظانی اور سبکی کچھ نہ دیکھتے تھے۔ آندا و گبر و طراپے ماکم شریف نے  
 کہ ایک نا واجب جیلہ پیدا کر کے بدعاشوں کو سزا کے شرعی سے برباد کر دیا حیف صاحب  
 کہ عمرہ و اشعث اثبات المؤمنین کو خلاف حکم خدا و رسول زیر تصرف لائیں اور اسلامی  
 حج حجود کو بلا کسی سزا کے چھوڑ دیں ہم لوگ اگر کسی زود چہ رسول کو بپاداش کروانا چاہیں  
 خاص الفاظ سے یاد کریں تو کافر و مرتد کہے جائیں اور اشعث و عمرہ ہم سے زیادہ  
 اہم جہم کے خلاف گاہ سے پر دہ آنادی لیکر مدینہ کی گلیوں میں گھومتے پھریں اور  
 رام کے مسلمان جن کو مصنف صاحب نے اعلیٰ درجہ کا ایمان سمجھا ہے ایسے بدینہ اور  
 فاسد العقیدہ تھے کہ آنحضرتؐ کی زندگی میں ان کی ازدواج مطہرات پر نظر نہ رکھتے  
 تھے وہ بھی عوام صحابہ نہیں بلکہ احضار خواص جبکہ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور جن کا نام  
 نامی حضرت عثمان غنیؓ و طلحہؓ ہے۔ تفسیر کبیر و تفسیر واحدی و تفسیر درمنثور جلال الدین  
 سیوطی میں ہے کہ قبل از ایہ صحابہ درات بہاجر و انصار و خاص اہل بیت المؤمنین  
 حسب دستور حرب اندر باہر آیا جا یا کرتی تھیں حضرت عثمانؓ و طلحہؓ نے جناب مالک  
 دیکھا کہ ایک بکر فرمایا کہ نبی کے مرنے پر ہم ان کی بی بیوں سے عقد کرینگے خدا کا ان کی نیت  
 پر اطلاع ہوئی اور حکم جناب نازل ہوا۔ مسلمان تو کیا کوئی کافر بھی نہیں کہ سنا کہ ان لوگوں  
 کے دلوں میں بڑے ایمان یا کوئی وقعت رسالت تھی اسنوں سے کہ ایسے لوگوں کی نسبت  
 جناب صنف یا ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کے حالات زندگی بہ کثرت لکھے جائیں۔ بلکہ زمانہ  
 حال کے مسلمان تار مکملی حالت سے تنگ زمانہ ابتدائی کے اہل اسلام سے سنی آدمیت  
 حاصل کریں۔ طلبہ انوفز اور علیہ طبعیت والوں کو اکال اور حکایت مناہاں۔ آنحضرتؐ کے  
 ساتھ نمازیں و رات بھی شریک ہوا کرتی تھیں۔ جو اصحاب کا ان سے ملے ہوئے تھے  
 وہ گردنیں پھرا پھرا کر نظارہ کیا کرتے تھے۔ اوصاف آخر کے آدمی رکوع میں ان جھمن  
 پہلی کو دیکھتے تھے جو کہ ان کے پیش نظر ہوتے تھے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں  
 انہوں کو صبح آید سارکہ دعا ملنا استاخرین پورا واقعہ درج ہے۔ کتابیتہ الوصول

اس کا اصل مضمون کے صفحہ ۱۰۱ سطر ۹ و ۱۰ پر بھی اس کا ذکر الفاظ میں کیا گیا ہے۔ اس کا  
 طلبہ اور شیخوہ قرآن اول کے مسلمانوں کی آپ کو کیا کیا باتیں متاثر ایک سے دوسرے  
 چچہ بھائی ہوئی ہے۔ تفسیر کبیر جلد ششم کے صفحہ ۸۳ پر ابوبکر رازی کا قول اس طرح  
 نقل ہوا ہے کہ آنحضرت اور صحابہ کرام کے زمانہ میں بہت سے مسلمان مرد اور عورتیں ایسی  
 تھیں جنہوں نے حسب قواعد شریعت نکاح بیاہ چچہ بھائی کیا تھا۔ عورت کے جس مرد سے  
 چاہا پیشگی اختیار کی۔ علی ہذا مرد کو جس عورت کے دلچسپی ہوئی دست و پل ہر گز نہ دیا  
 ہو کہ آنحضرت کے زمانہ میں جو مسلمان تھا۔ وہ فرد اصحاب میں داخل تھا۔ اور صحابہ کرام  
 کے وقت میں دو گروہ تھے۔ ایک اصحاب اور دوسرا تابعین۔ گویا اصحاب تابعین  
 سے اکثر ایسے تھے جو کہ بلا وقت خانہ داری کا رواج رکھتے رہتے تھے۔ اول سے  
 جو اولاد پیدا ہوئی وہ غیر طاہر تھی۔ افسوس ہے کہ جناب مصنف نے کتب پر نظر نہیں ڈالی  
 ورنہ طلبہ کو اگلے لوگوں کی پیروی پر تحریص نہ فرماتے۔ کتاب اسد النبا کی جلد پنجم میں صفحہ  
 ۱۲۶ پر ایک طوائف قصہ لکھا ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حمل بن مالک بن النابغہ  
 ہندی صحابی مسماۃ ایشلہ بنت راشد الضاری سے ایک آزاد موقع پر ملائی ہوئے۔  
 وہ برقع اوٹھائے ہوئے اپنی کج بیاہ چار ہی تھیں۔ حمل موصوف نے اس کے حق پر غور  
 ہو کر مرتکب بے احتیاطی ہونا چاہا۔ وہ عقیقہ مانع آئی اور سنت و سماجت سے اپنی بھینٹ  
 بچانی چاہی مگر وہ نہ مانے۔ باہم ہاتھ پائی ہوئی۔ ایشلہ غالب آئیں اور حمل کا یہ  
 نکل دیا۔ فرجام کار وہ مر گئے۔ وراثت حمل نے دعویٰ قصاص کیا۔ آنحضرت  
 سامنے ایشلہ نے سارا کچا حال بیان کر دیا۔ حضور نے مقدمہ کو خارج فرما دیا۔ چچا  
 موصوف چوتیا شہید نہیں داخل ہو گئے۔ کیوں جناب مصنف قرن اول کے  
 لوگوں کو آپ منظر اسلام پہلی بتلاتے ہیں جو کہ صحابیت رسول کا متفقہ گئے میں ڈاک  
 ایسی ناجائز حرکات کا ارتکاب کرتے تھے۔ حضرات اہل سنت کل صحابہ کو عادل بتلاتے  
 ہیں اور ان کی پیروی کو باعث نجات جانتے ہیں۔ حضرات طلباء و مصنف صاحب  
 تشکر غلطی کے لئے اور چند بزرگواروں کے جو کہ قرن اول کے آنحضرت کے صحابہ

اس وقت تھے کچھ حالات اور تم کو دیکھ کر دیکھ کر سے صفت چھپنے لگے  
 زمانہ اجل کی کے نامہ آزادی قبول آؤں کے بچے نہ تھے۔ اسد اللہ کی جلد غم میں  
 صفحہ ۱۳ پر ہے۔ عمر بن حمزہ بن سنان سلمی صحابی بعد صلح حدیبیہ آنحضرت سے  
 حضرت جوڑا بنے گاؤں کو جا رہے تھے۔ راستہ میں اونکو ایک چنان اور حسین عورت  
 مل گئی۔ آپ مرتکب بے اعتباطی ہوئے مقدمہ زنا اور پھر آنحضرت کے اجلاس میں چلایا گیا  
 آپ کے سو کوڑے لگائے۔ کتاب بالا کے صفحہ ۲۱۲ پر ہے کہ ہلال بن امیہ صحابی کی بیوی  
 شریک ابن حجاج صحابی سے حاملہ ہوئیں۔ ہلال موصوفت نے زنا کا دعویٰ دائر کیا  
 اور سپر آپ لہان نازل ہوا۔ حضرت نے دونوں میں تفریق کرادی۔ جب بچہ پیدا ہوا تو معلوم  
 کیا گیا کہ بالکل شریک زانی کی مہسورت ہی۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ لہان نازل ہوا ہوتا  
 تو ہم عورت کو سنگسار کرتے صحیح ترمذی جلد دوم میں بقام تفسیر مود کہل ہے کہ ایک صحابی  
 ابوالسیر صحابی سے کہوہیں خریدے گئیں۔ اونہوں نے دوکان پر چھپوہیں بختیں اونکو  
 دکھلا میں۔ جب نابند ہوئیں تو فرمایا کہ میرے گھر میں اعلیٰ درجہ کا زنا زادہ خرم موجود ہے  
 اوس کو دیکھ لیجئے عورت مذکورہ ان کے ساتھ ہوئی۔ گھر میں لپکا کر ایسے خرم سے اوس کا منہ  
 میٹھا کیا کہ اسفل تک اثر شیرینی پھونگیا۔ کتاب مذکورہ بالا کے صفحہ ۱۰ پر عمر بن عبدالضاری  
 کا جو کہ جنگ بدر میں شریک تھا ایسا ہی داندہ لکھا ہے یہ صاحب بھی مان کاری کے  
 از بن عادی تھے اور ایک فریاد بات سنئے۔ مقامات حیرتی مولفہ محمد قاسم بن علی الحریری کے  
 مضامین ۷۴ پر لکھا ہے کہ ایک عورت بازار عکاظ میں دو مشکیزہ گہی کے لالی ذاتہ الخنین  
 اوس کا نام لیا۔ قبیلہ تین بن ثعلبہ سے اوس کا تعلق تھا۔ اتفاق سے حضرت خواہ الضاری  
 جو کہ جنگ بدر میں آنحضرت کے ساتھ شریک جہاد تھے گئی بچنے والی عورت سے ملے  
 فرمایا کہ ہمارے گھر چلو حسب رید لنگے وہ سادہ مزاج ساتھ ہوئی۔ آپ نے گھر پر چکر لپکا  
 میں شکزہ کا داندہ کھولا۔ اوس میں گئی چکر کھلی ہوئی مشک عورت کے ہاتھ میں دیدی۔ پھر  
 دوسرے شکزہ کا ذورہ کھ لکرا دھیں سے بھی گئی دیکھ کر کہلا ہوا داندہ عورت کے ہاتھ میں دیدیا  
 جب اوس غریبے دونوں ہاتھ رک گئی تو صحابی صاحب کارادہ اسکو دوسرے عنوان کا نظر آنا

یہاں پر وہی ہے تو بھی زمین کی نہ رہتا ہے محض یہ ہے کہ وہ بڑی بڑی گلابی  
 دیالی۔ گریہ پٹی گردن کر کے ہنسنے لگی جتنے رہے۔ مگر جس ارادہ سے اسے  
 لائے تھے اوہیں پوری کامیابی حاصل کی۔ کتاب مذکور کی جلد ششم میں صفحہ ۴۴ پر  
 ہے کہ میزبان نے جبکہ حضرت عمر کی کچھری سے آم حمل کے ساتھ زنا کرنے پر جب صراحت  
 والا پروا نہ بنائے بلکہ چکاختا تین سو عورتوں کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ نہ معلوم حضرت عمر کے  
 دوست نے چار لکھ دو سو چھپا دیں زاید نکاح کیونکر کر لئے تھے۔ شاید اس وقت تک  
 حضرت عمر نے متعہ کو حرام نہ کیا ہوگا۔ ذی ہوش و عاقل انصاف فرمائیں کہ قرن اول کے  
 مسلمان جو کہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں۔ اور جنکی پیروی کو صنف صاحب زمانہ یا  
 کے مسلمانوں کے لئے شاہراہ نجات قرار دیا ہے۔ وہ ایسا بدکردار تھے کہ غیر مبشری کے  
 سیاہ داغ اونکی پیشانی پر نہیں پڑے تھے۔ علاوہ برین خلاصۃ التفسیر جلد ۴ میں  
 بمقام تفسیر سورہ مائدہ ۵۱ فرمائی فتح ائمہ ثلاثہ اگر دولوی عبدالحی کھنوی کہتے ہیں کہ قیس بن  
 عاصم کلابی نے آنحضرت سے عرض کیا کہ میں نے اپنی آٹھ بیٹیوں کو محض اس خیال سے  
 زندہ درگور کر دیا کہ کسی کا سر نہ کہلاؤں۔ اس پر یہ آیہ نازل ہو اذالمودتہ  
 سئلت بائعی ذنب قتلت۔

یعنی دختر کش لوگوں سے لو کیاں سوال کریں گی کہ ہلو کس گناہ پر قتل کیا گیا۔ حضرات طلبا  
 کو اور ایک حیرت انگیز بات سنانا ہوں۔ تیسرا قاری شرح بخاری کی پانچویں جلد پر  
 صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے کہ ابوطلحہ انصاری کا بیٹا بہر تھا وہ باہر اپنی بھتیجی کے کام پر گئے تھے  
 یہاں بچہ مر گیا۔ بڑی نے جو کہ صحابہ تھے۔ اس کی انش کو چھپا دیا۔ شوہر نے واپس آکر بچہ  
 پوچھا تو بڑی نے کہا اچھا ہے اور کسی رشتہ دار کے گھر جانے کا کہا نا کر دیا۔ رات کو گھبرا  
 کھانا کھا اور میاں بڑی تمام شب اس قتل میں رہے جس میں رہا کرتے تھے اس زمانہ کی عورتوں  
 بھی جو کہ صحابہ کی ہی جاتی ہیں ایسی تابع نفس تھیں کہ بیش کی انش گھر میں رکھی رہی اور خود  
 الزامی نہیں۔ یہ واقعہ حضرت عثمان کے معاملہ مذکورہ الصدر سے بالکل ملتا جلتا ہوا۔  
 اوہوں نے بیوی کے مردہ کے پاس لٹدی سے طبیعت کو خوش کیا اور اس عورت سے بچہ

افضل کے پاس اپنے شہر کے قلع کو رامت پہنچائی۔ حضرت ابی سہمت کی عادت تھی  
 کہ جو صحابہ کے عرس کی اصلاح کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابی سہمت نے اسی ایام میں پوری  
 کیے پرچہ میں لکھا ہے کہ کچھ کھانے سے شہر کو پہنچ کر کھانا صحابیہ و صوفیہ کے ایوان پر دالالت کرتا  
 ہے۔ بخیر حضرت ابو طلحہ تھکے ماندے تھکتے کام کر کے جنگل سے آئے تھے اور وقت  
 اگر اونکو اطلاع دیا جاتی تو روٹے پیٹتے۔ دفن و کفن میں مشغول ہو جاتے کھانا دانہ کچھ نہ ہوتا۔  
 اصل بات یہ ہے کہ اوس زمانہ میں ایماندار بہت کم تھے اور بے ایمانوں کی کثرت تھی بخاری  
 جلد اول مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۸۲ پر ہے قال ابی نرد اعما اعراف من امتہ صحاب  
 شیئ الا انہم یصلون جمیعاً۔

یعنی ابوہریرہ صحابی نہ راتے میرٹھ کی سبکو امت محمدی سے شریعت کا پابند نہیں تھے  
 کیونکہ سب گمراہ ہوتے ہیں۔

### نوٹ

بخاری مطبوعہ میرٹھ کے بخاری بخاری طبع ہوئی ہے ایمین کھائے یصلون ضاد کا نقطہ  
 اگر اگر یصلون لکھا گیا ہے۔ جبکہ میرے قول کی تصدیق منظور ہو وہ میرٹھ کا چھپا ہوا نسخہ  
 دیکھے۔ شیعہ کا مقولہ ہے کہ ابی سہمت سوائے چند صحابہ کے اکثر نفرض میں آگئے تھے  
 اور سیدال شہت تعریف کیا کرتے ہیں۔ کہ یہ کتب تک نہیں لکھا ہے کہ مسلمان بدراہ ہو جائیں  
 اور پھر لازم ہے کہ قول ابوہریرہ اور دروازہ مندرجہ بالا کو جو بخاری شریف میں لکھا ہے نظر فرمائیں۔  
 اور پھر انصاف کریں کہ شیعہ کہا تا تک حق پر ہیں۔ خلیفہ صحابی کا ارشاد صحیح بخاری سے جینے  
 ادا کل رسالہ میں لکھا ہے اور سید نظر ڈالیں جس کا مطلب یہ ہے۔ خلیفہ کہتے ہیں کہ حضرت  
 کے زمانہ میں مسلمان منافق تھے اور بعد رحلت حضور کہلے ہوئے کافر ہو گئے۔ انہوں نے جو جن  
 لوگوں کو ان کے ہم عصر صحابی کافر بتلایں ان کی سیرت عمل کرنے کو قابلِ عنایت ناواقف طلبا  
 کو آمادگی دلائی۔ اوس زمانہ کی ایک اور حکایت طلبہ کو دکھانا ہوں۔ سکھو ملاحظہ فرما کر طالب  
 بہرہ تہقہ ازائیکہ۔ امام محمد بن حنفیہ نے تفسیر کبیر کی جلد دوم میں صفحہ ۲۰۳ پر لکھا ہے  
 کہ عدی بن حاتم صحابی کہتے ہیں کہ جب یہ آیہ نازل ہوئی تو کھٹے مسلمان ماہ رمضان میں اوست



کہ کہنے سے جاؤ جبکہ کہ اس دور میں یہ عقیدہ دورہ نہ آتا ہے۔ اس کی وجہ سے  
 یہاں اور ان کو اپنی تعین لکھ کر خط الایض میں لکھا۔ اس میں من الایض  
 میں نے تکیہ کے نیچے دو دہائے رکھ لئے اور میں ایک سیاہ تھا دوسرا سفید۔ کئی دفعہ رات کو اٹھ  
 اٹھ کر دیکھا مگر سفید و سیاہ کی تمیز نہ ہوئی۔ آخر میں عرض کیا آپ سکر بہت سینے اور ذرا مالک  
 تو احسن ہے جو کہ علماء اہل سنت کا قاعدہ ہے کہ جب صحابہ کو کئی الزام دار و بھاری تو ذرا  
 اصلاح کے لئے قلم بدست ہو جاتے ہیں۔ لہذا تفسیر معالجہ التذلل کے صفحہ ۵ پر لکھا گیا ہے کہ اس کی  
 میں سعد سے روایت ہے کہ جب آیہ کلمہ و اشرف نازل ہوئی تو ہم سیاہ اور سفید دورے اس کی  
 میں باندھ کر سوا کرتے تھے۔ جناب سیاہی اور سفیدی میں تمیز نہ ہوتی تھی اس وقت تک سحر  
 کھاتے رہتے تھے۔ خدا نے اس کی توضیح کے لئے جملہ من الفجر نازل فرمادیا۔ اس وقت سے  
 دہاؤں پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ معاذ اللہ خدا نے من الفجر محفوظ رکھا تو کلمہ و اشرف  
 ڈال دیا۔ غالباً خدا نے سوچا ہوگا کہ ایسے بڑی غلطی ہوئی خط الایض میں الاسود سے صحابہ  
 نے ہمارے مطلب کو نہیں سمجھا۔ اس واسطے سمجھا کر من الفجر کو نازل فرما کر غلط فہمی کو دور کر دیا  
 اہل سنت لکھتے وقت کچھ خیال نہیں فرماتے کہ نزول کس طرف کرے گا۔ دیکھئے بالفاظ صافات  
 و صیرج خدا کو ملازم قرار دیکر اصحاب کو جہالت کے تائید گاہ سے ہاتھ پکڑ کر اچھینچ لیا  
 واہ رے اسلام۔ جناب صفت صیح فرماتے ہیں کہ حالات تحریر حقیر میں لگا تا رہا آپ ملاحظہ  
 فرماتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ اس قابل تھے کہ اسلام اہل کا منظر عجیبہ ان کی قلب کی جگہ ہے۔ جناب  
 مسفتنا اور طلبا مطلب رہیں کہ اس نتیجہ میں جو کہ منجملہ سات تنقیح کے دوسری ہے صحابہ کرام  
 کے کچھ مختصر حالات دکھلا دیئے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر انصاف فرماتے کہ حضرات صحابہ  
 اور خصوص ابو بکر و عمر و عثمان و غیرہ جیسے خوش کردار تھے ان کے دست و زبان سے مسلمانوں  
 فوائد حاصل ہوئے یا کہ ضرر پہنچا۔ اگر تحریر حقیر سے بناو وقت ثابت ہو جائے کہ ان کے  
 دست و زبان و طرز عمل سے مسلمانوں اور نفس اسلام کو ضرر پہنچا ہے تو اور نیز وہ احکام عام  
 فرمادیجے جو کہ امام بخاری نے اسلام کے لئے معیار قیام فرمایا تھا جس کو میں نے نتیجہ اول  
 بیان کیلئے کہ مسلمان وہ ہے جس کے دست و زبان سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچے

تمام واقعات مصرہ صدر برقرار نظر فرما کر فیصلہ صادر فرمائیے کہ آپ کے مخلصین  
 طبع اسلام میں کس غیبی کرسی پر بیٹھنے والے ہیں۔ نتیجہ تنقیح یہ برآمد ہوا کہ زمانہ ابتدا  
 کے کھلمان اور بالخصوص ابو بکر و عمر و غیرہ اچھے نہ تھے بلکہ اول سے وہ بائیں ٹھہرے  
 بدیعہ یونین جو کہ ایک سچے مسلمان سے ہونی چاہئیں تھیں۔ جن خرابوں میں مسلمان اب  
 مبتلا ہیں یا پہلے تھے۔ یہ سب اونہیں کے پر نور زمانہ کی برکت ہے۔ نہ وہ ابتدا خرابیاں  
 پیدا کرتے نہ زمانہ مابعد کے مسلمان اونہی پیر دی کر کے تباہ و برباد ہوئے۔ اسلام کی تمام  
 برائیوں کا وبال انھیں کی گردن پر ہے۔ حضرات طلباء و مصنف باکمال سے محکو  
 پوری امید ہے کہ معروفہ حقیر پر نور نظر فرمائیں۔ انشاء اللہ تمام فضائیے مذہبی  
 کا فیصلہ کن اسی تنقیح کو پائیں گے۔

## تنقیح سوم

### حضرت ابو بکر بہ اتفاق جمیع اہل سنت اہل اہل سنت ماننے لگے ہیں

ذی مرتبہ مصنف نے سیرۃ الصدیق کے صفحہ اول سطر (۵) پر تحریر فرمایا ہے۔ باتفاق  
 جمیع اہل سنت و جماعت ابو بکر افضل امت ہیں یہ معلوم قابل مصنف نے اہل سنت  
 و جماعت کسکو سمجھا ہے جن کے اتفاق کا افضلیت ابو بکر پر ہوئے کیا گیا ہے۔ کیونکہ  
 آنحضرت کے زمانہ میں کوئی مذہب ملقب بہ اہل سنت نہ تھا۔ کتاب پر نظر کرنے سے واضح  
 ہوا کہ ایک سگ منش بادشاہ کے سبب جلیں کی یادگار میں یہ نام تجویز کیا گیا ہے۔ کتب  
 صحاح میں خبط لفظ سے بہ اتحاد مطلب یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ تیس برس تک اسباب  
 اسلام اپنی سیخ پر چکر کھائے گی یہی مراد یہ کہ خلفائے اربعہ کے زمانہ تک انتظام اچھا رہے گا  
 زان بعد ملک اسلام حضور میں ہو جائے گا۔ یعنی کاٹ کہاٹنے والا مطلب یہ کہ تیس برس کے  
 بعد ایسے لوگوں کے ہاتھ میں عثمان اسلام چلی جائے گی جو کہ کنگنہ یعنی سلاطین جو رہیں گے  
 تمام دنیا کا اسپر اتفاق ہے کہ چاروں خلفاء کے بعد حضرت امیر معاویہ ملک اسلام کے

ایک روئے لگا کر جب حدیث آنحضرت (خلفاء اثناعشر کلمہ من قریش) یعنی انھوں  
 نے قرایا کہ بعد ہمارے بارہ خلیفہ قریش سے نیک راہ دکھلانے والے اور امت  
 کو ہدایت کرنے والے ہونگے۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے بھی ہدایات الرشید میں  
 لکھا ہے کہ جن بارہ خلفاء کی آنحضرت نے خبر دی ہو وہ سب ہادی امت تھے  
 اور ان کے اوقات میں فتنہ کا وقوع نہیں ہوا۔ علمائے سینہ نے اول بارہ میں باخوال  
 بن معاویہ صاحب کو دیا ہے اور چھٹا زید کو بہ مناد حدیث مندرجہ بالا تیس سال گذر کر  
 جو خلیفہ رسول ہوا وہ دو عضو من کا خلیفہ تھا یعنی دکنگہنا) پس معاویہ کا کہنا چوالے  
 تھے اور ان کے بعد جو سلاطین ہوئے وہ اسی گنگہنے کے شاگرد تھے جس طرح اوس نے  
 اپنے بچوں کو کاشنے کی تعلیم دی اسی طرح انہوں نے مسلمانوں کے جسم سے گوشت کے  
 بچے اُتارے زائد عضو من کے خلیفہ سے پہلی پہل جسے اثر حاصل کیا وہ زید صاحب  
 تھے جن کی تیر و ندانی کسی پہنچی نہیں ہے عربی زبان میں معاویہ اس گنگہنا کہتے ہیں جو  
 گرگ رائے ہوئے کتوں کی تلاش میں ادھر ادھر بھرا کرتی ہے کتوں کے منہ سے جو آواز  
 نکلتی ہے اوس کو لہجہ (عغو) ہے اوس سے معاویہ کا استخراج اشتقاق ہوا ہے  
 یہی وجہ ہے کہ عرب کے اہل زبان بلکہ گروہ لشواں تک معاویہ کو گنگہنا کہا کرتے تھے علامہ  
 سیوطی نے جو تاریخ الخلفاء لکھی ہے اوس کا ترجمہ زبان اردو مطبع صدیقی لاہور میں چھپا ہے  
 صفحہ (۱۰۸) پیر عبارت ہے (جاریہ بن قدامہ سعدی نے کہا معاویہ واقعہ تو گنگہنا  
 اور کتے کی طرح بہونگتا ہے) سنت و جماعت کی چند وجوہ کتب میں لکھی ہیں غینۃ الطالبین  
 مصنف پیران پیر صاحب کا ترجمہ زبان فارسی مولوی عبدالحکیم صاحب نے کیا ہے وہ  
 تحریر فرماتے ہیں کہ جہوقت امام حسن و معاویہ کے باہم صلح ہوئی دس نامیدہ شہر سال ان  
 عقد سال جماعت) کتاب ابانہ میں ابن بطہ نے یہ لکھا ہے۔ ثم معاویہ التہ السنۃ اللتی  
 اجتمع فیہا علیہ الناس یہ عام السنۃ) یعنی جس سال معاویہ پر لوگوں نے اجماع کر لیا  
 اوس سال کا نام سال سنت ہو گیا۔ گرامیسی نے لکھا ہے کہ معاویہ نے تو سال سنہ تجوین  
 کیا تھا یہی نے بعد قتل حسین اوسہ جماعت کا اضافہ کر دیا پورا اجل سنت و جماعت ہو گیا

علامہ سیوطی کی تاریخ اختلاف و جلاور کے مطبع محمدی میں چھپی ہے اس کے صفحہ ۲۴۲ پر  
 ۱۰۰۰ ہجری کے لکھا ہے کہ سنہ ۱۰۰۰ ہجری میں جبکہ امام حسن علیہ السلام خلافت سے علیحدہ ہوئے اور  
 معاویہ مستقل امیر اسلام تسلیم کر لئے گئے تو اسی سال کا نام جماعت رکھا گیا اس موقع کی  
 عبارت یہ ہے۔ قسمی هذا الجماعۃ الجماعۃ

اور کتاب استیعاب میں ہے کہ جس سال امیر معاویہ نے اہل شام و عراق کو حکم دیا کہ میر پر  
 بیٹھ کر علی کو گالیاں دی جائیں اس سنت معاویہ کا نام عام السنۃ رکھا گیا یعنی خاندان نبوت  
 حضرت امیر و جناب شدہ و حسین و دیگر غنی ہاشم پر گالیاں دیئے گئے اس سال بیاں تقدیر  
 سنی کوئی نہ سہ نہیں ہے۔ بلکہ اہل بیت رسول کے گالیاں دینے کی یادگار بقیہ وقت ہے بدلت  
 بدل ہو کر سنت و جماعت کے نام سے معروف ہو گیا۔ امام عینی شاح بخاری نے لکھا ہے کہ جس  
 سال اہل عراق سے معاویہ نے بیعت لی اس کو سنت الجماعۃ کہا گیا دراسات اللیب کے  
 صفحہ (۷۷) پر لکھا ہے کہ معاویہ متابعت علی سے لگوٹھروکتے تھے اور اپنے طریقہ پر  
 چلاتے تھے آخر کار سنت الجماعت کا سنت الجماعت نام ہو گیا چونکہ معاویہ کی متابعت  
 سے حضرت علی کی اطاعت لوگوں نے چھوڑ دی۔ لہذا اولی اللہ نے قرۃ العین میں لکھیا  
 کہ فقیر تاحال مطلع شدہ برسکہ کہ ماخوذ باشد از کلام مرقی اس سے بھی ظاہر ہو کہ سنت  
 جماعت والوں کا تعلق امیر معاویہ سے ہے۔ ظاہر بھی اس کا یہ چلتا ہے۔ سال جماعت  
 سے جو لوگ علاقہ رکھ کر سنی کہلاتے ہیں وہ معاویہ کے نام پر یکے ہوئے ہیں فقیر نے رسالہ  
 تقریر و لیدیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں صرت و مذہب ہیں۔ ایک شیعہ و دم خارجی  
 جبکہ لوگ سنی کہے جاتے ہیں وہ درحقیقت خارجی ہیں۔ نہ معلوم مصنف نے کس گروہ  
 کا اتفاق ابو بکر کے افضل الناس پر ظاہر کیا ہے۔ اگر تاہل مصنف کی مراد یہ اتفاق اہل  
 جماعت سے یہ ہی عمری سنی ہیں جو کہ حقیقتاً خارجی ہیں اور جن کا وجود اس وقت ہوا  
 جبکہ اہل بیت نبوی پر گالیاں دینے کی بناء قایم ہوئی تو شخص کتب سے ثابت ہوا کہ ان  
 معتقدین خلافت معاویہ کا بھی اس پر اتفاق نہیں کہ ابو بکر افضل امت ہیں مصنف  
 نے ظہار کو اس میں براغلاطہ دیا ان معاویہ شاہی لوگوں میں شاہ عبدالعزیز صاحب

کے لئے کے علماء میں سرور دین۔ وہ صحف کے اب یہ قسم میں لکھے ہیں (حفظ)  
 کا یہ مضمون مذکورہ مضمون بلکہ در فضیلت ہم بحث کیا راستہ (یعنی ابوبکر و  
 عمر نہ تو صاحبانِ حجت و طہارت سے ہیں اور نہ خدا و رسول کا کوئی حکم اذن کی غفلت  
 کے لئے ہے بلکہ ان کا فضل و برتری میں ہے۔ تعجب ہے کہ جس فرقہ  
 کا اتنا بڑا عالمِ فضیلت کے ذریعہ کوئی شے بل غلامے اوس گروہ کا ایک اذنی  
 شخص تمام اہل سنت کا فضیلت ابوبکر پر جتھے ہو نایان کرے کتاب اجماع المطالبین میں  
 مولوی عبید اللہ امرت سہری حنفی المذہب نے در باب فضیلت بہت کچھ بحث کر کے  
 چند اقوال علماء سے سید نقل کئے ہیں اور جو بیحد لکھا جا لے انشاء اللہ غلبہ و غلط  
 فرما کر خود کہہ دیں گے کہ مصنف نے فضیلت ابوبکر کے دعویٰ کرنے میں بے احتیاطی  
 سے کام لیا کتاب مذکور کے (صفحہ ۵۲۲) سطر (۱۲) پر لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل  
 و ابوالخیر قزوینی اور بیہقی نے لکھا ہے۔ الی حمراء یعنی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب  
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدم کو اور نعم میں  
 حضرت نوح کو اور علم میں حضرت ابراہیم کو اور نہ میں حضرت یحییٰ کو اور حکم میں حضرت موسیٰ  
 علیہ السلام کو دیکھنا چاہے اوسکو لازم ہے کہ میرے بھائی علی کو دیکھ لے۔ کیونکہ  
 وہ انبیاء و موصوف انصدر کی ذات کے مجموعہ ہیں اوستی صحیح کی سطر (۱۸) پر لکھا ہے کہ  
 آنحضرت نے ابوبکر سے فرمایا کہ علی تین نبیوں کی مانند و مثل ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر  
 نے فرمایا خوشحال علی کا کہ وہ حامل اوصاف انبیاء ہیں کوئی شخص علی کا مثل و مانند  
 نہیں ہے۔ کتاب مذکور کے صفحہ (۵۲۳) سطر (۹) پر لکھا ہے کہ امام فخر الدین رازی  
 احادیث بائیں کی توضیح و تفسیر اپنی کتاب اربعین فی اصول دین میں اس طرح کرتے ہیں  
 (یہ احادیث دلالت کرتی ہیں کہ حضرت امیر انبیاء و موصوف بالاس سے فضائل میں سادی  
 تھے اور کوئی ایک نہیں ہو سکتا کہ انبیاء و صحابہ سے افضل تھے ہمیں نہ انحضرت ایہ  
 سب صحابہ سے افضل ہوئے۔ کیونکہ انکو انبیاء سے سادات حاصل ہے۔ پس  
 سادی نہ افضل و افضل ہوا۔ حضرات طلباء و طلب ازربات ملاحظہ فرمائیں لرحمہ

مذکورہ بالا کے صفحہ (۲۲۵) پر لکھا ہے کہ کتاب ریاض النور میں درج ہے کہ اس  
 نے فرمایا کہ اسے علی جوہر اجڑے وہی ہوتا ہے کھارے جو مال غنیمت حاصل  
 ہوا وہیں ہوتا ہے میرے حقہ کے برابر ہے صفحہ بالکل سطر ۷۱، پر لکھا ہے  
 علامہ زبیدی نے فضائل عشرہ مبشرہ کے متعلق جو رسالہ ترتیب دیا ہے اس میں  
 درج ہے کہ آنحضرت جب جنگ بنو نضیر میں مال تقسیم فرماتے تھے تو حضرت علی کو دوسرا حصہ  
 دیا یہ دیکھ کر زائد بن ابی العوج صحابی کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضور نے جو معمول  
 سے زیادہ علی کو عطا فرمایا یہ حکم خدا سے دیا گیا یا آپ نے خود عنایت فرمایا بجا ہوا  
 ہوا کہ جسے میں نے شکر کیا ایک منبر اعمامہ والہ شخص دیکھا تھا جس کے گیسو تک رہی تھے  
 اس کے ہاتھ میں ایک حربہ تھا جس نے میں نے دیکھا کہ یہ نشان کر رکھا تھا صاحب  
 نے عرض کیا کہ بے شبہ ہم نے اس جوان کو دیکھا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ  
 جبریل علیہ السلام تھے اور حضور نے مجھے کھا تھا کہ میرا حقہ علی کو دیدینا۔ طلباء غور فرمائیے  
 کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر کو مجموعہ صفات انبیاء و تلامذہ انبیاء و اہل  
 کی فضیلت کامل کا ایک ذات امر تقویٰ میں جمع ہونا ظاہر کریں۔ حضرت ابو بکر ارشاد  
 فرماتے کہ کوئی شخص علی بن ابی طالب کو دیکھتا ہے تو اس میں ہر نعمت و کرم  
 نبوی سے افضل ہیں اور حضرت امیر کو تمام صفات انبیاء و تمام صفات  
 حضرت جبریل علیہ السلام اپنا حصہ جناب امیر کو دیں اور حضرت مصنف سے راہ  
 اختیار کرنے کے علیؑ کا کالج میں یہ سہا پھیلاؤں کہ بہ اتفاق اہل سنت ابو بکر افضل  
 تھے۔ جو شخص تقریر حقیر پر بہ نظر ایماندارانہ نگاہ ڈالے گا وہ مصنف صاحب سے  
 فرزند پرچہ گا کہ حضرت اس خلاف نوسی سے تو ابو بکر صاحب کا سہا بھی اقتدار  
 ہا تا رہا اگر حضرت مصنف یہ کہتے کہ ابو بکر ابوعبیدہ جراح و عمر فاروق و عثمان غنی و  
 عمر ابن العاص و معاویہ و زید و مروان و غیرہ اسے افضل تھے تب بھی مضائقہ نہ تھا  
 افضل الصحابہ کی نعم نے تو تمام صحابہ پر رسول کو دائرہ میں لے لیا۔ حضرت امیرؓ کو سہا  
 شرف اہلیت و عزت صحابیت سے بھی متاثر نہیں لہذا لازم آیا کہ ابو بکر صاحب فضائل

مراتب و ادھیانت میں حضرت امیر علیہ السلام سے جو بارگاہ  
 سے یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص فضیل کو فاضل و فضیلت دے وہ بھی ان فضیل کی بارگاہ  
 میں آئندہ نہیں پاسکتا۔ ایک واقعہ طلباء کو اور دکھلاتا ہوں جس کے ملاحظہ سے نشاۃ  
 سمجھ جائیگے کہ ابوبکر صاحب کو افضل الصلوات بتلانے سے مصنف صاحب کچھ بہت سچے  
 آدمیوں میں شمار نہیں کر سکتے۔ کتاب ریاض النظرہ سے ابن السمان کا بیان ابرج المطالب  
 کے صفحہ (۵۲۲) پر اس طرح نقل ہوا ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر نے اعلان فرمایا کہ اگر  
 نبی نے کسی شخص سے کوئی وعدہ کیا ہوا اس کے وفا کرنے کے لئے ہم موجود ہیں ایک  
 شخص نے حاضر و بارہ کر عرض کیا کہ آنحضرت نے دو کف دست (لپ) کھجوروں کے  
 دینے کا مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ عنایت فرمائے اس وقت یہ بحث پیش ہوئی کہ جس کا ہاتھ  
 اور تہلیلان رسول صلعم کے برابر ہوں وہ اسکو پورا کر سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اعلیٰ  
 المرفعی کو بلاؤ وہ جہنمی کو اپنے ہاتھ سے اس طرح درجہ و فائز بھیج سکتے ہیں جیسا کہ ذہبی نے  
 مبارک ہاتھ سے آنحضرت کر سکتے تھے۔ کیونکہ جب میں آنحضرت کے ساتھ فارسی جا رہا تھا تو  
 آنحضرت نے فرمایا کہ ہمارا اور علی کا ہاتھ ملنے ایسا برابر بنایا ہو کہ جس میں سیطرہ کا فرق نہیں  
 طلباء وغیرہ فرمائیں کہ سوائے دیگر اوصاف حمیدہ و جلیلہ کے جس کے جسم کی ساخت بھی نہایت  
 نے مثل جسم آنحضرت کی ہو۔ ابوبکر صاحب ابوبکر کو افضل جانتے ہیں۔ اسید ہے کہ  
 میری ناچیز تحریر کو دیکھ کر طالب علم سمجھ جائیں گے کہ مصنف صاحب کا یہ نقد تحقیقات حق  
 بالکل خالی ہے۔ بالکل مجھ جو جانتے ہیں اگھدیتے ہیں طاعنوں کو ایک اور بات بتلاتا ہوں  
 جس سے یہ آسانی بلا کسی کتاب کے دیکھنے کے سمجھ جائیں گے کہ ابوبکر صاحب کو افضل ثابت  
 بتلانے میں حضرت مصنف صحیح القول نہیں ہیں اہل سنت میں ایک طبقہ تفضیلیہ کہلاتا  
 ہے جو کہ حضرت امیر کو ثلاثہ سے افضل لکھتا ہو اس کے کچھ حالات دکھلاتا ہوں۔

کتاب ابرج المطالب تذکرہ بالکے صفحہ (۶۱۲) سے لغاتہ (۶۲۲) باب فضیلت  
 ایک طوائف لکھی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت امیر تمام صحابہ میں افضل تھے بقدر  
 اختصار کتاب مذکور کے دو پارہ موقع دکھلاتا ہوں صفحہ (۶۱۲) سطر آخر پارہ مذکور کی ارشاد

اس کی طرح مسلم بن عروان نقل فرماتا ہے کہ اس نے حضرت علیؑ کو اپنی ہتھکڑی سے  
 لٹکائی جو کہ ایک بڑی مڑھی ہار مل کی تھی یہ حدیث ایسی ہے کہ جس میں قرآن میں کیا جاسکتا  
 علیؑ کی اس سے فضیلت ثابت ہوتی ہے ہمیں بنا حضرت امیر تمام صحابہؓ سے افضل ہے صفحہ  
 (۳۰) سطر آخر پر لکھا ہے کہ یہ فضیلت کثرت سے تابعین سے تابعین میں رائج تھا صفحہ (۳۰) سطر  
 ۱۰ پر لکھا ہے ابن قتیبہ کتاب المعارف میں لکھتے ہیں ابو طفیل صحابی اور مختار ثقفی اور ابو عبد اللہ اور  
 ابن آیین اور جابر الجعفی وغیرہ سچین سے حضرت امیرؑ کو افضل جانتے تھے۔ سطر (۲۰)  
 صفحہ بالا پر ہے حافظ خطیب راجح بغداد میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ ہمدی عباسی نے تاضنی  
 شریک سے پوچھا کہ درباب علیؑ کیا اعتقاد ہے جواب دیا کہ جو عباس اور ان کے بیٹے  
 عداوت آپ کے اہلاد کا تھا پوچھا کہ ان کا کیا اعتقاد تھا اس نے عرض کیا کہ آپ کے  
 جدا علیؑ عباس کا نام حیات ہی عقیدہ رہا کہ علیؑ افضل الصحابہؓ ہیں کیونکہ حضرت عباس  
 دیکھا کرتے تھے کہ صحابہؓ اپنے مشکل معاملات علیؑ کے پاس لجاتے تھے اور حضرت امیرؑ نے  
 کبھی کسی معاملہ میں خلفاء سے التجا نہیں کی اور حضرت عبدالمتن عباس تمام لڑائیوں میں  
 جو کہ حادثہ دعایت وغیرہ سے ہوئی حضرت علیؑ کے شریک رہے اگر علیؑ کے معاملات  
 کو دیکھتے تو سب پہلے ابن عباس اور ان سے کنارہ کرتے جبکہ ایسے عالم دہنم و عقیل نے  
 علیؑ کے دامن کو ظن عافیت سمجھا تو ان کے افضل ہونے میں کیا کلام رہا۔ میری سچین  
 ہرگز یہ بات نہیں آئی کہ حیات مصنف کا مواد استدلال کیا ہے جس سے انہوں نے یہ  
 تحریر فرمایا کہ بہ اتفاق اہل سنت والجماعت ابوبکر افضل ائمہ ہیں ایسا معلوم  
 ہوتا ہے کہ زمانہ عند کاشا ہو کر کوئی کتب خانہ مصنف کے ہاتھ آگیا ہے میں لکھتا ہے کہ بہ  
 اتفاق اہل سنت ابوبکر افضل ائمہ ہیں سعد الدین تغتازانی شرح شاہد میں لکھتے ہیں  
 الفضل میں ان جہتوں کا قاطع فیما۔

یعنی مسئلہ تفصیل ایک اجتہاد علمی امر ہے کوئی دلیل قطعی اس کے لئے موجود نہیں ہے  
 امام غزالیؒ نے العالیہ میں فرماتے ہیں حقیقت الفضل ما ہوا عند اللہ وذلک  
 ما لا یصلح علیہ الامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فضل کی حقیقت



خدا کو معلوم ہے سوائے نبی کریم اور کسی کو اطلاع نہیں ہے کمال تعجب ہے کہ مذہب اہل  
 کے علماء کے اعلام یہ فرمایا میں حکم مقدمہ تفضیل کے لئے کوئی قطعی دلیل نہیں ہے  
 صرف اجتہادی بات ہے جس میں خطا و صواب دونوں پہلو مکمل کئے ہیں اور مصنف صاحب  
 فرماتے ہیں کہ فضیلت ابوبکر پر اجماع ہو چکا ہے علامہ عبدالبر کتاب استیعاب میں کہتے  
 ہیں کہ سلف کے لوگ یہ باب فضیلت ابوبکر و علی اختلاف رکھتے تھے سلمان فارسی و ابو  
 ذر غفاری و مقداد و عمار باسرو و خذیفہ و سعید جدری و زید بن ارقم کا یہ عقیدہ تھا کہ  
 سے پہلے ایمان لانے والے علی المرتضیٰ میں اور وہ تمام صحابہ سے افضل ہیں کتاب مذکور  
 میں یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اگر کوئی عمر یا علی کو ابوبکر سے افضل سمجھے تو میں اس کو  
 منع نہیں کرتا (تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی) میں جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں  
 کہ خطابی نے حکایت کی ہے کہ مشائخ ابوبکر کو اچھا جانتے تھے اور تمام صحابہ سے علی کو  
 افضل سمجھتے تھے وہی جلال الدین کتاب فضائل میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام علم الدین عراقی  
 ناقل ہیں کہ حضرت سیدہ اور اون کے بھائی ابراہیم مرتبہ فضیلت میں تمام صحابہ پر فوق  
 درجہ پر شمار کئے گئے مصنف نے طلبہ کو بڑا دھوکا دیا کہ فضیلت ابوبکر پر بخلاف کتاب  
 خود اجماع اہل سنت بیان کیا اور محالاً لازم ہے کہ تحریف حقیر پر نظر فرما کر طلباء سے یہ تقدس  
 دہو کہ وہی صفائی طلب ہوں مصنف ارجح الطالب نے سبب فضیلت سات باتوں کو قرار  
 دیکر ثابت کیا ہے کہ جتنی باتیں فضیلت کے لئے عقلاً ممکن ہو سکتی ہیں وہ سب حضرت  
 امیر کی ذات ستودہ صفات میں موجود تھیں۔ پس آپ تمام صحابہ سے اکمل و افضل تھے  
 مصنف موصوف کتاب مذکور میں لکھتے ہیں کہ احادیث اکثر لکھا ہے کہ شامین وارد ہوئی  
 ہیں مگر تواتر قابل وثوق نہیں اور نہیں وضعیں بیشتر ہیں اور حضرت امیر علیہ السلام کے  
 بارے میں جو آیات و احادیث منقول ہوئی ہیں وہ سب معتبر اور جید الاسانید ہیں  
 مولف موصوف نے اپنی کتاب صفحہ (۱۱۳) پر لکھا ہے کہ عبدالبر نے کتاب سیدہ  
 داہن حجر کی نے مصواعن محرقہ و خوارزمی و محمد بن یوسف کجی شافعی نے کفایت  
 الطالب ابویعلیٰ بہ تفسیر خود داہن طلحہ شافعی یہ کتاب مطالب اسول امام احمد

بن حبیل و قاضی امین بن اسحق و ابو یعلیٰ بن ابی اوری و احمد بن شیبہ کی وغیرہ اسے  
 روایت کی ہے کہ وہ باب ثنات مرتضوی بنقدرا علیہ عہدش کو نظم سے نقل ہیں  
 وہ ازخبر تاکن ایسی صحیح ہیں جنہ کوئی احتمال پیدا نہیں ہو سکتا سب درجہ ثنات پر  
 فائز ہیں پس جو شخص اس درجہ فضائل و کمالات کا حامی ہو وہ جمیع صحابہ سے فضیلت  
 کے اقلے درجہ پر ہے یعنی (۱۰۳) لغایت (۷۹۱) پورے (۶۸۸) صفحہ احادیث  
 فضیلت کو بیان کیا ہے ہر کمال مرتضوی کے متعلق احادیث و اقوال صحابہ نقل کر دیے  
 گئے ہیں جناب مصنف نے طلباء حبشہ اندھی خیر کتاب با حفظ فرا کر انصاف فرمایا  
 کہ وہ مرتضیٰ سے زیادہ فضیلت کا وہی مرتضیٰ ہے اور فضیلت لغوی لائن دسمس سے بڑی لیا جلی  
 ناقابل قبول ہوئی تو قاتر مٹھا میں سیرۃ باطل ہو گئے ناقصاً صدر نظر کر کے طلباء سمجھ لیں کہ جناب  
 کو اپنے کتب خانہ پر مطلق اطلاع نہیں ایک ضعیف قول پیش نظر کر کے مدعی فضیلت ہوئے  
 ہیں نہ سب اہل سنت کی بناء جو مینے عرض کی ہے اسکو دیکھ کر شریف طالب علم بہت  
 گھبرا میں گئے اور عجبت نہیں کہ لقب سنیت کو جو کہ اہل بیت پر نفیس کرنے کا سال حادق  
 نے تجویز کیا ہے چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ طلباء سے عرض کرتا ہوں کہ قیامت چہ  
 اہل دین کا تیسرا اعتقاد ہے ضرور آپ اوس کے متفقہ ہوں گے ابن حجر کی صوفیانہ عقیدہ  
 میں لکھتے ہیں کہ قیامت میں جسے پہلے خدا کے سامنے حضرت امیر علیہ السلام عرض دی  
 تھا کہ اپنے مخالفوں کی شکایت کریں گے الخ۔  
 اوس استغاثہ میں یقیناً ایک منبر یہ بھی ہوگا کہ خدایا ساویہ نے مجھ کو اور میری بی بی اور بچوں کو  
 علانیہ گالیاں دلائیں اور اوس سال کا نام سنت و جماعت رکھا بنا یہ پرست جماعت  
 نے اسکو ایسا محبوب سمجھا کہ اپنا مذہب اوس سے منسوب کر دیا اوس وقت بارگاہ قہار  
 و جبار سے حکم ہوا کہ گالیاں دینے والوں اور اوس گالی گچ کے سال پر مذہب کا نام رکھنے  
 والا کو سزا سکے اے حاضر عدالت کہ دھڑ دھڑ ہے کہ مادیرہ کو پیکر کفر شنگان غلاظ و شداو  
 پیکر میں لیجائیں لائق طالب علم کو چاہئے کہ ابھی سے ایسا انتظام کر لیں کہ اوس دار و گیر  
 میں نہ شتر اوں سے اس طرح دست لگریاں نہ ہوں جیسے کہ حادثہ سے ہوئے انیس

سے استہادی ہوا کرتے ہیں امام کے کشتہ میں ہرگز کشتہ نہ رہا تھا اور اس میں  
موت کے آداب کوئی عذاب ..... لفظ شیعہ سے شجر بلکہ نہیں کہہ سکتا اور اس کے  
اسلام و اتحاد شیعہ تھے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں اور ان کے شاگرد  
شیر الدین خان و ابن حجر کے اسی تالیفات سے لیا گیا ہے کہ پہلے ہمارے سب بزرگ  
شیعہ تھے اور انہیں شیعہ میں احادیث وارد ہوئیں ہیں مجھے ایک عذر ہے لفظ شیعہ ترک  
کر کے پردہ نیست میں سرچھپایا ہے۔ بس میں عالم جلوت کو دوستانہ رائے دیتا ہوں کہ اگر  
ہم سب پر قائم ہو جائیں جو کہ اوّلیٰ بزرگ کا تھا۔ چونکہ مذہب اہل سنت کا جو کہ حقیقت  
کوئی مذہب نہیں بلکہ اہل بیت کو گالیاں دینے والے سال کا نام ہے حضرت امیر معاویہ  
سے انتہا و رد کا اعلان ہے لہذا طلباء کو دیکھتا ہوں کہ آپ صاحب جو یہ خلاف عادت انسا  
ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ بھی حضرت مسیح ہی کا ایجاد ہی۔ گو کہ سب سے اول حضرت عمر  
اس کو پسند کیا تھا اور وہ اس طرح کہ جب ان کے پاس آتے تھے تو وہ دست ادا  
باندھتے ہوئے تھے خلیفہ نے پوچھا کہ اس طرح کیوں ہاتھ باندھ رہی ہو۔ جواب ملا کہ بادشاہ  
کے سامنے اس طرح مودب کھڑا ہونا چاہیے وہاں سے حضرت عمر کا خیال اس طرف منتقل ہوا  
کہ ہر گاہ یہ لوگ بادشاہ مجازی کا ایسا احترام کرتے ہیں تو ہم کو سلطان حقیقی کے سامنے اس طرح  
دست بستہ کھڑا ہونا چاہیے مگر وہ اس کو مدینہ میں جاری نہ کر سکے لیکن امیر معاویہ نے جہاں  
ہر ایک کو ارادہ کی تکمیل کی نماز کی بھی دیکھتی فرمادی۔ چنانچہ حین بن ابی حمزہ جی کہتے ہیں کہ  
دار الامارۃ دمشق میں معاویہ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کی عینا و الی۔ لیکن حرمین و ان  
نے غلامانہ اسوۃ امام مالک ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے رہے۔ و رسالت اللہ صلی علیہ  
(۱۰۷) پر بھی یہ یمنوں پر جو ہے۔ جب عرض کرتا ہے کہ میں نے امام مالک کے پر  
اب بھی دست کشادہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ اگر تحریر خفیف پر مطلع ہو کر کتابت نے مصنف  
صاحب سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح نماز پڑھا کرتے تھے تو شریعت  
پیش آئے گی جو یہ طلباء عالی خیال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ احترام کرتے ہیں جب نہیں کہ کسی  
کے ہاتھ نماز پڑھنے کے لیے امام جامعہ کے متواتر کریں۔ مجھ کو یہ بھی سمجھا کہ مصنف

عزت و عظمت اور بزرگی پر کچھ بہت ہے نہیں ہیں۔

## تنقیح چہارم

یہ کہ حضرت ابوبکر و دیگر صحابہ رسول شل حضرت عمر و غیرہ اولادوں برائوں سے بالکل پاک و صاف تھے جملہ مسلمانان ماحبت سے ظاہر ہوئیں۔

اس تنقیح کی توضیح تنقیح دوم میں پورے طور پر کی گئی خلیفہ اول دوم ہر گراون برائوں سے پاک نہ تھے جو کہ مسلمانان ماحبت سے ظاہر ہوئیں بلکہ تمام برائوں کے وہی سر شہید تھے اگر وہ اول حق آل محمد کو تلف کر کے امر اسلام کو اتر نہ کرے تو کسیکو دیکھتے اندلائی کی حرارت نہ ہوتی۔

## تنقیح پنجم

یہ کہ انکی سیرۃ اسی اچھی اور مقبول زمانہ تھی کہ اوپر عمل کرتے سے عامل راہ نجات پاسکتا تھا طلباء عالی و ذالیہ کو درست و بابرکت میں نہایت عجز و ادب سے عرض کیا جاتا ہی کہ اس تنقیح کے مطالب پر نہایت غور فرمائیں کل معاملہ کا تصفیہ صرف اس ایک تنقیح کی توضیح پر موقوف ہے۔ کیونکہ جس بنا پر مصنف عالی خیال نے سیرۃ المصطفیٰ کو ترتیب دیا ہے وہ یہی بحث آنجکا بطور کل لکھی ہے واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت عمر مرتضیٰ لکے تو اس نے حسبِ حال صحیح مسلم کہا گیا کہ آپ سیکو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیجئے اور انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں کسیکو خلیفہ میں دوں تو سنت نبوی پر عمل کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ اور انہوں نے بھی کہیں کو اپنا نام تمام نکلیا تھا اور اگر جانشین کا انتظام کر دوں تو میرا مل سیرت بکریہ پر ہوگا۔ اس لئے کہ انہوں نے عنان انتظام میرے ہاتھ میں دیدی تھی لیکن میں نہ رسول کی سنت پر چلتا ہوں نہ بہائی ابوبکر کی سیرت پر کار بند ہوتا ہوں۔ بلکہ میرا راستہ اختیار کرتا ہوں۔ چہرہ حضرت ابوبکر بھی کام فرما رہیں ہوئے وہ شیعہ سویم خود ہی ہے مسلمان شیعہ کہہ کرے جسکو پسند کریں خلیفہ بنالیں حضرت طلبہ آنجکا نتیجہ محال لہو یہ کہ حضرت ابوبکر نے جناب خلافت حضرت عمر کے سر پر رکھا وہ سنت رسول کے خلاف تھا۔ جہاں بجا الفت عنیت کیا ہے وہ بدعت ہی اور حضرت

ابوبکرؓ نے خلافت طریقی نبوی اپنے بعد خلافت کا انتظام کر دیا اور نیز لازم تھا کہ جلیل  
 حضرت مقدّم خلافت کا قبول اہلسنت و ہادایا چھوٹے تھے یہ بھی ایسا ہی کرنے کے عمل  
 انہوں نے معاملہ نیابت کو طے فرما دیا تو بخت کی خود چینی ہوئے اور عمر صاحب ثمرہ  
 بعثت حضرت عمرؓ سے دو بھٹوں کا وقوع ہوا۔ ایک مخالفت سنت نبوی دوم ترک سیرت  
 ابوبکرؓ حضرات اہل سنت کے یہاں ایک حدیث وارد ہوئی ہے (کہ علیکم سنتی و سنت  
 راشدین) یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل  
 کریں حضرت ابوبکرؓ نے حسب تصریح حدیث سنت رسول سے موہ نہ چھوڑا اور حضرت  
 دوم نے بھی دو بکر و دونوں کی سنت کو پس پشت ڈال دیا۔ ذی ایات حضرت اور  
 نازک خیال طالب علم غور فرمائیں کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں حکم رسولؐ سے سرتابی کر رہے  
 تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ مخالفت حدیث مندرجہ بالا سنت نبوی سے اختلاف کیا  
 اور عمر صاحبؓ نے بھی دو بکر و دونوں کی سنت سے گریز کیا تاہم شریعت لوگ تھے  
 الخلفہ خلیفہ اول و دوم کی بعثت کے وہ انہیں پیدا ہوا کہ کتاب اسلام کا شیرازہ و رہم و رہم ہر  
 ایک ایک برق ہو جائیں اور کیا مصنف صاحب سیرت ابوبکرؓ کی پابندی طلبا و کو  
 بعثت دلائے ہیں اور انکو انصاف فرمانا چاہئے کہ ابوبکرؓ کی سیرت کے ترکہ کرنے والے سب سے  
 اول حضرت تھے جبکہ خلیفہ صاحب کو اپنے گھر میں عزت نہ ملی تو دوسرے گھروں میں  
 کیا فدا پائے گئے ہیں۔ الحاصل عمر صاحبؓ نے حکم دیا کہ ہماری وفات کے بعد تمہارا باقی  
 جمع ہو کر مشورہ کریں جبکہ دوش زیادہ ہو جائیں اس کے سر پر خلافت کی چوگوشیا  
 لڑنی رکھ دی جائے۔ ہر چند کہ یہ واقعہ اکثر کتب اہل سنت میں جو کہ زبان عربی فارسی  
 ترتیب بند ہوئی ہیں درج ہے۔ مگر تھک ایک اور دو کی کتاب جسکو حکیم جلیل قریشی ساکن  
 گلاوٹلی ضلع بلند شہر نے تصنیف کیا ہو حالات شہری اقلیند کرتا ہوں کتاب کا نام نظام عمال  
 ہے اس کے صفحہ ۴۹ پر ارباب کینی کے نام مودثر الیہا مشورہ اسطرح کہے ہیں۔

اسما کے مبارک ارباب مشورے

۱۔ حضرت امیر علیہ السلام حضرت عثمانؓ ۲۔ حضرت محمد بن وقاصؓ حضرت علیہ حضرت

۵۔ حضرت امیر حضرت عبدالرحمن بن عوف کتاب مذکور بالا کے صفحہ ۲۹ سطر ۱۰ پر  
 لکھا ہے: "عمر بنے چاس آدمی ہشتاد ہند اس واسطے فضیلت کے کہ اگر اہل شہر سے  
 پانچ آدمی ایک طرف ہوں اور ایک ایک طرف ہو تو اسکی فوج اگر دن مار دو اور اگر  
 چار آدمی ہوں تو دو مخالفین کریں تب بھی تلوار سے کام لو اور اگر دونوں جانب پلہ ساوی ہو  
 تو جس جانب عبدالرحمن ہوا تو کو ترجیح دو۔" یہ عجیب حکم ہے جو لوگ خلافت کے لئے منتخب ہوئے  
 گئے تھے وہ حضرت عمر کے نزدیک لاین گروں زدنی ہی تھے فاروق اعظم کا خطاب ایسے  
 ہی شخص کے لئے زیادہ ہے جو کہ اس قسم کے احکام خلافت عقل صیادہ فرمائے کسی گورنمنٹ کا اصول  
 آفکار نہیں بنا لیا تھا کہ ووٹ دینے والے بھرم خلافت رائے قیل بھی کر دیئے جا دیں اور  
 عمر یہ کیا یہ قاعدہ قابل تقلید ہے باتفاق اہل سنت مشہور حدیث جس میں عشرہ مبشرہ جتنے بیان  
 کئے گئے ہیں۔ آنحضرت حضرت امیر عثمان و طلحہ و زبیر کو مدد دیکر صحابہ کرام نے فرمایا میں  
 اور حضرت عمر فایت دینداری سے اول ہشتون کے قتل پر فتوے صادر فرمائیں طلباء کو سلام  
 ہو جائے گا کہ خلیفہ دوم نے یہ تدبیر صرف اس غرض سے کی تھی کہ اس طرفان بے تیزی  
 میں حضرت امیر قتل کر دیئے جائیں گے تمام انتظام محض اذن کے قتل ہو جائے یا محروم از خلافت  
 رہنے کے لئے کیا گیا تھا وہی حلال قریشی اپنی دوسری کتاب سہی داب حیدری کے صفحہ ۱۶ پر  
 تحریر فرماتے ہیں: "جب عمر نے امر خلافت کو چھ آدمیوں میں محصور کر دیا تو حضرت علی نے  
 اپنے چچا عباس سے کہا کہ خلافت مجھ کو نہیں مل سکتی کیونکہ سعد و قاص عبدالرحمن کا چچا زاد  
 بھائی ہے وہ اسکی مخالفت نہ کرے گا اور عبدالرحمن ابن عوف عثمان کا خسر ہے ان  
 دونوں میں اختلاف ہو گیا ہی آپس میں مل ملا کر کسی ایک کو خلیفہ بنالینگے۔ حقیر عرض کرتا  
 ہے کہ الکشن (انتخاب) میں آجنگ کہیں یہ قید نہیں سنی گئی تھی کہ جس طرف نلال شخص  
 ہو اس جماعت کو قوت دیجائے حضرت عمر کا یہ ایجا و طبع زاد محض حضرت امیر کو محروم  
 کرنے کے لئے تھا۔ کیونکہ حضرت عمر علم الیقین جانتے تھے کہ عبدالرحمن کسی نہ کسی حیلہ سے  
 علی کو محروم از خلافت کر دیگا اوراق بالا میں دکھلایا گیا ہے کہ حضرت دوم نے اپنے چچے  
 عبداللہ سے کہا کہ اگر علی خلیفہ ہو گئے تو اونکی گود پر کوئی چہرہ ہی رکھ دے گا تو سوائے

سبھی کے دوسرا پہلا اختیار جو چاہے یہ بھی انھیں کا اہل ہے کہ اگر علی کو اپنے سے تمیز نہیں کرنا  
 یعنی امور شری و تمدنی و سیاسی میں اگر حضرت امیر المومنین علیؑ کے سے مجھ کو اور نہ  
 دیتے تو یہ اقتدار خلافت نظر خلافت سے گر جاتا اور انتظام اسلام میں خرابی واقع ہو جاتی انھوں  
 حضرت نے ایک نئی حکم جاری فرمایا تھا کہ جو جو علیؑ کوئی شخص ٹکوپے میں سبقت نہ کرے  
 تعجب ہو کہ جو شخص اُنکی نظر میں یہ اقتدار رکھتا تھا وہ عبدالرحمن ابن عوف کو ترجیح دیکر  
 فضل خلافت کی کبھی ہاتھ میں دیدی یہ سب باتیں صرف زبان فوج میں داخل تھیں اگر ان کے  
 دلیں کچھ بھی حق پر تھیں تو قتل کی تدبیر نہ کرتے عمر جانتے تھے کہ علیؑ ضرور اباب  
 شورش کی مخالفت کریں گے اور یہ بھی اختلاف اُنکو توار کے گھاٹ اُتار دے گا۔  
 عبدالرحمن اباب جانتے تھے کہ علیؑ ابوبکر و عمر کو اچھا نہیں جانتے ہیں۔ دونوں کے نام ہی  
 اُنکو طعنات فرمائی لہذا اُس نے عمر صاحب کا زوی ارادہ پورا کرنے کی غرض سے اول ہی وہ  
 اُنکا گناہ جس سے روح عمر چھو لکراپنے جاہلین سماجی جہل۔ وہ یہ کہ کتاب نظام عثمانی  
 متذکرہ صدر کے صفحہ ۱۲۲ سطر ۱۳ پر لکھا ہے کہ عبدالرحمن ابن عوف نے اہل حضرت علیؑ سے چھپا  
 کہ تم مجھے وعدہ کرتے ہو کہ خلیفہ ہونے پر کتاب التہذیب و سنت رسول و سیرۃ شیعین پر عمل کر کے  
 حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ بقدر طاقت اور امکان اور بقدر مبلغ علم کے میں اوسیں کوشش کروں گا۔  
 جالانکہ سلاخات زمانہ میں محکو بالکل دخل نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کا یہ جواب کچھ اسوجہ سے نہ تھا کہ اُنکو  
 خلافت حاصل کرنے کی غیبت نہ تھی بلکہ یہ وجہ تھی کہ خلفاء سابقین کی کل باتیں اُنکو پسند نہ تھیں  
 بلکہ وہ اپنے اختیار کے مطابق بعض باتوں کے خلاف تھے۔ کتاب اب حمیدی کے صفحہ (۱۷۰)  
 پر یہ عبارت ہے فی خلفاء اہل کی بہت سی باتیں حضرت علیؑ کے خلاف تھیں جن کو ضرور وہ  
 اپنی خلافت میں بدلتے۔ سیدنا علیؑ صاحب سیر شریف لا الہ الا علی صنفہ کتابہ نجات الاسلام کے  
 صفحہ (۱۷۰) پر لکھتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے ابن عوف سے کہا کہ خلافت مجھ کو دو یا نہ دو مگر میں  
 سیرۃ شیعین کی متابعت نہ کروں گا تا کی الخلفاء مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کے صفحہ (۱۰۵) سطر  
 ۳ پر لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل کی سند میں ہے ابواہل نے عبدالرحمن ابن عوف سے  
 کہا کہ تم نے علیؑ کو جوہر کر عثمان کا نیت کیونکر کر لی اُس نے جواب دیا کہ اسی میں میرے قصور ہیں

ہے۔ میں نے اول علی کو خلافت نبی چاہی تھی۔ مگر وہ نہول کے سیر و سنجین پر کار بند ہوئی  
 (انکار کیا۔ تاریخ طبری مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۷۷) سطر ۱۲ پر لکھا ہے کہ امیر المومنین نے مجلس  
 شورہ میں عاتق فرایا کہ میں شاعت سنجین کی شرط خلافت نہیں لے سکتا میں اپنے مبلغ علم  
 پر عمل کر دینگا۔ پس عثمان کو خلافت دیدی گئی۔ حضرت علی یہ کہہ کر حلب سے اور کھلم کھلم ہوئے  
 کہ مجھ پر یہ ہوا ان ظلم کا نہیں ہے۔ ہمیشہ مجھ پر ظلم ہوتا رہا کہ اپنے یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی۔  
 فضیحا جمیل واللہ المستعان علی ما لتصفون۔ طلبا رو کہہ ماشاء اللہ عاقل و  
 فزانہ ہوتے ہیں اور اصلیت معاملہ پر نظر کرنا فرض عقل جانتے ہیں وہ توجہ فرمائیں کہ ایسے  
 شخص کے سامنے جو کہ مال دینے کے کچھ نہ کہتا تھا (علی) اتنی بڑی سلطنت جو کہ غیر و کسرتی  
 کی سلطنت سے شرمی ہوئی ہے پیش کی جاتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ پہلے بادشاہ مل کے طریقہ پر  
 چلو تو سلطنت آپ کو مل سکتی ہے۔ وہ درویش صورت و امیر سیرت کہتا ہے کہ مجھ کو بھی بادشاہ  
 کی ضرورت نہیں جس میں شرط متابعت ہو میں اپنی عقل سے کام لینگا۔ سنجین کے طریقہ کی پیروی مجھ کو  
 ضروری نہیں ہے۔ یہ بات وہ حال سے خالی نہیں اول یہ کہ وہ شخص خارج اقل تھا جسے سلطنت کی  
 محبوب چیز کو چھوڑ دیا۔ مگر واقعات کہی پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہرگز خفیف العقل  
 نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو سر دفتر مجلس شوریٰ اول اس کی طرف سے کٹے ہاتھ نہ اٹھاتا۔ دوم یہ  
 کہ وہ انتہادرجہ کا عطاء و پابند سلسلہ شریعت تھا سلاطین اگر شک کے طراز عمل کو وہ خدا اور رسول کے  
 تحت حکم نہ جانتا تھا۔ اس کو انکار کر دیا کہ میں اس کا طراز اختیار نہ کر دینگا۔ مصنف کا مضمون کلام یہی  
 تھا کہ قیصر کو بکر ایسی شایستہ و لائق ماسی ہے کہ ہر مسلمان پر اس کی پیروی واجب لازم ہے تو عنینات  
 خفیت سنجین ثابت ہو گیا کہ اول حضرت عمر نے خود خلافت میں اس کی اعلیٰ بیستہ عطا دیا تھا۔ حضرت  
 ابرہہ علیہ السلام نے دونوں کی متابعت سے انکار کر کے سلطنت عرب کو چھوڑ بیٹھے۔ جن طلبا پر ایسے مصنف  
 تصدیق کو ادا فرما کر یہ کہہ گراں پر راوٹھا باتحاد اپنے دلیس سوجھیں کہ ہر حال سیر و سنجین میں کوئی ایسا  
 ہی سخت خیالی تھی جس پر عمل کرنے سے مجلس شوریٰ میں حضرت علی ایسے عاقل الناس نے انکار کر دیا  
 یہ امر سلمات امت ہے کہ لشکان روضہ عشر تو اب کہ فرخ جاب یہ غلطی سلام اپنے دست مبارک سے  
 عبات فرمائیں گے جو فت کہ مصنف مگر وہ طلبا روضہ کو شہر پر جائیں گے تو عجب نہیں کہنا



جس وقت کہ اس وقت میں کہ میں سیرت میں ایک سیرت البکر و عمر بن الخطاب  
 کو اس کے مخالفین بادشاہت کو چھوڑ دیں اور آپ کی بات کو اپنا سچو بخوبی دیکھیں کہ تم  
 اس کی متابعت کرو۔ آپ اپنی بیاس اور عین سے بھجوائے خلی سیرت پر عمل کریں گے اس سیرت کی ہائی  
 سچو کو لکھو سنا یا تھا۔ وہاں سے جماعت سچ گان مصنف جتنا اپنی بیٹیاں دین کی تلاش میں پیدا  
 حشر کی جھوم گشت فرما میں گئے۔ وہاں لوگوں سے معلوم ہوا گا۔ کہ انکو فرشتے پکڑ کر جہنم کو تر کثیر  
 حضرت کے پاس لیکے تھے۔ حضور نے دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ تو میری اصحاب ہیں۔ انکو کیوں پانچوں کا لگا  
 وہ عرض کریں گے کہ بعد آپ کے ان لوگوں نے دیں میں احداث کر کے مرقہ اسلام کو بد نام کر دیا تھا حضرت  
 فرمایں گے کہ اچھا انکو میرے سامنے سے دور کر کے جہاں لیجا نا چاہتے ہو لیجاؤ۔ اگر شیخین متابعت  
 خدا و رسول کرتے تو حضرت امیر کبھی انکی سیرت پر کار بند ہونے سے انکار نہ فرماتے۔ حضرت امیر  
 کے انکار سے پورا یہ چلے گا کہ جو کج حسابات مندرجہ بخاری و مسلم بجم احداث بدنام فرشتگان  
 عذاب کی گرفت میں آئیں گے یہ وہی ہوں گے خلی سیرت کہنے میں مصنف قلم فرسائی کی یہ تھا  
 مصنف نے ہدایت فرمائی کہ زمانہ ابتدائی کے لوگوں کی بکثرت سیرت لکھی جا تا کہ خلافت  
 مطلع ہو کر راہ راست اختیار کرے۔ اس تحریری ہدایت سے ثابت ہوا کہ جناب مصنف کا نشانہ  
 خاطر یہ ہے کہ بننے البکر کی سیرت لکھ دی۔ دیگر خیر خواہان اسلام اور صحابہ کے حالات تہہ قیم میں  
 لائیں۔ اسکی نسبت عرض کیا جا تا ہے کہ جن لوگوں کو جناب مصنف اور ان کے جہنیاں بسترین خلیان  
 بوجہ صحابیت جانتے ہیں وہ ہرگز اس قابل نہ تھے کہ انکی سوانح عمری ناظرین کے لئے لکھی تھی  
 پہونچا سکے۔ اوراق اولین میں بوضاحت دکھلادیا گیا ہے کہ آنحضرت نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ  
 عنقریب تم حرس امارت کر کے چاہ نہ امت میں ایسے غرق ہو گے کہ قیامت میں بار نہ امت سر نہ  
 رکھے ہوئے خجالت کے کنوئیں سے سر اٹھا رو گے۔ بجوم احداث بدعات تکو فرشتے پکڑ کر جہنم میں  
 لیجا ئیں گے۔ تم لوگ متولی امر اسلام ہو کر زمین خدا میں فساد و بپا کر کے قطع رحم کر ڈالو گے جس سے  
 اہل ایمان و ناک تمہاری گردنوں میں طوق لعنت ڈالا جائے گا۔ میں تمہاری افعال ذکر و بار بد کا  
 ذمہ دار نہیں ہوں۔ مینے پورے طور پر تبلیغ احکام الہی کر کے ہر حرام و حلال سے تمکو آگاہ کر  
 دی شرف مصنف اور انکی خصال طہیرہ و توجہ فرمایں کہ صحابہ کرام سے کون بزرگ ایسے تھے

جو کہ آنحضرت کے احاطہ اعتراض سے باہر رہے ہیں۔ لفظ اصحاب علم ہی اور انھیں چھوڑ کر دوسروں طرح سے حضرات تھے اکثر اصحاب ایسے ہیں جن کی خوبی و طہارت و لطافت پریشانی و شیعہ دونوں اتفاق رکھتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ حنبلاہل سنت اچھا اور شیعہ بُرا کہتے ہیں۔ وہ بزرگوار حضرات مثلاً اور انکی پارٹی کے جوان ہیں۔ انھیں کے باب میں سلف سے انین سنی و شیعہ گفتگو چلی آتی ہے۔ شیعہ صدائے اول میں ثابت کر چکے ہیں کہ جن لوگوں سے یہ اخبار علاوہ کر کے وہ اصحاب مثلاً اور ان کے ہواخواہ و خیر طلب لوگ تھے انھوں نے کابل سنت اور ان مطعون و اعتراضات کا مطلق جواب نہیں دیتی مگر رنگ بدل ہلکے وہ ہی مضامین لکھتے رہتے ہیں کہ صدائے مریض مناظرین کے زیرِ قلم آچکے ہیں۔ خیر صحیح مسلم سے اوپر ثابت کر چکا ہے کہ آنحضرت کے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ یہ آدم و دایران پر تم قابو پا کر دہان کے خزان پر تصرف ہو گے تو احکام خدا کو پس پشت ڈال کر آسمان و تباہی کر کے راہ نفسانیت اختیار کر دے اور مساکین و غربا کے گھر و سرِ خردہ و دیار تمام دنیا کے مومنین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر کے در حکومت میں آدم و دایران فتح ہوا ہے تعجب ہے کہ آنحضرت اور ان لوگوں کی توہین فرمائیں اور جناب مصنف لڑکھائی دہانت کریں کہ انکی سیرت پر عمل کرنا لایق فلاح آخرت ہے۔ ہاں انھوں نے جب تفسیر صحابہ حضرت فرما کر کہ اسے ابوبکر تیرے قلب میں شرک چھپائی کی چال چل رہا ہے۔ دقیقہ منجھ دیکھ داں طلباء و توجہ فرمائیں کہ آنحضرت ابوبکر صاحب کو شرک خفی بتلا میں جس سے بدتر کوئی دوسری چیز نہیں اور مصنف صاحب کہیں کہ انکی سیرت پر کار بند ہونا شایان شان اہل اسلام ہے۔ میں بحال کہتا ہوں کہ علی گڑھ ایسے نامور دارالعلم کا ادنیٰ تعلیم یافتہ لڑکا بھی کبھی شرک کی سیرت پر عمل کو نیکے لئے آمادہ نہ ہو گا۔ صفات اولین میں لکھا گیا ہے اذاب بھر ضرورت سمجھ کر لکھا ہوں۔ موطا امام مالک کے صفحہ ۷۳ پر ہے کہ آنحضرت نے ابوبکر سے فرمایا کہ مثل شہداء احد میں آخر حیات تک ہر ایمان مرنے کی شہادت نہیں دیکھتا۔ کیونکہ وہ مسلم تم بعد سیری دین خدائیں کیا کیا خود سازیاں کر دے۔ کمال تعجب ہے کہ آنحضرت خدا ابوبکر صاحب کے منہ پر کہیں کہ میں تمہارے با ایمان رہنے کا گواہ نہیں ہو سکتا اور مصنف ایسے شخص کی سیرت پر عمل کرنے کے لئے لڑکوں کو تحریص فرمائیں۔ کچھ دور نہیں ہے کہ طالب علم حضرت مصنف سے موافق

کہیں کہ جس شخص کے ایمان پر آنحضرتؐ کو ایسی بری جگہ انکو موجب بیعت و محال شریک  
 کیا یا آپؐ ایسے لوگوں کے شرف کو جس سے بے خستہ شرف کیوں جو ترکہ کرتے ہیں۔ ہاؤ ذرا سوچیں  
 مصنف نے اپنے کتب خانہ پر گہری نظر نہیں ڈالی ورنہ وہ یقین فرماتے کہ قرنِ اول کے اکثر آدمی  
 ایسے تھے کہ جبکہ دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے مقصد دوم میں  
 لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا ان کا لہجہ مستعمل ملکِ بلخ کا  
 یعنی میری امت بعد میری دنیا کے تھے راہِ خدا اختیار کر سکی۔ حضرت مصنف ارشاد فرماتا  
 کہ قرنِ اول کے وہ لوگ جن کو اسلام علی کا منظر تیار کیا جو نہ نفاق ہی معلوم سے خطاب نہ لای  
 حاصل تھے ہوئے تھے جو لوگ کہ خدا ہوئے میں اذکی پروی کسی عاقل کے لیے جائز نہیں ہو سکتی  
 ممکن ہے کہ کسی صاحب کو یا خیال پیدا ہو کہ نہ معلوم وہ خدا کو ان لوگ تھے جن کی خبر آنحضرتؐ  
 حضرت علیؓ کو دی تھی اذیکہ کہنا شروع کرنے کے لئے عرض کرتا ہوں کہ وہ بزرگوار حضرت ابو بکرؓ  
 عمرؓ تھے چنانچہ حسب اندراج صحیح مسلم مندرجہ بالا حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اسے علیؓ تم مہلک اور ابو بکرؓ  
 کا ذبے غادر و فائن دائم جانتے ہو۔ سجدائے جن غداروں کا ذکر آنحضرتؐ فرمایا تھا اذیکہ  
 حضرت عمرؓ کے بیان سے پورے طور پر حل گیا۔ بلکہ مزید سے بیان یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ غدار  
 کر نیوالے جوئے اور خیانت شعار و گنہگار بھی تھے۔ مجھ کو امید نہیں ہے کہ کوئی طالب علم ایسے  
 لوگوں کی سیرت اختیار کرنے پر کم لبتہ ہو جو کہ چار قسم کی صفاتِ مذیلہ کے حامل تھے۔ یہ مقام  
 غور طلب ہے اگر عبد الرحمن ابن عوفؓ کی خواہش کے موافق حضرت امیر سیرت شریفینؓ پر پابندی نہ کیا  
 اقرار کر لیتے تو معترض کہہ سکتا تھا کہ جنکو آپؐ بے ایمان جانتے تھے۔ انہیں کی امر دین  
 میں پیروی اختیار کر لی۔ لائق مصنف اور قابل طلبہ کو آگاہ ہونا چاہیے کہ اذیکہ وقت  
 جتنے صحابہ تھے سوائے سوادِ دوسے چند کے اور سب آنحضرتؐ کے خیال مبارک میں جو کہ ہاں  
 صحیح اور مطابق واقعہ تھا راہِ خدا را گرفتار کر نیوالے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں واقعہ پیشی صحابی  
 سے ایک قول عبارتِ نقل ہوئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے صحابہ سے فرمایا  
 کہ لئلا تم کف من سفین من کلام قبلکم۔ یعنی جو سب اذیکہ ایمان اُمم سابقہ سے سرزد ہوئے ہیں  
 وہ بالضرورت تمہاری ذات سے بلہاسِ سلطانی ظہور پذیر ہوں گے اگر وہ سولہ سو سنہ گزوم

ہے ہمارے لئے کہ ہم نے ان کو روک دیا۔ اس کے بعد اس نے فرمایا کہ میں نے اس کو روک دیا۔  
 عملیاں پہلی امت کے لوگوں نے کی ہیں اور ان سب کا ارتکاب سے ہونا جمع میں صحیح  
 کی ایک سو حدیث میں ابی سعید الخدری صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے  
 فرمایا کہ تم لوگ شہر لشہر و ذراع و ذراع اور ان لوگوں کی راہ نا صواب اختیار کر دے  
 جو کہتے ہیں کہ اگر گئے ہیں۔ ابوسعید خدری سے عرض کیا کہ وہ تو یہود اور نصاری  
 تھے کیا ہم ایسے ہو جائیں گے حضور نے فرمایا کہ بے شہد تم وہی روش اختیار کر دے جو کہ  
 ان کی تھی صاحب تہانے اقرار کیا کہ لتو کین سنن میں مذکور و دخل و اصل  
 بالاسل والقدح بالقدح اکثر احادیث میں وارد ہوئے ہیں جیسے کہ ایک تہ  
 تیرے یا حتی کا ایک تہ دوسرے تہ سے ملا جلا ہوا ہے ایسے ہی تم لوگ یہود و نصاری  
 سے افعال و کردار میں مساوات حاصل کر دے بسا اے تعجب ہے کہ آنحضرت انہی صحابہ کو ہم گیدش  
 کفار بتلائیں اور باقی مصنف اور کوا مسلم اصلی کا منظر تسلیم کریں جناب مصنف اپنے کردہ کے  
 لوگوں کو سمجھا دیوں کہ آئندہ حضرت سادہ و زید و مردان و عمر ابن العاص و ابوسوی اشعری  
 و سعد و قاص و خالد بن لید و غیرہ کی سیرت لکھنا کوئی ارادہ نہ کرے ورنہ شدید آفت ہمارے  
 سرے کہتے چھٹے سے غلامی کو آگاہ کر دیتے جیسا کہ حضرت ابو بکر و عمر و دیگر صحابہ کے غنی حالات  
 سے معلوم کر دیا ہے حضرت مصنف کو ایک اور ذلت افزا بات سنا تا ہوں بولجالی میں آتا ہے  
 کہ فلاں شخص ایسا برا ہے کہ کسی بُرے کو بھی برا سمجھنے میں نال نہیں ہے اس وقت پر مناسب ہے کہ  
 میں ایک ایسے شخص کا بیان سیرت شیخین کے متعلق پیش کرتا ہوں۔ جس میں برائی اور بھلائی دونوں  
 موجود ہیں۔ بھلائی تو یہ ہے کہ بغاوت اور احادیث مسلم و بخاری کے جس آنحضرت نے فرمایا ہے  
 کہ ہمارے بعد بارہ خلیفہ قریش سے زید و ہک اسلام ہوں گے علمائے اہل سنت اور دوازہ  
 امام ہیں جیسا ابورکوب بھی دیکھتے ہیں وہ بزرگ اہل سنت ایسا ہی باقتدار خلیفہ ہے جیسے حضرت  
 ابو بکر و عمر تھے رسالہ اعطایا ان مؤلفہ حقیر مطبوعہ مقبول پریس دہلی میں اس کی سبب بحث موجود  
 ہے اور بھلائی یہ ہے کہ صبح اوٹھ کر نہ کجاہرے دیر میں بھی کوئی اس کا نام لینا گوارہ نہیں  
 کرتا وہ مرد و وزیر یہ ہے حکمران حضرت دہلوی حضرت اور علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں خواجہ

اور بادشاہ ہوجانے حکم خداوندی کی سیرت ابو بکر پر عمل کرنا اور اس سے جواب دیا کہ محکو خدا درود مل  
 کے حکم سے طلب ہو سیرت ابو بکر سے کچھ مرگوار نہیں اور نہ ملنے کہا اگر ابو بکر کی سیرت کو الپسند  
 کرتے ہو تو عمر و عثمان کی رفتار اختیار کرنا وہ بولا ہرگز نہیں انسوس ہو کہ سفیدوں کے چھپنے خلیفہ نے بھی  
 ہر خلفا سے اولین کی سیرت کو الپسند فرمایا الپسند کے تین خلفا نے یکے بعد دیگرے ہابندی  
 سیرت کے انکار کیا عمر نے ابو بکر کی سیرت کے خلاف امر شعور سے اختیار فرمایا۔ علی المرتضیٰ نے دونوں  
 شیخ صاحبان کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر کے سلطنت کو چھوڑ دیا چھپے خلیفہ نے یہ سننے ملاش  
 کی سیرت نہ پہنچا یا جن لوگوں کی سیرت کے یہ دیا ایسا برا شخص انکار کرے اور سکی پیروی کے لئے  
 پہلے انسانوں کے ناواقف نہ سبب جو کو مصنف آمادہ فرمائیں اگر کسی تیز طبیعت اور خدا ناک  
 طالب علم نے مصنف کا دان پکڑ کر کہا وہ حضرت آپ بھی عجیب خبر ہیں جن لوگوں کی سیرت کو یہ  
 ایسا برا شخص الپسند کرتا تھا تو کیا ہم اوشے گھبل «رحمہ» کے میں جو تین خلفا کی مردود کی ہوئی سیرت  
 پر عمل کریں۔ اس متوجہ کا نتیجہ بھی خلافت پر اوصاف با بد ہوا۔

تفصیل

یہ کہ امت محمدی میں حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ میں یا کسی دوسرے اُسے اون کے کوئی اور شخص اس خطاب جلیل کا حامل ہے۔

نتیجہ دوم میں یہ بحث پورے طور پر طے ہو چکی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سے ہی خواہ مخواہ صدیق مشہور ہو گئے نہ وہ سابق الاسلام تھے اسلئے حضرتؓ نے کبھی اونکو صدیق کا خطاب دیا تھا صدیق و فاروق و زبیر و جلالہ القاب کتبہ علیہم السلام اہل سنت حضرات امیر علیہ السلام کے ہیں۔ حضرات طلباء و چند ورق و اولئکہ صدیقیت کی پوری بحث کو ملاحظہ فرمائیوں۔

تصحیح

کتاب کا نام جو سیرت الصدیقین کا کیا یہ باعتبار ترقی و تہذیب سے یا غلط

